www.urduchannel.in

گئودان

منشی پریم چند

اردو چینل
www.urduchannel.in

www.urduchannel.in

زلیخا جعفر

گئودان

پریم چند

مصنف میدان عمل، واردات بیوہ وغیرہ

مکتبہ جامعہ
دہلی، نئی دہلی، لکھنؤ، بمبئی

قیمت ۷ر

بار دوم ۲۰۰۰

www.urduchannel.in

سنہ ۴۶ء

(آرمی پریس دہلی)

www.urduchannel.in

گئودان

(۱)

ہوری رام نے دونوں بیلوں کو چارا پانی دے کر اپنی بیوی دھنیا سے کہا "گوبر کو اوکھ گوڑنے بھیج دیا، میں نجانے کب لوٹوں۔ ذرا میری لاٹھی دے دینا"

دھنیا کے دونوں ہاتھ گوبر سے لت پت ہو رہے تھے، اُپلے پاتھ کر آئی تھی۔ بولی "ارے کچھ سربت پانی تو کر لو، ایسی جلدی کیا ہے؟"

ہوری نے اپنے جھرّی پڑے ماتھے کو سکیڑ کر کہا "تجھے سربت، پانی کی پڑی ہے، مجھے یہ پھکر (فکر) ہے کہ دیر ہو گئی تو مالک سے بھینٹ نہ ہو گی۔ اسنان دھیان کرنے لگیں گے تو پھر دن بھر بیٹھے بیت جائے گا۔"

اسی لئے تو کہتی ہوں کہ کچھ جل پانی کر لو اور آج نہ جاؤ گے تو کون ہرج ہو جائے گا؟ ابھی تو پرسوں گئے تھے۔"

"تو جو بات سمجھتی نہیں اس میں کیوں ٹانگ اڑاتی ہے؟ میری لاٹھی دے دے اور اپنا کام دیکھ! یہ اسی ملتے جلتے رہنے کا پھل ہے کہ اب تک جان بچی ہوئی ہے، نہیں تو کہیں پتہ بھی نہ لگتا............. کدھر گئے گاؤں میں

www.urduchannel.in

اتنے آدمی تو ہیں۔ کس کی بیدخلی نہیں ہوئی ؟ کس پر کڑکی (قرقی) نہیں آئی ؟ جب دوسروں کے پاؤں تلے اپنی گردن دبی ہوئی ہے تو ان کو سہلانے ہی میں بھلائی ہے۔"

دھنیا دُنیوی معاملات میں اتنی ہوشیار نہ تھی۔ اس کا خیال تھا کہ ہم نے زمیندار کے کھیت جوتے ہیں تو وہ اپنا لگان ہی تو لے گا، اس کی خوشامد کیوں کریں ؟ اس کے تلوے کیوں سہلائیں ؟ اگرچہ اسے اپنی متاہلانہ زندگی کے ان بیس برسوں میں اس بات کا کافی تجربہ ہوگیا تھا کہ چاہے جتنی کتر بیونت کرو، کتنا ہی پیٹ کاٹو، چاہے ایک ایک کوڑی دانت سے پکڑو پر لگان کا ادا ہوجانا مشکل ہے، پھر بھی وہ ہار نہ مانتی تھی اور اس مسئلہ پر آئے دن میاں بیوی میں جھگڑے ہوتے ہی رہتے تھے، ان کی چھ اولادوں میں اب صرف تین زندہ تھیں۔ ایک لڑکا گوبر اب کوئی سولہ سال کا تھا۔ دو لڑکیاں تھیں۔ سونا اور روپا ان کی عمر بارہ اور آٹھ سال تھی۔ تین لڑکے بچپن ہی میں مر گئے تھے۔ اس کا دل آج بھی کہتا تھا کہ ان کی دوادارو ہوتی تو بچ جاتے! مگر وہ ایک دمڑی کی دوا بھی نہ منگا سکی تھی۔ ابھی اس کی عمر کیا تھی ؟ چھتیسواں سال ہی تو تھا مگر سر کے سارے بال پک گئے تھے۔ چہرے پر جھرّیاں تھیں۔ جسم ڈھل گیا تھا۔ خوب صورت گندمی رنگ سانولا پڑگیا تھا اور آنکھوں سے بھی کم دکھائی دیتا تھا۔ یہ سب کچھ پیٹ کے فکر ہی کے سبب تو تھا۔ کبھی تو جینے کا سکھ نہ ملا ! اس دائمی خستہ حالی نے اس کی خودداری کو بے دلی میں تبدیل کردیا تھا۔ جس گرہستی میں پیٹ کو روٹیاں بھی نہ مل سکیں اس کے لئے اتنی خوشامد۔ کیوں؟ ان حالات سے اس کا دل برابر بھڑکتا رہتا تھا اور دو چار جھڑکیاں سُن لینے ہی پر اسے اصلیت کا پتہ

www.urduchannel.in

چلتا تھا۔

اس نے ہار کر ہوری کی لاٹھی، مرزئی، پگڑی، جوتے، تمباکو کا بٹوا سب لاکر اس کے سامنے پٹک دئے۔

ہوری نے اس کی طرف تیوری چڑھا کر دیکھتے ہوئے کہا "کیا سسرال جانا ہے جو پانچوں پوساک لائی ہے؟ وہاں بھی تو کوئی جوان سالی سرہج نہیں بیٹھی ہے جسے جاکر دکھاؤں"۔

ہوری کے گہرے سانولے پچکے ہوئے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی دھنیا نے شرماتے ہوئے کہا "ایسے ہی تو بڑے سجیلے جوان ہو کہ سالی سرہجیں دیکھ کر ریجھ جائیں گی"۔

ہوری نے پھٹی مرزئی بڑی چوکسی سے تہ کر کے چارپائی پر رکھتے ہوئے کہا "تو کیا تو سمجھتی ہے کہ میں بوڑھا ہو گیا؟ ابھی تو چالیس برس بھی پورے نہیں ہوئے۔ مرد ساٹھے پر پاٹھا ہوتا ہے"۔

"جاکر شیشے میں منہ دیکھو۔ تم جیسا مرد ساٹھے پر پاٹھا نہیں ہوتا، دودھ گھی آنجنے تک تو ملتا نہیں، پاٹھے ہوں گے! تمھاری دُسا دیکھ دیکھ کر تو میں اور سوکھی جاتی ہوں کہ بھگوان! یہ بڑھاپا کیسے کٹے گا۔ کس کے دوارے بھیک مانگیں گے؟"

ہوری کی وہ عارضی مسکراہٹ حقیقت کی اس آنچ میں گویا جھلس گئی۔ لاٹھی سنبھالتا ہوا بولا "ساٹھے تک پہنچنے کی نوبت نہ آنے پائے گی دھنیا! اس کے پہلے ہی چل دیں گے"۔

دھنیا نے آزردگی سے کہا: "اچھا رہنے دو، منہ سے اسبھ نہ نکالو۔ تم سے کوئی اچھی بات بھی کہے تو کوسنے لگتے ہو"۔

www.urduchannel.in

ہوری لاٹھی کندھے پر رکھ کر گھر سے نکلا تو دھنیا دروازہ پر کھڑی ہوئی اُسے دیر تک دیکھتی رہی اس کے مایوسانہ الفاظ نے دھنیا کے چوٹ کھائے ہوئے دل میں ہلچل سی پیدا کر دی تھی وہ گویا استری دھرم کے پوری تپسیا کے ذریعہ اپنے شوہر کو بلاؤں سے بچائے رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کے دل سے گویا ایک گرہ (حصار) سا نکل کر ہوری کو محصور کئے لیتا تھا۔ مصیبت کے اس اتھاہ ساگر میں صرف سہاگ ہی وہ تنکا تھا جس کے سہارے وہ اسے پار کر رہی تھی۔ ہوری کے دل شکن الفاظ شاید سچ ہوتے پر بھی گویا جھٹکا دیکر اس کے ہاتھ سے اس کمزور سہارے کو چھین لینا چاہتے تھے۔ بلکہ الفاظ کے سچ ہونے کا امکان ہی انہیں اتنا تکلیف دہ بنا رہا تھا۔ کانے کو کانا کہنے سے جو دکھ ہوتا ہے کیا دو آنکھوں والے آدمی کو ہو سکتا ہے؟

ہوری قدم بڑھائے چلا جا رہا تھا۔ پگڈنڈی کے دونوں طرف ایکھ کے پودوں کی لہراتی ہوئی ہریالی کو دیکھ کر اس نے دل میں کہا۔ بھگوان کہیں ٹھیک برکھا کر دیں اور بیڑ بھی ٹھیک سے رہیں تو ایک گائے جرور (ضرور) لے گا۔ دیسی گائیں تو نہ دودھ دیں اور نہ ان کے بچھڑے ہی کسی کام کے ہوں۔ ہاں بہت ہوا تو تیلی کے کولہو میں چلے! نہیں، وہ پچھائیں گائے لے گا۔ اس کی سیوا کرے گا۔ کچھ نہیں تو چار پانچ سیر دودھ ہوگا گوبر دودھ کے لئے ترس کر رہ جاتا ہے۔ اس عمر میں نہ کھایا پیا تو پھر کب کھائے گا؟ سال بھر بھی دودھ پا جائے تو دیکھتے بنے۔ بچے بھی اچھے بیل نکلیں گے۔ دو سو سے کم کی جوڑی نہ ہوگی۔ پھر گئو سے تو دروازے کی سوبھا ہے۔ سویرے سویرے گئو کے درسن ہو جائیں تو کیا کہنا۔ نہ جانے کب یہ سادھ پوری ہوگی، وہ سُبھ دن کب آئے گا؟

www.urduchannel.in

ہر گرست آدمی کی طرح ہوری کے دل میں بھی گائے رکھنے کی خواہش مدّت سے تھی۔ یہی اس کی زندگی کا بہترین خواب، اس کے دل کی سب سے بڑی لگن تھی۔ بینک کے سود سے لطف اٹھانے یا زمین خریدنے یا محل بنانے کے لمبے چوڑے منصوبے اس کے ننھے سے دل میں کیسے سما سکتے تھے؟

جیٹھ کا سورج آموں کے جھرمٹ سے نکل کر آسمان پر چھائی ہوئی سُرخی کو اپنی صاف اور تیز روشنی سے چمکاتا ہوا بلند ہو رہا تھا۔ ہوا گرم ہونے لگی تھی۔ دونوں طرف کھیتوں میں کام کرنے والے کسان اسے دیکھ کر "رام رام" کہتے اور آدر کے ساتھ چلم پینے کے لئے بلاتے مگر ہوری کو اتنی فرصت کہاں تھی؟ اس آدر سے اس کے دل میں رہنے والی عزت کی خواہش، اس کے خشک چہرے پر غرور کی جھلک لا رہی تھی۔ مالکوں سے ملتے رہنے ہی کا تو یہ پھل ہے کہ آج سب اس کا آدر کرتے ہیں، نہیں تو کون پوچھتا؟ پانچ بیگھے کے کسان کی بساط ہی کیا؟ یہ کم عزت نہیں ہے کہ تین تین چار چار ہل والے مہتو لوگ بھی اس کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔

اب وہ کھیتوں کے درمیانی راستہ کو چھوڑ کر ایک نشیب میں آ گیا تھا جہاں برساتی پانی بھر جانے کے سبب کچھ نمی رہتی تھی اور جیٹھ میں بھی کچھ ہریالی نظر آتی تھی۔ قریب کے گاؤں کی گائیں وہاں چرنے آیا کرتی تھیں اس اُمس میں بھی وہاں کی ہواؤں میں کچھ تازگی اور ٹھنڈک تھی۔ ہوری نے دو تین زور کے سانس لئے۔ جی میں آیا، کچھ دیر یہیں بیٹھ جائے، دن بھر تو لُو میں مرنا ہی ہے! کئی کسان اس جگہ کا پٹہ لکھانے کو تیار رہتے، اچھی رقم لیتے تھے مگر بھگوان بھلا کرے رائے صاحب کا! انھوں نے صاف کر دیا کہ یہ زمین چرائی کے لئے چھوڑ دی گئی ہے

www.urduchannel.in

اور کسی مول پر بھی نہ دی جائے گی۔ کوئی سوار تھی (خود غرض) زمیندار ہوتا تو کہتا گائیں جائیں بھاڑ میں ہمیں روپے ملتے ہیں، کیوں چھوڑیں؟ مگر رائے صاحب ابھی تک پرانی آن نبھائے جاتے ہیں۔ جو مالک رعیت کو نہ پا سکے وہ بھی کوئی آدمی ہے؟

دفعتاً اس نے دیکھا کہ بھولا اپنی گائیں لئے اسی طرف چلا آرہا تھا وہ اسی گانوں سے ملے ہوئے مزرعے کا گوالا تھا اور دودھ مکھن کا کاروبار کرتا تھا۔ اچھی قیمت مل جانے پر کبھی کبھی کسانوں کے ہاتھ گائیں بیچ بھی دیتا ہوری کا دل گایوں کو دیکھ کر للچا گیا۔ اگر بھولا وہ آگے والی گائے اسے دے دے تو کیا کہنا۔ روپئے آگے پیچھے لیتا رہے گا۔ وہ جانتا تھا کہ گھر میں روپے نہیں ہیں۔ ابھی تک لگان نہیں چکا سکا۔ بسیسر ساہ کا دینا بھی پڑا ہے جس پر ایک آنہ روپئے کا سود چڑھ رہا ہے۔

لیکن مفلسی میں ایک طرح کی کوتاہ اندیشی ہوتی ہے، وہ بے حیائی جو تقاضا، گالی اور مار سے خوف نہیں کھاتی، اس نے ہوری کو حوصلہ دلایا وہ سادھ جو برسوں سے من میں تھی، اس نے طبیعت کو بےچین کر دیا۔ وہ بھولا کے پاس جا کر بولا: "رام رام بھولا بھائی، کہو کیا رنگ ڈھنگ ہیں؟ سنا ہے ابکی میلے سے نئی گائیں لائے ہو؟"

بھولا نے اس کے دل کی بات تاڑ لی تھی، رکھائی سے جواب دیا "ہاں، دو بچھیا اور دو گائیں لایا۔ پہلے والی گائیں سب سوکھ گئی تھیں بندھی جگہ دودھ نہ پہنچے تو گذر کیسے ہو؟"

ہوری نے آگے والی گائے کے پٹھے پر ہاتھ رکھ کر: "دودھار تو جان پڑتی ہے، کتنے میں لی؟"

www.urduchannel.in

بھولا نے شان جمائی: "اب کی بازار بہت چڑھا ہوا تھا مہتو، اس کے اسّی روپئے دینے پڑے۔ آنکھیں نکل آئیں۔ تیس تیس تو دونوں بچھیوں کے دیئے اس پر گاہک روپئے کا آٹھ سیر دودھ مانگتا ہے۔"

بڑا بھاری کلیجہ ہے ہم لوگوں کا بھائی! لیکن پھر لاتے بھی تو وہ مال کہ یہاں دس پانچ گانوں میں تو کسی کے پاس نکلے گا نہیں۔"

بھولا پر نشہ چڑھنے لگا۔ بولا "بھی راتے صاحب اس کے سو روپئے دیتے تھے اور دونوں کلوروں (بچھیوں) کے پچاس پچاس، پر ہم نے نہ دیا۔ بھگوان نے چاہا تو سو روپئے اسی بیلنے (جننے) میں پیٹ لوں گا۔"

اس میں کیا شک ہے بھائی۔ مالک کیا کھاکے لیں گے؟ بھینٹ نجرانے (نذرانے) میں ملجائے تو بھلے ہی لے لیں۔ یہ تمھیں لوگوں کا گردہ ہے کہ آنچل بھر روپئے بھاگ کے بھروسے گن دیتے ہو۔ یہی جی چاہتا ہے کہ اس (گائے) کو دیکھتا ہوں۔ دھنیہ ہے تمہارا جینا کہ گیوؤں کی اتنی سیوا کرتے ہو۔ ہمیں تو گائے کا گوبر بھی میسر نہیں۔ گرست کے گھر میں ایک گائے بھی نہ ہو تو کتنے لاج کی بات ہے۔ سال کا سال بیت جاتا ہے، گورس (دودھ دہی وغیرہ) کے درسن نہیں ہوتے۔ گھر والی بار بار کہتی رہے، بھولا بھیا سے کیوں نہیں کہتے؟ میں کہہ دیتا ہوں، کبھی ملیں گے تو کہوں گا۔ تمھارے سبھاؤ سے بڑی کھس (خوش) رہتی ہے کہتی ہے، ایسا مرد ہی نہیں دیکھا، جب بات کریں گے تو نیچی آنکھیں کرکے کبھی سر نہیں اٹھاتے۔"

www.urduchannel.in

بھولا پر جو نشہ چڑھ رہا تھا اس کو اس بھرے ہوئے پیالے نے اور گہرا کر دیا۔ بولا "بھلا آدمی وہی ہے جو دوسروں کی بہو بیٹی کو اپنی بہو بیٹی سمجھے جو دشٹ کسی عورت کو تاکے اسے گولی مار دینی چاہیئے۔"

"یہ تم نے لاکھ روپئے کی بات کہہ دی بھائی! بس بھلا مانس وہی جو دوسروں کی آبرو کو اپنی آبرو سمجھے۔"

"جس طرح مرد کے مر جانے سے عورت بے سہارے ہو جاتی ہے، اسی طرح عورت کے مر جانے سے مرد کے ہاتھ پاؤں کٹ جاتے ہیں۔ میرا تو گھر اجڑ گیا مہتو، کوئی ایک لوٹا پانی دینے والا نہیں۔"

پار سال بھولا کی عورت لُو لگ جانے سے مر گئی تھی، یہ ہوری جانتا تھا۔ لیکن پچاس برس کا کھانکھڑ بھولا اپنے اندر اتنی چکنا ہٹ رکھتا ہے، اسے وہ نہ جانتا تھا۔ عورت کی چاہ میں اس کی آنکھیں آبگوں ہو گئیں۔ ہوری کو سہارا مل گیا۔ اس کی کاروباری کاشتکارانہ عقل جاگ اٹھی۔

"پرانی مثل جھوٹی تھوڑی ہے۔ بن گھرنی گھر بھوت کا ڈیرا، کہیں سگائی ٹھیک نہیں کر لیتے؟"

"تاک میں ہوں مہتو، پر کوئی پھنستا نہیں۔ سو پچاس کھرچ (خرچ) کرکے بھی تیار ہوں۔ جیسی بھگوان کی مرجی (مرضی)!"

"اب میں بھی کھوج میں رہوں گا۔ بھگوان چاہیں گے تو جلدی گھر بس جائے گا۔"

"بس یہی سمجھ لو کہ اُبار لو گے بھیّا۔ گھر میں کھانے کو بھگوان کا دیا بہت ہے۔ چار پنسیری دودھ روج (روز) ہو جاتا ہے۔ لیکن کس کام کا؟"

www.urduchannel.in

"میری سسرال میں ایک عورت ہے تین چار سال ہوتے کہ اس کا آدمی اسے چھوڑ کر کلکتہ چلا گیا تھا۔ بیچاری پسائی کرکے دن کاٹ رہی ہے۔ بال بچہ بھی کوئی نہیں۔ دیکھنے سننے میں بھی اچھی ہے۔ بس لچھمی سمجھو۔"

"بھولا کا سکڑا ہوا چہرا جیسے پھول اٹھا۔ امید میں کتنا امرت ہے بولا" اب تمہارا ہی آسرا ہے مہتو، چھٹی ہو تو چلو ایک دن دیکھ آئیں۔"

میں ٹھیک ٹھاک کرکے تب تم سے کہوں گا۔ بہت جلدی کرنے سے بھی کام بگڑ جاتا ہے۔"

"جب تمہاری کھسی (خوشی) چلو، جلدی کا ہے کی! اس کبری گائے پر جی للچایا ہو تو لے لو۔"

یہ گائے میرے بس کی نہیں ہے دادا۔ میں تمھیں نکسان (نقصان) نہیں پہنچانا چاہتا۔ اپنا دھرم یہ نہیں کہ دوستوں کا گلا دبائیں۔ جیسے اتنے دن بیتے ہیں ویسے اور بھی بیت جائیں گے۔"

تم تو ایسی باتیں کرتے ہو ہوری، جیسے ہم تم دو ہیں، تم گائے لے جاؤ دام جو چاہے دے دینا۔ جیسے میرے گھر رہی ویسے تمھارے گھر۔ اسی میں لی تھی تم اسی ہی دے دینا۔ جاؤ۔"

"پر میرے پاس نگد (نقد) نہیں ہے دادا۔ سمجھ لو۔"

"تو تم سے نگد مانگتا کون ہے بھائی!"

ہوری کا سینہ گز بھر کا ہو گیا۔ اسی روپئے میں گائے مہنگی نہ تھی۔ ایسا اچھا ڈیل ڈول، دونوں وقت میں چھ، سات سیر دودھ اور پھر سیدھی ایسی کہ ایک بچہ بھی دوہ لے۔ اس کا تو ایک ایک بچھڑا سو سو کا ہو گا۔ دروازے پر بندھے گی تو شوبھا بڑھ جاتے گی۔ اسے ابھی کوئی چار سو

www.urduchannel.in

روپئے دینے تھے۔ لیکن ادھار کو ایک طرح سے مفت سمجھتا تھا۔ کہیں بھولا کی سگائی ٹھیک ہوگئی تو وہ بولے گا بھی نہیں۔ سگائی نہ بھی ہوتی تو ہوری کا کیا بگڑتا ہے۔ یہی تو ہوگا کہ بھولا بار بار تقاضا کرنے آئے گا، گالیاں دے گا، مگر ہوری کو اس کی زیادہ شرم نہ تھی۔ اس برتاؤ کا وہ عادی تھا۔ کسان کی زندگی کا تو یہ چڑھاوا ہے۔ بھولا کے ساتھ وہ دغا کر رہا تھا اور ایسا کرنا اس کی شان کے شایاں نہ تھا۔ اب بھی لین دین میں اس کے لئے لکھا پڑھی ہونے اور نہ ہونے میں کوئی فرق نہ تھا۔ قحط اور سیلاب کی بلائیں اس کے دل کو کمزور بناتے رہتی تھیں خدا کی قہر آلود شکل ہمیشہ اس کے سامنے رہتی تھی۔ مگر یہ دغا اس کے خیال میں دغا نہ تھی۔ یہ صرف اپنا مطلب گانٹھنا تھا اور یہ کوئی بری بات نہ تھی۔ ایسی دغا تو وہ دن رات کرتا رہتا تھا۔ گھر میں دو چار روپئے پڑے رہنے پر بھی مہاجن کے سامنے قسمیں کھا جاتا تھا کہ ایک کوڑی بھی نہیں ہے۔ سن کو کچھ نم کردینا اور روئی میں کچھ بنولے بھر دینا اس کے دھرم میں جائز تھا اور یہاں تو صرف خود غرضی نہ تھی تھوڑا سا دل بہلاؤ بھی تھا۔ بوڑھوں کی بدشوقی ہنسنے کی چیز ہو اور لیسے بوڑھوں سے اگر کچھ اینٹھ بھی لیا جائے تو کوئی گناہ نہیں۔

بھولا نے گائے کے گلے کی ڈور ہوری کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا لے جاؤ مہتو تم بھی کیا یاد کروگے، بیاتے (جنتے) ہی چھ سیر دودھ لے لینا۔ چلو میں تمہارے گھر تک پہنچا دوں۔ شاید تمہیں انجان سمجھ کر راہ میں کچھ تنگ کرے۔ اب تم سے سچ کہتا ہوں کہ مالک سبتے روپئے دیتے تھے پر اُن کے یہاں گئوؤں کی کیا کدر (قدر)؟ مجھ سے لے کر کسی حاکم حکام کو دے دیتے۔ اُس کو گئو کی سیوا سے کیا مطلب؟ وہ تو کھون (خون) چوسنا جانتے ہیں

www.urduchannel.in

جب تک دودھ دیتی، رکھتے پھر کسی کے ہاتھ بیچ ڈالتے۔ کس سے پالا پڑتا کون جانے؟ روپیہ ہی سب کچھ نہیں ہے بھیا، کچھ اپنا دھرم بھی تو ہے۔ تمہارے گھر آرام سے رہے گی تو۔ یہ تو نہ ہوگا کہ تم آپ کھا کر سو رہو اور گائے بھوکی کھڑی رہے اس کی سیوا کروگے، اُسے پیار کروگے، چمکاروگے، گئو ماتا اسیس دیگی تم سے کیا کہوں بھیا، گھر میں چٹکی بھر بھی بھوسہ نہیں رہا، روپئے سب بجار (بازار) میں اُٹھ گئے۔ سوچا تھا کہ مہاجن سے کچھ لے کر بھوسہ لے لیں گے، پر مہاجن کا پہلا روپیہ ہی نہیں چکا۔ اس نے انکار کر دیا۔ اتنے جانوروں کو کیا کھلائیں یہی پھکر (فکر) مارے ڈالتی ہے۔ چٹکی چٹکی بھر کھلاؤں تو مَن بھر روج (روز) لگے۔ بھگوان ہی پار لگادیں۔"

ہوری نے ہمدردی کے لہجے میں کہا: "تم نے ہم سے پہلے کیوں نہ کہا؟ ہم نے ایک گاڑی بھوسہ بیچ دیا۔"

بھولا نے پیشانی ٹھونک کر کہا: "اسی لئے نہیں کہا بھیا، کہ سب سے اپنا دکھڑا کیوں رووں؟ بانٹتا کوئی نہیں، ہنستے سب ہیں۔ جو گائیں دودھ نہیں دیتیں ان کا دکھ نہیں، پتی ستی کھلا کر جلا لوں گا۔ پر اب یہ تو راتب بِنا (بغیر) نہیں رہ سکتی۔ ہو سکے تو دس بیس روپئے بھوسہ کے لئے دے دو۔"

کسان پکا سوارتھی ہوتا ہے اس میں شبہ نہیں اس کی گانٹھ سے رشوت کے پیسے بڑی مشکل سے نکلتے ہیں۔ بھاؤ تاؤ میں بھی وہ چوکس ہوتا ہے، سود کی ایک ایک پائی چھڑانے کے لئے وہ مہاجن کی گھنٹوں خوشامد کرتا ہے۔ جب تک پورا یقین نہ ہو جائے وہ کسی کے بہکانے میں نہیں آتا، لیکن اس کی ساری زندگی قدرت کا پورا ساتھ دیتے ہوئے

www.urduchannel.in

گذرتی ہے۔ پیڑوں میں پھل لگتے ہیں جنھیں سب کھاتے ہیں، کھیتوں میں اناج ہوتا ہے جو دنیا کے کام آتا ہے، گائے کے تھن میں دودھ ہوتا ہے جسے وہ خود پینے نہیں جاتی بلکہ دوسرے ہی پیتے ہیں، بادل سے پانی برستا ہے جس سے زمین آسودہ ہوتی ہے۔ ایسے حالات میں مذموم خود غرضی کی گنجائش کہاں؟ ہوری کسان تھا اور کسی کے جلتے ہوئے گھر میں ہاتھ سینکنا اس نے سیکھا ہی نہ تھا بھولا کا دکھڑا سنتے ہی اس کی طبیعت بدل گئی۔ ڈور بھولا کے ہاتھ میں واپس کرتا ہوا بولا: روپئے تو دادا میرے پاس نہیں ہیں، ہاں تھوڑا سا بھوسہ بچا ہے وہ تمھیں دوں گا چل کر اٹھوا لو۔ بھوسہ کے لئے تم گائے بیچو گے اور میں لوں گا، میرے ہاتھ نہ کٹ جائیں گے!"

بھولا نے بھرے گلے سے کہا" تمھارے بیل بھوکوں نہ مریں گے؟ تمھارے پاس ہی ایسا کون بہت سا بھوسہ رکھا ہے"

نہیں دادا،" اب کی بھوسہ اچھا ہوگیا تھا"

"میں نے تم سے ناحک (ناحق) بھوسے کی چرچا کی تھی"

"تم نہ کہتے اور پیچھے سے مجھے معلوم ہوتا تو بڑا رنج ہوتا کہ تم نے مجھے انناگیر (غیر) سمجھ لیا۔ مَوکے (موقعے) پر بھائی کی مدد بھائی نہ کرے تو کام کیسے چلے؟"

"اجی گائے کو لیتے جاؤ۔"

"کبھی نہیں دادا، پھر لے لوں گا"

"تو بھوسہ کے دام دودھ میں کٹوا لینا"

ہوری نے غمگین لہجے میں کہا" دام کوڑی کی اس میں کون بات ہے دادا؟ میں ایک دو جون تمھارے گھر کھا لوں تو تم مجھ سے دام مانگو گے؟"

www.urduchannel.in

لیکن تمہارے بیل بھوکوں مریں گے کہ نہیں؟"

بھگوان کوئی نہ کوئی راہ نکالیں گے۔ اساڑھ سر پر ہے۔ کربی بولوں گا۔"

"مگر یہ گائے تمہاری ہوگئی جب چاہو آکر لے جانا۔"

"کسی بھائی کا لیلام (نیلام) پر چڑھا ہوا بیل لینے میں جو پاپ ہے وہی اس سمے تمہاری گائے لینے میں ہے۔"

ہوری میں بال کی کھال نکالنے کی طاقت ہوتی تو وہ خوشی سے گائے لے کر گھر کی راہ لیتا۔ بھولا جب نقد روپئے نہیں مانگتا تو ظاہر تھا کہ وہ بھوسے کے لئے گائے نہیں بیچ رہا تھا اس کا منشا کچھ اور ہے۔ لیکن جیسے پتوں کے کھڑکنے پر گھوڑا اچانک رک جاتا ہے اور مارنے پر بھی نہیں بڑھتا وہی حالت ہوری کی تھی۔ مصیبت کی چیز لینا پاپ ہے یہ بات جنم جنم سے اس کے دل کا جزو بن گئی تھی۔

بھولا نے پوچھا "تو کسی کو بھیج دوں بھوسے کے لئے؟"

ہوری نے جواب دیا "ابھی میں رائے صاحب کے ڈیوڑھی پر جارہا ہوں وہاں سے گھڑی بھر میں لوٹوں گا تب کسی کو بھیجنا۔"

بھولا کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، بولا: تم نے آج مجھے ابا رلیا۔ ہوری بھائی! مجھے اب معلوم ہوا کہ میں سنسار میں اکیلا نہیں ہوں۔ میرا بھی کوئی ساتھی ہے۔" ایک لمحے کے بعد اس نے پھر کہا "اس بات کو بھول نہ جانا!"

ہوری آگے بڑھا تو اس کا دل خوش تھا، طبیعت میں ایک عجیب زندہ دلی تھی۔ کیا ہوا دس پانچ من بھوسہ چلا جائے گا، بیچارے کو مصیبت

www.urduchannel.in

میں پڑکر اپنی گائے تو نہ بیچنی پڑے گی۔ جب پاس چارہ ہو جائے گا تب گائے کھول لاؤں گا۔ بھگوان کریں مجھے کوئی عورت مل جائے پھر تو کوئی بات ہی نہیں۔

اُس نے مڑ کر دیکھا تو وہی کبری گائے دُم سے مکھیاں اڑاتی، سر ہلاتی مستانہ وار آہستہ آہستہ جھومتی چلی جاتی تھی، جیسے لونڈیوں کے بیچ میں کوئی رانی ہو۔ کیسا مبارک ہوگا وہ دن جب وہ گائے اس کے دروازہ پر بندھے گی!۔

www.urduchannel.in

(۲)

سمری اور بیلاری دونوں صوبہ اودھ کے گاؤں ہیں۔ ضلع کا نام بتانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہوری بیلاری میں رہتا ہے اور رائے صاحب امرپال سنگھ سمری میں دونوں گاؤں میں صرف پانچ میل کا فاصلہ ہے۔ پچھلی ستیاگرہ کی لڑائی میں رائے صاحب نے بڑا نام کمایا تھا۔ کونسل کی ممبری چھوڑ کر جیل گئے تھے۔ جبھی سے ان کے علاقے کے اسامیوں کو ان سے بڑی عقیدت ہو گئی تھی۔ یہ نہیں کہ ان کے علاقے میں اسامیوں کے ساتھ کوئی خاص رعایت کی جاتی ہو یا تاوان بیگار کی سختی کچھ کم ہو، مگر یہ ساری بدنامی مختاروں کے سر تھی۔ رائے صاحب کی نیک نامی میں کوئی بٹہ نہ لگ سکتا تھا۔ وہ بیچارے بھی تو اسی ضابطے کے غلام تھے۔ ضابطے کا کام تو جیسے ہوتا چلا آیا ہے ویسا ہی ہوگا۔ رائے صاحب کی شرافت اس پر کوئی اثر نہ ڈال سکتی تھی۔ اس لئے آمدنی اور اختیارات میں جو بھر کی کمی نہ ہونے پر بھی ان کی نیک نامی میں منوں اضافہ ہو گیا تھا۔ اسامیوں سے وہ ہنس کر بول لیتے تھے یہی کیا کم تھا؟ شیر کا کام تو شکار کرنا ہے۔ اگر وہ گرجنے اور غرانے کے بجائے میٹھی بولی بول سکتا تو اسے گھر بیٹھے من چاہا شکار مل جاتا، شکار کی کھوج میں اسے جنگل میں نہ بھٹکنا پڑتا۔

رائے صاحب قوم پرست ہونے پر بھی حاکموں سے میل جول قائم رکھتے تھے۔ ان کی نذریں اور ڈالیاں جیون کی تیوں چلی آتی تھیں۔ علم ادب اور موسیقی سے دلچسپی تھی، ڈرامے کے شایق، اچھے مقرر، اچھے مضمون نگار، اور بڑے نشانہ باز تھے۔ ان کی بیوی کو مرے آج دس سال ہو چکے تھے۔ دوسری

www.urduchannel.in

شادی نہ کی تھی، ہنس بول کر اپنی تنہا زندگی مزے میں کاٹتے رہتے تھے۔ ہوری ڈیوڑھی پر پہنچا تو دیکھا کہ جیٹھ کے دسہرہ پر ہونے والے دھنش یگیہ کی تیاریاں بڑے زوروں سے ہو رہی ہیں۔ کہیں اسٹیج بن رہا ہے، کہیں پنڈال، کہیں مہمان خانہ اور کہیں دکانیں۔ دھوپ تیز ہو گئی تھی مگر رائے صاحب خود کام میں لگے ہوئے تھے۔ اپنے باپ کی دولت کے ساتھ انھوں نے رام کی بھگتی بھی پائی تھی اور دھنش یگیہ کو ناٹک کا روپ دے کر اسے مہذب دل بہلاؤ کا ذریعہ بنا دیا تھا۔ اس موقع پر ان کے دوست احباب اور حکام سبھی مدعو ہوتے تھے اور علاقے میں دو تین دن بڑی چہل پہل رہتی تھی۔ رائے صاحب کا کنبہ بہت بڑا تھا۔ کوئی ڈیڑھ سو سردار ایک ساتھ کھانا کھاتے تھے کئی چچا تھے۔ درجنوں چچا زاد بھائی، کئی حقیقی بھائی اور بیسیوں رشتہ کے بھائی۔ ایک چچا رادھا جی کے بڑے بھگت تھے اور برابر بندرابن میں رہا کرتے تھے بھگتی کے کتنے ہی گیت بنا ڈالے تھے اور وقتاً فوقتاً انھیں چھپا کر دوستوں میں تقسیم بھی کر دیتے تھے۔ ایک اور چچا بھی تھے جن کو رام سے بڑی عقیدت تھی اور فارسی میں رامائن کا ترجمہ کر رہے تھے۔ ریاست کے سب وثیقے مقرر تھے۔ کسی کو کوئی کام کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

ہوری باہر کھڑا سوچ رہا تھا کہ اپنے آنے کی اطلاع کیسے دے کہ یکایک رائے صاحب اسی طرف آنکلے اور اسے دیکھتے ہی بولے" ارے تو آ گیا ہوری، میں تو تجھے بلانے ہی والا تھا۔ دیکھ، ابکی تجھے راجہ جنک کا مالی بننا پڑے گا، سمجھ گیا نا؟ جس وقت شری جانکی جی مندر میں پوجا کرنے جاتی ہیں اسی وقت تو ایک گلدستہ لیے کھڑا رہے گا اور جانکی جی کی بھینٹ کرے گا۔ غلطی نہ کھانا اور دیکھ، اسامیوں سے تاکید کر کے کہہ دینا کہ سب کے سب شگون کرنے آئیں۔

www.urduchannel.in

"میرے ساتھ کوٹھی میں آ، تجھ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔"

وہ آگے آگے کوٹھی کی طرف چلے، ہوری پیچھے پیچھے چلا۔ وہیں ایک گھنے پیڑ کے سائے میں وہ کرسی پر بیٹھ گئے اور ہوری کو زمین پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے بولے" سمجھ گیا میں نے کیا کہا؟ کارکن کو تو جو کچھ کرنا ہے وہ کرے ہی گا، مگر اسامی جس قدر دل سے اسامی کی باتیں سنتا ہے کارکن کی نہیں سنتا ہمیں ان ہی پانچ سات دنوں میں بیس ہزار کا بندوبست کرنا ہے۔ کیسے ہوگا، سمجھ میں نہیں آتا۔ تم سوچتے ہوگے کہ مجھ ٹکے کے آدمی سے مالک کیوں اپنا دکھڑا رونے بیٹھے۔ کس سے اپنے من کی کہوں؟ نجانے کیوں تمھارے اوپر اعتبار ہوتا ہے۔ اتنا جانتا ہوں کہ دل میں مجھ پر ہنسوگے نہیں اور ہنسو بھی تو تمھاری ہنسی میں برداشت کر سکتا ہوں۔ البتہ ان کی ہنسی نہیں سہ سکتا جو اپنے برابر کے ہیں کیونکہ ان کی ہنسی میں حسد، بغض اور طنز ہے۔ اور وہ کیوں نہ ہنسیں میں بھی تو ان کی تکلیف، مصیبت اور پست حالی پر ہنستا ہوں، دل کھول کر تالیاں بجا کر۔ دولت اور ہمدردی میں بیر ہے۔ ہم بھی دان دیتے ہیں، دھرم کرتے ہیں، لیکن جانتے ہو کیوں؟ صرف اپنے برابر والوں کو نیچا دکھانے کے لئے، ہمارا دان اور دھرم محض غرور اور خالص غرور ہے۔ ہم میں سے کسی پر ڈگری ہو جائے کسی کی قرقی ہو، بقایا مال گذاری کی علت میں حوالات ہو جائے، کسی کا جوان لڑکا مر جائے، کسی کی بیوہ بہو نکل جائے، کسی کے گھر میں آگ لگے، کوئی کسی بیسوا کے ہاتھوں الو بن جائے یا اپنے اسامیوں سے پٹ جائے تو اس کے اور سبھی بھائی اس پر ہنسیں گے اور بغلیں بجائیں گے گویا انہیں کل دنیا کی دولت مل گئی اور ملیں گے تو اتنی محبت سے گویا ہمارے پسینے کی جگہ خون بہائیں گے! ارے اور تو اور، ہمارے چچا زاد، پھوپھو زاد، ماموں زاد اور خالو زاد بھائی جو اسی ریاست کی

www.urduchannel.in

کی بدولت مزے اڑا رہے ہیں، شعر کہہ رہے ہیں اور جوا کھیل رہے ہیں، شراب پی رہے ہیں اور عیاشی کر رہے ہیں، وہ بھی مجھ سے جلتے ہیں اور اگر آج مر جاؤں تو گھی کے چراغ جلائیں۔ میرے دکھ کو دکھ سمجھنے والا کوئی نہیں۔ ان کی نگاہوں میں مجھے دکھی ہونے کا کوئی حق ہی نہیں ہے۔ میں اگر روتا ہوں تو غم کا مضحکہ اڑاتا ہوں! میں اگر بیمار ہوتا ہوں تو مجھے سکھ ہوتا ہے۔ میں اگر اپنا بیاہ کر کے گھر میں جھگڑا نہیں بڑھاتا تو یہ میری خود غرضی ہے اور اگر بیاہ کر لوں تو وہ عیش پسندی ہوگی۔ اگر شراب نہیں پیتا تو میری کنجوسی ہے، شراب پینے لگوں تو وہ رعایا کا خون ہوگی۔ اگر عیاشی نہیں کرتا تو خشک مزاج ہوں، عیاشی کرنے لگوں تو پھر کہنا ہی کیا۔ ان لوگوں نے مجھے عیش و عشرت میں مبتلا کرنے کے لئے کم چالیں نہیں چلیں اور اب تک چلے جاتے ہیں۔ ان کی یہی خواہش ہے کہ میں اندھا ہو جاؤں اور وہ لوگ مجھے لوٹ لیں اور میرا فرض یہ ہے کہ میں سب کچھ دیکھ کر بھی کچھ نہ دیکھوں، سب کچھ جان کر بھی گدھا بنا رہوں۔"

رائے صاحب نے گاڑی آگے بڑھانے کے لئے دو بیڑے پان کھائے اور ہوری کے منہ کی طرف تاکنے لگے گویا اس کے دلی خیالات جاننا چاہتے ہوں۔

ہوری نے ہمت کر کے کہا "ہم سوچتے تھے کہ ایسی باتیں ہمیں لوگوں میں ہوتی ہیں، پر جان پڑتا ہے کہ بڑے آدمیوں میں بھی ان کی کمی نہیں ہے۔"

رائے صاحب نے منہ پان سے بھر کر کہا "تم ہمیں بڑا آدمی سمجھتے ہو۔ ہمارے نام بڑے ہیں مگر درشن چھوٹے! غریبوں میں اگر حسد یا دشمنی ہے تو سوارتھ کے لئے پیٹ کے لئے۔ ایسی حسد اور دشمنی کو میں معافی کے

www.urduchannel.in

قابل سمجھتا ہوں۔ ہمارے منہ کا لقمہ کوئی چھین لے تو اس کے حلق میں انگلی ڈال کر نکالنا ہمارا دھرم ہوجاتا ہے۔ اگر ہم ایسا نہ کریں تو دیوتا ہیں۔ بڑے آدمیوں کا حسد اور دشمنی صرف لطف اٹھانے کے لئے ہے۔ ہم اتنے بڑے آدمی ہو گئے ہیں کہ ہمیں مکاری اور کمینہ پن ہی میں پورا مزہ آتا ہے ہم دیوتا پن کے درجہ پر پہنچ گئے ہیں جب ہمیں اوروں کے رونے پر ہنسی آتی ہے۔ ایسے تم تھوڑی ریاضت نہ سمجھو۔ جب اتنا بڑا کینہ ہے تو کوئی نہ کوئی تو ہمیشہ ہی بیمار رہے گا اور بڑے آدمیوں کے روگ بھی بڑے ہوتے ہیں۔ وہ بڑا آدمی ہی کیا جسے کوئی چھوٹا عارضہ ہو؟ معمولی بخار بھی آجاتے تو ہمیں سرسام کی دوا دی جاتی ہے، ذرا سی پھنسی بھی نکل آئے تو وہ زہر باد بن جاتی ہے۔ اب چھوٹے سرجن اور منجھولے سرجن اور بڑے سرجن تار سے بلائے جارہے ہیں، مسیح الملک کو لانے دہلی آدمی بھیجا جارہا ہے اور راج دید کو لانے کے لئے کلکتہ اُدھر مندر میں دُرگا پاٹ ہو رہا ہے اور جوتشی مہاراج زائچہ دیکھ رہے ہیں ایسے اور منتر جنتر والے گرد اپنے کام میں مصروف ہیں۔ راجہ صاحب کو جمراج (فرشتہ اجل) کے منہ سے نکالنے کے لئے دوڑ لگی ہوئی ہے حکیم اور ڈاکٹر اس تاک میں رہتے ہیں کہ کب ان کا سر دکھے اور کب ان کے گھر میں سونے کی برکھا ہو اور یہ روپئے تم سے اور تمھارے بھائیوں سے وصول کئے جاتے ہیں، بھالے کی نوک پر! مجھے تو یہی تعجب ہوتا ہے کہ کیوں تمھاری آہوں کی آگ ہمیں بھسم نہیں کر ڈالتی مگر نہیں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ بھسم ہونے میں تو بہت دیر نہیں لگتی تکلیف بھی ذرا ہی دیر کی ہوتی ہے۔ ہم جُوجُو اور انگل انگل کر کے جلتے جارہے ہیں اُس بلا سے بچنے کے لئے ہم پولیس کی، حاکموں کی، عدالت کی اور وکیلوں کی پناہ لیتے ہیں اور خوبصورت عورت کی طرح سبھی کے ہاتھوں کا کھلونا بنتے ہیں

www.urduchannel.in

دنیا سمجھتی ہے ہم بڑے سُکھی ہیں۔ ہمارے پاس علاقے، محل، سواریاں، نوکر چاکر، قرض، بیسوائیں، کیا نہیں ہیں؟ مگر جس کے دل میں طاقت نہیں خودداری نہیں وہ اور چاہے کچھ ہو انسان نہیں ہے۔ جسے دشمن کے خوف سے رات کو نیند نہ آتی ہو، جس کے دُکھ پر سب ہنسیں اور رونے والا کوئی نہ ہو، جس کی چوٹی دوسروں کے پیروں کے نیچے دبی ہو، جو عیش و عشرت کے نشے میں اپنے کو بالکل بھول گیا ہو، جو حاکموں کے تلوے چاٹتا ہو اور اپنے ماتحتوں کا خون چوستا ہو، اُسے میں سکھی نہیں کہتا وہ تو دنیا کا سب سے بڑا بدنصیب جاندار ہے۔ صاحب شکار کھیلنے آئیں یا دورے پر، میرا فرض ہے کہ ان کی دُم کے پیچھے لگا رہوں، ان کے ابروؤں پر شکن پڑی اور ہماری جان نکلی۔ انھیں خوش کرنے کے لئے ہم کیا نہیں کرتے مگر وہ سب کہنے لگیں تو شاید تمھیں یقین نہ آئے۔ ڈالیوں اور رشوتوں تک خیر غنیمت ہے، ہم سجدے کرنے کو بھی تیار رہتے ہیں۔ مفت خوری نے تو ہمیں بے ہاتھ پیر کا بنا دیا ہے ہمیں اپنی مردیت پر ذرا بھی بھروسہ نہیں، صرف افسروں کے آگے دم ہلا ہلاکر کسی طرح انھیں مہربان رکھنا اور ان کی مدد سے اپنی رعایا پر رعب جمانا ہی ہمارا کام ہے۔ چاپلوسوں کی خوشامد نے ہمیں اتنا مغرور اور تنگ مزاج بنا دیا ہے کہ ہم سے شرافت، عاجزی اور خدمت سب رخصت ہو گئی ہیں میں تو کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ اگر سرکار ہمارے علاقے چھین کر ہمیں اپنی روزی کے لئے محنت کرنا سکھا دے تو ہم پر بڑا احسان ہو اور یہ تو یقینی ہے کہ اب سرکار بھی ہماری حفاظت نہ کرے گی۔ اب ہم سے اس کا کوئی مطلب نہیں نکلتا۔ علامات سے ظاہر ہے کہ ہمارا طبقہ بہت جلد مٹ جانے والا ہی ہے میں اس دن کا خیر مقدم کرنے کو تیار بیٹھا ہوں ایشور وہ دن جلد لائے! وہ ہمارے

www.urduchannel.in

اودھار (نجات) کا دن ہوگا۔ ہم موجودہ حالتوں کے شکار بنے ہوئے ہیں۔ وہی ہمارا ستیا ناس کر رہی ہیں اور جیب تک پونجی کی یہ بیڑیاں ہمارے پیروں سے نہ نکلیں گی تب تک یہ نحوست ہمارے سر پر منڈلاتی رہے گی۔ ہم انسانیت کا وہ درجہ نہ پا سکیں گے جس پر پہنچنا زندگی کا انتہائی مقصد ہے۔"

رائے صاحب نے پھر گلوریدان نکالا اور کئی بیڑے منہ میں رکھ لئے۔ کچھ اور کہنے والے تھے کہ ایک چپراسی نے آکر کہا "سرکار، بیگاروں نے کام کرنے سے انکار کر دیا ہے، کہتے ہیں کہ جب تک ہمیں کھانے کو نہ ملے گا ہم کام نہ کریں گے۔ ہم نے دھمکایا تو سب کام چھوڑ کر الگ ہو گئے۔"

رائے صاحب کے ماتھے پر بل پڑ گئے، آنکھیں نکال کر بولے "چلو میں ان بدمعاشوں کو ٹھیک کرتا ہوں۔ جب کبھی کھانے کو نہیں دیا گیا تو آج یہ نئی بات کیوں؟ ایک آنہ روز کے حساب سے مزدوری جو ہمیشہ ملتی رہی ہے اسی مزدوری پر انھیں کام کرنا ہوگا، سیدھے کریں یا ٹیڑھے۔"

پھر ہوری کی طرف دیکھ کر بولے "تم اب جاؤ ہوری، اپنی تیاری کرو جو بات میں نے کہی ہے اس کا خیال رکھنا۔ تمھارے گاؤں سے مجھے کم از کم پانچ سو کی امید ہے۔"

رائے صاحب جھلاتے ہوئے چلے گئے۔ ہوری نے دل میں سوچا کہ ابھی یہ کیسی کیسی دھرم کی باتیں کر رہے تھے اور یکا یک اتنے گرم ہو گئے۔

سورج سر پر آگیا تھا۔ اس کی تپش سے متاثر ہو کر پیڑوں نے اپنا پھیلاؤ سمیٹ لیا تھا۔ آسمان غبار آلود ہو رہا تھا اور سامنے کی زمین کانپتی ہوئی سی معلوم ہوتی تھی۔

ہوری نے اپنی لاٹھی اٹھائی اور گھر چلا۔ شگون کے روپئے کہاں سے آئیں گے یہی فکر اس کے سر پر سوار تھی۔

www.urduchannel.in

(۳)

ہوری اپنے گانوں کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ ابھی تک گوبر کھیت میں ایکھ گوڑ رہا ہے اور دونوں لڑکیاں بھی اس کے ساتھ کام کر رہی ہیں۔ لو چل رہی تھی، بگولے اٹھ رہے تھے، زمین جل رہی تھی، جیسے قدرت نے ہوا میں آگ بھر دی ہو۔ یہ سب ابھی تک کھیت میں کیوں کام کے پیچھے جان دینے پر تلے ہوئے ہیں؟ وہ کھیت کی طرف چلا اور دور ہی سے چلا کر بولا: "آتا کیوں نہیں گوبر، کیا کام ہی کرتا رہے گا؟ دوپہر ڈھل گئی، کچھ سوجھتا ہے کہ نہیں۔"

اسے دیکھتے ہی تینوں نے کدالیں اٹھالیں اور ساتھ ہو لئے۔ گوبر سانولا لمبا، اکہرے بدن کا نوجوان تھا جسے اس کام سے دلچسپی نہ معلوم ہوتی تھی۔ چہرے پر خوشی کی جگہ بے اطمینانی اور بیدلی تھی، وہ اس لئے کام میں لگا ہوا تھا کہ وہ دکھانا چاہتا تھا کہ اسے کھانے پینے کی کچھ فکر نہیں ہے۔ بڑی لڑکی سونا شرمیلی لڑکی تھی، سانولی، سڈول، تیز اور خوش۔ گاڑھے کی سرخ ساڑی جسے وہ گھٹنوں سے موڑ کر کمر میں باندھے ہوئے تھی، اس کے ہلکے بدن پر کچھ لدی ہوئی سی معلوم ہوتی تھی اور اسے پختگی کا رنگ دے رہی تھی۔ چھوٹی لڑکی روپا پانچ چھ سال کی چھوکری تھی، میلی، سر پر بالوں کا ایک گھونسلا سا بنا ہوا، ایک لنگوٹی کمر میں لگی ہوئی، بڑی شریر اور رونے والی۔

روپا نے ہوری کے پیروں سے لپٹ کر کہا: "کاکا دیکھو میں نے ایک ڈھیلا بھی نہیں چھوڑا۔ بہن کہتی ہے جا پیڑ تلے بیٹھ۔ ڈھیلے نہ توڑے جائیں گے کاکا تو مٹی کیسے برابر ہوگی؟"

www.urduchannel.in

ہوری نے اُسے گود میں اٹھاکر پیار کرتے ہوئے کہا: "بہت اچھا کیا بیٹی، چل گھر چلیں۔"

کچھ دیر اپنی بیدلی کو دبائے رہنے کے بعد گوبر بولا "یہ تم رُوج رُوج (روز روز) مالکوں کی کھُسامد (خوشامد) کرنے کیوں جاتے ہو۔ لگان نہ چکے تو پیادہ آکر گالیاں سناتا ہے، بیگار دینی ہی پڑتی ہے۔ نجر نجرانہ (نذر نذرانہ) سب تو ہم سے بھرایا جاتا ہے، پھر کسی کی کیوں سلامی کرو؟"

اس وقت یہی خیالات ہوری کے دل میں بھی آرہے تھے۔ مگر لڑکے کے باغیانہ جذبے کو دبانا ضروری تھا بولا "سلامی کرنے نہ جائیں تو رہیں کہاں بھگوان نے جب گلام (غلام) بنادیا ہے تو اپنا کیا بس ہے؟ اسی سلامی کی برکت ہے کہ دوارے (دروازے) پر جھونپڑی بنالی اور کسی نے کچھ کہا۔ گھورے نے دوارے پر کھونٹا گاڑا تھا جس پر کارندے نے دو روپے ڈانڑ (تاوان) لے لئے تھے۔ تلیا سے ہم نے کتنی مٹّی کھودی، کارندہ نے کچھ نہیں کہا، دوسرا کھودے تو نجر (نذر) دینی پڑے۔ اپنے مطلب کے لئے سلامی کرنے جاتا ہوں۔ پاؤں میں سنیچر نہیں ہے اور سلامی کرنے میں کچھ سکھ ملتا ہے۔ گھنٹوں کھڑے رہو تب مالک کو کہیں کھبر (خبر) ہوتی ہے۔ کبھی باہر نکلتے ہیں، کبھی کہلا دیتے ہیں پھُرصت (فرصت) نہیں ہے۔"

گوبر نے طنز سے کہا "بڑے آدمیوں کی ہاں میں ہاں ملانے میں تھوڑا بہت سکھ ملتا ہی، نہیں تو لوگ ممبری کے لئے کیوں کھڑے ہوں؟"

جب سر پر پڑے گی تب معلوم ہوگا بیٹا، ابھی جو چاہے کہہ لو۔ پہلے میں بھی ایسا ہی سوچا کرتا تھا پر اب معلوم ہوا کہ ہماری گردن دوسروں کے پاؤں تلے دبی ہوئی ہی اکڑ کر نباہ نہیں ہو سکتا۔"

www.urduchannel.in

گوبر باپ پر اپنا غصہ اُتار کر کچھ ٹھنڈا ہوگیا اور چپ چاپ چلنے لگا۔

سونا نے دیکھا کہ رُوپا باپ کی گود میں چڑھی ہے تو حسد ہوا اسے ڈانٹ کر بولی "آپ گود سے اتر کر پاؤں پاؤں کیوں نہیں چلتی کیا پاؤں ٹوٹ گئے ہیں؟"

روپا نے باپ کی گردن میں ہاتھ ڈال کر ڈھٹائی سے کہا "نہ اتریں گے جاؤ۔ کاکا! بہن ہم کو چڑھایا کرتی ہے کہ تو روپا ہے میں سونا ہوں۔ میرا نام کچھ اور رکھ دو۔"

ہوری نے سونا کو بناوٹی غصے سے دیکھ کر کہا "تو اُسے کیوں چڑھاتی ہے سونیا؟ سونا تو دیکھنے کو ہے، بناہ تو روپا سے ہوتا ہے۔ روپا نہ ہو تو روپئے کہاں سے بنیں بتا؟"

سونا نے اپنی بات رکھنے کے لئے کہا "سونا نہ ہو تو مہر کیسے بنے، نتھنی کہاں سے آوے، کنٹھا کیسے بنے؟"

گوبر بھی اس تفریحی بحث میں شامل ہوگیا۔ روپا سے بولا "تو کہہ دے کہ سونا تو سوکھی پتی کی طرح پیلا ہوتا ہے، روپا تو اُجلا ہوتا ہے جیسے چندرماں۔"

سونا بولی "بیاہ میں پیلی ساڑی پہنی جاتی ہے۔ اجلی ساڑی کوئی نہیں پہنتا۔"

روپا اس دلیل سے ہار گئی۔ گوبر اور ہوری کی کوئی دلیل اس کے سامنے نہ ٹھہر سکی۔ اس نے روتی آنکھوں سے ہوری کو دیکھا۔

ہوری کو ایک نئی بات سوجھ گئی۔ "سونا بڑے آدمیوں کے لئے ہے ہم گریبوں (غریبوں) کے لئے تو روپا ہی ہے۔ جیسے جَو کو راجا کہتے

www.urduchannel.in

ہیں، گیہوں کو چمار، تو اسی لئے تا کہ گیہوں بڑے آدمی کھاتے ہیں اور جو ہم لوگ کھاتے ہیں؟"

سونا کے پاس اس زبردست دلیل کا کوئی جواب نہ تھا۔ ہار کر بولی "تم سب ایک ہوگئے، نہیں رُوپیا کو رلا کر چھوڑتی۔"

رُوپا نے ہاتھ مٹکا کر کہا "اے رام سونا چمار! اے رام سونا چمار!"

اس جیت کی اُسے اتنی خوشی ہوئی کہ باپ کی گود میں نہ رہ سکی زمین پر کود پڑی اور اُچھل اُچھل کر یہ رٹ لگانے لگی "رُوپا راجہ سونا چمار! رُوپا راجہ سونا چمار!"

یہ لوگ گھر پہنچے تو دھنیا دروازے پر کھڑی ان کی راہ دیکھ رہی تھی، خفا ہو کر بولی "آج اتنی دیر کیوں کی، گوبر؟ کام کے پیچھے کوئی جان تھوڑے ہی دے دیتا ہے۔" پھر شوہر سے گرم ہو کر کہا "تم بھی وہاں سے کمائی کرکے لَوٹے تو کھیت پہنچے۔ کھیت کہیں بھاگا جاتا تھا؟"

دروازے پر کنواں تھا۔ ہوری اور گوبر نے ایک ایک کلسا پانی سر پر ڈالا، رُوپا کو نہلایا اور کھانا کھانے گئے۔ جَو کی روٹیاں تھیں مگر گیہوں کی سی سفید اور چکنی۔ ارہر کی دال تھی جس میں کچا آم پڑا تھا۔ رُوپا باپ کی تھالی میں کھانے بیٹھی۔ سونا نے اُسے حسد بھری نگاہوں سے دیکھا گویا کہہ رہی تھی "واہ رے دُلار!"

دھنیا نے پوچھا "مالک سے کیا بات چیت ہوئی؟"

ہوری نے لوٹا بھر پانی چڑھاتے ہوئے کہا "یہی تحصیل وصول کی بات تھی اور کیا۔ ہم لوگ سمجھتے ہیں کہ بڑے آدمی بڑے سکھی ہوں گے پر سچ پوچھو تو وہ ہم سے بھی ادھک (زیادہ) دکھی ہیں۔ ہمیں اپنے پیٹ ہی کی

www.urduchannel.in

پھکر (فکر) ہے انھیں تمام پھکریں گھیرے رہتی ہیں۔"

رائے صاحب نے اور کیا کیا کہا تھا وہ ہوری کو یاد نہ تھا۔ اس کُل بیان کا لبّ لباب ہی اس کے حافظے میں باقی رہ گیا تھا۔

گوبر نے طنز سے کہا "اپنی ریاست دے دیتے؟ اپنے کھیت، بیل، ہل، کدالی سب انھیں دینے کو تیار ہیں۔ کریں گے بدلہ؟ یہ سب ڈھونگ ہے، نری مُٹ مردی! جسے دکھ ہوتا ہے وہ درجنوں موٹر نہیں رکھتا، محلوں میں نہیں رہتا، حلوا پوری نہیں کھاتا اور نہ ناچ رنگ میں پھنسا رہتا ہے۔ آرام سے راج کا سکھ بھوگ رہے ہیں، اس پر دکھی بنتے ہیں!"

ہوری نے جھنجھلا کر کہا "اب تم سے حجّت کون کرے بھائی؟ ریاست کسی سے چھوڑی جاتی ہے کہ وہی چھوڑ دیں گے۔ ہمیں کو کھیتی سے کیا ملتا ہے؟ ہر آدمی کے حساب سے ایک آنہ روج کی مجوری (مزدوری) بھی تو نہیں پڑتی۔ جو دس روپئے مہینہ کا بھی نوکر ہے وہ ہم سے اچھا کھاتا پیتا ہے۔ پر کھیتوں کو چھوڑا تو نہیں جاتا۔ کھیتی چھوڑ دیں تو اور کریں گے کیا؟ نوکری کہیں ملتی ہے! پھر مرجاد بھی تو پالنا ہی پڑتی ہے۔ کھیتی میں جو مرجاد ہے وہ نوکری میں تو نہیں ہے اسی طرح جمیداروں (زمینداروں) کا حال بھی سمجھنا۔ ان کی جان کو بھی تو سینکڑوں روگ لگے ہوئے ہیں۔ حاکموں کو رسد پہنچاؤ ان کی سلامی کرو۔ عملوں کو کھس (خوش) کرو، تاریکھ (تاریخ) پر مال گجاری (مالگذاری) نہ چکا دیں تو حوالات ہو جائے، کرکی (قرقی) کی نوبت آجائے۔ ہمیں تو کوئی حوالات نہیں لے جاتا۔ دو چار گالیاں یا جھڑکیاں ہی تو مل کر رہ جاتی ہیں۔"

گوبر نے احتجاج کیا۔ "یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔ ہم لوگ دانے دانے

www.urduchannel.in

کو محتاج ہیں، سموچے بدن پر کپڑے نہیں ہیں، چوٹی کا پسینہ ایڑی تک جاتا ہے تب بھی گجر (گزر) نہیں ہوتی۔ انھیں کیا، آرام سے گدا مسند لگاتے بیٹھے ہیں، سیکڑوں نوکر چاکر ہیں، ہجاروں (ہزاروں) آدمیوں پر حکومت ہے، روپئے چاہے جمع نہ ہوتے ہوں پر سکھ تو سبھی طرح کا ملتا ہے۔ روپیہ لے کر آدمی اور کیا کرتا ہے؟"

"تو تمھاری سمجھ میں ہم اور وہ برابر ہیں؟"

بھگوان نے تو سب کو برابر ہی بنایا ہے۔"

یہ بات نہیں ہے بیٹا، چھوٹے بڑے بھگوان کے گھر سے بن کر آتے ہیں۔ دھن بڑی تپسیا سے ملتا ہے۔ انھوں نے پہلے جنم میں جیسا کام کیا اُس کا سکھ اٹھا رہے ہیں۔ ہم نے کچھ نہیں جمع کیا تو ملے کیا؟"

یہ سب من کو سمجھانے کی باتیں ہیں، بھگوان سب کو برابر بناتے ہیں یہاں جس کے ہاتھ میں لاٹھی ہے وہ چھوٹوں کو کچل کر بڑا بن جاتا ہے۔"

یہ تمھارا بھرم ہے۔ مالک آج کل بھی نت چار گھنٹے بھگوان کا بھجن کرتے ہیں۔"

"کس کے بل پر یہ بھجن اور دان دھرم ہوتا ہے؟"

"اپنے بل پر۔"

"نہیں کسانوں کے بل پر اور مجوروں (مزدوروں) کے بل پر! یہ پاپ کا دھن پچے کیسے؟ اسی لئے دان دھرم کرنا پڑتا ہے، بھگوان کا بھجن بھی اسی لئے ہوتا ہے۔ بھوکے ننگے رہ کر بھگوان کا بھجن کریں تو ہم بھی دیکھیں ہمیں کوئی دونوں جون کھانے کو دے تو ہم آٹھوں پہر بھگوان کا بھجن ہی کرتے رہیں۔ ایک دن کھیت میں اوکھ گوڑنا پڑے تو ساری بھگتی

www.urduchannel.in

بھول جاتے ۔"

ہوری نے ہاریکو کہا: "اب تمہارے منہ کون لگے بھائی؟ تم تو بھگوان کی لیلا میں بھی ٹانگ اڑاتے ہو۔"

تیسرے پہر گوبر کدال لے کر چلا تو ہوری نے کہا "جرا (ذرا) ٹھہر جاؤ بیٹا، ہم بھی چلتے ہیں تب تک تھوڑا بھوسہ نکال کر رکھ دو۔ میں نے بھولا کو دینے کے لئے کہا ہے۔ بیچارہ آج کل بہت تنگ ہے؟"

گوبر نے عدول حکمی کے انداز سے دیکھ کر کہا "اب ہمارے پاس بیچنے کو بھوسہ نہیں ہے۔"

"بیچتا نہیں ہوں بھائی، یوں ہی دے رہا ہوں وہ سنکٹ (مصیبت) میں ہے۔ اس کی مدد تو کرنی ہی پڑے گی۔"

ہمیں تو اس نے کبھی ایک گائے نہیں دے دی۔"

دھنیا مٹک کر بولی "گائے نہیں وہ تو وہ دے رہا تھا! انھیں گائے دے دے گا! آنکھیں آ بجنے بھر کو کبھی دودھ تو بھیجا نہیں، گائے دے دے گا بڑا دینے والا!"

ہوری نے قسم کھائی "نہیں جوانی کسم (قسم) اپنی پچھائیں گائے دے رہے تھے۔ ہاتھ تنگ ہے، بھوسہ چارہ نہیں رکھ سکتے۔ اب ایک گائے بیچ کر بھوسہ لینا چاہتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ سنکٹ میں پڑے آدمی کی گائے کیا لوں۔ تھوڑا سا بھوسہ دیئے دیتا ہوں، کچھ روپے ہاتھ آجائیں گے تو گائے لے لوں گا۔ تھوڑا تھوڑا کر کے چکا دوں گا۔ اسی روپے کی ہے مگر ایسی کہ آدمی دیکھتا رہے۔"

گوبر نے آڑے ہاتھوں لیا: "تمہارا یہی دھرماتما پن تو تمہاری درگت

www.urduchannel.in

کر رہا ہے۔ ساپھ (صاف) تو بات ہے۔ اسّی روپے کی گائے ہے؛ ہم سے بیس روپے کا بھوسہ لے لیں اور گائے دے دیں۔ ساٹھ رہ جائیں گے وہ ہم دھیرے دھیرے دے دیں گے۔"

ہوری رازدارانہ طور پر مسکرایا "میں نے ایسی چال سوچی ہے کہ گائے یوں ہی ہاتھ آجائے۔ کہیں بھولا کا بیاہ ٹھیک کرنا ہے۔ بس دو چار من بھوسہ تو اپنا رنگ جمانے بھر کو دیتا ہوں۔"

گوبر نے حقارت سے کہا "تو تم اب سب کا بیاہ ٹھیک کرتے پھروگے؟"

دھنیا نے تیکھی نگاہوں سے دیکھ کر کہا "اب یہی ایک کام تو رہ ہی گیا ہے۔ نہیں دینا ہے ہمیں بھوسہ کسی کو۔ یہاں بھولی بھالا کسی کا اُدھار نہیں کھایا ہے۔"

ہوری نے اپنی صفائی دی "اگر میری تدبیر سے کسی کا گھر بس جائے تو کون سی برائی ہے؟"

گوبر نے چلم اُٹھائی اور آگ لینے چلا گیا۔ اُسے یہ جھمیلا بالکل پسند نہ تھا۔

دھنیا نے سر ہلا کر کہا "جوان کا گھر بسائے گا وہ اسّی روپے کی گائے لے کر چپ نہ ہوگا، ایک تھیلی گنوائے گا۔"

ہوری نے پچھاڑ دیا "یہ جانتا ہوں لیکن اس کی بھلمنسی کو بھی تو دیکھو کہ مجھ سے جب ملتا ہے تیرا ہی بکھان کرتا ہے، ایسی پچھی ہے، ایسی سلیکے دار (سلیقہ دار)"

دھنیا کے چہرے پر آب آگئی "میں اُن کے بکھان کی بھوکی نہیں

www.urduchannel.in

وہ اپنا بھاگ دھرے رہیں۔"

بھولا نے محبت کی مسکراہٹ سے کہا۔ میں نے تو کہدیا کہ بھیا وہ ناک پر مکھی بھی بیٹھنے نہیں دیتی، گالیوں سے تو بات کرتی ہے۔ پردہ یہی کہے جائے کہ عورت نہیں چھپی ہے۔ بات یہ ہے اس کے گھروالی بڑے کڑے سوبھاؤ کی تھی۔ بیچارہ اس کے ڈر سے بھاگا بھاگا پھرتا تھا۔ کہتا تھا کہ جس دن تمہاری گھروالی کا منھ تڑکے دیکھ لیتا ہوں اس دن کچھ نہ کچھ جرور (ضرور) ہاتھ لگتا ہے۔ میں نے کہا تمہارے ہاتھ لگتا ہوگا، یہاں تو روز دیکھتے ہیں پر کبھی پیسے سے بھینٹ نہیں ہوتی۔"

"تمہارے بھاگ ہی کھوٹے ہیں تو میں کیا کروں۔"

لگا اپنی عورت کی برائی کرنے کہ بھکاری کو بھیک تک نہ دیتی تھی، جھاڑو مارنے دوڑتی تھی، لالچن ایسی کہ نمک تک اوروں کے گھر سے مانگ لاتی تھی۔"

مرنے پر کسی کی کیا برائی کروں، مجھے دیکھ کر جل جاتی تھی۔"

"بھولا بڑا غمگھور (غمخوار) تھا کہ اس کے ساتھ نباہ کیا۔ اور ہوتا تو بس کھا کر مر جاتا۔ مجھ سے دس سال بڑے ہوں گے۔ بھولا پر رام رام پہلے ہی کرتے ہیں۔"

"تو کیا کہتے تھے کہ جس دن تمہاری گھروالی کا منہ دیکھ لیتا ہوں تو کیا ہوتا ہے؟"

"اس دن بھگوان کہیں نہ کہیں سے کچھ بھیج دیتے ہیں۔"

"بہوئیں بھی تو ایسی ہی چٹوری آئی ہیں۔ اب کی سبھوں نے دو روپے کے کھربوجے (خربوزے) ادھار کھا ڈالے ادھار مل جاتے تو انھیں چنتا (فکر) نہیں ہوتی کہ دینا بھی پڑے گا یا نہیں۔"

www.urduchannel.in

اُور بھولا روتے کاہے کو ہیں۔"

گوبر آکر بولا "بھولا دادا آگئے، من دو من بھوسہ ہے سو انھیں دیدو، پھر ان کا بیاہ کھوجنے نکلو۔"

دھنیا نے سمجھایا "آدمی دوارے پر بیٹھا ہے۔ اس کے لئے کھاٹ واٹ تو ڈال نہیں دی اوپر سے لگے بھنبھنانے، کچھ تو بھلمنسی سیکھو، کلسا لے جاؤ پانی بھر کر رکھ دو، ہاتھ منہ دھوئیں، کچھ شربت پانی کرا دو۔ مصیبت ہی میں تو آدمی دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے۔"

ہوری بولا "شربت وربت کا کام نہیں، کون کوئی مہمان ہیں۔"

دھنیا نے بگڑ کر کہا "مہمان اور کیسے ہوتے ہیں؟ روج روج (روز روز) تمھارے دوارے پر نہیں آتے۔ اتنی دور سے دھوپ گھام میں آئے ہیں پیاس لگی ہی ہوگی روپیا! دیکھ ڈبے میں تماکھو ہے۔ (تماکو) کہ نہیں۔ گوبر کے مارے کاہے کو بچی ہوگی، دوڑ کر ایک پیسے کی تماکھو سیٹھانی کی دوکان سے لے لے۔"

بھولا کی آج جتنی خاطر ہوئی اور کبھی نہ ہوئی ہوگی۔ گوبر نے چارپائی ڈال دی۔ سونا شربت بنالائی، روپیا تماکو بھر لائی۔ دھنیا دروازے پر کواڑ کی آڑ میں کھڑی اپنے کانوں سے اپنی تعریف سننے کے لئے بیقرار ہو رہی تھی۔

بھولا نے چلم ہاتھ میں لے کر کہا "اچھی گھرنی (اہلیہ) گھر میں آجائے تو سمجھ لو کہ لچھمی آگئی۔ وہی جانتی ہے کہ چھوٹے بڑے کا آدر سنکار (خاطر و مدارات) کیسے کرنا چاہئے۔"

دھنیا کے دل میں خوشی کی لہر دوڑ رہی تھی، فکر اور مایوسی اور مفلسی سے گھبرا ہوا دل ان الفاظ میں نرمی اور تسکین کا احساس کر رہا تھا۔

www.urduchannel.in

ہوری جب بھولا کا کھانچا اٹھا کر بھوسہ لانے اندر گیا تو دھنیا بھی پیچھے پیچھے چلی۔ ہوری نے کہا "نجانے کہاں، سے اتنا بڑا کھانچا مل گیا۔ کسی بھڑبھونجے سے مانگ لایا ہوگا۔ من بھر سے کم ہیں نہ بھرے گا۔ دو کھانچے دئے تو دو من بھوسہ نکل جائے گا۔"

دھنیا خوش تھی، ملامت کی نگاہوں سے دیکھتی ہوئی بولی یا تو کسی کو نیوتہ نہ دو اور دو تو بھر پیٹ کھلاؤ۔ تمھارے پاس پان پھول لینے تھوڑی آئے ہیں کہ ٹوکری لے کر چلتے، دینے ہی ہو تو تین کھانچے دیدو۔ بھلا آدمی اپنے لڑکے کو کیوں نہیں لایا؟ اکیلا کہاں تک ڈھوئے گا۔ جان نکل جائے گی۔"

"تین کھانچے تو میرے دئے نہ دئے جائیں گے۔"

"تب کیا ایک کھانچا دے کر ٹالو گے؟ گوبر سے کہدو کہ اپنا کھانچا بھر کر اُن کے ساتھ چلا جائے۔"

"گوبر اوکھ گوڑنے جا رہا ہے۔"

"ایک دن نہ گوڑنے سے اوکھ نہ سوکھ جائے گی۔"

"یہ تو ان کا کام تھا کہ کسی کو اپنے ساتھ لاتے۔ بھگوان کے دئے دو دو بیٹے ہیں۔"

"نہ ہوں گے گھر پر، دودھ لے کر ہاٹ گئے ہوں گے۔"

"یہ تو اچھی دل لگی ہے کہ اپنا مال بھی دو اور اسے گھر تک پہنچا بھی دو لاد دے، لدا دے اور لادنے والا ساتھ کر دے۔"

"اچھا بھائی کوئی مت جائے، میں پہنچا دوں گی، بڑوں کی سیوا کرنے میں لاج نہیں ہے۔"

"اور تین کھانچے انھیں دیدوں تو اپنے بیل کیا کھائیں گے؟"

www.urduchannel.in

"یہ سب تو نیوتا دینے کے پہلے ہی سوچ لینا تھا۔ نہ ہو تو تم اور گوبر دونوں چلے جاؤ۔"

"مروت، مروت کی طرح کی جاتی ہے، اپنا گھر اٹھا کر نہیں دے دیا جاتا۔"

"ابھی جمیندار (زمیندار) کا پیادہ آجائے تو اپنے سر پر بھوسہ لاد کر پہنچاؤ گے، تم تمھارا لڑکا اور لڑکی سب اور وہاں سایت (شاید) من دو من لکڑی بھی چیرنی پڑے۔"

"جمیندار کی بات اور ہے۔"

"ہاں وہ ڈنڈے کے بل کام لیتا ہے نا۔"

"اس کے کھیت نہیں جوتتے؟"

"کھیت جوتتے ہیں تو لگان نہیں دیتے ہیں؟"

"اچھا بھائی جان نہ کھا، ہم دونوں چلے جائیں گے۔ کہاں سے انھیں میں نے بھوسہ دینے کو کہہ بھی دیا یا تو چلے ہی گی نہیں اور اگر چلے گی تو دوڑنے لگے گی۔"

تینوں کھانچے بھوسے سے بھر دئے گئے۔ گوبر کڑھ رہا تھا۔ اُسے اپنے باپ کے برتاؤ پر ذرا بھی اعتبار نہ تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ یہ جہاں جاتے ہیں وہیں کچھ نہ کچھ گھر سے دے آتے ہیں، دھنیا خوش تھی، رہا ہوری وہ دھرم اور سوارتھ کے بیچ میں ڈوبتا اترتا جا رہا تھا۔

ہوری اور گوبر مل کر ایک کھانچا باہر لائے۔ بھولا نے فوراً اپنے انگوچھے کی گنڈلی بنا کر سر پر رکھتے ہوئے کہا: میں اسے رکھ کر ابھی بھاگا آتا ہوں، ایک کھانچا اور لوں گا۔"

www.urduchannel.in

"ہوری بولا" ایک نہیں ابھی دو اور بھرے دھرے ہیں۔ اب تمھیں نہ آنا پڑے گا بیں اور گوبر ایک ایک کھانچا لے کر تمھارے ساتھ ہی چلتے ہیں"

بھولا متحیر ہو گیا۔ اُسے ہوری اپنا بھائی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر معلوم ہوا۔ اُسے اپنے دل میں ایک ایسی آسودگی کا احساس ہوا جس نے اس کی پوری زندگی کو تر و تازہ کر دیا۔

تینوں بُھس لے کر چلے تو راہ میں باتیں ہونے لگیں۔

"بھولا نے پوچھا" دسہرہ آرہا ہے مالکوں کے یہاں تو بڑی دھوم دھام ہو گی؟"

"ہاں تنبو، سامیانا گڑ گیا ہے۔ ابکی رام لیلا میں بھی کام کروں گا رائے صاحب نے کہا ہے کہ مجھے راجہ جنک کا مالی بننا پڑے گا"

"مالک تم سے بہت کھُس (خوش) ہیں"

"اُن کی دیا ہے"

ایک لمحے کے بعد بھولا نے پھر پوچھا" سگن (شگون) کرنے کے لئے روپیوں کا کچھ بندوبست کر لیا ہے؟ مالی بن جانے سے تو گلا نہ چھوٹے گا"

ہوری نے منہ کا پسینہ پوچھ کر کہا" اسی کی چنتا تو مارے ڈالتی ہے۔ دادا، اناج تو سب کا سب کھلیان میں تل گیا۔ جمیندار نے اپنا لیا، مہاجن نے اپنا لیا، میرے لئے پانچ سیر اناج بچ رہا۔ یہ بھوسہ تو میں نے راتوں رات ڈھو کر چھپا دیا تھا نہیں تنکا بھی نہ بچتا۔ جمیندار تو ایک ہی ہے پر مہاجن تین تین ہیں۔ سیٹھانی الگ منگرو الگ اور داتا دین پنڈت الگ، کسی کا بیاج بھی پورا نہ چکا۔ زمیندار کے بھی آدھے روپئے دینے سے رہ گئے۔ سیٹھانی سے پھر روپئے ادھار لئے تب کام چلا۔ سب طرح کپھایت (کفایت) کر کے دیکھ لیا بھیا کچھ نہیں ہوتا۔ ہمارا جنم اسی لئے ہوا ہے کہ اپنا لوہو (لہو) بہا دیں اور بڑوں کا

www.urduchannel.in

گھر بھر دیں، روپیہ کا دونا سود بھر چکا پر روپیہ جیوں کا تیوں سر پر سوار ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ سادی (شادی) گمی (غمی) میں تیرتھ برت میں ہاتھ باندھ کر کھرچ (خرچ) کرو، پر رستہ کوئی نہیں دکھاتا۔ رائے صاحب نے بیٹے کے بیاہ میں بیس ہجار (بیس ہزار) لٹا دیئے، ان سے کوئی کچھ نہیں کہتا، منگرو نے اپنے باپ کی کریاکرم میں پانچ ہجار (ہزار) لگا دئے، ان سے کوئی کچھ نہیں پوچھتا، ویسی ہی آبرو مرجاؤ تو سب کی ہے۔"

بھولا نے درد آمیز لہجے میں کہا "بڑے آدمیوں کے برابری کیسے کر سکتے ہو بھائی؟"

"آدمی تو ہم بھی ہیں۔"

"کون کہتا ہے کہ ہم تم آدمی ہیں؟ ہم میں آدمیت ہے؟ آدمی وہ ہیں جن کے پاس دھن ہے، بل ہے اور بدیا (ودیا) ہم لوگ تو بیل ہیں اور جتنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ اس پر ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتا میل کا نام نہیں ہے، ایک کسان دوسرے کے کھیت پر نہ چڑھے تو کوئی اجاپھا (اضافہ) کیسے کرے؟ پریم تو سنسار سے اُٹھ گیا ہے۔"

بوڑھوں کے لئے ماضی کی راحتوں، حال کی تکلیفوں اور مستقبل کی تباہیوں سے زیادہ دلچسپ اور کوئی موضوع نہیں ہوتا، دونوں دوست اپنا اپنا دکھڑا روتے رہے۔ بھولا نے اپنے بیٹوں کی کرتوتیں کہہ سنائیں، ہوری نے اپنے بھائیوں کا رونا رویا اور پھر ایک کنویں پر بوجھ رکھ کر پانی پینے کے لئے بیٹھ گئے۔ گوبر نے بنئے سے لوٹا اور کلسا مانگا اور پانی کھینچنے لگا۔

بھولا نے ہمدردی سے پوچھا "الگ ہوتے ہوئے تو تمھیں بڑا رنج ہوا ہوگا

www.urduchannel.in

بھائیوں کو تم نے بیٹوں کی طرح پالا تھا۔"

ہوری کا گلا بھر آیا۔ بولا "کچھ نہ پوچھو دادا! جی چاہتا تھا کہ کہیں جاکر ڈوب مروں، میرے جیتے جی سب کچھ ہو گیا۔ جن کے لئے اپنی جوانی دھول میں ملادی وہی میرے مدعی ہو گئے اور جھگڑے کی کیا تھی؟ یہی کہ میری گھر والی ہار میں (باہر) کام کرنے کیوں نہیں جاتی۔ پوچھو، گھر دیکھنے والا بھی تو کوئی چاہیئے کہ نہیں؟ لینا، دینا، دھرنا اٹھانا یہ سب کون کرے؟ پھر وہ گھر پر بیٹھی تو نہیں رہتی۔ جھاڑو، رسوئی، چوکا، برتن، لڑکوں کی دیکھ بھال یہ کوئی تھوڑا کام ہے؟ سوبھا کی عورت گھر سنبھال لیتی ہے کہ ہیرا کی عورت میں یہ ڈھنگ تھا؟ جب سے الگا وا ہوا، دونوں گھروں میں ایک جون روٹی بنتی ہے۔ نہیں تو سب کو دن میں چار چار بار بھوک لگتی تھی، اب کھائیں چار بار تو دیکھوں۔ اس مالک پن میں گوبر کی ماں کی جو درگت ہوئی وہ میں ہی جانتا ہوں۔ بیچاری اپنی دیورانیوں کے پھٹے پرانے کپڑے پہن کر دن کاٹتی تھی۔ خود بھوکی سو رہی ہوگی پر بہوؤں کے لئے جل پان تک کا دھیان رکھتی تھی۔ اپنے تن پر گہنے کا نام کچا دھاگا نہ تھا پر دیورانیوں کے لئے چار چار گہنے بنوا دیئے۔ سونے کے نہ سہی چاندی کے تو ہیں۔ ڈاہ یہی تھی کہ یہ مالک کیوں ہے۔ بہت اچھا ہوا کہ الگ ہو گئے۔ میرے سر سے بلا ٹلی۔"

بھولا نے ایک لوٹا پانی چڑھا کر کہا "یہی حال گھر گھر کا ہے بھیا، بھائیوں کی بات ہی کیا یہاں تو لڑکوں سے بھی نہیں پٹتی اور پٹتی اس لئے نہیں کہ میں کسی کی کچال دیکھ کر منہ بند نہیں رکھ سکتا۔ تم جوا کھیلو گے، چرس پیو گے گانجے کی دم لگاؤ گے مگر آوے گا کس کے گھر سے؟ کھرچ (خرچ) کرنا چاہتے ہو تو کماؤ۔ پر کمائی تو کسی سے نہ ہوگی، کھرچ دل کھول کر کریں گے

www.urduchannel.in

بڑا لڑکا کامتا سودا لے کر ہاٹ جائے گا تو آدھے پیسے گائب (غائب)! پوچھو تو کوئی جواب نہیں، چھوٹا جنگی ہے۔ وہ سنگت کے پیچھے متوالا رہتا ہے۔ سانجھ ہوئی اور ڈھول مجیرا لے کر بیٹھ گیا، سنگت کو میں بُرا نہیں کہتا، گانا بجانا عیب نہیں، پر کام پھرصت (فرصت) کے ہیں۔ یہ نہیں کہ گھر کا کوئی کام نہ کرو، آٹھوں پہر اسی دھن میں رہو۔ جاتی ہے میرے سر! چارہ پانی میں کروں، گائے بھینس میں دوہوں، دودھ لے کر ہاٹ میں جاؤں، یہ گرستی کا جنجال ہے۔ گڑ بھرا ہنسیا نہ اگلتے بنے نہ نگلتے بنے! لڑکی ہے جھنیا وہ بھی نصیبے کی کھوٹی۔ تم تو اس کی سگائی میں آئے تھے۔ کتنا اچھا گھر بر تھا۔ اس کا آدمی بمبئی میں دودھ کی دوکان کرتا تھا۔ ان دنوں وہاں ہندو مسلمانوں میں دنگا ہوا تو کسی نے اس کے پیٹ میں چھرا بھونک دیا۔ گھر ہی چوپٹ ہو گیا۔ اب لڑکی کا وہاں نباہ نہ تھا۔ جا کر لے آیا کہ دوسری سگائی کر دوں گا، پر وہ مانتی نہیں اور دونوں بھاوجیں ہیں کہ رات دن اُسے جلاتی رہتی ہیں۔ گھر میں مہابھارت مچا رہتا ہے۔ بیچاری بپتا کی ماری یہاں آئی تو یہاں بھی چین نہیں!"

ان ہی دکھڑوں میں راستہ کٹ گیا۔ بھولا کا گانوں تھا تو چھوٹا مگر بہت گلزار، زیادہ تر اہیر ہی بستے تھے اور کسانوں کے دیکھتے اُن کی حالت بہت بُری نہ تھی۔ بھولا گانوں کا مکھیا تھا، دروازے پر بڑی سی چرنی تھی جس پر دس بارہ گائیں، بھینسیں کھڑی سانی کھا رہی تھیں، باہر دالان میں ایک بڑا سا تخت پڑا تھا جو شاید دس آدمیوں سے بھی نہ اٹھتا کسی کھونٹی پر ڈھول لٹک رہی تھی، کسی پر مجیرا تھا۔ ایک طاق پر کوئی کتاب بستے میں بندھی ہوئی تھی جو شاید رامائن تھی۔ دونوں بہوئیں سامنے

www.urduchannel.in

بیٹھی گوبر پاتھ رہی تھیں اور جھنیا چوکھٹ پر کھڑی تھی۔ اس کی آنکھیں سُرخ تھیں اور ناک کے سرے پر بھی سُرخی تھی۔ معلوم ہوتا تھا ابھی رو کر اٹھی ہے۔ اس کے بھرے ہوئے، تندرست اور سڈول اعضا میں گویا شباب انگڑائیاں لے رہا تھا۔ چہرہ بڑا اور گول تھا، گال پھولے ہوئے۔ آنکھیں چھوٹی اور اندر دھنسی ہوئیں، ماتھا تنگ، مگر سینے کا ابھار اور جسم کا گدگدا پن آنکھوں کو کھینچ لیتا تھا۔ اُس پر چھپی ہوئی گلابی ساڑی اور بھی زینت بڑھا رہی تھی۔

بھولا کو دیکھتے ہی اس نے لپک کر ان کے سر سے کھانچا اتروایا۔ بھولا نے گوبر اور ہوری کے کھانچے اتروائے اور جھنیا سے بولے "پہلے ایک چلم بھر لا اور تھوڑا شربت بنا لے، پانی نہ ہو تو کاسا لا۔ میں کھینچ لوں ہوری مہتو کو پہچانتی ہے نا؟"

پھر ہوری سے بولا "گھرنی (اہلیہ) بنا گھر نہیں رہتا، بھیّا۔ پرانی کہاوت ہے، ناٹن کھیتی بہورین گھر۔ ناٹے بیل کیا کھیتی کریں گے اور بہوویں کیا گھر سنبھالیں گی؟ جب سے اس کی ماں مری ہے جیسے گھر کی برکت ہی اُٹھ گئی۔ بہوویں آٹا پاتھ لیتی ہیں پر گرستی کیا جانیں؟ ہاں مُنہ چلانا کھُوب (خوب) جانتی ہیں۔ لونڈے کہیں پھڑ پر جمے ہوں گے سب کے سب آلسی ہیں، کام چور۔ جب تک جیتا ہوں ان کے پیچھے مرتا ہوں، مر جاؤں گا تو آپ سَر پر ہاتھ دھر کر روئیں گے۔ لڑکی بھی ویسی ہی ہے۔ تھوڑا سا کہنا بھی کرے گی تو بھنبھنا کر۔ میں تو سہ لیتا ہوں، مرد تھوڑے ہی سہے گا۔"

جھنیا ایک ہاتھ میں بھری ہوئی چلم، دوسرے میں شربت کا لوٹا

www.urduchannel.in

لئے بڑی تیزی سے آپہنچی۔ پھر رسّی اور کلسا لے کر پانی بھرنے چلی، گوبر نے اس کے ہاتھ سے کلسا لینے کے لئے ہاتھ بڑھا کر چھینتے ہوئے کہا "تم رہنے دو، میں بھرے لاتا ہوں۔"

جھینا نے کلسا نہ دیا، کنوئیں کی جگت پر جا کر مسکراتی ہوئی بولی "تم ہمارے مہمان ہو، کہوگے کہ ایک لوٹا پانی بھی کسی نے نہ دیا۔"

"مہمان کاہے سے ہوگیا، تمھارا پڑوسی ہی تو ہوں۔"

"پڑوسی سال بھر میں ایک بار بھی صورت نہ دکھاوے تو مہمان ہی ہے۔"

"روج روج (روز، روز) آنے سے تو مرجاد بھی نہیں رہتی۔"

جھینا ہنس کر ترچھی نگاہوں سے تاکتی ہوئی بولی "وہی مرجاد تو دے رہی ہوں! مہینے میں ایک بار آؤگے تو ٹھنڈا پانی دوں گی، پندرھویں دن آؤگے تو چلم پاؤگے، ساتویں دن آؤگے تو بیٹھنے کو ماچی دوں گی روج روج آؤگے تو کچھ نہ پاؤگے۔"

"درسن تو دوگی؟"

"درسن کے لئے پوجا کرنی پڑے گی۔"

یہ کہتے کہتے جیسے اُسے کوئی بھولی بات یاد آگئی، اُس کا چہرہ اُداس ہوگیا، وہ بدھوا ہے اس کے استری پن (نسائیت) کی ڈیوڑھی پر پہلے اس کا شوہر محافظ بنا بیٹھا رہتا تھا اور وہ بیفکر تھی اب اس جگہ کوئی نگہبان نہ تھا اس لئے وہ دروازے کو سدا بند رکھتی ہے۔ کبھی کبھی گھر کے سونے پن سے اکتا کر وہ دروازہ کھولتی ہے مگر کسی کو آتا دیکھ کر خوف سے دونوں کواڑ پھر بند کر دیتی ہے۔

www.urduchannel.in

گوبر نے کلسا پھر نکالا، سب نے شربت پیا اور ایک چلم تمباکو پیکر لوٹ پڑے۔ بھولا نے کہا: "کل تم آکر گائے لے جانا گوبر، اس سمے تو سانی کھا رہی ہے۔"

گوبر کی آنکھیں ایسی گائے پر لگی ہوئی تھیں اور وہ دل ہی دل میں سست ہوا جاتا تھا۔ گائے اتنی اچھی اور سڈول ہے، اس کا اسے شان و گمان بھی نہ تھا۔

ہوری نے لالچ روک کر کہا: "منگوا لوں گا، جلدی کیا ہے؟"

"تمھیں جلدی نہ ہو، ہمیں تو جلدی ہے۔ اُسے دُوارے پر دیکھ کر تمھیں وہ بات یاد رہے گی۔"

"اس کی مجھے بڑی فکر ہے دادا۔"

"تو کل گوبر کو بھیج دینا۔"

دونوں نے اپنے کھانچے سر پر رکھے اور روانہ ہوئے۔ دونوں اتنے خوش تھے گویا بیاہ کر کے لوٹے ہوں۔ ہوری کو تو اپنی دیرینہ خواہش کے پوری ہونے کی خوشی تھی اور وہ بھی بلا پیسے کے! گوبر کو اس سے بھی زیادہ قیمتی چیز مل گئی تھی۔ اس کے دل میں بھی ایک سوئی ہوئی تمنا جاگ اٹھی تھی۔

موقع پاکر اس نے پیچھے کی طرف دیکھا۔ جھینا دروازے پر کھڑی تھی۔ اُمید کی مستی میں بے صبر اور بے قرار!

www.urduchannel.in

۴

ہوری کو رات بھر نیند نہیں آئی۔ نیم کے پیڑ تلے اپنی بانس کی چارپائی پر پڑا بار بار تاروں کی طرف دیکھتا تھا۔ گائے کے لئے ایک ناند گاڑنی ہے اُس کی ناند بیلوں سے الگ رہے تو اچھا ہو ابھی تو رات کو باہر ہی رہے گی۔ لیکن چوماسیں اُس کے لئے کوئی دوسری جگہ ٹھیک کرنا ہوگی۔ باہر لوگ نظر لگا دیتے ہیں۔ کبھی کبھی تو ایسا ٹونا ٹوٹکا کر دیتے ہیں کہ گائے کا دودھ ہی سوکھ جاتا ہے۔ تھن میں ہاتھ ہی نہیں لگانے دیتی، لات مارتی ہے۔ نہیں، باہر باندھنا ٹھیک نہیں اور باہر ناند ہی کون گاڑنے دے گا؟ کارندہ صاحب نجر (نذر) کے لئے منہ پھیلائیں گے، چھوٹی چھوٹی باتوں کے لئے صاحب کے پاس پھریاد (فریاد) لے کر جانا تو ٹھیک نہیں اور کارندے کے آگے میری سنتا ہی کون ہے؟ اُن سے کچھ کہوں تو کارندہ بیری بن جائے، پانی میں رہ کر مگر سے بیر کرنا نادانی ہے۔ اندر ہی باندھوں گا۔ آنگن ہے تو چھوٹا پر ایک جھونپڑی ڈال لینے سے کام چل جائے گا۔ ابھی پہلا ہی بیانا ہے۔ پانچ سیر سے کم دودھ نہ دے گی۔ سیر بھر تو گوبر ہی کو چاہئے۔ رُوپا دودھ دیکھ کر کیسی للچاتی رہتی ہے، اب پئے جتنا چاہے! کبھی کبھی دو چار سیر مالکوں کو بھی دے آیا کروں گا۔ کارندہ صاحب کی پوجا بھی کرنی ہی ہوگی اور بھولا کے روپئے بھی دے دینا چاہئے۔ سگائی کے ڈھکوسلے میں اُسے کیوں ڈالوں؟ جو آدمی اپنے اوپر اتنا بسواس کرے اُسے

www.urduchannel.in

دھوکا دینا نیچوں کا کام ہے۔ اسّی روپئے کی گائے میرے بسواس پر دے دی ہے، نہیں یہاں تو ایک پیسے کو نہیں پتیاتا۔ سَن میں کیا کچھ ملے گا؟ اگر پچیس روپئے بھی دے دوں تو بھولا کو ڈھارس ہو جائے۔ دھنیا سے ناحک (ناحق) بتلا دیا، چپکے سے گائے لا کر باندھ دیتا تو چکرا جاتی۔ لگتی پوچھنے کہ کس کی گائے ہے۔ کہاں سے لائے ہو؟ کھوب (خوب) دک (دق) کر کے بتاتا، پر جب پیٹ میں بات پچے بھی۔ کبھی دو چار پیسے آجاتے ہیں انھیں بھی تو نہیں چھپا سکتا اور یہ اچھا بھی ہے۔ اسے گھر کی چنتا رہتی ہے اگر اُسے معلوم ہو جائے کہ ان کے پاس بھی پیسے رہتے ہیں تو پھر نکھرے دنخرے، بگھارنے لگے۔ گوبر کچھ آلسی ہے، نہیں تو گئو کی ایسی سیوا کرتا جیسی چاہئے۔ آلسی وا لسی کچھ نہیں ہے، اس عمر میں کون السی نہیں ہوتا؟ میں بھی دادا کے سامنے مٹر گشتی کیا کرتا تھا، بیچارے پہر رات سے کُربی کاٹنے لگتے، کبھی دوارے پر جھاڑو لگاتے، کبھی کھیت میں کھاد ڈالتے، میں پڑا سوتا رہتا، کبھی جگا دیتے تو میں بگڑ جاتا اور گھر چھوڑ کر بھاگ جانے کی دھمکی دیتا۔ لڑکے جب اپنے ماں باپ کے سامنے بھی جندگی (زندگی) کا تھوڑا سا سکھ نہ پائیں گے تو پھر جب سر پڑ گئی تو کیا پائیں گے؟ دادا کے مرتے ہی کیا میں نے گھر نہیں سنبھال لیا؟ سارا گاؤں یہی کہتا تھا کہ ہوری گھر بگاڑ دے گا۔ لیکن سر پر بوجھ پڑتے ہی میں نے ایسا چولا بدلا کہ لوگ دیکھتے رہ گئے۔ سوبھا اور ہیرا الگ ہی ہو گئے نہیں آج اس گھر کی اور بات ہوتی۔ تین ہل ایک ساتھ چلتے تھے، اب تینوں الگ الگ چلتے ہیں سب سمے کا پھیر ہے، دھنیا کا کیا دوکھ تھا؟ بیچاری جب سے گھر میں آئی کبھی تو چین سے نہ بیٹھی، ڈولی سے اترتے ہی سارا کام

www.urduchannel.in

سر پر اٹھا لیا۔ اماں کو پان کی طرح پھیری رہتی ہے، جس نے گھر کے پیچھے اپنے کو مٹا دیا وہ اگر دیورانیوں سے کام کرنے کو کہتی تھی تو کیا برا کرتی تھی؟ آخر اسے بھی تو کچھ آرام ملنا چاہئے، پر بھاگ میں آرام لکھا ہوتا تب تو ملتا۔ تب دیوروں کے لئے مرتی تھی اب اپنے بچوں کے لئے مرتی ہے وہ اتنی سیدھی، لمکھور (غمخوار) بے چھل کپٹ کی نہ ہوتی تو آج سوبھا اور ہیرا جو مونچھوں پر تاؤ دیتے پھرتے ہیں، کہیں بھیک مانگتے ہوتے۔ آدمی کتنا مطلبی ہوتا ہے! جس کے لئے مرو وہی بیری بن جاتا ہے۔ ہوری نے پھر پورب کی طرف دیکھا۔ سایت (شاید) سبیرا (سویرا) ہو رہا ہے گوبر کا ہے کو جاگنے لگا؟ نہیں، کہہ کے تو یہی سویا تھا کہ میں منہ اندھیرے ہی چلا جاؤں گا۔ جا کر ناند تو گاڑ ہی دوں، پر نہیں، جب تک گائے نہ آ جائے ناند گاڑنا ٹھیک نہیں۔ کہیں بھولا بدل گئے یا اور کسی کارن سے گائے نہ دی تو سارا گاؤں ہنسے گا کہ چلے تھے گائے لینے! پٹھے نے اتنی پھرتی سے ناند گاڑ دی جیسے اسی کی کسر تھی! بھولا ہے تو اپنے گھر کا مالک پر جب لڑکے سیانے ہو گئے تو باپ کی کہاں چلتی ہے؟ کامتا اور جنگی اکڑ جائیں تو کیا بھولا اپنے من سے گائے دے دیں گے؟ کبھی نہیں۔"

یکایک گوبر چونک کر اٹھ بیٹھا اور آنکھیں ملتا ہوا بولا "ارے یہ تو بھور ہو گیا۔ تم نے ناند گاڑ دی دادا؟"

ہوری گوبر کے گٹھے ہوئے بدن اور چوڑے سینے کی طرف غور سے دیکھ کر اور دل میں یہ سوچتے ہوئے کہ اگر اُسے کہیں دودھ گھی ملتا تو کیسا پٹھا ہو جاتا، بولا "نہیں ابھی نہیں گاڑی، سوچا کہیں نہ ملے تو ناحک (ناحق) بھد ہو۔"

www.urduchannel.in

گوبر نے تیوری چڑھا کر "ملے گی کیوں نہیں؟"
ان کے من میں کوئی چور بیٹھ جائے تو؟"
"چور بیٹھے یا ڈاکو۔ گائے تو انھیں دینی ہی پڑے گی؟"

گوبر نے اور کچھ نہ کہا، لاٹھی کندھے پر رکھی اور چل دیا۔ ہوری اُسے جاتا ہوا دیکھ کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرتا رہا۔ اب لڑکے کی سگائی میں دیر نہ کرنی چاہیئے۔ سترھواں سال لگ گیا۔ پر کریں کیسے؟ کہیں پیسے کے بھی درسن ہوں۔ جب سے تینوں بھائیوں میں الگاوا ہو گیا گھر کی ساکھ جاتی رہی۔ مہتو لڑکا دیکھنے آتے ہیں پر گھر کی دَسا دیکھ کر منہ پھیکا کر کے چلے جاتے ہیں۔ دو ایک راجی (راضی) بھی ہوئے تو روپئے مانگتے ہیں۔ دو تین سو لڑکی کا دام چکائے اور اتنا ہی اوپر سے کھرچ (خرچ) کرے تب جا کر بیاہ ہو۔ کہاں سے آویں اتنے روپئے؟ اِس کھلیان میں تل جاتی ہے، کھانے بھر کو بھی نہیں بچتا بیاہ کہاں سے ہو؟ اور اب تو سونا بیاہنے لائک (لائق) ہو گئی لڑکے کا بیاہ نہ ہوا نہ سہی۔ لڑکی کا بیاہ نہ ہوا تو ساری برادری میں ہنسی ہو گی۔ پہلے تو اسی کی سگائی کرنی ہے پیچھے دیکھا جائے گا۔

ایک آدمی نے رام رام کہا اور پوچھا "تمھاری کوٹھی میں کچھ بانس ہوں گے مہتو؟"
ہوری نے دیکھا دمڑی بانس والا سامنے کھڑا ہے۔ ناٹا، کالا، خوب موٹا۔ چوڑا منہ، بڑی بڑی مونچھیں، سُرخ سُرخ آنکھیں، کمر میں بانس کاٹنے کی کٹار رکھوسے ہوئے۔ سال میں ایک دو بار آ کر چقیں، کرسیاں، مونڈھے، ٹوکریاں وغیرہ بنانے کے لئے کچھ بانس کاٹ لے جاتا تھا۔
ہوری خوش ہو گیا مٹھی گرم ہونے کی کچھ آس بندھی۔ چودھری کو

www.urduchannel.in

سے جا کر اپنی تینوں کوٹھیاں دکھائیں، مول بھاؤ کیا، اور پچیس روپئے سینکڑے میں پچاس بانسوں کا بیعانہ لے لیا۔ پھر دونوں لوٹے۔ ہوری نے اُسے چلم پلائی، ناشتہ کرایا اور تب رمز کے لہجے میں بولا "میرے بانس کبھی تیس روپئے سے کم میں نہیں جاتے۔ مگر تم گھر کے آدمی ہو، تم سے کیا بھاؤ تاؤ کرتا؟ تمھارا وہ لڑکا جس کی سگائی ہوئی تھی، ابھی پردیس سے لوٹا کہ نہیں؟"

چودھری نے چلم کا دم لگا کر کھانستے ہوئے کہا "اس لونڈے کے پیچھے تو مر مٹا مہتو۔ جوان عورت گھر میں بیٹھی تھی اور وہ برادری کی ایک دوسری عورت کے ساتھ پردیس میں موج کرنے چل دیا۔ بہو بھی دوسرے کے ساتھ نکل گئی۔ بڑی بری جات (ذات) ہے مہتو، کسی کی نہیں ہوتی۔ کتنا سمجھایا کہ تو جو چاہے کھا، میری ناک نہ کٹا، پر کون سنتا ہے؟ عورت کو بھگوان سب کچھ دے، ا رُوپ نہ دے، نہیں وہ کابو (قابو) میں نہیں رہتی۔ کوٹھیاں تو بنٹ گئی ہوں گی؟"

ہوری نے آسمان کی طرف دیکھا اور گویا اس کی وسیع فضا میں اڑتا ہوا بولا "سب کچھ بنٹ گیا، چودھری! جن کو لڑکوں کی طرح پالا پوسا وہ اب برابر کے حصے دار ہیں۔ مگر بھائی کا حصہ کھانے کی نیت نہیں ہے۔ ادھر تم سے روپئے ملیں گے ادھر دونوں بھائیوں کو بانٹ دوں گا۔ چار دن کی جندگانی (زندگانی) میں کیوں کسی سے چھل کپٹ کروں؟ میں کہہ دوں کہ بیس روپئے سینکڑے میں بیچے ہیں تو انھیں کیا پتہ چلے گا؟ تم ان سے کہنے تھوڑے ہی جاؤ گے؟ تمھیں تو میں نے برابر اپنا بھائی سمجھا ہے۔"

www.urduchannel.in

برتاؤ میں ہم بھائی کے معنی کا کتنا ہی بے جا استعمال کریں لیکن اس کے تصور میں جو پاکیزگی ہے وہ ہماری سیاہ دلی سے کبھی آلودہ نہیں ہو سکتی۔

ہوری نے درپردہ یہ تجویز پیش کرکے چودھری کے منہ کی طرف دیکھا کہ وہ منظور کرتا ہے یا نہیں۔ اس کے چہرے پر کچھ ایسا چھوٹا عاجزانہ انداز تھا جو بھیک مانگتے وقت موٹے بھکاریوں کے چہرے پر ظاہر ہو جاتا ہے۔

چودھری نے ہوری کا آسن پا کر چابک جمایا: "ہمارا تمھارا پرانا بھائی چارہ ہے مہتو، ایسی بات ہے بھلا۔ پر بات یہ ہے کہ آدمی ایمان بیچتا ہے تو کسی لالچ سے۔ بیس روپئے نہیں میں پندرہ کہدوں گا مگر جو بیس روپئے دام لو تو۔"

ہوری نے کھسیا کر کہا: "تم تو چودھری اندھیر کرتے ہو، بیس روپئے میں کہیں ایسے بانس ملتے ہیں؟"

"ایسے کیا، اس سے اچھے بانس آتے ہیں دس روپئے میں، ہاں دس کوس اور پچھم چلے جاؤ۔ دام بانس کا نہیں ہے، سہر (شہر) کے پاس ہونے کا ہے۔ آدمی سوچتا ہے کہ جتنی دیر وہاں جانے میں لگے گی اتنی ہی دیر میں تو دو چار روپئے کا کام ہو جائے گا۔"

سودا پٹ گیا۔ چودھری نے مرضائی اتار کر چھپر پر رکھ دی اور بانس کاٹنے لگا۔

ایکھ کی سینچائی ہو رہی تھی۔ ہیرا کی عورت کلیوا لے کر کنوئیں پر جا رہی تھی، چودھری کو بانس کاٹتے دیکھ کر گھونگھٹ کے اندر سے بولی "کون بانس کاٹتا ہے یہاں؟ بانس نہ کٹیں گے۔"

www.urduchannel.in

چودھری نے ہاتھ روک کر کہا" بانس مول لیتے ہیں، پندرہ روپے سینکڑے کا بیعانہ ہوا ہے۔ سینت میں نہیں کاٹ رہے ہیں۔"

عورت اپنے گھر کی مالک تھی اسی کی محنت سے وہ ان لوگوں میں علیحدہ ہوئی تھی۔ دھنیا کو شکست دے کر شیر ہو گئی تھی۔ ہیرا کبھی کبھی اس کی مرمت کر دیتا تھا۔ ابھی حال میں اتنا مارا تھا کہ وہ کئی دن تک کھاٹ سے نہ اٹھ سکی تھی۔ لیکن وہ اپنے اختیارات سے دست بردار ہونے کو تیار نہ تھی۔ ہیرا غصے میں اسے مارتا تھا مگر چلتا تھا اسی کے اشاروں پر اس گھوڑے کی طرح جو کبھی کبھی مالک کو لات مار کر بھی اسی کی سواری میں چلتا ہے۔

کلیوا کی ٹوکری سر سے اتار کر بولی "پندرہ روپے میں ہمارے بانس نہ جائیں گے۔"

چودھری عورت ذات سے اس بارے میں بات چیت کرنا خلاف مصلحت سمجھتے تھے، بولے: جا کر اپنے آدمی کو بھیج دے، جو کچھ کہنا ہو آکر کہیں۔"

عورت کا نام پُنّی تھا۔ بچے دو ہی ہوتے تھے لیکن بدن ڈھل گیا تھا۔ بناؤ سنگار کے ذریعہ وقت کے ہاتھوں ہونے والی بربادی مگر گرستی میں کھانے ہی کا ٹھکانا نہ تھا، سنگار کے لئے پیسے کہاں آتے اس مفلسی اور مجبوری نے اس کی فطرت کی تری کو جذب کر کے اسے سخت اور خشک بنا دیا تھا جس پر ایک مرتبہ تو پھاوڑا بھی پڑ کر اچٹ جاتا۔

وہ قریب جا کر چودھری کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔ آدمی کو کیوں بھیج دوں؟ جو کچھ کہنا ہے مجھ سے کہو نا! میں نے کہہ دیا کہ

www.urduchannel.in

میرے بانس نہ کٹیں گے ۔"

چودھری ہاتھ چھڑاتا تھا اور پُنی بار بار پکڑ لیتی تھی۔ ایک منٹ تک یہی ہاتھا پائی ہوتی رہی، آخر چودھری نے اسے زور سے دھکیل دیا۔ پُنی دھکا کھا کر گر پڑی مگر پھر سنبھلی اور پاؤں سے تلّی نکال کر چودھری کے سر، منہ، پیٹھ، پر اندھا دھند جمانے لگی۔ بانس والا ہو کر اسے ڈھکیل دے۔ اس کی یہ بیعزتی مارتی جاتی تھی۔ چودھری اسے دھتکار کے کر عورت سے طاقت آزمائی کر کے ٹھیس کھا چکا تھا۔ بس کھڑے کھڑے مار کھانے کے سوا اس مصیبت سے بچنے کا اس کے پاس اور کوئی علاج نہ تھا۔ پُنی کا رونا سن کر ہوری بھی دوڑا ہوا آیا۔ پُنی نے اُسے دیکھ کر اور زور سے چلانا شروع کیا۔ ہوری نے سمجھا کہ چودھری نے پنیا کو مارا ہے۔ خون نے جوش مارا اور وہ انکاؤ کے اونچے بند کو توڑتا ہوا سب کچھ اپنے اندر سمیٹ لینے کے لئے باہر ابل پڑا۔ چودھری کو زور سے ایک لات جما کر بولا: "اب اپنا بھلا چاہتے ہو تو چودھری، یہاں سے چلے جاؤ، نہیں تمھاری لہاس (لاش) اُٹھے گی۔ تم نے اپنے کو سمجھا کیا ہے؟ تمھاری اتنی مجال کہ میری بہو پر ہاتھ اٹھاؤ!"

چودھری قسمیں کھا کھا کر اپنی صفائی دینے لگا۔ تلیوں کی چوٹ میں اس کا گنہگار دل خاموش تھا۔ یہ لات اُسے بار قصور ملی اور اس کے پھولے ہوئے گال آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ اس نے تو بہو کو چھُوا بھی نہیں کیا وہ اتنا گنوار ہے کہ وہ مہتو کے گھر کی عورت پر ہاتھ اٹھائے گا؟

ہوری نے بے اعتباری سے کہا: "آنکھوں میں دھول مت جھونکو تم نے کچھ کہا نہیں تو بہو جھوٹ موٹ روتی ہے؟ روپئے کی گرمی ہے

www.urduchannel.in

وہ نکال دی جاتے گی۔ الگ ہیں تو کیا ہوا، ہے تو ایک کھون (خون) کوئی ترچھی آنکھ سے دیکھے تو آنکھ نکال لیں۔"

مُنّی چنڈی بنی ہوئی تھی، گلا پھاڑ کر بولی "تو نے مجھے دھکا دے کر گرا نہیں دیا؟ کھا جا اپنے بیٹے کی سوگند!"

ہیرا کو بھی خبر ملی کہ چودھری اور بنیا میں جنگ ہو رہی ہے۔ چودھری نے بنیا کو دھکا دیا، بنیا نے اسے تلیوں سے پیٹا۔ اس نے ہل وہیں چھوڑا اور اوگی (بیلوں کا چابک) لئے واردات کے موقع کی طرف چلا۔ وہ گاؤں میں اپنے غصّے کے لئے مشہور تھا۔ چھوٹا قد، گٹھا ہوا بدن، آنکھیں کوڑی کی طرح نکل آئی تھیں اور گلے کی رگیں تن گئی تھیں۔ مگر اسے چودھری پر غصّہ نہ تھا بلکہ غصّہ تھا بنیا پر۔ وہ کیوں چودھری سے لڑی؟ کیوں اس کی عزت مٹی میں ملادی؟ بانس والے سے جھگڑنے سے اُسے کیا مطلب اسے جاکر ہیرا سے کل ماجرا بیان کر دینا چاہیئے تھا، وہ جیسا مناسب سمجھتا، کرتا۔ وہ اس سے لڑنے کیوں گئی؟ اس کی چلتی تو وہ بنیا کو پردے میں رکھتا۔ بنیا کسی بڑے سے منہ کھول کر باتیں کرے، یہ اُسے ناگوار تھا وہ خود جتنا گرم مزاج تھا بنیا کو اتنا ہی زیادہ ٹھنڈا رکھنا چاہتا تھا۔ جب بھیّا نے پندرہ روپئے میں سودا کر لیا تو وہ بیچ میں کودنے والی کون تھی؟ اس نے آتے ہی بنیا کا ہاتھ پکڑ لیا اور گھسیٹتا ہوا الگ لے جاکر لگا لاتیں مارنے "حرامجادی! تو ہماری ناک کٹانے پر لگی ہوئی ہے۔ تو چھوٹے چھوٹے آدمیوں سے لڑتی پھرتی ہے۔ کس کی پگڑی نیچی ہوتی ہے بتا! (ایک لات اور جماکر) ہم تو دہاں کلیوا کی باٹ جوہ رہے ہیں تو یہاں لڑائی ٹھانے بیٹھی ہے۔ اتنی بیحیائی! آنکھ کا پانی ایسا گر گیا! کھود کر گاڑ دوں گا۔"

www.urduchannel.in

پُنیا ہائے ہائے کرتی جاتی تھی۔ "تیری مٹی اٹھے، تجھے مرگی آوے دیّی میّا تجھے سیتل جائیں، بھگوان کرے تو کوڑھی ہوجائے۔ ہاتھ پاؤں کٹ کٹ کر گریں۔"

اور گالیاں تو ہیرا کھڑا کھڑا سنتا رہا لیکن یہ پچھلی گالی اسے لگ گئی ہیضہ وغیرہ میں کوئی خاص تکلیف نہ تھی، ادھر بیمار پڑے اُدھر چل دیے مگر کوڑھ یہ گھن کی موت اور اس سے بھی گھن کی زندگی! وہ تلملا اٹھا، دانت پیستا ہوا پھر پُنیا پر جھپٹا اور بال پکڑ کر اس کا سر زمین پر رگڑتا ہوا بولا "ہاتھ پاؤں کٹ کر گر جائیں گے تو میں تجھے لے کر چاٹوں گا؟ تو ہی میرے بال بچوں کو پالے گی؟ ایں، تو ہی اتنی بڑی گرستی چلائے گی؟ تو تو دوسرا بھتار (خاوند) کرکے کنارے کھڑی ہوجائے گی۔"

چودھری کو پُنیا کی اس درگت پر رحم آگیا۔ ہیرا کو سمجھانے لگا "ہیرا مہتو اب جانے دو، بہت ہوا۔ کیا ہوا بہو نے تجھے مارا، میں تو چھوٹا نہیں ہوگیا۔ دھن بھاگ! کہ بھگوان نے یہ دن تو دکھایا۔"

ہیرا نے چودھری کو ڈانٹا "تم چپ رہو چودھری، میرے گُستے (غصے) میں پڑ جاؤ گے تو بُرا ہوگا۔ عورت جات اسی طرح بہکتی ہے۔ آج کو تم سے لڑ گئی ہے، کل کو دوسروں سے لڑ جائے گی۔ تم بھلے مانس ہو، ہنس کر ٹال گئے۔ دوسرا تو برداس (برداشت) نہ کرے گا۔ کہیں اس نے بھی ہاتھ چلا دے تو کتنی آبرو رہ جائے گی، بتاؤ!"

اس خیال نے اس کے غصے کو بھڑکایا۔ لپکا ہی تھا کہ ہوری نے دوڑ کر پکڑ لیا اور اُسے پیچھے ہٹاتے ہوئے بولا "ارے تو ہو گیا، دیکھ تو لیا دنیا نے کہ تم بڑے بہادر ہو، اب کیا اُسے جیں کر پی جاؤ گے؟"

www.urduchannel.in

ہیرا اب بھی بڑے بھائی کا ادب کرتا تھا۔ براہ راست نہ لڑتا تھا۔ چاہتا تو ایک جھٹکے میں اپنا ہاتھ چھڑا لیتا مگر اتنی بے ادبی نہ کر سکا۔ چودھری کی طرف دیکھکر بولا "اب کیا کھڑے تاکتے ہو؟ جا کر اپنے بانس کا ٹو! میں نے سہی کر دی پندرہ روپئے میں طے ہے "

کہاں تو یہی بیٹھی رو رہی ہے اور کہاں جھٹک کر اٹھی اور اپنا سر پیٹ کر بولی : لگا دے گھر میں آگ انگوڑے! مجھے کیا کرنا ہے؟ بھاگ پھوٹ گیا کہ تجھ جیسے کسائی (قصائی) کے پالے پڑی۔ لگا دے گھر میں آگ!"

اس نے کلیوا کی ٹوکری وہیں چھوڑ دی اور گھر کی طرف چلی۔ ہیرا گرجا۔ وہاں کہاں جاتی ہے چڑیل؟ چل کنوئیں پر، نہیں تو کھون (خون) پی لوں گا۔"

پنیا کے پیر تھم گئے۔ وہ اس ناٹک کا دوسرا کھیل نہ کھیلنا چاہتی تھی، چپکے سے ٹوکری اٹھائی اور روتے ہوئے کنوئیں کی طرف چلی۔ ہیرا بھی پیچھے پیچھے چلا۔

ہوری نے کہا: اب پھر مار پیٹ نہ کرنا، اس سے عورت بے سرم (بے شرم) ہو جاتی ہے "

دھنیا نے دروازے پر آکر بانک لگائی: تم وہاں کھڑے کھڑے کیا تماسا (تماشا) دیکھ رہے ہو؟ کوئی تمھاری سنتا بھی ہے کہ یوں ہی سچھا (سبق) دے رہے ہو؟ اس دن اسی بہو نے تمھیں گھونگھٹ کی آڑ سے داڑھی جار کہی تھی، بھول گئے؟ بہریا ہو کر پرائے مردوں سے لڑے گی تو ڈانٹی جائے گی؟"

ہوری دروازے پر آکر نٹ کھٹ پن کے ساتھ بولا " اور جو

www.urduchannel.in

میں اسی طرح تجھے ماروں، تو؟"

"کیا کبھی مارا نہیں جو مارنے کی سادھ بنی ہوئی ہے؟"

"اتنی بے دردی سے مارتا تو تو گھر چھوڑ کر بھاگ جاتی۔ پیتا بڑی گمکھور (غمخوار) ہے۔"

"اوہو، ایسے ہی بڑے درد والے ہو تم! ابھی تک مار کا داگ (داغ) بنا ہوا ہے۔ ہیرا مارتا ہے تو دُلارتا بھی ہے، تم نے تو مارنا ہی سیکھا ہے، دلار کرنا سیکھا ہی نہیں۔ میں ہی ایسی ہوں کہ تمھارے ساتھ نباہ ہوا۔"

اچھا رہنے دے، بہت اپنا بکھان نہ کر! تو ہی روٹھ روٹھ کر میکے بھاگتی تھی جب مہینوں منوتی کرتا تھا تب کہیں جا کر آتی تھی۔"

جب اپنی گرج (غرض) ستاتی تھی تب منانے جاتے تھے، لالا! میرے دُلارے نہیں جاتے تھے۔"

"اسی سے تو میں سب سے تیرا بکھان کرتا ہوں۔"

"ازدواجی زندگی کی صبح میں تمنا اپنے گلابی نشے کے ساتھ طلوع ہوتی ہے اور دل کے آسمان کو پورے طور پر اپنی سنہری کرنوں سے رنگ دیتی ہے۔ پھر دوپہر کی تپش کا وقت آتا ہے، دمبدم بگولے اٹھتے ہیں اور زمین کانپنے لگتی ہے۔ تمنا کا سنہرا پردہ ہٹ جاتا ہے اور اصلیت اپنی عُریانی میں آگے آ کھڑی ہوتی ہے، اس کے بعد آرام دہ شام آتی ہے سرد اور سکون افزا، جب ہم تھکے ہوئے مسافروں کی طرح دن بھر کی مسافت کا حال کہتے اور سنتے ہیں، بے غرضانہ انداز سے، گویا ہم کسی اونچی چوٹی پر جا بیٹھے ہیں جہاں نیچے کا شور وغل ہم تک نہیں

www.urduchannel.in

پہنچیا۔

دھنیا نے تنگ کر کہا: "چلو چلو، بڑے بکھان کرنے والے! جرا (ذرا) سا کوئی کام بگڑ جاتے تو گردن پر سوار ہو جاتے ہو۔"

ہوری نے میٹھے اولہنے کے ساتھ کہا: "لے اب یہی تیرا اپنائے مجھے اچھا نہیں لگتا، دھنیا بھولا سے پوچھ کہ میں نے اس سے تیرے بارے میں کیا کہا تھا۔"

دھنیا نے بات بدل کر کہا: "دیکھو گوبر گائے لے کر آتا ہے کہ کھالی (خالی) ہاتھ۔"

"بھولا اچھا آدمی ہے، پر لڑکے بڑے کپوت ہیں۔ مجھے تو ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں سبوں نے گول مال نہ کر دیا ہو۔"

چودھری پسینے میں ڈوبا ہوا آکر بولا: "مہتو، چل کر بانس گن لو۔ کل ٹھیلا لا کر اٹھائے جاؤں گا۔"

ہوری نے بانس گننے کی کوئی ضرورت نہ سمجھی، "چودھری ایسا آدمی نہیں ہے، پھر ایک آدھ بانس اور کاٹ ہی لے گا تو کیا؟ روج (روز) ہی تو منگنی میں بانس کٹتے رہتے ہیں۔ بیاہ ہوں میں تو مانڈو بنانے کے لئے لوگ بیسوں بانس کاٹ لے جاتے ہیں۔"

چودھری نے ساڑھے سات روپئے نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دئے۔ ہوری نے گن کر کہا: "اور نکالو، حساب سے ڈھائی اور ہوتے ہیں۔"

چودھری نے رکھائی سے کہا: "پندرہ روپئے میں سطے ہوئے ہیں کہ نہیں؟"

"پندرہ روپئے میں نہیں، بیس روپئے میں۔"

www.urduchannel.in

"ہیرا مہتو نے تو تمھارے سامنے پندرہ روپئے کہے تھے کہو تو بلا لاؤں۔"

"ٹلے تو بیس ہی روپئے میں ہوئے تھے چودھری اب تمھاری جیت ہے، جو چاہو کہو۔ ڈھائی روپئے ہوتے ہیں، تم دو ہی دے دو۔"

مگر چودھری کچی گولیاں نہ کھیلا تھا۔ اب اسے کس کا ڈر؟ ہوری کے منہ میں تو تالا پڑا ہوا تھا۔ کیا کہے، ماتھا ٹھونک کر رہ گیا۔ بس اتنا بولا "یہ اچھی بات نہیں ہے چودھری، دو روپئے دبا کر راجا نہ ہو جاؤ گے۔"

چودھری تند لہجے میں بولا "اور تم کیا بھائیوں کے تھوڑے سے پیسے دبا کر راجا ہو جاؤ گے؟ ڈھائی روپئے پر اپنا ایمان بگاڑ رہے تھے اس پر مجھے اپدیش دینے چلے ہو۔ ابھی پردہ کھول دوں تو سر نیچا ہو جائے۔"

ہوری پر جیسے گھڑوں پانی پڑ گیا۔ چودھری تو روپئے سامنے زمین پر رکھ کر چلتا بنا مگر وہ نیم کے نیچے بیٹھا بڑی دیر تک پچھتاتا رہا۔ وہ کتنا لالچی اور مطلبی ہے، اس کا اسے آج پتہ چلا۔ چودھری نے ڈھائی روپئے دے دیئے ہوتے تو اسے کتنی خوشی ہوتی۔ اپنی چالاکی کو سراہتا کہ بیٹھے بٹھائے ڈھائی روپئے مل گئے۔ ٹھوکر کھا کر ہی تو ہم ہوشیاری کے ساتھ قدم اٹھانا سیکھتے ہیں۔

دھنیا اندر چلی گئی، باہر آئی تو روپئے زمین پر پڑے دیکھے۔ گن کر بولی "اور روپئے کیا ہوتے؟ دس نہ چاہیئے؟"

ہوری نے لمبا منہ بنا کر کہا "ہیرا نے پندرہ روپئے میں دے دیئے تو میں کیا کرتا؟"

www.urduchannel.in

"میرا پانچ روپئے میں دیدے، ہم نہیں دیتے ان داموں۔"

"وہاں مار پیٹ ہو رہی تھی، بیچ میں کیا بولتا؟"

ہوری نے اپنی ہار اپنے دل میں رکھ لی، جیسے کوئی چوری سے آم توڑنے کے لئے پیڑ پر چڑھے اور گر پڑنے پر دھول جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہو کہ کہیں کوئی دیکھ نہ لے۔ جیت کر آپ اپنی دغابازیوں کی ڈینگ مار سکتے ہیں، جیت میں سب کچھ معاف ہے، مگر ہار کی شرم تو پی جانے ہی کی چیز ہے۔

دھنیا شوہر کو طعنے دینے لگی۔ ایسے مبارک موقع اُسے بہت کم ملتے تھے۔ ہوری اس سے چالاک تھا مگر آج بازی دھنیا کے ہاتھ تھی۔ ہاتھ مٹکا کر بولی "کیوں نہ ہو، بھائی نے پندرہ روپئے کہہ دیئے تو تم کیسے ٹوکتے؟ ارے رام رام! لاڈلے بھائی کا دل چھوٹا ہو جاتا کہ نہیں۔ پھر جب اتنا بڑا انرتھ ہو رہا تھا کہ لاڈلی بہو کے گلے پر چھری چل رہی تھی تو تم بھلا کیسے بولتے؟ اس بکھت (وقت) کوئی تمھارا سربس (سب کچھ) لوٹ لیتا تو بھی تمھیں سُدھ نہ ہوتی۔"

ہوری چپ چاپ سنتا رہا۔ جھنجھلاہٹ ہوئی، غصہ آیا، خون کھولا، آنکھیں جلیں، دانت پیسے، مگر کچھ بولا نہیں چپکے سے کدال لی اور کھیت گوڑنے چلا۔

دھنیا نے کدال چھین کر کہا۔ "کیا ابھی سبیرا ہی کیا، جو اوکھ گوڑنے چلے؟ سورج دیوتا سر پر آ گئے، نہانے دھونے جاؤ، روٹی تیار ہے۔"

ہوری نے بھنبھنا کر کہا۔ "مجھے بھوک نہیں ہے۔"

دھنیا نے جلے پر نمک چھڑکا۔ "وہاں کاہے کو بھوک لگے گی؟ بھائی

www.urduchannel.in

نے بڑے بڑے لڈو کھلا دیئے ہیں نا! بھگوان ایسے سپوت بھائی سب کو دیں۔"

ہوری بگڑا، "تو آج مار کھانے پر لگی ہوئی ہے۔"

دھنیا نے نقلی عاجزی دکھا کر کہا، "کیا کروں، تم دلار ہی اتنا کرتے ہو کہ میرا سر پھر گیا ہے۔"

"تو گھر میں رہنے دے گی کہ نہیں؟"

"گھر تمھارا، مالک تم، میں بھلا کون ہوتی ہوں تمھیں گھر سے نکالنے والی؟"

ہوری آج دھنیا سے کسی طرح پیش نہیں پا سکتا، اس کی عقل جیسے کند ہوگئی ہے۔ ان طنز کے تیروں کو روکنے کے لئے اس کے پاس کوئی ڈھال نہیں ہے۔ آہستہ سے کدال رکھ دی۔ اور انگوچھا لے کر نہانے چلا گیا۔ لوٹا کوئی آدھ گھنٹے میں، مگر گوبر ابھی تک نہ آیا تھا، اکیلے کیسے کھانا کھائے؟ لونڈا وہاں جا کر سو رہا۔ بھولا کی وہ چنچل چھوکری نہیں ہے جھنیا اسی کے ساتھ ہنسی دل لگی کر رہا ہوگا۔ کل بھی تو اس کے پیچھے لگا ہوا تھا نہیں گائے دی تو لوٹ کیوں نہ آیا؟ کیا وہاں دھرنا دے گا؟

دھنیا نے کہا، "اب کھڑے کیا ہو؟ گوبر سانجھ کو آوے گا۔"

ہوری نے اور کچھ نہ کہا کہ کہیں دھنیا پھر نہ کچھ کہہ بیٹھے۔ کھانا کھا کر نیم کے سایہ میں سو رہا۔

روپا روتی ہوئی آئی ننگے بدن، ایک لنگوٹی لگائے۔ جھبرے بال ادھر اُدھر بکھرے ہوئے، ہوری کے سینے پر لوٹ گئی، اس کی بڑی بہن سونا کہتی ہے "گائے آئے گی تو اس کا گوبر میں پاتھوں گی۔" روپا یہ نہیں

www.urduchannel.in

برداشت کر سکتی۔ سونا ایسی کہاں کی بڑی رانی ہے کہ سارا گوبر آپ پاتھ ڈالے روپا اس سے کس بات میں کم ہے؟ سونا روٹی پکاتی ہے تو کیا روپا برتن نہیں مانجتی؟ سونا پانی لاتی ہے تو کیا روپا کنویں پر رسی نہیں لے جاتی؟ سونا تو کلسا بھر کر اٹھلاتی چلی آتی ہے، رسی سمیٹ کر روپا ہی لاتی ہے۔ گوبر دونوں ساتھ پاتھتی ہیں۔ سونا کھیت گوڑنے جاتی ہے تو کیا روپا بکری چرانے نہیں جاتی؟ پھر سونا اکیلے گوبر کیوں پاتھے گی؟ یہ انیائے روپا کیسے سہے؟

ہوری نے اس کے بھولے پن پر ریجھ کر کہا "نہیں گائے کا گوبر تو پاتھنا، سونا گائے کے پاس جائے تو بھگا دینا۔"

روپا نے باپ کے گلے میں ہاتھ ڈال کر کہا "دودھ بھی میں ہی دوہوں گی۔"

"ہاں ہاں تو نہ دوہے گی تو کون دوہے گا؟"

"وہ میری گائے ہوگی۔"

"ہاں سولہوں آنے تیری!"

روپا خوش ہو کر اپنی جیت کا مبارک باد مژدہ ہاری ہوئی سونا کو سنانے چلی گئی۔ "گائے میری ہوگی۔ اس کا دودھ میں دوہوں گی، اس کا گوبر میں پاتھوں گی، تجھے کچھ نہ ملے گا۔"

سونا سن میں نو عمر، جسم میں جوان اور عقل میں بچی تھی، گویا اس کا شباب اسے آگے کھینچتا تھا اور طفلی پیچھے لے جاتی تھی۔ کچھ باتوں میں اتنی ہوشیار کہ نوجوان گریجویٹ عورتوں کو پڑھلائے اور کچھ باتوں میں اتنی الھڑ کہ بچوں سے بھی پیچھے۔ لمبا، روکھا مگر خوشنما چہرہ، ٹھنڈی نیچے کو کھینچتی ہوئی، آنکھوں میں ایک قسم کی آزادگی، نہ بالوں میں تیل، نہ آنکھوں

www.urduchannel.in

میں کاجل، نہ بدن پر کوئی گہنا، جیسے گرستی کے بوجھ نے شباب کو دبا کر باؤنا بنا دیا ہو۔ سر کو ایک جھٹکا دے کر بولی: جا تو گوبر پاتھ، جب تو دودھ دوہ کر رکھے گی تو میں پی جاؤں گی۔"

" میں دودھ کی ہانڈی تالے میں بند کر کے رکھوں گی۔"

" میں تالا توڑ کر دودھ نکال لوں گی۔"

یہ کہتی ہوئی وہ باغ کی طرف چل دی۔ آم گدرا گئے تھے۔ ہوا کے جھونکوں سے ایک آدھ زمین پر گر پڑتے تھے، لو کے مارے ہوئے پچکے اور پیلے۔ لیکن بچے ٹپکا سمجھ کر باغ میں منڈلایا کرتے تھے۔ روپا بھی بہن کے پیچھے ہولی، جو کام سونا کرے وہ روپا ضرور کرے گی۔ سونا کے بیاہ کی بات چیت ہو رہی تھی۔ روپا کے بیاہ کا کوئی چرچا نہیں کرتا، اس لئے وہ خود اپنے بیاہ کے لئے ضد کرتی ہے۔ اس کا دولہا کیسا ہوگا۔ اور وہ کیا لائے گا، اسے کیسے رکھے گا، اسے کیا کھلائے گا، کیا پہنائے گا اس کا وہ بڑا مفصل بیان کرتی جسے سنکر شاید کوئی لڑکا اس سے بیاہ کرنے پر راضی نہ ہوتا۔

شام ہو رہی تھی۔ ہوری ایسا السایا کہ گوڑنے نہ جا سکا۔ بیلوں کو ناند میں لگایا۔ بھوسہ کھلی دی، اور ایک چلم بھر کر پینے لگا۔ اس فصل میں سب کچھ کھلیان میں تول دینے پر بھی ابھی اس پر کوئی تین سو کا قرض تھا جس پر کوئی سو روپئے سود کے بڑھتے جاتے تھے۔ منگرو شاہ سے آج پانچ برس ہوئے کہ بیل کے لیئے ساٹھ روپئے لئے گئے تھے۔ پورے ساٹھ دے چکا تھا مگر ساٹھ کے ساٹھ بنے ہوئے تھے۔ داتا دین پنڈت سے تیس روپئے لے کر آلو بوئے تھے، آلو تو چور کھود لے گئے اور اس تیس کے ان تین برسوں

www.urduchannel.in

میں ہو گئے تھے۔ دلاری بیوہ سیٹھانی تھی جو گاؤں میں نمک، تیل، تمباکو کی دوکان رکھے ہوئے تھی۔ بٹوارے کے وقت اس سے چالیس روپے لے کر بھائیوں کو دینا پڑا تھا۔ اس کے بھی تقریباً سو روپے ہو گئے تھے کیونکہ ایک آنہ فی روپیہ سود تھا۔ لگان ہی کے ابھی پچیس روپے باقی پڑے ہوئے تھے اور دسہرہ کے دن شگون کے روپیوں کا بھی کوئی بندوبست کرنا تھا۔ بانسوں کے روپئے بڑے موقع سے مل گئے۔ شگون کا مسئلہ حل ہو جائے گا لیکن کون جانے؟ یہاں تو ایک دھیلا بھی ہاتھ میں آ جائے تو گاؤں میں شور مچ جاتا ہے اور لینے والے چاروں طرف سے نوچنے لگتے ہیں۔ یہ پانچ روپئے تو وہ شگون میں دے گا، چاہے کچھ ہو جائے۔ مگر ابھی زندگی کے بڑے بڑے کام تو سر پر سوار ہیں، گوبر اور سونا کا بیاہ بہت ہاتھ روکنے پر بھی تین سو سے کم نہ اٹھیں گے۔ یہ تین سو کس کے گھر سے آئیں گے؟ کتنا چاہتا ہے کہ کسی سے ایک پیسہ ادھار نہ لے اور جس کا آتا ہے اس کی پائی پائی چکا دے مگر ہر طرح کی تکلیف اٹھانے پر بھی گلا نہیں چھوٹتا۔ اسی طرح سود بڑھتا جائے گا۔ اور ایک دن اس کا سب گھر بار نیلام ہو جائے گا، تو اس کے بال بچے بے سہارا ہو کر بھیک مانگتے پھریں گے۔ ہوری جب کام دھندے سے چھٹی پا کر چلم پینے لگتا ہے تو یہ فکر ایک سیاہ دیوار کی طرح اسے چاروں طرف سے گھیر لیتی تھی جس میں سے نکل جانے کی اسے کوئی راہ نہ سوجھتی تھی۔ اگر دھیرج تھا تو یہی کہ یہ بپتا تنہا اس کے سر نہ تھی، بلکہ عموماً سبھی کسانوں کا یہی حال تھا۔ بہتوں کی حالت تو اس سے بھی بدتر تھی۔ شوبھا اور ہیرا کو جدا ہوئے ابھی کل تین سال ہوئے تھے مگر دونوں پر چار چار سو کا بار ہو گیا تھا

www.urduchannel.in

جھینگر دو ہل کی کھیتی کرتا ہے، اس پر ایک ہزار سے کچھ زیادہ ہے۔ جیا دن، مہتو کے گھر بھکاری بھیک بھی نہیں پاتا مگر قرضے کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ یہاں بچا کون ہے؟

یکا یک سونا اور روپا دونوں دوڑی ہوئی آئیں اور ایک ساتھ بولیں بھیا گائے لا رہے ہیں۔ آگے آگے گائے ہے پیچھے پیچھے بھیا ہیں۔"

پہلے روپا نے گوبر کو آتے ہوئے دیکھا تھا۔ یہ خبر سنانے کی سرخروئی اسے ملنی چاہیئے تھی۔ سونا برابر کی ساجھے دار ہوئی جاتی ہے، یہ اس سے کیسے سہا جاتا۔

اس نے آگے بڑھ کر کہا: "پہلے میں نے دیکھا تھا۔ تبھی دوڑی۔ بہن نے تو پیچھے سے دیکھا۔"

سونا اس دعوے کو تسلیم نہ کر سکی بولی: "تو نے بھیا کو کہاں پہچانا تو تو کہتی تھی کہ کوئی گائے بھاگی آ رہی ہے۔ میں نے ہی کہا تھا کہ بھیا ہیں۔"

دونوں پھر باغ کی طرف دوڑیں، گائے کا خیر مقدم کرنے کے لئے۔

دھنیا اور ہوری دونوں گائے باندھنے کی تدبیر کرنے لگے۔

ہوری بولا: "چلو جلدی سے ناند گاڑ دیں۔"

دھنیا کے چہرے پر شباب چمک اٹھا تھا، بولی: "بہن، پہلے تھالی میں تھوڑا آٹا اور گڑ گھول کر رکھ دیں۔ بیچاری دھوپ میں چلی ہو گی، پیاسی ہو گی۔ تم جا کر ناند گاڑو میں گھولتی ہوں۔"

"کہیں ایک گھنٹی پڑی تھی، اسے ڈھونڈھ لے۔ گائے کے گلے

www.urduchannel.in

میں باندھیں گے۔"

سونا کہاں گئی؟ سیٹھانی کی دوکان سے تھوڑا کالا دوڑا منگوا لو، گائے کو ڈیٹھ (نظر) بہت لگتی ہے۔"

"آج میرے من کی بڑی بھاری سادھ پوری ہو گئی۔"

دھنیا اپنی دلی مسرت کو دل ہی میں رکھنا چاہتی تھی۔ اتنی بڑی نعمت اپنے ساتھ کوئی زحمت نہ لائے، اس اندیشہ سے اس کا دل کانپ رہا تھا۔ آسمان کی طرف تاک کر بولی "گائے کے آنے کا آنند تو جب ہے کہ اس کا پورا قدم بھی اچھا ہو۔ بھگوان کے من کی بات ہے۔"

گویا وہ بھگوان کو بھی دھوکا دینا چاہتی تھی۔ بھگوان کو بھی دکھانا چاہتی تھی کہ اس گائے کے آنے سے اسے اتنی خوشی نہیں ہوئی کہ حسدی بھگوان سکھ کا پلڑا اونچا کرنے کے لئے کوئی نئی بپتا بھیج دیں۔

وہ ابھی آٹا گھول رہی تھی کہ گوبر گائے کو لئے بچوں کے ایک جلوس کے ساتھ دروازے پر آ پہنچا۔ ہوری دوڑ کر گائے کے گلے میں لپٹ گیا۔ دھنیا نے آٹا چھوڑ دیا اور جلدی سے ایک پرانی ساڑی کا کالا کنارا پھاڑ کر گائے کے گلے میں باندھ دیا۔

ہوری بھگتی بھری نگاہوں سے گائے کو دیکھ رہا تھا جیسے ساچھات (مجسم) دیوی جی نے گھر میں قدم رکھا ہو۔ آج بھگوان نے یہ دن دکھایا کہ اس کا گھر گئو ماتا کے چرنوں سے پوتر ہو گیا۔ ایسے اچھے بھاگ! نجانے کس کے پُن کے پھل سے؟

دھنیا نے گھبرا کر کہا "کھڑے کیا ہو آنگن میں ناند گاڑ دو۔"!

"آنگن میں جگہ کہاں ہے؟"

www.urduchannel.in

"بہت جگہ ہے۔"

"میں تو باہر ہی گاڑتا ہوں۔"

"پاگل نہ بنو۔ گاؤں کا حال جان کر بھی انجان بنتے ہو۔"

"جو بات نہیں جانتے اس میں ٹانگ نہ اڑایا کرو۔ دنیا بھر کی بدّیا تم ہی نہیں پڑھے ہو۔"

ہوری پر سچ مچ آپے میں نہ تھا۔ گائے اس کے لئے صرف بھگتی کی چیز نہ تھی بلکہ زندہ دولت تھی۔ وہ اس سے اپنے دروازے کی رونق اور گھر کی عظمت بڑھانا چاہتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ لوگ گائے کو دروازے پر بندھی دیکھ کر پوچھیں کہ یہ کس کا گھر ہے؟ لوگ کہیں، ہوری مہتو کا جبھی لڑکی والوں پر بھی اس کا اثر پڑے گا۔ آنگن میں بندھی تو کون دیکھے گا؟ دھنیا اس کے خلاف خوف کھا رہی تھی۔ وہ گائے کو سات پردوں کے اندر چھپا کر رکھنا چاہتی ہے اگر گائے آٹھوں پہر کوٹھری میں رہ سکتی تو وہ شاید اسے باہر نہ نکلنے دیتی۔ یوں تو ہر بات میں ہوری کی جیت ہوتی تھی۔ وہ اپنی بات پر اڑا جاتا تھا اور دھنیا کو دب جانا پڑتا تھا مگر آج دھنیا کے سامنے ہوری کی ایک نہ چلی۔ دھنیا لڑنے پر تل گئی۔ گوبر، سونا اور روپا غرض کہ سارا گھر ہوری کی طرف تھا۔ مگر دھنیا نے تنہا سب کو شکست دی۔ آج اس میں ایک عجیب خود اعتمادی اور ہوری میں ایک عجب انکسار کا ظہور ہو گیا تھا۔

مگر تماشا کیسے رک سکتا تھا؟ گائے ڈولی میں بیٹھ کر تو آئی نہ تھی، یہ کیسے ممکن تھا کہ گاؤں میں اتنی بڑی بات ہو جائے اور میلا نہ لگے۔ جس نے سنا سب کام کاج چھوڑ کر دیکھنے دوڑا۔ وہ معمولی دیسی گائے نہیں ہے۔ بھولا کے گھر سے اسّی روپئے میں آئی ہے۔ ہوری اسّی روپئے تو کیا دیں گے؟

www.urduchannel.in

پچاس ساٹھ روپئے میں لانے ہوں گے گانوں کی تاریخ میں پچاس ساٹھ روپیوں کی گائے کا آنا بھی انہونی بات تھی۔ بیل تو پچاس کے بھی آتے، سو کے بھی آتے مگر گائے کے لئے اتنی بڑی رقم کسان کیا کھا کر خرچ کرے گا؟ یہ تو گوالوں ہی کا کلیجہ ہے کہ انجلیوں روپئے گن آتے ہیں۔ گائے کیا ہے مجسم دیوی کا روپ ہے۔ تماشائیوں اور نقادوں کا تانتا لگا ہوا تھا اور ہوری دوڑ دوڑ کر سب کی آؤ بھگت کر رہا تھا۔ اتنا منکسر مزاج، اتنا خوش وہ کبھی نہ تھا۔

ستر سال کے بوڑھے پنڈت داتا دین لاٹھی ٹیکتے ہوئے آئے اور پوپلے منہ سے بولے "کہاں ہو ہوری؟ تنک ہم بھی تمہاری گائے دیکھ لیں، سنا بڑی سندر ہے۔"

ہوری نے دوڑ کر پالاگن کیا اور دل میں متکبرانہ مسرت کے مزے لیتا ہوا بڑی خاطر سے پنڈت جی کو صحن میں لے گیا۔ پنڈت نے گائے کو اپنی پرانی اور تجربہ کار نگاہوں سے دیکھا، سینگیں دیکھیں، تھن دیکھا، پٹھے دیکھے اور گھنی، اجلی بھوؤں کے نیچے چھپی ہوئی آنکھوں میں جوانی کی امنگ بھر کر بولے "کوئی دوکھ (عیب) نہیں ہے بیٹا، بال بھونری سب ٹھیک بھگوان چاہیں گے تو تمہارے بھاگ کھل جائیں گے۔ ایسے اچھے لچھن ہیں کہ واہ! بس راتب نہ کم ہونے پادے۔ ایک ایک بچھوا سو سو کا ہوگا۔"

ہوری نے خوشی کے سمندر میں ڈبکیا لگاتے ہوئے "سب آپ کی آسیرباد ہے بابا۔"

داتا دین نے سُرتی کی پیک تھوکتے ہوئے کہا "میرا آشیرباد نہیں ہر

www.urduchannel.in

بٹیا، بھگوان کی دیا ہے - یہ سب بھگوان کی دیا ہے - دو پتے نگد دے ؟"

ہوری نے بے پر کی اڑائی - اپنے مہاجن کے روبرو بھی اپنی امیری دکھانے کا ایسا اچھا موقع وہ کیوں ہاتھ سے جانے دے ؟ ٹکے کی نئی ٹوپی سر پر رکھ کر جب ہم اکڑنے لگتے ہیں ، ذرا دیر کے لئے کسی سواری پر بیٹھ کر جب ہم آسمان پر اڑنے لگتے ہیں تو اتنی بڑی نعمت پاکر اس کا دماغ کیوں نہ آسمان پر چڑھ جائے ؟ بولا " بھولا ایسا بھلا مانس نہیں ہے مہراج ، نگد گنائے ، پورے ، چوکس ! "

اپنے مہاجن کے سامنے یہ ڈینگ مار کر ہوری نے نادانی تو کی تھی مگر داتا دین کے چہرے پر بے صبری کی کوئی علامت نہ نظر آئی - اس کہنے میں کتنی سچائی ہے ، یہ ان کی اُن بجھی ہوئی آنکھوں سے پوشیدہ نہ رہ سکا جن میں روشنی کی جگہ تجربہ چھپا ہوا بیٹھا تھا - خوش ہو کر بولے " کوئی ہرج نہیں بٹیا ، کوئی ہرج نہیں ! بھگوان سب اچھا کریں گے - پانچ دودھ ہی اس میں ، بچے کے لئے چھوڑ کر ؟ "

دھنیا نے فوراً ٹوکا " ارے نہیں مہراج ، اتنا دودھ کہاں ؟ بڑھیا تو ہو گئی ہے ، پھر یہاں راتب کہاں دھرا ہے ؟

داتا دین نے بھید بھری نگاہوں سے دیکھ کر اس کی چپکی کی داد دی ، جیسے کہہ رہے ہوں " گرہستن کا یہی دھرم ہے ، دُوان کی لینا مردوں کا کام ہے ، انھیں کرنے دو " پھر ویسے ہی لہجے میں بولے " باہر باندھنا اتنا کہے دیتے ہیں "

دھنیا نے شوہر کی طرف فتحمندانہ نگاہوں سے دیکھا گویا کہہ رہی ہو " اب تو مانو گے " پھر

www.urduchannel.in

داتا دین سے بولی "نہیں مہراج ، باہر کیا باندھیں گے ؟ بھگوان دیں تو اسی آنگن میں تین گائیں اور بندھ سکتی ہیں۔"

سارا گاؤں گائے دیکھنے آیا، نہیں آئے تو سوبھا اور ہیرا جو سگے بھائی تھے۔ ہوری کے دل میں بھائیوں کے لئے اب بھی جگہ تھی۔ وہ دونوں اگر دیکھ لیتے اور خوش ہو جاتے تو اس کی دلی خواہش پوری ہو جاتی۔ شام ہو گئی ؟ نوٹ آئے اسی دروازے سے نکلے مگر پوچھا کچھ نہیں۔

ہوری نے ڈرتے ڈرتے دھنیا سے کہا "نہ سوبھا آیا، نہ ہیرا سنا نہ ہوگا۔"

دھنیا بولی "تو یہاں کون انھیں بلانے جاتا ہے۔"

تو بات تو سمجھتی نہیں، لڑنے کو تیار رہتی ہے۔ بھگوان نے جب یہ دن دکھایا ہے تو ہمیں سر جھکا کر چلنا چاہیئے۔ آدمی کو اپنے سگوں کے منہ سے اپنی بھلائی برائی سننے کی جتنی اچھا ہوتی ہے۔ اتنی باہر والوں کے منہ سے نہیں۔ پھر اپنے بھائی لاکھ برے ہوں تو اپنے بھائی ہی ہیں۔ اپنے حصے بکھرے (بکھرے) کے لئے سبھی لڑتے ہیں مگر اس سے کھون (خون) تھوڑے ہی بدل جاتا ہے۔ دونوں کو بلا کر دکھا دینا چاہیئے، نہیں تو کہیں گے کہ گائے لائے اور ہمیں بتایا تک نہیں۔"

دھنیا نے ناک سکیڑ کر کہا "میں نے تم سے سو بار، لاکھ بار کہہ دیا کہ میرے منہ پر اپنے بھائیوں کا بکھان نہ کیا کرو۔ ان کا نام سن کر میرے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔ سارے گاؤں نے سنا، کیا انھوں نے نہ سنا ہوگا ؟ کچھ اتنی دور بھی تو نہیں رہتے۔ سارا

www.urduchannel.in

گاؤں دیکھنے آیا، اُن ہی کے پاؤں میں مہندی لگی ہوئی تھی۔ مگر آدیں کیسے؟ جلن ہو رہی ہوگی کہ اس کے گھر گائے آ گئی۔ چھاتی پھٹی جاتی ہوگی۔"

چراغ جلانے کا وقت آ گیا تھا، دھنیا نے جا کر دیکھا تو بوتل میں مٹی کا تیل نہ تھا۔ بوتل لے کر تیل لانے چلی گئی۔ پیسے ہوتے تو رُوپا کو بھیجتی۔ ادھار لانا ہے، کچھ للّو چپّو کرے گی جب ہی تیل ادھار ملے گا۔

ہوری نے رُوپا کو بلا کر پیار سے گود میں بٹھایا اور کہا "تنک جا کر دیکھ، ہیرا کاکا آ گئے ہیں کہ نہیں۔ سوبھا کاکا کو بھی دیکھتی آنا۔ کہنا کہ دادا نے تمھیں بلایا ہے۔ نہ آویں تو ہاتھ پکڑ کر کھینچ لانا۔"

رُوپا ٹھنک کر بولی "چھوٹی کاکی مجھے ڈانٹتی ہے۔"

"کاکی کے پاس کیا کرنے جاتی ہے؟ پھر سوبھا کی گھر والی تو تجھے پیار کرتی ہے۔"

"سوبھا کاکا مجھے چڑھاتے ہیں، کہتے ہیں ۔۔۔۔ میں نہ کہوں گی۔"

"کیا کہتے ہیں، بتا!"

"چڑھاتے ہیں۔"

"کیا کہہ کر چڑھاتے ہیں؟"

"کہتے ہیں کہ تیرے لئے مُوس پکڑ رکھا ہے، لے جا، بھون کر کھالے۔"

ہوری کے دل میں گدگدی پیدا ہوئی۔

"تو کہتی نہیں کہ پہلے تم کھالو، تب میں کھاؤں گی؟"

"اماں منع کرتی ہیں۔ کہتی ہیں کہ ان لوگوں کے گھر نہ جایا کرو۔"

"تو اماں کی بیٹی ہے کہ دادا کی؟"

www.urduchannel.in

روپا نے اس کے گلے میں باہیں ڈال کر کہا "اماں کی!" اور ہنسنے لگی۔

"تو پھر میری گودی سے اُتر جا۔ آج میں تجھے اپنی تھالی میں نہ کھلاؤں گا"

گھر میں ایک ہی پھول کی تھالی تھی۔ ہوری اُسی میں کھاتا تھا۔ تھالی میں کھانے کی عزت پانے کے لئے روپا ہوری کے ساتھ کھاتی تھی۔ اس عزت کو وہ کیسے چھوڑے؟ ٹھمک کر بولی "اچھا تمھاری!"

"تو پھر میرا کہنا مانے گی کہ اماں کا؟"

"تمھارا"

"تو جا کر ہیرا اور سوبھا کو پکڑ لا"

"اور جو اماں بگڑیں؟"

"اماں سے کہنے کون جائے گا؟"

روپا کودتی ہوئی ہیرا کے گھر چلی۔ عداوت کا جال بڑی بڑی مچھلیوں کو پھنساتا ہے۔ چھوٹی مچھلیاں یا تو اس میں پھنسی ہی نہیں یا فوراً نکل بھاگتی ہیں۔ ان کے لئے وہ مارنے والا جال کھیل کی چیز ہے، ڈر کی نہیں بھائیوں سے ہوری کی بول چال بند تھی مگر روپا دونوں گھروں میں آتی جاتی تھی۔ بچوں سے کیا بیر؟

مگر روپا گھر سے نکلی ہی تھی کہ دھنیا تیل لئے ہوئے مل گئی۔ پوچھا "سانجھ کی بریا (وقت) کہاں جاتی ہے؟ چل گھر!" روپا اماں کو خوش کرنے کی لالچ کو نہ روک سکی۔

دھنیا نے ڈانٹا "چل گھر، کسی کو بلانے نہیں جانا ہے"

www.urduchannel.in

روپا کا ہاتھ پکڑے ہوئے وہ گھرلائی اور ہوری سے بولی "میں نے تم سے لاکھ بار کہہ دیا کہ میری لڑکی کو کسی کے گھر نہ بھیجا کرو۔ کسی نے کچھ کر کرا دیا تو میں تمہیں لے کر چاٹوں گی؟ ایسا ہی بڑا پریم ہے تو آپ کیوں نہیں جاتے جان پڑتا ہے کہ ابھی پیٹ نہیں بھرا۔"

ہوری ناند جما رہا تھا، ہاتھوں میں مٹی لپیٹے ہوئے سنی ان سنی کر کے بولا "کس بات پر بگڑتی ہے بھائی؟ یہ تو اچھا نہیں لگتا کہ اندھے بکتے کی طرح ہوا پر بھونکا کرے۔"

دھنیا کو کپی میں تیل بھرنا تھا۔ اس وقت جھگڑا نہ بڑھانا چاہتی تھی روپا بھی لڑکوں میں جا ملی۔

پہر رات سے زیادہ جا چکی تھی، ناند گڑ چکی تھی، بھوسہ کھلی ڈال دی گئی۔ گائے من مارے اداس بیٹھی تھی، جیسے کوئی بہو سسرال آئی ہو۔ ناند میں منہ تک نہ ڈالتی تھی۔ ہوری اور گوبر کھانا کھا کر آدھی آدھی روٹی اس کے لئے لائے، مگر اس نے سونگھا تک نہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہ تھی جانوروں کو بھی اکثر تھان چھوٹ جانے کا دکھ ہوتا ہے۔

ہوری باہر کھاٹ پر بیٹھ کر چلم پینے لگا تو پھر بھائیوں کی یاد آئی۔ نہیں، آج اس سبھ سمے (مبارک وقت) پر بھائیوں سے بے پرواہی نہیں برت سکتا۔ اس کا دل پونجی پا کر بڑا ہو گیا تھا۔ بھائیوں سے جدا ہو گیا ہے تو کیا ہوا؟ ان کا بیری تو نہیں ہے! یہی گائے تین سال پہلے آئی ہوتی تو سبھی کو اس پر برابر کا حک (حق) ہوتا اور کل کو یہی گائے دودھ دینے لگے گی تو کیا وہ بھائیوں کے گھر دودھ نہ بھیجے گا۔ کیا دہی نہ بھیجے گا؟ ایسا تو اس کا دھرم نہیں ہے۔ بھائی اس کا برا چیتیں، پر وہ

www.urduchannel.in

کیوں اُن کا برا چیتے؟ اپنی اپنی کرنی تو اپنے اپنے سا تھ ہے۔

اس نے ناریل کھاٹ کے پائے سے لگا کر رکھ دیا اور ہیرا کے گھر کی طرف چلا۔ سوبھا کا گھر بھی اُدھر ہی تھا۔ دونوں اپنے اپنے دروازے پر پڑے ہوئے تھے۔ کافی اندھیرا تھا۔ ہوری پر اُن میں سے کسی کی نظر نہیں پڑی تھی۔ دونوں میں کچھ باتیں ہو رہی تھیں ہوری رک گیا اور باتیں سننے لگا۔ ایسا آدمی کہاں ہے جو اپنا چرچا سن کر ہٹ جائے؟

ہیرا نے کہا "جب تک ایک میں تھے، ایک بکری بھی نہیں لی، اب پچھائیں گائے لی جاتی ہے۔ بھائی کا حک (حق) مار کر کسی کو پھلتے پھولتے نہیں دیکھا۔"

سوبھا بولا "یہ تم انیائے کر رہے ہو، ہیرا! بھیّا نے ایک ایک پیسے کا حساب دے دیا۔ یہ میں کبھی نہ مانوں گا کہ انھوں نے پہلے کی کمائی چھپا رکھی تھی۔"

"تم مانو چاہے نہ مانو پر ہے یہ پہلے ہی کی کمائی۔"

"کسی پر جھوٹی تہمت نہ لگانا چاہیئے۔"

"اچھا تو یہ روپئے کہاں سے آ گئے؟ کہاں سے ہُن برس پڑا؟ اتنے ہی کھیت تو ہمارے پاس بھی ہیں، اتنی ہی اُپج ہماری بھی ہے، پھر کیوں ہمارے پاس کپھن (کفن) کو کوڑی نہیں ہے اور ان کے گھر نئی گائے آتی ہے؟"

"اُدھار لاتے ہوں گے۔"

"بھولا اُدھار دینے والا آدمی نہیں۔"

"کچھ بھی ہو، گائے ہے بڑی سُندر۔ گوبر لیئے آتا تھا تو میں نے

www.urduchannel.in

رستے میں دیکھا۔"

"تیرے ایمانی کا دھن جیسے آتا ہے ویسے ہی چلا جاتا ہے۔ بھگوان چاہیں گے تو گائے گھر میں بہت دن نہ رہے گی۔"

ہوری سے اور نہ سنا گیا۔ وہ گئی گزری باتوں کو بھلا کر اپنے دل میں پریم اور اپناپا بھرے ہوئے بھائیوں کے پاس آیا تھا۔ اس صدمے نے جیسے اس کے دل میں سوراخ کر دیا اور وہ برادرانہ جذبہ اس میں کسی طرح نہ ٹھہر سکا۔ جی میں آیا کہ اسی وقت حملے کا جواب دے، مگر بات بڑھ جانے کے ڈر سے چپ رہ گیا۔ مگر اس کی نیت صاف ہے تو کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ بھگوان کے آگے وہ نردوکھ (بےگناہ) ہے، دوسروں کی اسے پرواہ نہیں ہے۔ الٹے پاؤں لوٹ آیا اور وہی جلی ہوئی چلم پینے لگا۔ مگر جیسے وہ زہر ہر لحظہ اس کی رگوں میں پھیلتا جاتا تھا۔ اس نے سو جانے کی کوشش کی مگر نیند نہ آئی۔ بیلوں کے پاس جا کر انھیں سہلانے لگا تو زہر مدہم پڑا۔ پھر چلم بھری مگر اس میں بھی کچھ مزا نہ تھا۔ زہر نے جیسے احساس کو دبا دیا ہو جیسے نشے میں احساس یک طرفہ ہو جاتا ہے، جیسے پھیلا ہوا پانی ایک سمت میں ہو کر تیزی سے بہنے لگتا ہے وہی حالت اس کی ہو رہی تھی۔ اسی مجنونانہ حالت میں وہ اندر گیا۔ ابھی دروازہ کھلا ہوا ہی تھا۔ صحن میں ایک طرف چٹائی پر پڑی ہوئی دھنیا سونا سے دیہہ (بدن) دبوا رہی تھی اور رُوپا جو روز شام ہوتے ہی سو جاتی تھی، آج کھڑی ہوئی گائے کا منہ سہلا رہی تھی۔ ہوری نے جا کر گائے کو کھونٹے سے کھول لیا اور دروازے کی طرف لے چلا وہ اسی دم گائے کو بھولا کے گھر پہنچانے کا پختہ ارادہ کر چکا تھا۔ اتنا

www.urduchannel.in

بڑا کلنک سر پر ہے کر وہ اب گائے کو گھر میں نہیں رکھ سکتا، کسی طرح نہیں :
دھنیا نے پوچھا "کہاں لے جاتے ہو رات کو؟"
ہوری نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا "لئے جاتا ہوں بھولا کے گھر، لوٹا دوں گا" دھنیا کو تعجب ہوا، اٹھ کر سامنے آگئی اور بولی "لوٹا کیوں دو گے؟ لوٹانے ہی کے لئے لائے تھے؟"
"ہاں اس کے لوٹا ہی دینے میں کُشل ہے"
"کیوں بات کیا ہے؟ اتنے ارمان سے لائے اور اب لوٹانے جا رہے ہو، کیا بھولا روپیہ مانگتے ہیں؟"
"نہیں، بھولا یہاں کب آئے"
"تو پھر کیا بات ہوئی؟"
"کیا کرے گی پوچھ کر؟"
دھنیا نے اچک کر گائے کی رسّی ہاتھ سے چھین لی۔ اس کی تیز عقل نے گویا اڑتی ہوئی چڑیا پکڑلی۔ بولی "تمھیں بھائیوں کا ڈر ہو تو جا کر ان کے پیروں پڑو، میں کسی سے نہیں ڈرتی۔ اگر ہماری بڑھتی دیکھ کر کسی کی چھاتی پھٹتی ہے تو پھٹ جائے، مجھے پرواہ نہیں ہے"
ہوری نے منکسرانہ لہجے میں "دھیرے دھیرے۔ بولو مہارانی! کوئی سنے تو کہے کہ یہ سب اتنی رات گئے لڑ رہے ہیں۔ میں اپنے کانوں سے کیا کیا سن آیا ہوں، تو کیا جانے؟ یہاں چرچا ہو رہا ہے کہ میں نے الگ ہوتے سمے روپئے دبا لئے تھے اور بھائیوں سے کپٹ کیا تھا، وہی روپئے اب نکل رہے ہیں"
"ہیرا کہتا ہوگا؟"

www.urduchannel.in

سارا گاؤں کہہ رہا ہے، اکیلے ہیرا کو کیوں بدنام کروں؟"

"سارا گاؤں نہیں کہہ رہا ہے، اکیلے ہیرا کہہ رہا ہے۔ میں ابھی جاکر پوچھتی ہوں تاکہ تمھارے باپ کتنے روپئے چھوڑ کر مرے تھے؟ ڈاڑھی جاروں کی پیچھے تم بگڑ گئے، ساری جندگی (زندگی) مٹی میں ملادی، پال پوس کر سنڈا کیا اور اب ہم بے ایمان ہیں! میں کہے دیتی ہوں کہ اگر گائے گھر سے باہر نکلی تو انرتھ ہو جائے گا۔ رکھ لئے ہم نے روپئے، دبا لئے اور بیچ کھیت دبا لئے! ڈنکے کی چوٹ کہتی ہوں کہ میں نے ہنڈا بھر مہریں چھپا لیں۔ ہیرا اور سوبھا اور سنسار کو جو کرنا ہو کرلے۔ کیوں نہ روپئے رکھ لیں؟ دو دو سنڈوں کا بیاہ نہیں کیا، گونا نہیں کیا؟"

ہوری سنّاٹا گیا۔ دھنیا نے اس کے ہاتھ سے رسّی چھین لی اور گائے کو کھونٹے سے باندھ کر دروازے کی طرف چلی۔ ہوری نے اسے پکڑنا چاہا مگر وہ باہر جاچکی تھی، وہیں سر تھام کر بیٹھ گیا۔ باہر اسے پکڑنے کی کوشش کرکے وہ کوئی ناٹک نہیں دکھانا چاہتا۔ دھنیا کے غصّے سے وہ خوب واقف تھا، بگڑتی ہے تو چنڈی ہی بن جاتی ہے، مارو کاٹو سنے گی نہیں۔ لیکن ہیرا بھی تو ایک ہی بگڑیل ہے، کہیں ہاتھ چلا بیٹھے تو پرلے (قیامت) ہی ہوجائے۔ نہیں، ہیرا اتنا مورکھ نہیں ہے میں نے کہاں سے کہاں یہ آگ لگادی۔ اُسے اپنے آپ پر غصّہ آنے لگا۔ بات دل میں ڈال لیتا تو کیوں یہ بکھیڑا ہوتا؟ دفعتاً دھنیا کی کرخت آواز کان پڑی، ہیرا کی گرج بھی سُن پڑی، پھر پنّی کا تیز لہجہ بھی دل میں چبھا۔ یکایک اُسے گوبر کی یاد آئی۔ باہر لپک کر اس کی کھاٹ دیکھی تو وہ وہاں نہ تھا۔ غضب ہوگیا۔ گوبر بھی وہیں پہنچ گیا؛ اب کُسل نہیں۔ اُس کا

www.urduchannel.in

نیا کھون (خون) ہے، نہ جانے کیا کر بیٹھے۔ لیکن ہوری وہاں کیسے جاتے؟ ہیرا کہے گا کہ آپ تو بولتے نہیں اور اس ڈائن کو لڑنے کے لئے بھیج دیا۔ شور دمبدم بڑھتا جاتا تھا۔ سارا گاؤں جاگ پڑا۔ معلوم ہوتا تھا کہ کہیں آگ لگ گئی ہے اور لوگ چارپائیوں سے اٹھ اٹھ کر بجھانے کے لئے دوڑے جا رہے ہیں۔ اتنی دیر تک تو ضبط کئے بیٹھا رہا، پھر نہ رہا گیا۔ دھنیا پر غصہ آیا۔ وہ کیوں چڑھ کر لڑنے لگی؟ اپنے گھر میں آدمی نہ جانے کس کو کیا کہتا ہے۔ جب تک کوئی منہ پر بات نہ کہے یہی سمجھنا چاہیئے کہ اس نے کچھ نہیں کہا۔ ہوری کی کسانی فطرت جھگڑے سے بھاگتی تھی۔ چار باتیں سن کر غم کھا جانا اس سے کہیں اچھا ہے کہ آپس میں جھگڑا ہو، کہیں مار پیٹ ہو جائے تو تھانہ پولیس ہو، بندھے بندھے پھرو، سب کی چرودی بنتی کرو، عدالت کی دھول پھانکو۔ کھیتی باڑی جہنم میں جائے اس کا ہیرا پر کوئی بس نہ تھا مگر دھنیا کو تو بل سے کھینچ لا سکتا ہے۔ بہت ہوگا گالیاں دے لے گی، ایک دو دن روٹھی رہے گی، تھانہ پولیس کی نوبت نہ آوے گی۔ وہ جاکر ہیرا کے دروازے پر سب سے دور دیوار کی دٹ میں کھڑا ہوگیا۔ ایک فوجی افسر کی طرح میدان میں آنے کے پہلے حالات کو بخوبی سمجھ لینا چاہتا تھا۔ اگر اپنی جیت ہو رہی ہے تو کچھ بولنے کی ضرورت نہیں۔ ہار ہو رہی ہے تو فوراً کود پڑے گا۔ دیکھا تو وہاں پچاسوں آدمی جمع ہو گئے تھے، پنڈت داتا دین لالہ پٹیشری دونوں ٹھاکر جو گاؤں کے کرتا دھرتا تھے، سبھی پہنچ گئے تھے۔ دھنیا کا پلہ ہلکا ہو رہا تھا۔ اس کی تندی رائے عامہ کو اس کے خلاف کئے دیتی تھی۔ وہ لڑائی کے فن میں طاق نہ تھی، غصہ میں اسے جلی کٹی سنا رہی تھی کہ لوگوں کی ہمدردی اس

www.urduchannel.in

سے دور ہوتی جاتی تھی۔

وہ گرج رہی تھی "تو ہمیں دیکھ کر کیوں جلتا ہے؟ ہمیں دیکھ کر کیوں تیری چھاتی پھٹتی ہے؟ پال پوس کر جوان کر دیا یہ اس کا اِنام (انعام) ہے؟ ہم نے نہ پالا ہوتا تو آج کہیں بھیک مانگتے ہوتے، روکھ کی چھانہہ بھی نہ ملتی۔"

ہوری کو یہ لفظ ضرورت سے زیادہ کڑے معلوم ہوئے۔ بھائیوں کو پالنا تو اس کا دھرم تھا، ان کے حصے کی جائداد بھی تو اس کے ہاتھ میں تھی کیسے نہ پالتا پوستا؟ دنیا میں کہیں منہ دکھانے والا رہتا؟

ہیرا نے جواب دیا "ہم کسی کو کچھ نہیں جانتے، تیرے گھر میں کتوں کی طرح ٹکڑا کھاتے تھے اور دن بھر کام کرتے تھے۔ یہ جانا ہی نہیں کہ لڑکپن اور جوانی کیسی ہوتی ہے۔ دن دن بھر سوکھا گوبرا کھٹا کرتے تھے اس پر بھی تو بنا دس گالی دئے روٹی نہ دیتی تھی۔ تجھ جیسی لیساچن کے پالے پڑ کر جندگی (زندگی) کڑوی ہو گئی۔"

دھنیا اور تیز پڑی "جبان (زبان) سنبھال، نہیں تو منہ سے باہر کھینچ لوں گی۔ لیساچن تیری عورت ہو گی، تو ہے کس پھیر میں مونڈی کاٹے ٹکڑا کھور (نمک حرام)!"

داتا دین نے ٹوکا "اتنا کڑا بچن کیوں کہتی ہے دھنیا؟ استری کا دھرم ہے کہ گم (غم) کھائے وہ تو اجڈ ہے، کیوں اس کے منہ لگتی ہے۔"

لالہ پٹیشری پٹواری نے تائید کی "بات کا جواب بات ہے۔ گالی نہیں۔ تو نے لڑکپن میں اسے پالا پوسا، پر یہ کیوں بھول جاتی ہے کہ اس کی جائداد تیرے ہاتھ میں تھی؟"

دھنیا نے سمجھا کہ سب کے سب مل کر مجھے نیچا دکھانا چاہتے ہیں۔

www.urduchannel.in

پس چونکھی لڑائی لڑنے کے لئے تیار ہوگئی "اچھا تم رہنے دو، لالا! میں سب کو پہچانتی ہوں۔ اس گانوں میں رہتے ہیں برس ہو گئے۔ ایک ایک کی نس نس پہچانتی ہوں۔ میں گالی دے رہی ہوں اور وہ پھول برسا رہا ہے، کیوں؟"

دولاری سیٹھانی نے آگ پر گھی ڈالا "سچ ہی بڑی گال وراج (زبان دراز) عورت ہے بھائی، مردوں کے منہ لگتی ہے۔ ہوری ہی جیسا مرد ہے کہ اس کا نباہ ہوتا ہے، دوسرا ہوتا تو ایک دن نہ پٹتی۔"

اگر ہیرا اس وقت ذرا نرم پڑ جاتا تو اس کی فتح ہو جاتی، لیکن وہ گالیاں سن کر آپے سے باہر ہو گیا۔ اوروں کو اپنی طرف دیکھ کر وہ کچھ شیر ہو رہا تھا۔ گلا پھاڑ کر بولا "چلی جا میرے دروازے سے، نہیں جوتوں سے بات کروں گا۔ جھونٹا پکڑ کر اکھاڑ لوں گا۔ گالی دیتی ہے ڈاین؟ بیٹے کا گھمنڈ ہو گیا۔ کھون (خون) ...."

پانسہ پلٹ گیا۔ ہوری کا خون جوش میں آ گیا۔ جیسے بارود میں چنگاری پڑ گئی ہو۔ آگے آ کر بولا "اچھا، بس، اب چپ ہو جاؤ ہیرا! اب نہیں سنا جاتا۔ میں اس عورت کو کیا کہوں؟ جب میری پیٹھ میں دھول لگتی ہے تو اسی کے کارن۔ نہ جانے کیوں اس سے چپ نہیں رہا جاتا۔"

چاروں طرف سے ہیرا پر بوچھاڑ پڑنے لگی۔ داتا دین نے بے غیرت کہا، پٹیشری نے غنڈا بنایا، جھنگری سنگھ نے شیطان کا لقب دیا، دلاری نے کپوت کہا۔ ایک کڑے لفظ نے دھنیا کا پلّہ ہلکا کر دیا تھا۔ دوسرے کڑے لفظ نے ہیرا کو پستی میں ڈال دیا۔ اس پر ہوری کے

www.urduchannel.in

سنجیدہ الفاظ نے رہی سہی کسر بھی پوری کردی۔

ہیرا سنبھل گیا۔ کُل گاؤں اس کے خلاف ہوگیا ہے، اب چپ رہنے ہی میں خیریت ہے۔ غصے کے تیز نشے میں بھی اس میں اتنا ہوش باقی تھا۔

دھنیا کا کلیجہ دونا ہوگیا۔ ہوری سے بولی "سُن لو کان کھول کے۔ بھائیوں کے لئے مرتے رہتے ہو۔ یہ بھائی ہیں؟ ایسے بھائی کا تو منہ نہ دیکھے۔ یہ مجھے جوتوں سے مارے گا۔ کھلا پلا........"

ہوری نے ڈانٹا "پھر کیوں بک بک کرنے لگی تو؟ گھر کیوں نہیں جاتی؟"

دھنیا زمین پر بیٹھ گئی اور فریاد کے لہجے میں بولی "اب تو اس کے جوتے کھا کر گھر جاؤں گی جرا (ذرا) اس کی مردی دیکھ لوں۔ کہاں ہے گوبر؟ اب کس دن کام آوے گا؟ تو دیکھ رہا ہے بیٹا کہ تیری ماں کو جوتے مارے جا رہے ہیں۔"

اس طرح فریاد کرکے اس نے اپنے غصے کے ساتھ ہوری کے غصے کو بھی عملی صورت دے دی۔ آگ کو پھونک کر اس میں لپٹ پیدا کردی، ہیرا ہارا ہوا سا پیچھے ہٹ گیا تھا۔ پنی اس کا ہاتھ پکڑ کر گھر کی طرف کھینچ رہی تھی۔ یکایک دھنیا نے شیرنی کی طرح جھپٹ کر ہیرا کو اس زور کا دھکا دیا کہ وہ دھم سے زمین پر گر پڑا اور بولی "کہاں جاتا ہے؟ جوتے مار جوتے! دیکھوں تیری مردی!"

www.urduchannel.in

(۵)

اُدھر گوبر کھانا کھا کر اہیرن ٹولہ جا پہنچا۔ آج جھنیا سے اس کی بہت باتیں ہوئی تھیں۔ جب وہ گائے لے کر چلا تھا تو جھنیا آدھے راستہ تک اس کے ساتھ آئی تھی۔ گوبر تنہا گائے کو کیسے لے جاتا؟ اجنبی کے ساتھ جانے میں اُس کا بھڑکنا قدرتی تھا۔ کچھ دور چلنے کے بعد جھنیا نے گوبر کو بھید بھری نگاہوں سے دیکھ کر کہا: "اب تم کاہے کو کبھی یہاں آؤگے؟"

ایک روز پہلے تک گوبر کنوارا تھا۔ گاؤں میں جتنی نوجوان عورتیں تھیں وہ یا تو اس کی بہنیں تھیں یا بھاوجیں۔ بہنوں سے تو کوئی چھیڑ چھاڑ ہو ہی کیا سکتی تھی، بھاوجیں البتہ کبھی کبھی اُس سے ٹھٹھولی کیا کرتی تھیں مگر یہ محض تفریحاً ہوتا تھا۔ ان کی نگاہوں میں ابھی اس کے شباب میں صرف پھول لگے۔ جب تک پھل نہ لگ جائیں اس پر ڈھیلے پھینکنا بے کار تھا۔ اور کسی طرف سے حوصلہ افزائی نہ پاکر اُس کا کنوارپن اس کے گلے سے لپٹا ہوا تھا۔ جھنیا کا محرومِ دل جیسے بھاوجوں کے طنز و مذاق نے اور بھی خواہشمند بنا دیا تھا، اس کے کنوارے پن ہی پر للچا اٹھا اس کنوارے پن میں بھی پتے کے کھڑکتے ہی کسی سوتے ہوئے شکاری جانور کی طرح شباب جاگ اُٹھا۔

گوبر نے کھلے منچلے پن کے ساتھ کہا: "اگر بھکاری کو ملنے کا آسرا ہو تو وہ دن بھر اور رات بھر داتا کے دوارے پر کھڑا رہے۔"

جھنیا معترضانہ لہجے میں بولی: "تو یہ کہو کہ تم بھی مطلب کے یار ہو۔"

گوبر کی رگوں کا خون متحرک ہوا تھا، بولا: "بھوکا آدمی اگر ہاتھ پھیلائے

www.urduchannel.in

تو اُسے چھما کر دینا چاہیئے۔"

جھنیا اور گہرے اتری بھکاری جب تک دس دَر وا بے نہ جائے اس کا پیٹ کیسے بھرے گا؟ ایسے بھکاریوں کو منہ نہیں لگاتی، ایسے تو گلی گلی ملتے ہیں۔ پھر بھکاری دینا کیا ہے؟ اسیس! اسیسوں سے تو کسی کا پیٹ نہیں بھرتا۔"

کم فہم گوبر جھنیا کا مطلب نہ سمجھ سکا۔ جھنیا چھوٹی ہی سی تھی، جب ہی سے گاہکوں کے گھر دودھ لے کر جایا کرتی تھی۔ سسرال میں بھی اسے گاہکوں کے گھر دودھ پہنچانا پڑتا تھا۔ آج کل بھی دہی بیچنے کا بار اسی پر ہے۔ اسے طرح طرح کے انسانوں سے سابقہ پڑ چکا تھا۔ دو چار روپئے اس کے ہاتھ لگ جاتے تھے، گھڑی بھر کے لئے دل بہلاؤ بھی ہو جاتا تھا مگر یہ خوشی جیسے منگنی کی چیز ہو۔ اس میں اُمید نہ تھی، ایثار نہ تھا، اختیار نہ تھا۔ وہ ایسی محبت چاہتی تھی جس کے لئے وہ جیئے اور مرے، جس پر وہ خود کو قربان کردے! وہ صرف جگنو کی چمک نہیں بلکہ چراغ کی مستقل روشنی چاہتی تھی۔ وہ ایک گرست کی لڑکی تھی اور اس کے گرست پن کو رنگین مزاجوں کی لگاوٹیں کچل نہ سکی تھیں۔

گوبر نے پرشوق تبسرے سے کہا "بھکاری کو ایک ہی دوارے پر بھر پیٹ بھیک مل جائے تو کیوں دَر دَر گھومے؟"

جھنیا نے رحم سے اس کی طرف دیکھا کتنا بھولا ہے، جیسے کچھ سمجھتا ہی نہیں، بولی "بھکاری کو ایک جگہ بھر پیٹ کہاں ملتا ہے؟ اسے تو مٹھی ہی بھر ملے گا۔ سب کچھ تو جب ہی پاؤگے جب اپنا بھی سب کچھ دو گے۔"

"میرے پاس کیا ہے، جھنیا؟"

تمھارے پاس کچھ نہیں ہے؟ میں تو سمجھتی ہوں کہ میرے لئے تمھارے

www.urduchannel.in

پاس جو کچھ ہے وہ بڑے بڑے لکھپتی لوگوں کے پاس بھی نہیں۔ مجھ سے بھیک نہ مانگ کر بھجے مول لے سکتے ہو۔"

گوبر حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

جھنیا نے پھر کہا "اور جانتے ہو دام کیا دینا ہوگا؟ میرا ہو کر رہنا پڑے گا پھر کسی کے آگے ہاتھ پھیلاتے دیکھوں گی تو گھر سے نکال دوں گی۔"

گوبر کو جیسے اندھیرے میں ٹٹولتے ہوئے چاہی ہوئی چیز مل گئی۔ ایک عجیب خوف بھری خوشی سے اس کا عضو عضو بھڑک اٹھا۔ مگر یہ کیسے ہوگا جھنیا کو رکھ لے تو رکھنی (مدخولہ) کو لے کر گھر میں رہے گا کیسے؟ برادری کا جھنجھٹ تو ہے۔ سارا گانوں کائیں کائیں کرنے لگے گا۔ سب ہی دشمن ہو جائیں گے۔ اماں تو اسے گھر میں گھسنے ہی نہ دیں گے۔ مگر جب عورت ہو کر یہ نہیں ڈرتی تو مرد ہو کر وہ کیوں ڈرے؟ بہت ہوگا لوگ اسے الگ کر دیں گے۔ وہ الگ ہی رہے گا۔ جھنیا جیسی عورت گانوں میں دوسری کون ہے؟ کتنی سمجھ داری کی باتیں کرتی ہے۔ کیا جانتی نہیں کہ میں اس کے لائک (لائق) نہیں ہوں؟ پھر بھی مجھ سے محبت کرتی ہے، میری ہونے کو راجی (راضی) ہے۔ گانوں والے نکال دیں گے تو کیا دنیا میں دوسرا گانوں ہی نہیں ہے؟ اور گانوں کیوں چھوڑے؟ ماتا دین نے چمارن رکھ لی تو کسی نے کیا کر لیا؟ داتا دین دانت پیس کر رہ گئے۔ داتا دین نے اتنا ضرور کیا کہ اپنا دھرم بچا لیا۔ اب بھی بنا اسنان (اشنان) پوجا کئے منہ میں پانی نہیں ڈالتے، دونوں جون اپنا کھانا آپ پکاتے ..... ہیں اور اب تو الگ کھانا بھی نہیں پکاتے؛ داتا دین اور وہ ساتھ بیٹھ کر کھاتے ہیں۔ جھنگڑی سنگھ نے بامنی (برہمنی) رکھ لی، ان کا کسی نے کیا کر لیا؟ ان کا جتنا آدر تب تھا

www.urduchannel.in

اتنا اب بھی ہی ٹکہ اور اذھک پہلے نوکری کھوجتے پھرتے تھے، اب اس کے روپیے سے مہاجن بن بیٹھے۔ ٹھکرائی کا رعب تو تھا ہی، مہاجنی کا رعب بھی جم گیا۔ مگر پھر خیال آیا کہ کہیں جھنیا ہنسی نہ کر رہی ہو، پہلے اس کا اطمینان ہو جانا ضروری تھا۔

اس نے پوچھا "من سے کہتی ہو جھونا کہ کھالی (خالی) لالچ دے رہی ہو؟ میں تو تمھارا ہو چکا اب تم بھی میری ہو جاؤ گی؟"

"تم میرے ہو چکے؟ کیسے جانوں؟"

"تم جان بھی مانگو تو دے دوں۔"

"جان دینے کا مطلب بھی سمجھتے ہو؟"

"تم سمجھا دو نا۔"

"جان دینے کا مطلب ہے ساتھ رہ کر نباہ کرنا۔ ایک بار ہاتھ پکڑ کر عمر بھر نباہ کرتے رہنا، چاہے دنیا کچھ کہے، چاہے ماں باپ، بھائی بند، گھر دوار سب کچھ چھوڑنا پڑے۔ منہ سے جان دینے والے بہتوں کو دیکھ چکی بھونروں کی طرح پھول کا رس لے کر اڑ جاتے ہیں۔ تم بھی تو اسی طرح نہ اڑ جاؤ گے؟"

گوبر کے ہاتھ میں گائے کی رسی تھی۔ دوسرے ہاتھ سے اس نے جھنیا کا ہاتھ پکڑ لیا۔ جیسے بجلی کے تار پر ہاتھ پا گیا ہو، سارا بدن شباب کے اولین مس سے کانپ اٹھا۔ کتنی نرم و نازک اور بھری ہوئی کلائی! جھنیا نے اس کا ہاتھ ہٹایا نہیں، جیسے اس چھونے کی اس کے نزدیک کوئی اہمیت ہی نہ ہو۔ پھر لمحہ بھر بعد سنجیدگی سے بولی۔ آج تم نے میرا ہاتھ پکڑا ہے یاد رکھنا۔"

"خوب یاد رکھوں گا جھونا اور مرتے دم تک نباہوں گا۔"

www.urduchannel.in

جھنیا بے اعتباری کی مسکراہٹ سے بولی: اسی طرح تو سب کہتے ہیں گوبر، بلکہ اس سے بھی میٹھے چکنے شبدوں (لفظوں) میں، اگر من میں کپٹ ہو تو مجھے بتا دو۔ ہشیار ہو جاؤں۔ ایسوں کو دل نہیں دیتی، ان سے تو ہنس بول لینے ہی کا ناتا رکھتی ہوں۔ برسوں سے دودھ لے کر ہاٹ جاتی ہوں۔ ایک سے ایک بابو، مہاجن، ٹھاکر، وکیل، عملے افسر اپنی چاہ دکھا کر مجھے پھنسا لینا چاہتے ہیں۔ کوئی چھاتی پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہے جھنیا ترسا مت" کوئی مجھے نسیلی چتون سے گھورتا ہے جیسے پریم کے مارے بے سدھ ہو گیا ہو۔ کوئی گہنے سب میری گلامی (غلامی) کرنے کو تیار رہتے ہیں، عمر بھر، بلکہ دوسرے جنم میں بھی! پر میں ان سبھوں کی نس پہچانتی ہوں۔ سب کے سب بھونرے ہیں، رس لے کر اڑ جانے والے۔ میں بھی انھیں لبھاتی ہوں، ترچھی نگاہوں سے دیکھتی ہوئی، مسکاتی ہوں، وہ مجھے گدھی بناتے ہیں۔ میں انھیں الو بناتی ہوں۔ میں مر جاؤں تو ان کی آنکھوں میں آنسو نہ آئے گا، وے مر جائیں تو میں کہوں گی کہ اچھا ہوا، مر گیا۔ میں تو جس کی ہو جاؤنگی اس کی جنم بھر کے لئے ہو جاؤں گی، سکھ میں، دکھ میں، سمپت میں، بپت میں، اسی کے ساتھ رہوں گی، ہرجائی نہیں ہوں کہ سب سے ہنستی بولتی پھروں۔ نہ روپئے کی بھوکی ہوں، نہ گہنے کپڑے کی، بس بھلے آدمی کا ساتھ چاہتی ہوں جو مجھے اپنا سمجھے اور جسے میں بھی اپنا سمجھوں، ایک پنڈت جی بہت تلک چھاپا لگاتے ہیں۔ ادھ سیر دودھ لیتے ہیں ایک دن ان کی گھر والی کہیں نیوتے میں گئی تھی۔ مجھے کیا معلوم؟ اور دنوں کی طرح دودھ لئے بھیتر چلی گئی۔ وہاں پکارتی ہوں، بہوجی! بہوجی! کوئی بولتا ہی نہیں۔ اتنے میں دیکھتی ہوں تو پنڈت جی باہر کے کواڑ بند کئے

www.urduchannel.in

چلے آرہی ہیں۔ میں سمجھ گئی کہ اس کی نیت بُری ہے۔ میں نے ڈانٹ کر پوچھا تم نے کواڑ کیوں بند کر لیے؟ بہوجی کہیں گئی ہیں کیا؟ گھر میں سناٹا کیوں ہے؟"

اس نے کہا: "وہ ایک نیوتے میں گئی ہیں۔" اور میری طرف دو ڈگ (قدم) اور بڑھ آیا۔"

میں نے کہا: "تمھیں دودھ لینا ہو تو لو، نہیں میں جاتی ہوں۔" بولا "آج تو تم یہاں سے نہ جانے پاؤگی جھونا رانی! روج رمج (روز روز) کلیجے پر چھری چلا کر بھاگ جاتی ہو۔ آج میرے ہاتھ سے نہ بچوگی۔"

تم سے سچ کہتی ہوں گوبر، میرے روئیں کھڑے ہو گئے۔

گوبر جوش میں بولا: "میں بچہ کو دیکھ پاؤں تو کھود کر گاڑ دوں، کھون (خون) پی لوں۔ تم مجھے دکھا تو دینا۔"

"سنو تو، ایسوں کا منہ توڑنے کے لئے میں ہی بہت ہوں میری چھاتی دھک دھک کرنے لگی۔ یہ کچھ کر بیٹھے تو کیا کروں گی؟ کوئی چلانا بھی نہ سنے گا۔ پر من میں یہ پکا کر لیا تھا کہ میری دیہہ (بدن) چھوئی تو دودھ بھری ہانڈی اس کے منہ پر پٹک دوں گی۔ چار پانچ سیر دودھ جائےگا جائے، بچہ کو یاد تو ہو جائے گا۔ کلیجہ کڑا کر کے بولی اس پھیر میں نہ رہنا پنڈت جی! میں آہیر کی لڑکی ہوں، مونچھ کا ایک ایک بال چنوا لوں گی۔ یہی لکھا ہے تمھارے پوتھی پترے میں کہ دوسروں کی بہو بیٹی کو اپنے گھر میں بند کر کے اس کی آبرو لو؟ اسی لئے تلک چھاپے کا جال بچھائے بیٹھے ہو؟ لگا ہاتھ جوڑنے، پاؤں پڑنے، بولا، ایک جانے والے کا من رکھ لوگی تو تمھارا کیا بگڑ جائے گا جھونا رانی؟ کبھی کبھی گریبوں (غریبوں) پر دیا کیا کرو، نہیں بھگوان پوچھیں گے کہ میں نے

www.urduchannel.in

تمہیں اتنا روپ کا دھن دیا تھا، تم نے اس سے ایک برہمن کا اپکار بھی نہیں کیا، تو کیا جواب دو گی؟ بولو! روپئے پیسے کا دان تو سدا ہی پاتا ہوں، آج، روپ کا دان دو۔

میں نے یونہی اس کا من پرکھنے کو کہہ دیا کہ میں پچاس روپئے لوں گی سچ کہتی ہوں گوبر کہ وہ اسی دم کوٹھری میں گیا اور دس دس کے پانچ نوٹ دہیں گرا دئے اور دروازے کی طرف چلی تو اس نے میرا ہاتھ تھام لیا میں تو پہلے ہی سے تیار تھی، ہانڈی اس کے منہ پر دے ماری، سر سے پیر تک سرابور ہو گیا۔ چوٹ بھی بہت لگی، سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور لگا ہائے ہائے کرنے میں نے دیکھا کہ اب یہ کچھ نہیں کر سکتا تو پیٹھ میں دو لاتیں جما دیں اور کواڑ کھول کر بھاگی۔"

گوبر قہقہہ لگا کر بولا "بہت اچھا کیا تم نے دودھ سے نہا گیا ہوگا۔ تلک چھاپا بھی دھل گیا ہوگا۔ مونچھیں بھی کیوں نہیں اکھاڑ لیں؟"

دوسرے دن میں اسکے گھر گئی۔ گھر والی آ گئی۔ وہ اپنے بیٹھکے میں سر پر پٹی باندھے پڑا تھا میں نے کہا، کہو تو کل کی تمہاری کرتوت کھول دوں پنڈت! لگا ہاتھ جوڑنے۔ میں نے کہا، اچھا تھوک کر چاٹو تو چھوڑ دوں۔ دھرتی پر ماتھا ٹیک کر کہنے لگا، اب میری آبرو تمہارے ہاتھ ہے۔ جھونا، یہی سمجھ لو کہ پنڈت تانی مجھے جنیا نہ چھوڑیں گی۔ مجھے بھی اس پر دیا آ گئی۔"

گوبر کو یہ دیا بُری لگی، بولا "یہ تم نے کیا کیا؟ اس کی عورت سے جا کر کہہ کیوں نہ دیا کہ جوتوں سے پیٹتی۔ ایسے پکھنڈیوں پر دیا نہ کرنی چاہئے۔

www.urduchannel.in

تم مجھے کل اس کی صورت دکھا دو، پھر دیکھنا کیسی مرمت کرتا ہوں۔"

جھنیا نے اس کے ادھ کھلے شباب کو دیکھ کر کہا" تم اسے نہ پاؤ گے پورا دیو ہے، سینت میت کا مال اڑاتا ہے کہ نہیں۔"

گوبر اپنے شباب کی یہ تحقیر کیسے برداشت کرتا؟ ڈینگ مار کر بولا" موٹے ہونے سے کیا ہوتا ہے؟ یہاں پولاد (فولاد) کی ہڈیاں ہیں۔ تین سو ڈنڈ روج (روز) مارتا ہوں۔ دودھ گھی نہیں ملتا۔ نہیں تو اب تک سینہ یوں نکل آیا ہوتا" یہ کہہ کر اس نے اپنا سینہ تان کر دکھلایا۔

جھنیا نے تقویت بھری آنکھوں سے دیکھا، بولی،" اچھا کبھی دکھا دوں گی پر یہاں تو سب ہی ایک سے ہیں، تم کس کس کی مرمت کروگے؟ نہ جانے مردوں کی کیا عادت ہے کہ جہاں کوئی جوان، سندر عورت دیکھی اور بس لگے گھورنے، چھاتی پیٹنے اور یہ جو بڑے آدمی کہلاتے ہیں یہ تو نرے لچالی ہوتے ہیں۔"

پھر میں تو کوئی سندری بھی نہیں ہوں......"

گوبر نے احتجاج کیا" تم! تمھیں دیکھ کر تو یہی جی چاہتا ہے کہ کلیجہ میں بٹھالیں۔"

جھنیا نے اس کی پیٹھ پر ایک ہلکا سا گھونسا جمایا" لگے اوروں کی طرح تم بھی چاپلوسی کرنے۔ میں جیسی کچھ ہوں، میں جانتی ہوں، پر ان لوگوں کو تو کوئی بھی جوان عورت مل جائے، گھڑی بھر من بہلانے کو اور کیا چاہیئے؟ گن تو آدمی اس میں دیکھتا ہے جس کے ساتھ جنم بھر نباہ کرنا ہو سنتی بھی ہوں اور دیکھتی بھی ہوں کہ آج کل بڑے گھروں کا عجب حال ہے جس محلے میں میری سسرال ہے اسی میں گپڑو گپڑو نام کے کاسیمری

www.urduchannel.in

(کشمیری) رہتے تھے۔ بڑے بھاری آدمی تھے۔ ان کے یہاں پانچ سیر دودھ لگتا تھا اُن کے تین لڑکیاں تھیں۔ کوئی بیس بیس، پچیس پچیس برس کی، ایک سے ایک سُندر۔ تینوں بڑے کالج میں پڑھنے جاتی تھیں۔ ایک سا یہت (شاید) کالج میں پڑھاتی تھی اور تین سو کا مہینہ پاتی تھی۔ ستار وے سب بجاویں ہارمونیا وے سب بجاویں، ناچیں وے، گاویں وے، پر بیاہ کوئی نہ کرتی تھی۔ رام جانے وہ کسی مرد کو پسند نہیں کرتی تھیں کہ مرد ان ہی کو پسند نہیں کرتے تھے، ایک بار میں نے بڑی بی بی سے پوچھا تو ہنس کر بولیں کہ ہم لوگ یہ روگ نہیں پالتے۔ پر بھیتر ہی بھیتر گلچھرّے اُڑاتی تھیں۔ جب دیکھوں دو چار لونڈے اُن کو گھیرے ہوئے ہیں۔ جو سب سے بڑی تھی وہ تو کوٹ پتلون پہن کر گھوڑے پر سوار ہو کر مردوں کے ساتھ گھومنے جاتی۔ سارے سہر میں ان کی لیلا کا چرچا تھا۔ گیڈو بابو سر نیچا کئے جیسے منھ میں کالکھ سی لگائے رہتے تھے۔ لڑکیوں کو ڈانٹتے تھے، سمجھاتے تھے، وے سب کی سب کھُلم کھُلا کہتی تھیں کہ تمہیں ہمارے بیچ میں بولنے کا کچھ مجال نہیں ہے، ہم اپنے من کی رانی ہیں، جو ہمارا جی چاہے گا کریں گی۔ بیچارا باپ جوان جوان لڑکیوں سے کیا بولے؟ مارنے باندھنے سے رہا، ڈانٹنے ڈپٹنے سے رہا۔ پڑھائی، بڑے آدمیوں کی باتیں کون چلا دے؟ وہ جو کچھ کریں سب ٹھیک ہے۔ انھیں نہ برادری اور پنچایت کا بھی ڈر نہیں ہے۔ میری سمجھ میں تو یہی نہیں آتا کہ کسی کا روج روج (روز روز) من کیسے بدل جاتا ہے۔ کیا آدمی گائے بکری سے بھی گیا بیتا ہو گیا؟ پر کسی کو برا نہیں کہتی، بھائی من تو جیسا بناؤ ویسا بنتا ہے۔ ایسوں کو بھی دیکھتی ہوں۔ جنھیں سدا کی دال روٹی کے

www.urduchannel.in

بعد کبھی کبھی منہ کا سواد (ذائقہ) بدلنے کے لئے حلوا پوری بھی چاہئے اور ایسوں کو بھی دیکھتی ہوں جنھیں گھر کی روٹی دال دیکھ کر جوڑی آتی ہے۔ کچھ بچاریاں ایسی بھی ہیں جو اپنی دال روٹی ہی میں مگن رہتی ہیں، حلوا پوری سے انھیں کوئی مطلب نہیں۔ میری دونوں بھاوجوں ہی کو دیکھو۔ ہمارے بھائی کا سے کپڑے نہیں ہیں۔ دس جوانوں میں ایک جوان ہیں پر بھاوجوں کو نہیں بھاتے۔ انھیں تو وہ چاہئے جو سونے کی بالیاں بنوائے۔ مہین ساڑیاں لادے اور روز چاٹ کھلاوے بالیاں اور ساڑیاں اور مٹھائیاں مجھے بھی کم اچھی نہیں لگتیں مگر جو کہو کہ اس کے لئے اپنی لاج بیچ پھروں تو بھگوان اس سے بچائیں ایک کے ساتھ روکھا سوکھا کھا کر عمر کاٹ دینا، بس اپنا تو یہی راگ ہے۔ بہت کرکے تو مرد ہی عورتوں کو بگاڑتے ہیں۔ جب مرد ادھر ادھر تاک جھانک کرے گا تو عورت بھی آنکھیں لڑائے گی۔ مرد دوسری عورت کے پیچھے دوڑے گا تو عورت بھی دوسرے مرد کے پیچھے دوڑے گی۔ مرد کا ہرجائی ہونا عورت کو بھی اتنا ہی برا لگتا ہے جتنا عورت کا مرد کو۔ یہی سمجھ لو۔ میں نے تو اپنے آدمی سے صاف صاف کہدیا تھا کہ اگر تم ادھر ادھر لپکے تو میرے بھی جو جی میں آوے گا کروں گی۔ جو یہ چاہو کہ تم تو اپنے من کی کرو اور عورت کو مار کے ڈر سے اپنے بس میں رکھو تو یہ نہ ہوگا۔ تم کھلے کھجانے (خزانے) کرتے ہو وہ چھپ کر کرے گی۔ تم اسے جلا کر سکھی نہیں رکھ سکتے!!

گوبر کے لئے یہ ایک نئی دنیا کی باتیں تھیں۔ محو ہو کر سن رہا تھا کبھی کبھی تو آپ ہی آپ اس کے پانوں رک جاتے، پھر چیت کر چلنے لگتا

www.urduchannel.in

جھنیا نے پہلے اُسے اپنے روپ پر موہ لیا تھا، آج اُس نے اور تجربے سے بھری باتوں اور اپنی عصمت پروری کے ذکر سے اُسے اپنا گرویدہ بنا لیا۔ ایسے رُوپ، گُن اور گیان والی عورت اُسے مل جائے تو دھنیہ بھاگ! پھر وہ کیوں پنچایت اور برادری سے ڈرے؟

جھنیا نے جب دیکھ لیا کہ اس کا رنگ گہرا جم گیا تو سینے پر ہاتھ رکھ کر زبان کو دانتوں سے کاٹتی ہوئی بولی۔

"ارے یہ تو تمہارا گانوں آ گیا! تم بھی بڑے چالاک ہو، مجھے کہا بھی نہیں کہ لوٹ جاؤ۔"

یہ کہہ کر وہ لوٹ پڑی۔

گوبر نے اصرار سے کہا "چھن (لمحہ) بھر کے لئے میرے گھر کیوں نہیں چلتی؟ اماں بھی تو دیکھ لیں۔"

جھنیا نے شرم سے آنکھیں چُرا کر کہا "تمہارے گھر یوں نہ جاؤنگی مجھے تو یہی اچرج ہوتا ہے کہ میں اتنی دور کیسے آ گئی۔ اچھا بتاؤ، اب کب آؤ گے؟ رات کو میرے درواجے (دروازے) پر اچھی سنگت ہو گی۔ چلے آنا۔ میں اپنے پچھواڑے ملوں گی۔"

"اور جو نہ ملیں؟"

"تو لوٹ آنا۔"

"تو پھر میں نہ آؤں گا۔"

"آنا پڑے گا۔ نہیں تو کہے دیتی ہوں، ہاں!"

"تم بھی بچن دو کہ ملو گی۔"

"میں بچن (نہیں دیتی)"

www.urduchannel.in

"تو میں بھی نہیں آتا!"

"میری بلا سے!"

جھنیا انگوٹھا دکھا کر چل دی۔ پہلی ہی ملاقات میں دونوں ایک دوسرے پر اپنا اپنا اقتدار قائم کر چکے تھے۔ جھنیا جانتی تھی کہ وہ آئے گا؟ گوبر جانتا تھا کہ وہ ملے گی، کیسے نہ ملے گی؟ جب وہ تنہا گائے کو ہانکتا ہوا چلا تو ایسا معلوم ہوا کہ گویا وہ بہشت سے گر پڑا ہے۔

www.urduchannel.in

(۶)

جیٹھ کی گرم شام سمری کی سڑکوں اور گلیوں میں پانی کے چھڑکاؤ سے سرد و شاداب ہو رہی تھی۔ شامیانے کے چاروں طرف پھولوں اور پودوں کے گملے سجا دیے گئے تھے اور بجلی کے پنکھے چل رہے تھے۔ رائے صاحب اپنے کارخانے میں بجلی بنوا لیتے تھے۔ اُن کے سپاہی پیلی وردیاں پہنے اور نیلے صافے باندھے عوام پر رعب جماتے پھرتے۔ نوکر سفید کرتے پہنے اور زعفرانی رنگ کی پگڑیاں باندھے مہمانوں اور مکھیوں کی خاطر و مدارت کر رہے تھے۔ اُسی وقت ایک موٹر صدر دروازے کے سامنے آکر رکا اور اس میں سے تین اصحاب اُترے۔ وہ جو کھدر کا کرتا اور چپل پہنے ہوئے تھے، انکا نام پنڈت اونکارناتھ ہے۔ آپ بجلی نامے روزنامہ کے مشہور و معروف اڈیٹر ہیں جنھیں دیش کی چنتا نے گھلا ڈالا ہے۔ دوسرے صاحب جو کوٹ پتلون میں ہیں، وہ ہیں تو وکیل، مگر وکالت نہ چلنے کے سبب ایک بیمہ کمپنی کی دلالی کرتے ہیں اور تعلقداروں کو مہاجنوں اور بینکوں سے قرض دلانے میں وکالت سے کہیں زیادہ کمائی کر لیتے ہیں۔ انکا نام ہے شیام بہاری تنخا اور تیسرے صاحب جو ریشمی اچکن اور چست پاجامہ پہنے ہوئے ہیں مسٹر بی مہتا یونیورسٹی میں فلسفے کے پروفیسر ہیں۔ یہ تینوں صاحب رائے صاحب کے ہم سبقوں میں ہیں اور شگون کے جلسے میں مدعو ہوتے ہیں۔ آج سارے علاقے کے آسامی آئیں گے اور شگون کے روپے نذر کریں گے۔ رات کو دھنش یگیہ ہوگا اور مہمانوں کی دعوت ہوگی ہوری نے پانچ روپے شگون کو دیدیئے ہیں اور ایک گلابی مرضائی پہنے، گلابی پگڑی باندھے، گھٹنے تک کاچھنی کاچھے، ہاتھ میں ایک کھرپی لئے اور چہرے پر پاؤڈر ملے راجہ جنک کا مالی بن گیا ہے۔ اور گھمنڈ سے اتنا پھول اٹھا ہے گویا کل جلسہ

www.urduchannel.in

اُسی کی بدولت ہو رہا ہے۔

رائے صاحب نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔ دوہرے بدن کے اونچے آدمی تھے گٹھا ہوا جسم، بارونق چہرہ، بلند پیشانی، گورا رنگ، اس پر ریشمی چادر خوب پھب رہی تھی۔

پنڈت اونکار ناتھ نے پوچھا "آج کون سا ناٹک کھیلنے کا ارادہ ہے؟ میری دلچسپی کی تو یہاں وہی ایک چیز ہے۔"

رائے صاحب نے تینوں اصحاب کو خیمے کے سامنے کرسیوں پر بٹھاتے ہوئے کہا: "پہلے تو دھنش یگیہ ہوگا اور پھر اس کے بعد ایک مزاحیہ ڈرامہ، ناٹک تو کوئی اچھا نہ ملا۔ کوئی اتنا لمبا کہ شاید پانچ گھنٹوں میں نہ ختم ہو اور کوئی اتنا مشکل کہ شاید یہاں ایک آدمی بھی اس کا مطلب نہ سمجھے۔ آخر میں نے خود ایک مزاحیہ ناٹک لکھ ڈالا جو دو گھنٹوں میں پورا ہو جائے گا۔"

اونکار ناتھ کو رائے صاحب کی ڈرامہ نگاری میں بہت شک تھا۔ اُنکا خیال تھا کہ ذہانت تو غریبی ہی میں چمکتی ہے، چراغ کی طرح جو اندھیرے ہی میں اپنی روشنی ظاہر کرتا ہے۔ بے پروائی سے منہ پھیر لیا، جسے چھپانے کی بھی انھوں نے کوشش نہیں کی۔

مسٹر تنخا ان بیکار باتوں میں نہ پڑنا چاہتے تھے۔ مگر پھر بھی رائے صاحب کو دکھا دینا چاہتے تھے کہ اس کے متعلق انھیں کچھ کہنے کا حق ہی بولے: "ناٹک کوئی بھی اچھا ہو سکتا ہے اگر اس کے ایکٹر اچھے ہوں۔ عمدہ سے ناٹک برے ایکٹروں کے ہاتھ میں پڑ کر برا ہو سکتا ہے جب تک اسٹیج پر تعلیم یافتہ ایکٹریسیں نہیں آتیں ہمارے ناٹکی فن کا ادھار نہیں ہو سکتا۔ ابکے تو آپ نے کونسل میں سوالوں کی دھوم مچا دی میں تو دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ کسی ممبر کا رکارڈ اتنا شاندار نہیں ہے۔"

www.urduchannel.in

فلسفہ کے پروفیسر مسٹر مہتا اس تعریف کو سہ نہ سکتے تھے مخالفت تو کرنا چاہتے تھے مگر اصول کی آڑ لے کر انھوں نے حال ہی میں ایک کتاب کئی سال کی محنت سے لکھی تھی اس کی جتنی شہرت ہونی چاہیے تھی اس کا عشرِ عشیر بھی نہ ہوئی تھی جس سے وہ بہت مغموم ہوتے تھے بولے بھئی، میں سوالوں کا قائل نہیں ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہماری زندگی ہمارے اصولوں کے مطابق ہو آپ کسانوں کے بہی خواہ ہیں، انھیں انواع و اقسام کی مراعات دینا چاہتے ہیں، زمینداروں کے اختیارات چھین لینا چاہتے ہیں بلکہ انھیں تو آپ سماج کی نحوست کہتے ہیں، مگر پھر بھی آپ زمیندار ہیں، ویسے ہی زمیندار جیسے ہزاروں اور ہیں اگر آپ کا خیال ہے کہ کسانوں کے ساتھ رعایت ہونی چاہیے تو پہلے آپ خود شروع کریں۔ کسانوں کو نذرانہ لئے بغیر پٹے لکھ دیں، بیگار بند کر دیں، اضافہ لگان سے درگذر کریں، چراگاہیں چھوڑ دیں مجھے ان لوگوں سے ذرا بھی ہمدردی نہیں ہے جو باتیں تو کرتے ہیں کمیونسٹوں کی سی، مگر زندگی ہے رئیسوں کی سی، اتنی ہی عیش پسندی اور خود غرضی سے معمور!"

رائے صاحب کو صدمہ ہوا۔ وکیل صاحب کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ ایڈیٹر صاحب کے منہ پر کالکھ سی لگ گئی۔ وہ خود اشتراکیت کے پجاری تھے مگر براہِ راست گھر میں آگ نہ لگانا چاہتے تھے۔

تنکھا نے رائے صاحب کی وکالت کی "میں سمجھتا ہوں کہ رائے صاحب کا اپنے اسامیوں کے ساتھ جتنا اچھا سلوک ہے ویسا ہی اگر سبھی زمیندار کریں تو یہ سوال ہی باقی نہ رہے۔"

مہتا نے ہتھوڑے کی دوسری چوٹ جمائی "مانتا ہوں آپ کا اپنے اسامیوں کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ ہے، مگر سوال تو یہ ہے کہ اس میں خود غرضی ہے یا نہیں؟ اس کا ایک سبب کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ دھیمی آنچ میں کھانا ذائقہ دار پکتا ہے؟

www.urduchannel.in

گرُڑ سے مارنے والا زہر سے مارنے والے کی بہ نسبت کہیں زیادہ کامیاب ہو سکتا ہے۔ میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ ہم یا تو سوشلسٹ ہیں یا نہیں ہیں۔ ہیں، تو ویسا برتیں بھی، ورنہ بکنا چھوڑ دیں۔ میں نقلی زندگی کے خلاف ہوں۔ اگر گوشت کھانا اچھا سمجھتے ہو تو علانیہ کھاؤ، بُرا سمجھتے ہو تو نہ کھاؤ۔ یہ تو میری سمجھ میں آتا ہے مگر اچھا سمجھنا اور چھپ کر کھانا، یہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میں اسے بزدلی بھی کہتا ہوں اور مکاری بھی جو در اصل ایک ہی ہیں ''۔

رائے صاحب ایک صحبت یافتہ آدمی تھے، توہین اور صدمے کو صبر اور فراخدلی سے سہنے کی انھیں مہارت تھی۔ کچھ پس و پیش میں پڑ کر بولے "تم آپ کا خیال بالکل ٹھیک ہے مہتا جی! آپ جانتے ہیں کہ میں آپ کی صاف گوئی کی کتنی قدر کرتا ہوں۔ مگر آپ یہ بھول جاتے ہیں کہ دوسری مسافتوں کی طرح خیالوں کی سافت میں بھی منزلیں ہوتی ہیں، اور آپ ایک منزل کو چھوڑ کر دوسری منزل میں نہیں جا سکتے۔ انسانی زندگی کی تاریخ اس کا ایک بیّن ثبوت ہے۔ میری پرورش اس ماحول میں ہوئی ہے جہاں بادشاہ خدا ہے اور زمیندار خدا کا ہمشیر ہے۔ میرے والد مرحوم اسامیوں پر اتنی دیا کرتے تھے کہ پالے سوکھے میں کبھی نصف اور کبھی پورا لگان معاف کر دیتے تھے اپنے ذخیرے سے اناج نکال کر اسامیوں کو کھلا دیتے تھے۔ گھر کے زیور بیچ کر لڑکیوں کے بیاہ میں مدد دیتے تھے مگر یہ سب اُسی وقت تک جب رعایا انھیں سرکار اور دھرماوتار کہتی رہے، انھیں اپنا دیوتا سمجھ کر ان کی پوجا کرتی رہے۔ رعایا کو پالنا اُن کا سناتن دھرم تھا مگر اختیار کے نام پر وہ کوڑی کا دندانہ بھی چھوڑ کر دینا نہ جانتے تھے۔ میں اُسی ماحول میں پلا ہوں اور مجھے فخر ہے کہ میں عملاً خواہ کچھ نہ کر سکا ہوں مگر ارادوں میں اُن سے آگے بڑھ گیا ہوں۔ اور یہ ماننے لگا ہوں کہ جب تک کسانوں کو یہ رعایتیں اختیاری شکل میں نہ ملیں گی اس وقت تک صرف نیک

www.urduchannel.in

خیالی کی بنیاد پر ان کی حالت میں سُدھار نہیں ہو سکتا۔ اپنی خوشی سے بے غرض بن جانا تو مستثنیات میں سے ہے۔ میں خود اچھا خیال رکھتے ہوئے بھی اپنا سُوارتھ نہیں چھوڑ سکتا اور چاہتا ہوں کہ ہمارے طبقے کو حکومت کی طاقت اور طرزِ عمل کے ذریعے سے اپنا سوارتھ چھوڑ دینے کے لئے مجبور کر دیا جائے۔ اسے آپ بزدلی کہیں گے میں مجبوری کہتا ہوں۔ میں یہ مانتا ہوں کہ کسی کو بھی دوسروں کی محنت پر موٹے ہونے کا حق نہیں ہے۔ دوسروں کے بل پر جینا انتہائی بے غیرتی ہے۔ کام کرنا جملہ جانداروں کا دھرم ہے۔ سماج کی وہ تقسیم تدوین جس میں کچھ لوگ مفت مزے اڑائیں اور بیشتر آدمی مر کھپا کریں، کبھی راحت بخش نہیں ہو سکتی۔ پونجی اور تعلیم جسے میں پونجی ہی کا ایک پہلو سمجھتا ہوں، ان کا گڑھ جتنی جلد ٹوٹ جائے اتنا ہی اچھا جنھیں پیٹ کو روٹی میسر نہیں ان کے افسر دس دس پانچ پانچ ہزار پاتے رہیں۔ یہ ہنسنے کے قابل ہے اور شرم کے بھی! اس نظام نے ہم زمینداروں میں کتنی عیش پسندی، کتنی بدچلنی، کتنی غلامی اور کتنی بے شرمی بھر دی ہے، یہ میں خوب جانتا ہوں مگر میں ان ہی وجوہ سے اس کی مخالفت نہیں کرتا۔ میرا تو یہ کہنا ہے کہ اپنے سُوارتھ کے خیال سے بھی اس کی حمایت نہیں کی جا سکتی۔ اس شان کو نبھانے کے لئے ہمیں اپنے ضمیر کا اتنا خون کرنا پڑتا ہے کہ ہم میں خودداری کا نام بھی نہیں رہ گیا ہے۔ ہم اپنے اسامیوں کو لوٹنے کے لئے مجبور ہیں۔ اگر افسروں کو قیمتی قیمتی ڈالیاں نہ دیں تو باغی سمجھے جائیں اور شان و شوکت سے نہ رہیں تو کنجوس کہلائیں۔ انقلابی تحریک کی ذرا سی آہٹ پا کر ہم کانپ اٹھتے ہیں اور افسروں کے پاس فریاد لے کر دوڑتے ہیں کہ ہمیں بچائیے۔ ہمیں اپنے پر اعتبار نہیں رہا۔ اور نہ ہم میں مردانگی ہی رہ گئی ہے۔ ہماری حالت ان بچوں کی سی ہے جنھیں چمچے سے دودھ پلا کر پالا جاتا ہے، دیکھنے میں موٹے مگر واقعی کمزور، بے بس اور محتاج!"

مہتا نے تالی بجا کر کہا "ہیر! ہیر! (سنو سنو) آپ کی زبان میں جتنی عقل ہے

www.urduchannel.in

کاش اس کی نصف بھی دماغ میں ہوتی! افسوس یہی ہے کہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی آپ اپنے خیالات پر عمل نہیں کر سکتے۔"

اونکار ناتھ بولے "اکیلا چنا بھاڑ نہیں پھوڑ سکتا، مسٹر مہتا! ہمیں وقت کے ساتھ چلنا بھی ہے اور اسے اپنے ساتھ چلانا بھی۔ بُرے ہی کاموں میں مدد کی ضرورت نہیں ہوتی، اچھے کاموں کے لئے بھی مدد کی اتنی ہی ضرورت ہے۔ آپ ہی کیوں آٹھ سو روپے مہینے ہڑپ کرتے ہیں جبکہ آپ کے کروڑوں بھائی صرف آٹھ روپے میں اپنا نباہ کر رہے ہیں؟"

رائے صاحب نے ظاہرا افسوس لیکن باطنی اطمینان سے ایڈیٹر صاحب کو دیکھا اور بولے "شخصی باتوں کی تنقید نہ کیجئے، ایڈیٹر صاحب! ہم یہاں سماج کے نظام پر غور کر رہے ہیں۔"

مسٹر مہتا ویسے ہی ٹھنڈے دل سے بولے "نہیں، میں اُسے بُرا نہیں سمجھتا۔ سماج شخصوں سے بنتا ہے اور شخص کو بھول کر ہم کسی نظام پر غور نہیں کر سکتے اس لئے اتنی تنخواہ لیتا ہوں کہ میرا اس نظام پر اعتقاد نہیں ہے۔"

ایڈیٹر صاحب کو حیرت ہوئی "اچھا تو آپ موجودہ نظام کے حامی ہیں؟"

میں اس اصول کا حامی ہوں کہ دنیا میں چھوٹے بڑے ہمیشہ رہیں گے اور انھیں ہمیشہ رہنا چاہئے۔ اسے مٹانے کی کوشش کرنا بنی نوع انسان کی تباہی کا موجب ہوگا۔"

کشتی کا جوڑ بدل گیا۔ رائے صاحب الگ کھڑے ہو گئے اور ایڈیٹر صاحب اکھاڑے میں اُترے "آپ اس بیسویں صدی میں اعلیٰ ادنیٰ کا فرق مانتے ہیں؟"

www.urduchannel.in

جی ہاں، مانتا ہوں، اور بڑے زوروں سے مانتا ہوں۔ جس مت کو آپ مانتے ہیں وہ بھی تو کوئی نیا مت نہیں ہے۔ جب سے انسان میں خودی کا ارتقاء ہوا جب ہی سے اس مت کا جنم ہوا۔ بدھ اور افلاطون اور عیسیٰ سب ہی سماج میں مساوات کے مبلغ تھے۔ یونان اور روم اور شام سب ہی نے اس کی آزمائش کی مگر غیر قدرتی ہونے کے سبب کبھی وہ دیرپا نہ رہ سکی۔"

"آپ کی باتیں سن کر مجھے تعجب ہوتا ہے۔"

"تعجب نادانی کا دوسرا نام ہے۔"

میں آپ کا شکرگذار ہوں گا، اگر آپ اس پر مضامین کا کوئی سلسلہ شروع کر دیں۔"

"جی! میں اتنا احمق نہیں ہوں۔ اچھی رقم دلائیے تو البتہ۔"

"آپ نے اصول ہی ایسا لیا ہے کہ علانیہ عوام کو لوٹ سکتے ہیں۔"

"مجھ میں اور آپ میں فرق اتنا ہی ہے کہ میں جو کچھ مانتا ہوں اس پر عمل کرتا ہوں اور آپ لوگ مانتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ۔ دولت کو آپ کسی بے انصافی کے ذریعے برابر پھیلا سکتے ہیں، مگر عقل، کردار، خوب صورتی، ذہانت اور طاقت کو برابر پھیلا دینا تو آپ کی سکت سے باہر ہے۔ چھوٹے بڑے کا فرق صرف دولت ہی سے نہیں ہوتا۔ میں نے بڑے بڑے دولت مندوں کو فقیروں کے سامنے گھٹنے ٹیکتے دیکھا ہے اور آپ نے بھی دیکھا ہوگا حسن کے چوکھٹ پر بڑے بڑے راجے ناک رگڑتے ہیں۔ کیا یہ تمدنی افتراق نہیں ہے؟ آپ روس کی مثال دیں گے۔ وہاں اس کے سوا اور کیا ہے کہ مل کے مالک نے سرکاری نوکر کا روپ لے لیا ہے؟ عقل پہلے

www.urduchannel.in

بھی حکومت کرتی تھی اور آگے بھی ہمیشہ کرے گی۔"

طشتری میں پان آ گئے۔ تبھی، رائے صاحب نے مہمانوں کو پان، الائچی دیتے ہوئے کہا "عقل اگر خود غرضی سے بری ہو تو ہمیں اس کا اقتدار ماننے میں کوئی عذر نہیں ہے۔ سوشلزم کا یہی معیار ہے۔ ہم سادھو مہاتماؤں کے سامنے اسی لیے سر جھکاتے ہیں کہ ان میں تیاگ (ترک) کا بل ہے۔ اسی طرح ہم عقل کے ہاتھ میں اختیار بھی دینا چاہتے ہیں، وقار بھی اور لیڈری بھی مگر دولت کبھی نہیں۔ عقلی اختیار اور وقار شخص کے ساتھ رخصت ہو جاتا ہے لیکن اس کی دولت بس ہونے کے سبب اس کے بعد اور بھی طاقتور ہو جاتی ہے۔ عقل کے بغیر کوئی سماج نہیں چل سکتا۔ ہم تو صرف اس بچھو کا ڈنک توڑنا چاہتے ہیں۔"

دوسرا موٹر آ پہنچا اور مسٹر کھنّا اترے جو ایک بینک کے منیجر اور شکر مل کے منیجنگ ڈائرکٹر ہیں۔ دو عورتیں بھی ان کے ساتھ تھیں۔ رائے صاحب نے ان دونوں کو اتارا۔ وہ جو کھدر کی ساڑھی پہنے ہوئے بہت متین دوراندیش سی ہیں، مسز کھنّا کی بیوی کامنی کھنّا ہیں۔ دوسری جو اونچی ایڑی کا بوٹ پہنے ہوئے ہیں اور جن کے حسین چہرے سے ہنسی پھوٹی پڑتی ہے، مس مالتی ہیں جو انگلستان سے ڈاکٹری پڑھ آئی ہیں اور اب پریکٹس کرتی ہیں۔ تعلقداروں کے محلوں میں ان کی بڑی آمدورفت ہے۔ آپ نئے جگ کی مجسم مورت ہیں۔ نازک اندام مگر شوخی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی، جھجک کا کہیں نام بھی نہیں۔ وضع میں مکمل، بلا کی حاضر جواب مردانہ جذبات کی ماہر، کھیل کود کو زندگی کا ماحصل سمجھنے والی، لبھانے اور رجھانے کے فن میں طاق، جہاں روح کا مقام ہے وہاں ظاہرداری جہاں

www.urduchannel.in

دل کی جگہ ہے وہاں ناز و انداز، دلی جذبات پر اچھا قابو جس میں رغبت یا خواہش کا فقدان سا ہو گیا ہے!

آپ نے مسٹر مہتا سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا "سچ کہتی ہوں، آپ صورت سے فلسفی معلوم ہوتے ہیں۔ اس نئی کتاب میں آتما کے ماننے والوں کو اُدھیڑ کر رکھ دیا ہے، پڑھتے پڑھتے کئی بار دل میں آیا کہ آپ سے لڑ جاؤں۔ فلاسفروں میں ہمدردی کیوں نہیں ہوتی؟"

مہتا صاحب جھینپ گئے۔ کنوارے تھے اور نئے جگ کی عورتوں سے پناہ مانگتے تھے۔ مردوں کی جماعت میں خوب چہکتے تھے مگر جیوں ہی کوئی عورت آئی اور آپ کی زبان بند ہوئی۔ جیسے عقل پر قفل لگ جاتا تھا عورتوں سے مہذبانہ سلوک تک کرنے کا ہوش نہ رہتا تھا۔

مسٹر کھنا نے پوچھا "فلاسفروں کی صورت میں کیا خاص بات ہوتی ہے، دیوی جی؟"

مالتی نے مہتا کی طرف رحم سے دیکھ کر کہا "مہتا جی بُرا نہ مانیں تو بتادوں۔"

کھنا صاحب مس مالتی کے پرستاروں میں سے تھے۔ جہاں مس مالتی جائیں وہاں کھنا کا پہنچنا لازمی تھا۔ ان کے آس پاس بھونرے کی طرح منڈلاتے رہتے تھے۔ ہر وقت ان کی یہی خواہش رہتی تھی کہ مالتی سے زیادہ سے زیادہ وہی بولیں اور اس کی نگاہ زیادہ سے زیادہ ان ہی پر رہے۔

کھنا نے آنکھ جھپکا کر کہا "فلسفی کسی کی بات کا بُرا نہیں مانتے اُن میں یہی تو وصف ہے۔"

www.urduchannel.in

"تو سنئے۔ فلسفی ہمیشہ مردہ دل ہوتے ہیں۔ جب دیکھئے اپنے خیالوں میں غرق بیٹھے ہیں! آپ کی طرف تاکیں گے مگر آپ کو دیکھیں گے نہیں، آپ ان سے باتیں کئے جائیں لیکن وہ کچھ سنیں گے نہیں، جیسے خلا میں اڑ رہی ہوں۔"

سب لوگوں نے قہقہہ لگایا، مہتا صاحب گویا زمین میں گڑ گئے!

"آکسفورڈ میں میرے فلسفہ کے پروفیسر مسٹر ہسبنڈ تھے........"

کھنا نے ٹوکا "نام تو نرالا ہے۔"

"جی ہاں، اور تھے کنوارے........"

"مسٹر مہتا بھی تو کنوارے......"

"یہ روگ سبھی فلاسفروں کو ہوتا ہے۔"

اب مہتا کو موقع ملا، بولے "آپ بھی تو اسی مرض میں مبتلا ہیں۔"

میں نے عہد کیا ہے کہ کسی فلاسفر ہی سے شادی کروں گی اور یہ طبقہ شادی کے نام سے گھبراتا ہے۔ ہسبنڈ صاحب عورت کو دیکھ کر گھر میں چھپ جاتے تھے۔ ان کے شاگردوں میں کئی لڑکیاں تھیں۔ اگر ان میں سے کوئی کبھی کچھ پوچھنے کے لئے ان کے دفتر میں چلی جاتی تو آپ ایسے گھبرا اٹھتے جیسے کوئی شیر آ گیا ہو۔ ہم لوگ انھیں خوب چھیڑتے تھے۔ مگر تھے بے چارے بڑے ہی سادہ مزاج۔ کئی ہزار کی آمدنی تھی مگر میں نے انھیں سدا ایک ہی سوٹ پہنے دیکھا ان کی ایک بیوہ بہن تھی۔ وہی ان کے گھر کا سارا انتظام کرتی تھی۔ مسٹر ہسبنڈ کو تو کھانے پینے کی فکر ہی نہ رہتی تھی۔ ملنے والوں کے ڈر سے

www.urduchannel.in

کمرے کا دروازہ بند کرکے لکھا پڑھا کرتے تھے۔ کھانے کا وقت آجاتا تو ن کی بہن آہستہ اندر کے دروازے سے ان کے پاس جاکر ان کی کتاب کردیتی تھی۔ جب ہی انھیں معلوم ہوتا تھا کہ کھانے کا وقت آگیا۔ رات کو بھی کا وقت مقرر تھا۔ ان کی بہن کمرے کی بتی بجھا دیا کرتی۔ ایک دن بہن کتاب بند کرنا چاہا تو آپ نے اسے دونوں ہاتھ سے دبا لیا اور بہن ئی میں زور آزمائی ہونے لگی۔ آخر بہن ان کی پہیئے دار کرسی کو کھینچ کر کھانے کمرے میں لے گئی۔"

رائے صاحب بولے "مگر مہتا صاحب تو بڑے خلیق اور خوش مزاج ورنہ اس ہنگامے میں کیوں آتے ؟"

"تو آپ فلاسفر نہ ہوں گے۔ جب اپنے تفکرات سے ہمارے سر یں درد ہونے لگتا ہے تو پھر دنیا بھر کی فکر سر پر سوار کرکے کوئی کیسے خوش رہ سکتا ہے ؟"

اُدھر ایڈیٹر صاحب مسز کھنا صاحبہ سے اپنی مالی پریشانیوں کی داستان رہے تھے "بس یوں سمجھئے شریمتی جی کہ ایڈیٹر کی زندگی ایک طویل فریاد جسے سُن کر لوگ رحم کے عوض کانوں پر ہاتھ دھر لیتے ہیں۔ بے چارہ اپنا بھلا کر سکتا ہے نہ دوسروں کا۔ پبلک اس سے اُمید تو یہی رکھتی ہے ہر تحریک میں وہ سب سے آگے رہے، جیل جائے، مار کھائے۔ گھر کا ل اسباب قُرق کرائے، یہ اس کا فرض سمجھا جاتا ہے، مگر اس کی مشکلات طرف کسی کو توجہ نہیں۔ ہو تو وہ سب کچھ، اسے ہر علم و فن کا ماہر ہی ہونا چاہیئے مگر اسے زندہ رہنے کا حق نہیں۔ آپ تو آج کل کچھ لکھتی ی نہیں۔ خوش نصیبی سے آپ کی خدمت کرنے کا جو تھوڑا بہت موقع مجھے

www.urduchannel.in

مل سکتا ہے اس سے آپ مجھے کیوں محروم رکھتی ہیں؟"

شریمتی کمنا کو شعر گوئی کا شوق تھا۔ اس ناتے سے ایڈیٹر صاحب کبھی کبھی ان سے مل آیا کرتے تھے۔ لیکن گھر کے کام دھندوں میں لگے رہنے کے سبب ادھر بہت دنوں سے وہ کچھ لکھ نہ سکی تھیں۔ سچ بات تو یہ ہے کہ ایڈیٹر صاحب ہی نے انھیں حوصلہ دلا کر شاعر بنایا تھا۔ فطری ذکاوت ان میں بہت کم تھی۔

"کیا لکھوں؟ کچھ سوجھتا ہی نہیں! آپ نے کبھی مس مالتی سے کچھ لکھنے کو نہیں کہا؟"

ایڈیٹر صاحب نے بے رخی سے کہا "ان کا وقت قیمتی ہے، کامنی دیوی لکھتے تو وہ لوگ ہیں جن کے دل میں کچھ درد ہے، پریم ہے، لگن ہے، اور گیان ہے، جنھوں نے دولت اور عیش و عشرت کو زندگی کا مقصد بنا لیا وہ کیا لکھیں گے؟"

کامنی نے حسد آمیز تمسخر سے کہا: "اگر آپ اُن سے لکھا سکیں تو آپ کے اخبار کی اشاعت دو نی ہو جائے۔ لکھنؤ میں تو ایسا کوئی طبیعت دار نہیں ہے جو آپ کا گاہک نہ بن جائے۔"

"اگر دولت میری زندگی کا مقصد ہوتی تو آج میں اس حالت میں نہ ہوتا۔ مجھے بھی دھن کمانے کا ڈھنگ معلوم ہے۔ آج چاہوں تو لاکھوں کما سکتا ہوں۔ مگر یہاں تو دولت کو کبھی کچھ سمجھا ہی نہیں۔ ادبی خدمت میری زندگی کا مقصد ہے اور رہے گا۔"

"کم سے کم میرا نام تو گاہکوں میں لکھا دیجیے۔"

"آپ کا نام گاہکوں میں نہیں، مربیوں میں لکھوں گا۔"

www.urduchannel.in

"مُربّوں میں رانیوں مہارانیوں کو رکھئے جن کی ذرا سی خوشامد کرکے آپ اپنے اخبار کو نفع کی چیز بنا سکتے ہیں۔"

"میری رانی مہارانی آپ ہی ہیں، تو آپ کے سامنے کسی رانی مہارانی کی حقیقت نہیں سمجھتا جس میں دیا اور گیان ہے وہ میری رانی مہارانی ہے، خوشامد سے مجھے نفرت ہے۔"

کامنی نے چٹکی لی "لیکن میری خوشامد تو آپ کر رہے ہیں، ایڈیٹر صاحب"

ایڈیٹر نے متانت سے عقیدت بھرے لہجے میں کہا "یہ خوشامد نہیں ہے شریمتی جی! دل کے سچے جذبات ہیں۔"

رائے صاحب نے پکارا "ایڈیٹر صاحب ذرا ادھر آئیے گا، مس مالتی آپ سے کچھ کہتی ہیں۔"

ایڈیٹر کی وہ سب اکڑ غائب ہو گئی، عجز و انکسار کی صورت بنے ہوئے جا کر کھڑے ہو گئے۔ مالتی نے انھیں ترحم انگیز نظروں سے دیکھ کر کہا "میں ابھی کہہ رہی تھی کہ دنیا میں مجھے سب سے زیادہ ڈر ایڈیٹروں سے لگتا ہے۔ آپ لوگ جسے چاہیں ایک منٹ میں بگاڑ دیں۔ مجھی سے چیف سکریٹری صاحب نے ایک دفعہ کہا "اگر میں اس بلاڈی اونکارناتھ کو جیل میں بند کر سکوں تو خود کو خوش نصیب سمجھوں۔"

اونکارناتھ کی بڑی بڑی مونچھیں تن گئیں اور آنکھوں میں غرور کی چمک آ گئی۔ یوں وہ بڑے متحمل مزاج آدمی تھے، مگر یہ سن کر ان کی مردانگی متحرک ہو جاتی تھی۔ استقلال کے لہجے میں بولے "اس مہربانی کے لئے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس بزم میں اپنا ذکر تو ہوتا ہے، خواہ کسی طرح ہو، آپ سکریٹری صاحب سے کہہ دیجئے گا کہ اونکارناتھ ان آدمیوں میں نہیں

www.urduchannel.in

ہیں جوان گیدڑ بھبکیوں سے ڈر جائیں۔ اس کا قلم اسی وقت رکے گا جب اس کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس نے بے انصافی اور ظلم کو جڑ سے کھود کر پھینک دینے کا تہیہ کر لیا ہے۔"

مس مالتی نے اور اکسایا۔" مگر آپ کا یہ وطیرہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جب آپ معمولی خوش اطواری سے حکام کی مدد حاصل کر سکتے ہیں تو کیوں ان سے کنی کاٹتے ہیں؟ اگر آپ اپنی تنقیدوں میں آگ اور زہر ذرا کم کر دیں تو میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں آپ کو سرکار سے کافی مدد دلا سکتی ہوں۔ پبلک کو تو آپ نے دیکھ لیا، اس سے اپیل کی، اس کی خوشامد کی، اپنی مشکلیں کہیں، مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اب ذرا حکام کو بھی آزما دیکھئے۔ تیسرے مہینے آپ موٹر پر نہ چلنے لگیں اور سرکاری دعوتوں میں مدعو نہ ہونے لگیں تو مجھے آپ جتنا چاہے کوسیئے گا۔ تب یہی رئیس اور نیشنلسٹ جو آپ کی پروا نہیں کرتے آپ کے مکان کا طواف کریں گے۔"

اونکار ناتھ نے گھمنڈ سے کہا۔" یہی تو میں نہیں کر سکتا دیوی جی، میں نے اپنے اصولوں کو ہمیشہ بلند اور پاک رکھا ہے اور جیتے جی ان کی حفاظت کروں گا۔ دولت کے پجاری تو گلی گلی ملیں گے، میں اصول کے پجاریوں میں ہوں۔"

"میں اسے مکر کہتی ہوں۔"

"آپ کی خوشی۔"

"دھن کی آپ کو پروا نہیں ؟"

"اصولوں کا خون کر کے نہیں۔"

"تو آپ کے اخبار میں بدیسی چیزوں کے اشتہار کیوں ہوتے

www.urduchannel.in

ہیں؟ میں نے کسی بھی اور اخبار میں اتنے بدیسی اشتہار نہیں دیکھے۔ آپ بنتے تو ہیں بڑے اصول پرست، مگر اپنے نفع کے لئے دیس کا دھن بدیس بھیجتے ہوئے آپ کو ذرا بھی رنج نہیں ہوتا۔ آپ کسی دلیل سے اپنے اس طرز کو حق بجانب نہیں قرار دے سکتے۔"

اونکار ناتھ کے پاس سچ مچ کوئی جواب نہ تھا۔ انھیں بغلیں جھانکتے دیکھ کر رائے صاحب نے ان کی مدد کی: "تو آخر آپ کیا چاہتی ہیں؟ اِدھر سے بھی مارے جائیں اور اُدھر سے بھی مارے جائیں تو اخبار کیسے چلے گا؟"

مس مالتی نے رحم کرنا نہ سیکھا تھا بولی: "اخبار نہیں چلتا تو بند کر دیجیے۔ اپنا اخبار چلانے کے لئے آپ کو بدیسی چیزوں کے پرچار کا کوئی حق نہیں ہے۔ اگر آپ مجبور ہیں تو اصول کا ڈھونگ چھوڑیئے میں تو اصول پرست اخباروں کو دیکھ کر جل اٹھتی ہوں۔ جی چاہتا ہے کہ دیا سلائی دکھا دوں۔ جو شخص قول و فعل میں یکسانیت نہیں رکھتا وہ اور چاہے جو کچھ ہو اصول پرست نہیں ہے۔"

مہتا کھل اُٹھے، ذرا دیر قبل انھوں نے خود اسی خیال کو پیش کیا تھا۔ انھیں معلوم ہوا کہ اس عورت میں سوچنے کی سکت بھی ہے۔ یہ صرف تتلی نہیں ہے۔ تامّل دور ہو گیا۔ بولے: "یہی بات میں ابھی کہہ رہا تھا قول فعل میں یکسانیت کا نہ ہونا ہی دغا ہے، مکّاری ہے۔"

مالتی خوش ہو کر بولی: "تو اس بارے میں آپ اور ہم ایک ہیں، تو میں بھی فلاسفر ہونے کا دعویٰ کر سکتی ہوں؟"

کھنا کی زبان کھجلا رہی تھی بولے: "آپ کا ایک ایک عضو فلسفے میں ڈوبا ہوا ہے۔"

www.urduchannel.in

مالتی نے اُن کی راس کھینچی: "اچھا آپ کو بھی فلسفے میں دخل ہے! میں تو سمجھی تھی کہ آپ بہت پہلے اپنے فلسفے کو گنگا جی کے حوالے کر بیٹھے ورنہ آپ اتنے بینکوں اور کمپنیوں کے ڈائرکٹر نہ ہوتے۔"

رائے صاحب نے کھنا کو سہارا دیا: "تو کیا آپ سمجھتی ہیں کہ فلاسفروں کو ہمیشہ فاقہ مست رہنا چاہیئے؟"

"جی ہاں، فلاسفر اگر رغبت پر فتح نہ پا سکے تو فلاسفر کیسا؟"

"اس لحاظ سے تو شاید مہتا صاحب بھی فلاسفر نہ ٹھہریں۔"

مہتا نے آستین سی چڑھا کر کہا: "میں نے تو کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا، رائے صاحب! میں تو اتنا ہی جانتا ہوں کہ جن اوزاروں سے لوہا کام کرتا ہے ان اوزاروں سے سنار نہیں کرتا۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ آم بھی اسی حالت میں پھولے پھلے جیسے ببول یا تاڑ؟ میرے لئے دولت صرف اُن آسانیوں کا نام ہے جن میں میں اپنی زندگی کو بامعنی بنا سکوں۔ دولت میرے لئے بڑھنے اور پھولنے پھلنے والی چیز نہیں بلکہ صرف ذریعہ ہے۔ مجھے دولت کی بالکل خواہش نہیں، آپ صرف ویسے ذرائع مہیا کریں۔ جن سے میں اپنی زندگی کو کام کی چیز بنا سکوں۔"

اونکارناتھ سوشلسٹ تھے، شخصی فضیلت کو کیسے مان سکتے تھے؟

"اسی طرح ہر مزدور کہہ سکتا ہے کہ اسے کام کرنے کی آسانیوں کی غرض سے ایک ہزار ماہوار کی ضرورت ہے۔"

"اگر آپ سمجھتے ہیں کہ اس مزدور کے بغیر آپ کا کام نہیں چل سکتا تو آپ کو وہ آسانیاں دینی پڑیں گی۔ اگر وہی کام دوسرا مزدور کم مزدوری میں کر دے تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ پہلے مزدور کی خوشامد کریں۔"

www.urduchannel.in

اگر مزدوروں کے ہاتھ میں اختیار ہوتا تو مزدوروں کے لئے عورت اور شراب بھی اتنی ہی ضروری ہو جائیں جتنی فلاسفروں کے لئے ؟"

"تو آپ یقین کیجئے میں ان سے حسد نہ کرتا۔"

"جب آپ کی زندگی بامعنی ہونے کے لئے عورت اس قدر ضروری ہے تو آپ شادی کیوں نہیں کر لیتے ؟"

مہتاب نے بے تامل کہا: "اسی لئے کہ میں سمجھتا ہوں کہ آزادانہ عیش کوشی روح کے ارتقا میں رکاوٹ نہیں ڈالتی۔ شادی تو روح اور زندگی کو پنجرے میں بند کر دیتی ہے۔"

کھنا نے تائید کی "پابندی اور نفس کشی پرانی تھیوریاں ہیں، نئی تھیوری ہے آزادانہ عیش کوشی۔"

مالتی نے چوٹی پکڑی "تو اب مسز کھنا کو طلاق کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔"

"طلاق کا بل پاس تو ہو۔"

"شاید اس کا اولین استعمال آپ ہی کریں گے ؟"

کامنی نے مالتی کی طرف زہر آلود نگاہوں سے دیکھا اور منہ سکیڑ لیا گویا کہہ رہی ہوں "کھنا تمھیں مبارک رہیں مجھے پروا نہیں۔"

مالتی نے مہتا کی طرف دیکھ کر کہا: "اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے مسٹر مہتا ؟"

مہتا متین بن گئے۔ وہ کسی مسئلے پر اپنی رائے دیتے تھے تو گویا اپنی کل جان اسی میں ڈال دیتے تھے۔ بولے: "بیاہ کو میں سماجی سمجھوتہ سمجھتا ہوں جسے رد کرنے کا اختیار نہ مرد کو ہے، نہ عورت کو۔ سمجھوتہ کرنے سے پہلے

www.urduchannel.in

آپ آزاد ہیں مگر اس کے بعد آپ کے ہاتھ کٹ جاتے ہیں۔"

"تو آپ طلاق کے خلاف ہیں۔ کیوں؟"

"بالکل"

"اور آزادانہ عیش پرستی والا اصول؟"

"وہ ان کے لئے ہے جو بیاہ نہیں کرنا چاہتے"

"اپنی روح کا کامل ارتقا، سب ہی چاہتے ہیں، پھر بیاہ کون کرے۔ اور کیوں کرے؟"

"اسی لئے کہ آزادی سب ہی چاہتے ہیں، مگر ایسے بہت کم ہیں جو لالچ کو روک سکیں"

"آپ بہتر کسے سمجھتے ہیں ازدواج کو یا تجرد کو؟"

"سماجی اعتبار سے ازدواج کو اور شخصی نقطہ خیال سے تجرد کو"

دھنش یگیہ کا وقت قریب تھا۔ دس سے ایک بجے تک دھنش یگیہ اور ایک سے تین بجے تک ناٹک، یہ پروگرام تھا۔ کھانے کی تیاری شروع ہوئی۔ مہمانوں کے لئے بنگلے میں الگ الگ رہنے کا انتظام تھا۔

کھنا صاحب اور ان کی پارٹی کے لئے دو کمرے تھے اور بھی کتنے ہی مہمان آ گئے تھے۔ سب ہی اپنے اپنے کمرے میں گئے اور کپڑے بدل بدل کر دسترخوان پر جا بیٹھے۔ یہاں چھوت چھات کا کوئی ذکر نہ تھا۔ سب ہی ذات کے لوگ ایک ساتھ کھانا کھانے بیٹھے صرف اونکار ناتھ ایڈیٹر سب سے الگ کمرے میں پھلاہار کرنے چلے گئے اور کامنی کے سر میں درد تھا۔ پس اس نے کھانے سے انکار کر دیا تھا۔ کھانے کے وقت مہمانوں کی تعداد پچیس سے کم نہ تھی۔ شراب بھی تھی، گوشت بھی تھا۔ اس جلسے کے لئے

www.urduchannel.in

رائے صاحب عمدہ قسم کی شراب خاص طور پر تیار کراتے تھے۔ گوشت بھی کئی طرح کا پکتا تھا۔ کوفتہ، کباب اور پلاؤ۔ مُرغ، بکرا، ہرن، تیتر، بیٹر، جسے جو پسند ہو، کھائے۔

کھانا شروع ہو گیا تو مالتی نے پوچھا: ایڈیٹر صاحب کہاں گئے؟" کسی کو بھیجئے رائے صاحب، کہ انھیں پکڑ لائے۔" رائے صاحب نے کہا "وہ ویشنو ہیں، انھیں یہاں بلا کر کیوں بے چارے کا دھرم بگاڑو گی۔ بڑا ہی دھرم کرم والا آدمی ہے۔"

"اجی اور کچھ نہ سہی، تماشا تو رہے گا۔"

یکایک ایک صاحب کو اس نے دیکھ کر پکارا "آپ بھی تشریف رکھتے ہیں، مرزا خورشید! اچھا، یہ کام آپ کے سپرد۔ آپ کی لیاقت کا امتحان ہو جائے گا۔"

مرزا خورشید گورے چٹے آدمی تھے، بھوری مونچھیں، نیلی آنکھیں دوہرا بدن، چاند پر کے بال صفاچٹ۔ چھ کلیا اچکن اور چوڑی دار پاجامہ پہنتے تھے۔ اوپر سے ہیٹ لگا لیتے تھے۔ کونسل کے ممبر تھے، مگر وہاں بیشتر اوقات خرّاٹے ہی لیتے رہتے تھے۔ رائے دینے کے وقت چونک پڑتے تھے اور نیشنلسٹوں کی طرف سے بول دیتے تھے۔ صوفی تھے، دو بار حج کر آئے تھے مگر شراب خوب پیتے تھے۔ کہتے تھے کہ جب ہم خدا کا ایک حکم بھی کبھی نہیں مانتے تو دین کے لئے کیوں جان دیں؟ بڑے پُر مذاق اور لاابالی انسان تھے۔ پہلے بصرے میں ٹھیکے کا کام کرتے تھے۔ لاکھوں کمائے مگر شامت اعمال کہ ایک میم سے آشنائی کر بیٹھے۔ مقدمے بازی ہوئی، جیل جاتے جاتے بچے۔ چھ بیس گھنٹے کے اندر ملک سے نکل جانے کا

www.urduchannel.in

حکم ہوا۔ جو کچھ جہاں تھا وہیں چھوڑا اور صرف پچاس ہزار لے کر بھاگ کھڑے ہوئے بمبئی میں ان کے ایجنٹ تھے، سوچا تھا کہ ان سے حساب کتاب کرلیں گے اور جو کچھ نکلے گا اسی میں زندگی کاٹ دیں گے۔ مگر ایجنٹوں نے جعل کرکے ان سے وہ پچاس ہزار بھی اینٹھ لئے۔ مرزا صاحب وہاں سے لکھنؤ چلے۔ گاڑی میں ایک مہاتما سے ملاقات ہوئی۔ مہاتما نے انھیں سبز باغ دکھا کر ان کی گھڑی، انگوٹھیاں اور روپئے سب اڑا دیئے۔ بےچارے لکھنؤ پہنچے تو جسم کے کپڑوں کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ رانی صاحبہ سے دیرینہ مراسم تھے۔ کچھ ان کی مدد سے کچھ اور دوستوں کی مدد سے ایک جوتے کی دوکان کھول لی۔ جواب لکھنؤ کی سب سے زیادہ چلتی ہوئی دوکان تھی۔ چار پانچ سو روزانہ کی بکری تھی۔ عوام کو ان پر جتنا ہی اعتقاد تھا اتنا اعتقاد ہوگیا تھا کہ ایک بڑے بھاری مسلم تعلقدار کو نیچا دکھا کر کونسل میں پہنچ گئے تھے۔ اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے بولے "جی نہیں، میں کسی کا دین نہیں لینا چاہتا۔ یہ کام آپ کو خود کرنا چاہیئے۔ مزا تو جب ہے کہ آپ انھیں شراب پلا کر چھوڑیں۔ یہ آپ کے معجزہ حسن کی آزمائش ہوگی۔"

چاروں طرف سے آوازیں آئیں "ہاں، ہاں، مس مالتی! آج اپنا کمال دکھایئے۔"

مالتی نے مرزا کو للکارا "کچھ انعام دوگے؟"

"سو روپئے کی تھیلی۔"

"ہش، سو روپئے! لاکھ روپئے کا دھرم بگاڑوں سو روپئے کے لئے؟"

"اچھا آپ خود اپنی فیس بتایئے؟"

"ایک ہزار، کوڑی کم نہیں۔"

www.urduchannel.in

"اچھا منظور۔"

"جی نہیں لاکر مہتا صاحب کے ہاتھ میں رکھ دیجیے۔"

مرزا صاحب نے فوراً سو روپئے کا نوٹ جیب سے نکالا اور اسے دکھاتے ہوئے کھڑے ہوکر بولے۔" بھائیو! یہ ہم سب مردوں کی عزت کا معاملہ ہے، اگر مس مالتی کی نہ پوری ہوئی تو ہمارے لئے کہیں منہ دکھانے کی جگہ نہ رہے گی اگر میرے پاس روپئے ہوتے تو میں مس مالتی کی ایک ایک ادا پر ایک ایک لاکھ روپئے قربان کر دیتا۔ ایک قدیم شاعر نے اپنے معشوق کے ایک ایک سیاہ خال پر سمرقند اور بخارا کے صوبے نچھاور کر دیئے تھے! آج آپ سب ہی صاحبوں کی جوانمردی اور حسن پرستی کا امتحان ہے جس کے پاس جو کچھ ہو سچے سورما کی طرح نکال کر رکھ دے۔ آپ کو علم کی قسم اور معشوق کی اداؤں کی قسم اور اپنی عزت کی قسم پیچھے قدم نہ ہٹائیے۔ مردو! روپئے خرچ ہو جائیں گے مگر نام ہمیشہ کے لئے رہ جائے گا۔ ایسا تماشا لاکھوں میں بھی سستا ہے۔ دیکھئے لکھنؤ کے حسینوں کی ملکہ ایک زاہد پر اپنے حسن کا جادو کیسے چلاتی ہے۔"

تقریر ختم کرتے ہیں۔ مرزا صاحب نے ہر ایک پاکٹ کی تلاشی شروع کر دی۔ پہلے مسٹر کھنا کی تلاشی ہوئی ان کی جیب سے پانچ روپئے نکلے۔

مرزا صاحب نے اداس ہو کر کہا۔" واہ کھنا صاحب واہ، نام بڑے درشن چھوٹے! اتنی کمپنیوں کے ڈائرکٹر، لاکھوں کی آمدنی اور آپ کی جیب میں صرف پانچ روپئے لاحول ولا قوۃ! کہاں ہیں مہتا، آپ ذرا جا کر مسٹر کھنا سے کم سے کم سو روپئے وصول کرا لائیے۔"

کھنا کھسیا کر بولے۔" اجی ان کے پاس ایک پیسہ بھی نہ ہوگا۔ کون جانتا تھا کہ آپ یہاں تلاشی لینا شروع کر دیں گے۔"

www.urduchannel.in

"خیر اب خاموش رہیئے۔ ہم اپنی قسمت تو آزمالیں۔"

"اچھا تو میں جاکر ان سے پوچھتا ہوں۔"

جی نہیں، آپ یہاں سے ہل نہیں سکتے۔ مسٹر مہتا آپ فلاسفر ہیں۔ ماہر علم النفس، دیکھیئے اپنی بھد نہ کرایئے گا۔"

مہتا شراب پی کر مست ہو جاتے تھے۔ ذاتی مستی میں ان کا فلسفہ اڑ جاتا تھا اور زندہ دلی جاگ اٹھتی تھی۔ لپک کر مسز کھنا کے پاس گئے اور پانچ ہی منٹ میں منہ لٹکائے لوٹ آئے۔

مرزا نے پوچھا "ارے کیا خالی ہاتھ؟"

رائے صاحب ہنسے "قاضی کے گھر کے چوہے بھی سیانے!"

مرزا نے کہا "ہو بڑے خوش نصیب کھنا، خدا کی قسم!"

مہتا نے قہقہہ لگایا اور جیب سے سو سو روپئے کے پانچ نوٹ نکالے مرزا نے دوڑ کر انھیں گلے لگا لیا۔

چاروں طرف سے آوازیں اٹھیں "کمال ہے! مانتا ہوں استاد! کیوں نہ ہو، فلاسفر ہی تو ٹھہرے!"

مرزا نے نوٹوں کو آنکھوں سے لگا کر کہا "بھئی مہتا! آج سے میں تمھارا مرید ہو گیا۔ بتاؤ کیا جادو مارا؟" مہتا اکڑ کر سُرخ سُرخ آنکھوں سے تاکتے ہوئے بولے "اجی کچھ نہیں۔ ایسا کونسا بڑا کام تھا؟ جاکر پوچھا، اندر آؤں؟ بولیں، آیئے مہتا جی، آیئے۔ میں نے اندر جا کر کہا، وہاں لوگ برج کھیل رہی ہیں۔ مالتی پانچ سو روپیہ ہار گئی ہیں۔ اور اپنی انگوٹھی بیچ رہی ہیں۔ جو ہزار سے کم نہیں ہے۔ آپ نے تو دیکھا ہے۔ بس وہی۔ آپ کے پاس روپئے ہوں تو پانچ سو لے کر ایک ہزار کی چیز لے لیجیئے۔ ایسا موقع پھر نہ ملے گا۔

www.urduchannel.in

مس مالتی نے اس وقت روپئے نہ دئے تو بے داغ نکل جائیں گے۔ بعد کو کون دیتا ہی؟ شاید اس لئے انھوں نے انگوٹھی نکالی ہو کہ پانچ سو روپئے کس کے پاس دھرے ہوں گے۔ یہ سن کر وہ مسکرائیں اور جھٹ پٹ اپنی تھیلی سے پانچ نوٹ نکال کر دیدیئے اور بولیں میں کچھ لئے بغیر گھر سے نہیں نکلتی، نہ جانے کیا کب ضرورت پڑ جائے۔"

کھنا کھسیا کر بولے "جب ہمارے پروفیسروں کا یہ حال ہی تو یونیورسٹی کا ایشور ہی مالک ہی۔"

خورشید نے زخم پر نمک چھڑکا۔ "ارے تو ایسی کون سی بڑی رقم ہی جس کے لئے آپ کا دل بیٹھا جاتا ہی؟ خدا جھوٹ نہ کہلائے تو یہ آپ کی ایک دن کی آمدنی ہی۔ بس سمجھ لیجیئے گا ایک دن بیمار پڑ گئے۔ اور پھر روپیہ جائے گا بھی تو مس مالتی ہی کے ہاتھ میں اور آپ کے درد جگر کی دوا مس مالتی ہی کے پاس تو ہی۔" مالتی نے ٹھوکر دی۔ "دیکھئے مرزا جی، طویلے میں لتہادج اچھی نہیں۔"

مرزا نے دُم ہلائی۔ "کان پکڑتا ہوں، مس صاحبہ۔"

مسٹر ٹنکھا کی تلاش ہوئی۔ مشکل سے دس روپئے نکلے۔ مہتا کی جیب سے صرف اٹھنی نکلی۔ کئی اصحاب نے ایک ایک دو دو روپیہ اپنے آپ دیدیئے حساب جوڑا گیا تو تین سو کی کمی تھی۔ یہ کمی رائے صاحب نے فراخ دلی کے ساتھ پوری کردی۔

ایڈیٹر صاحب نے میوے اور پھل کھائے تھے اور ذرا کمر سیدھی کر رہے تھے کہ رائے صاحب نے جا کر کہا۔ "آپ کو مس مالتی یاد کر رہی ہیں۔"

وہ خوش ہو کر بولے۔ "زہی نصیب کہ مس مالتی مجھے یاد کر رہی ہیں۔"

رائے صاحب کے ساتھ ہی ہال میں پہنچ گئے۔

www.urduchannel.in

اِدھر نوکروں نے میزیں صاف کردی تھیں۔ مالتی نے بڑھ کر ان کا استقبال کیا۔

ایڈیٹر نے انکسار دکھایا، بولے "بیٹھئے، تکلف نہ کیجئے۔ میں اتنا بڑا آدمی نہیں ہوں" مالتی نے عقیدت کے لہجہ میں کہا "آپ تکلف سمجھتے ہوں گے۔ لیکن میں سمجھتی ہوں کہ میں اپنی توقیر بڑھا رہی ہوں۔ یوں آپ اپنے کو کچھ نہ سمجھیں اور آپ کے لئے زیبا بھی ہی ہے، مگر یہاں جتنے لوگ جمع ہیں وہ سب ہی آپ کی قومی اور ادبی خدمت سے خوب واقف ہیں۔ آپ نے اس دائرے میں جو اہم کام کیا ہے خواہ ابھی لوگ اس کی قدر نہ کریں۔ لیکن وہ وقت بہت دور نہیں ہے بلکہ میرے خیال سے بہت قریب آگیا ہے جب ہر شہر میں آپ کے نام پر سڑکیں بنیں گی۔ کلب کھلیں گے۔ اور ٹاؤن ہال میں آپ کی تصویر لٹکائی جائیگی اس وقت جو کم و بیش بیداری ہے وہ آپ ہی کی عظیم کوشش کا نتیجہ ہے آپ کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ ملک میں اب آپ کے ایسے مقلد پیدا ہوگئے جو گرام سدھار کے کام میں آپ کا ہاتھ بٹانے کو تیار ہیں۔ اور ان سب کی بڑی خواہش ہے کہ یہ کام سنگھٹن کے ساتھ کیا جائے اور اس کے لئے ایک گاؤں سدھار سبھا بنائی جائے جس کے آپ صدر ہوں۔"

اونکار ناتھ کی زندگی میں یہ پہلا واقعہ تھا کہ انھیں چوٹی کے آدمیوں میں اتنی عزت ملے۔ یوں وہ عام جلسوں میں کبھی کبھی بولتے اور کئی سبھاؤں کے سکرٹری اور اسسٹنٹ سکرٹری بھی تھے مگر تعلیم یافتہ جماعت نے اب تک ان کی جانب سے بے اعتنائی برتی تھی۔ ان لوگوں میں کسی طرح وہ مل جل نہ پاتے تھے اور اسی لئے جلسوں میں ان کی کاہلی اور خود غرضی کی شکایت کیا کرتے تھے اور اپنے اخبار میں ایک ایک کو دھر گھسیٹتے تھے۔ قلم تیز

www.urduchannel.in

تھا، کلمے سخت تھے، صاف گوئی کے بجائے ہرزہ گوئی کر بیٹھتے تھے۔ اس لئے لوگ انھیں خالی ڈھول سمجھتے تھے۔ اسی جماعت میں آج ان کی عزت! کہاں ہیں آج سوراج اور آزاد ہندوستان اور ہنٹر کے ایڈیٹر؟ آکر دیکھیں اور اپنا کلیجہ ٹھنڈا کریں! آج یقیناً ان پر دیوتاؤں کی مہربانی ہے۔ نیک کوشش کبھی بے کار نہیں جاتی! یہ رشیوں کا قول ہے وہ خود اپنی نظروں میں اٹھ گئے تھے۔ ممنونیت سے خوش ہوکر بولے" دیوی جی! آپ تو مجھے کانٹوں میں گھسیٹ رہی ہیں۔ میں نے تو عوام کی جو کچھ خدمت کی وہ اپنا فرض سمجھ کر کی ہیں اس عزت کو ذاتی نہیں بلکہ اس مقصد کی عزت رہا ہوں جس کے لئے میں نے اپنی زندگی قربان کردی ہے۔ لیکن میری التجا ہے کہ صدر کا عہدہ کسی باعزت شخص کو دیا جائے عہدہ پر میرا اعتقاد نہیں میں تو خادم ہوں اور خدمت کرنا چاہتا ہوں"۔

مس مالتی اسے کسی طرح قبول نہیں کرسکیں۔ صدر پنڈت جی کو بننا پڑے گا۔ شہر میں ایسا بااثر آدمی دوسرا نہیں دکھائی دیتا جس کے قلم میں جادو ہے، جس کی زبان میں جادو ہے اور جس کی شخصیت میں جادو ہے وہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ وہ بااثر نہیں؟ وہ زمانہ گیا جب دولت اور اثر میں میل تھا! اب ذہانت اور اثر کے میل کا زمانہ ہے۔ ایڈیٹر صاحب کو وہ صدارت ضرور قبول کرنی ہوگی۔ سکریٹری مس مالتی ہوں گی۔ اس سبھا کے لئے ایک ہزار کا چندہ بھی ہوگیا ہے اور ابھی تو کل شہر اور صوبہ پڑا ہوا ہے۔ چار پانچ لاکھ مل جانا تو معمولی بات ہے!

اونکار ناتھ پر کچھ نشہ سا چڑھنے لگا۔ ان کے دل میں جو ایک طرح کی سنسنی اٹھ رہی تھی اس نے سنجیدہ ذمہ داری کی صورت اختیار کرلی۔ بولے

www.urduchannel.in

مگر آپ یہ سمجھ لیں مس مالتی کہ یہ بڑی ذمہ داری کا کام ہے اور آپ کو اپنا بہت سا وقت دینا پڑے گا! میں اپنی جانب سے آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ سبھا کے مقام پر مجھے سب سے پہلے موجود پائیں گی۔"

مرزا صاحب نے بچپارڑا دیا: "آپ کا بڑے سے بڑا دشمن بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ اپنا فرض ادا کرنے میں کبھی کسی سے پیچھے رہیں۔"

مس مالتی نے دیکھا کہ شراب کا اثر کچھ کچھ ہو رہا ہے تو اور بھی سنجیدہ ہو کر بولیں: "اگر ہم لوگ اس کام کی اہمیت نہ سمجھتے تو نہ یہ سبھا قائم ہوتی اور نہ آپ اس کے پریسیڈنٹ ہوتے۔ ہم کسی رئیس یا تعلقدار کو پریسیڈنٹ بنا کر روپیہ خوب بٹور سکتے اور خدمت کی آڑ میں اپنا مطلب پورا کر سکتے ہیں۔ مگر ہمارا یہ مقصد نہیں ہے۔ ہمارا واحد مقصد عوام کی خدمت کرنا ہے اور اس کا سب سے بڑا ذریعہ آپ کا اخبار ہے۔ ہم نے طے کر لیا ہے کہ ہر شہر اور گاؤں میں اس کا پرچار کیا جائے اور جلد سے جلد اس کے گاہکوں کی تعداد بیس ہزار تک پہنچا دی جائے۔ صوبے کی کل میونسپلٹیوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں کے چیئرمین صاحبان ہمارے دوست ہیں۔ کئی چیئرمین یہیں موجود ہیں۔ اگر ہر ایک نے پانچ سو کاپیاں لے لیں تو پچیس ہزار کاپیاں تو آپ یقینی سمجھیں۔ پھر راجہ صاحب اور مرزا جی کی یہ صلاح ہے کہ اس کے متعلق کونسل میں یہ تجویز پیش کی جائے کہ ہر گاؤں کے لئے بجلی کی ایک کاپی سرکاری طور پر منگائی جائے یا کچھ سالانہ امداد منظور کی جائے، یقین کامل ہے کہ یہ تجویز پاس ہو جائے گی۔"

اونکار ناتھ نے جیسے نشہ میں جھومتے ہوئے کہا: "ہمیں گورنر

www.urduchannel.in

کے پاس ڈیپوٹیشن لے جانا ہوگا۔"

مسٹر خورشید بولے "ضرور ضرور!"

"ان سے کہنا ہوگا کہ کسی مہذب حکومت کے لئے یہ کتنی شرم اور بدنامی کی بات ہے کہ گرام سدھار کا واحد اخبار ہونے پر بھی بجلی کی ہستی تک نہیں تسلیم کی جاتی۔"

"خورشید نے کہا ضرور، ضرور!"

"میں گھمنڈ نہیں کرتا۔ ابھی گھمنڈ کرنے کا وقت نہیں آیا۔ پر مجھے اس کا دعویٰ ہے کہ دیہاتی سنگھٹن کے لئے بجلی نے جتنا کام کیا ہے..........."

مسٹر مہتا نے اصلاح کی: "نہیں جناب تپسیا کہیئے!"

"میں مسٹر مہتا کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ہاں اسے تپسیا ہی کہنا چاہیئے، بڑی کٹھن تپسیا! بجلی نے جو تپسیا کی ہے وہ اس صوبے ہی کی نہیں بلکہ ملک کی تاریخ میں لاجواب ہے۔"

خورشید بولے "ضرور، ضرور!

مس مالتی نے ایک پیگ اور دیا، ہماری سبھا نے یہ بھی طے کیا ہے کہ کونسل میں اب کے جو جگہ خالی ہو اس کے لئے آپ کو کھڑا کیا جائے۔ آپ کو صرف اپنی منظوری دینی ہوگی، باقی یہ کام ہم لوگ کریں گے، آپ کو نہ خرچ سے مطلب نہ پرچار سے، نہ دوڑ دھوپ سے۔"

اونکار ناتھ کی آنکھوں کی روشنی دونی ہوگئی، فخریہ انکسار سے بولے "میں آپ لوگوں کا خادم ہوں، جو کام چاہے لے

www.urduchannel.in

لیجیے۔"

"ہم لوگوں کو آپ سے ایسی ہی امید ہے۔ ہم اب تک فرضی دیوتاؤں کے سامنے ماتھا رگڑتے رگڑتے ہار گئے اور کچھ ہاتھ نہ لگا۔ اب ہم نے آپ کی ذات میں اپنا سچا رہنما، سچا مُرشد پایا ہے اور اس مبارک دن کی خوشی میں آج ہمیں یک دل اور یک زبان ہو کر اپنے غرور اور اپنی مکاری کو ترک کر دینا چاہیئے۔ ہم میں آج سے کوئی برہمن نہیں، کوئی شودر نہیں، کوئی ہندو نہیں، کوئی مسلمان نہیں، کوئی اونچا نہیں، کوئی نیچا نہیں۔ ہم سب لوگ ایک ہی ماں کے بچے، ایک ہی گود کے کھیلنے والے اور ایک ہی تھالی کے کھانے والے بھائی ہیں۔ جو لوگ تفریق پر اعتقاد رکھتے ہیں، جو لوگ علیحدگی اور کٹّرپن کے قائل ہیں ان کے لئے ہماری سبھا میں گنجائش نہیں۔ جس سبھا کے پریسیڈنٹ شری اودکار ناتھ جی جیسے بڑے دل والے مہاشے ہوں اُس سبھا میں بڑے چھوٹے کا، کھانے پینے کا اور ذات پات کا امتیاز نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ اتحاد اور قومیت میں اعتقاد نہ رکھتے ہوں وہ براہِ کرم یہاں سے اُٹھ جائیں۔"

رائے صاحب نے شبہ ظاہر کیا۔ "میرے خیال میں اتحاد کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سب لوگ کھانے پینے کا بچار چھوڑ دیں۔ میں شراب نہیں پیتا تو کیا مجھے اس سبھا سے الگ ہو جانا پڑے گا؟"

مالتی نے بے مروّتی سے کہا۔ "بے شک الگ ہو جانا پڑے گا آپ اس سبھا میں رہ کر کسی طرح کا امتیاز نہیں رکھ سکتے۔"

مہتا نے گھڑے کو ٹھونکا۔ "مجھے شک ہے کہ ہمارے پریسیڈنٹ

www.urduchannel.in

صاحب خود ہی کھانے پینے کے اتحاد پر یقین نہیں رکھتے۔"

ادنکار ناتھ کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ اس بدمعاش نے یہ کیا بے وقت کی شہنائی بجا دی؟ کمبخت کہیں گڑے مردے نہ اکھاڑنے لگے ورنہ یہ ساری خوش نصیبی سپنے کی طرح خلا میں غائب ہو جائے گی۔"

مس مالتی نے ان کے چہرے کی طرف سوالیہ نگاہوں سے استقلال سے کہا۔ "آپ کا یہ شک بے بنیاد ہے، مہتاجی! کیا آپ سمجھتے ہیں کہ قومی اتحاد کا ایک بے نظیر حامی، ایسا فراخ دل شخص، ایسا طبیعت دار شاعر ان بے ہودہ اور شرمناک تفریقوں کا قائل ہوگا؟ ایسا شک کرنا اس کی قوم پرستی کو ذلیل کرنا ہے۔"

ادنکار ناتھ کا چہرہ چمک اٹھا، خوشی اور اطمینان کی جھلک دوڑ گئی۔"

مالتی نے اسی لہجہ میں کہا۔ "اور اس سے بھی زیادہ ان کے مردانہ جذبات کی توہین کرنا ہے، ایک عورت کے ہاتھوں سے شراب کا پیالہ پا کر وہ کون مہذب شخص ہے جو انکار کر دے؟ یہ تو نسوانی طبقے کی توہین ہوگی۔ اُس طبقے کی جس کی نگاہ کے تیروں سے اپنے دل کو چھلنی بنانے کی خواہش بھی مردوں میں پائی جاتی ہے۔ اور جس کی اداؤں پر مٹنے کی ہوس بڑے بڑے راجے مہاراجے تک رکھتے ہیں۔ لائیے بوتل اور گلاس اور دور چلنے دیجئے۔ اس مبارک موقع پر کسی طرح کا شبہ یا کسی طرح کا عذر، غداری سے کم نہیں ہے۔ پہلے ہم اپنے پریسیڈنٹ صاحب کی صحت کا جام پئیں گے۔"

www.urduchannel.in

شراب سوڈا اور برف پہلے ہی سے تیار تھا۔ مالتی نے اونکار ناتھ کو اپنے ہاتھوں سرخ زہر سے بھرا ہوا گلاس دیا اور انھیں کچھ ایسی جادو بھری چتون سے دیکھا کہ ان کا سارا اعتقاد اور نجی برتری کا سارا خیال کافور ہو گیا۔ دل نے کہا "چال چلن ماحول کے تابع ہے۔ آج تم مفلس ہو، کسی موٹر کو گرد اڑاتے دیکھتے تو ایسا بگڑتے ہو، اسے پتھروں سے چور چور کر ڈالو گے لیکن کیا تمھارے دل میں موٹر کی تمنا نہیں ہے؟ ماحول ہی سب کچھ ہے بقیہ کچھ نہیں! باپ دادوں نے نہیں پی تھی تو نہ پی ہو، انھیں ایسا موقع ہی کب ملا تھا؟ ان کا رزق تو پوتھی پتھروں پر تھا۔ شراب لاتے کہاں سے؟ اور پیتے بھی تو جاتے کہاں؟ پھر وہ تو ریل گاڑی پر نہ چڑھتے تھے، نل کا پانی نہ پیتے تھے، انگریزی پڑھنا گناہ سمجھتے تھے۔ زمانہ کتنا بدل گیا ہے۔ وقت کے ساتھ اگر نہیں چل سکتے تو وہ تمھیں پیچھے چھوڑ کر چلا جائے گا۔ ایسی حسینہ کے نازک ہاتھوں سے اگر زہر بھی ملے تو اسے قبول کرنا چاہیئے۔ جس خوش نصیبی کے لئے بڑے بڑے راجے مہاراجے ترستے ہیں وہ آج ان کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی ہے۔ کیا وہ اسے ٹھکرا سکتے ہیں؟

انھوں نے گلاس لیا اور سر جھکا کر اپنی ممنونیت کا اظہار کرتے ہوئے ایک ہی سانس میں پی گئے اور تب لوگوں کو متکبرانہ انداز سے دیکھا گویا کہہ رہے ہوں "اب تو آپ کو مجھ پر یقین آیا؟ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میں بالکل بونگا پنڈت ہوں؟ اب تو آپ مجھے مکار اور فریبی کہنے کی جرأت نہیں کر سکتے؟

ہال میں ایسا شور و غل مچا کہ کچھ نہ پوچھو جیسے پشاوری میں بہار

www.urduchannel.in

قہقہے نکل پڑے ہوں" واہ دیوی جی کیا کہنا! کمال ہے مس مالتی کمال ہی اُتوڑ دیا نمک کا قانون توڑ دیا دھرم کا قلعہ توڑ دیا۔ پارسائی کا گھڑا!

اونکار ناتھ کے حلق کے نیچے شراب کا اترنا تھا کہ ان کے منچلے پن میں گویائی آگئی مسکرا کر بولے "میں نے اپنے دھرم کی امانت مس مالتی کے نازک ہاتھوں میں سونپ دی اور مجھے یقین ہے کہ وہ اس کی واجبی حفاظت کریں گی۔ ان کے کنول سے قدموں پر ایسے ایک ہزار دھرموں کو نچھاور کر سکتا ہوں"

قہقہوں سے ہال گونج اٹھا۔

ایڈیٹر صاحب کا چہرہ پیلا ہو رہا تھا، آنکھیں جھکی پڑتی تھیں، دوسرا گلاس بھر کر بولے "یہ مس مالتی کا جام صحت ہے، آپ لوگ نوش کریں اور انہیں دعائیں دیں"

لوگوں نے پھر اپنے اپنے گلاس خالی کر دیئے۔

اسی وقت مرزا خورشید نے ایک مالا لا کر ایڈیٹر صاحب کے گلے میں ڈال دی اور کہا "صاحبو! فدوی نے ابھی اپنے معزز صدر صاحب کی شان میں ایک قصیدہ کہا ہے، اجازت ہو تو سنا دوں"

چاروں طرف سے آوازیں آئیں "ہاں ہاں، ضرور سنائیے!"

اونکار ناتھ بھنگ تو آئے دن پیا کرتے تھے اور ان کا دماغ اس نشے کا عادی ہو گیا تھا مگر شراب پینے کا یہ پہلا ہی موقع تھا۔ بھنگ کا نشہ رفتہ رفتہ نیند کی طرح آتا تھا اور دماغ پر بادل

www.urduchannel.in

کی طرح چھا جاتا تھا۔ احساس قائم رہتا تھا انھیں خود معلوم ہوتا رہتا تھا کہ اس وقت ان کی تقریر بڑی بچھے دار ہے۔ اور ان کا تخیل بہت بلند ہے۔ شراب کا نشہ ان پر شیر کی طرح جھپٹا اور دبوچ بیٹھا۔ کہتے کچھ ہیں اور منہ سے کچھ نکلتا ہے۔ پھر یہ بات بھی جاتی رہی۔ وہ کیا کہتے ہیں اور کیا کرتے ہیں، اس کا خیال ہی نہ رہ گیا۔ یہ خواب کے رومان والے عجائبات نہ تھے بلکہ بیداری کا وہ چکر تھا جس میں مجسم نامجسم ہو جاتا ہے۔ خدا جانے یہ بات ان کے دماغ میں کیسے آ گئی کہ قصیدہ پڑھنا کوئی بہت بُرا کام ہے۔ میز پر ہاتھ مار کر بولے "نہیں ہرگز نہیں۔ یہاں کوئی قصیدہ نہیں ہوگا۔ ہم پریسیڈنٹ ہیں۔ ہمارا حکم ہے ہم ابی (ابھی) اس سبا (سبھا) کو توڑ سکتے ہیں۔ ابی (ابھی) توڑ سکتے ہیں۔ سبی (سب ہی) کو نکال سکتے ہیں۔ کوئی ہمارا کچھ نہیں کر سکتا۔ ہم پریسیڈنٹ ہیں کوئی اور پریسیڈنٹ نئی (نہیں) ہے۔"

مرزا نے ہاتھ جوڑ کر کہا "حضور اس قصیدے میں تو آپ کی تعریف کی گئی ہے۔"

ایڈیٹر صاحب نے سُرخ مگر بے نور آنکھوں سے دیکھا "تم ہماری تعریب (تعریف) کیوں کی؟ کیوں کی؟ بولو کیوں ہماری تعریب (تعریف) کی؟ ہم کسی کا نوکر نئیں (نہیں) ہم کسی سالے کا دیا نہیں کھاتے ہم خود ایڈیٹر ہیں۔ ہم بجلی کا ایڈیٹر ہے۔ اس میں سب کا تعریف کرے گا۔ دیوی جی! ہم تمھارا تعریب نہیں کرے گا۔ ہم کوئی بڑا آدمی نئی (نہیں) ہے۔ ہم سب کا گلام (غلام) ہے۔ ہم آپ کے پاؤں کا دھول ہے۔ مالتی دیوی ہماری لچھمی ہے، ہماری سرسوتی ہماری

www.urduchannel.in

رادھا!"

یہ کہتے ہوئے وہ مالتی کے پیروں کی طرف جھکے اور منہ کے بل فرش پر گر پڑے۔ مرزا نے دوڑ کر انھیں سنبھالا اور کرسیاں ہٹا کر وہیں زمین پر لٹا دیا۔ پھر ان کے کانوں کے پاس منہ لے جا کر بولے "رام رام ست ہے! کہیئے تو آپ کا جنازہ نکالوں؟"

رائے صاحب نے کہا۔ "کل دیکھنا کتنا بگڑتا ہے۔ ایک ایک کو اپنے اخبار میں کوسے گا اور اس طرح کہ آپ بھی یاد کریں گے۔ ایک ہی پاجی ہے، کسی پر رحم نہیں کرتا۔ لکھنے میں تو اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ ایسا گدھا آدمی کیسے اتنا اچھا لکھتا ہے، یہ ایک راز ہے۔"

کئی آدمیوں نے ایڈیٹر صاحب کو اٹھایا اور لے جا کر ان کے کمرے میں لٹا دیا۔ مگر پنڈال میں دھنش یگیہ شروع ہو گیا تھا۔ کئی بار ان لوگوں کو بلانے کے لئے آدمی آ چکے تھے۔ حاکم بھی پنڈال میں آ پہنچے تھے۔ لوگ ادھر جانے کے لئے تیار ہو رہے تھے کہ دفعتاً ایک افغان آ کر کھڑا ہو گیا گورا رنگ، بڑی بڑی مونچھیں، اونچا قد، چوڑا سینہ، آنکھوں میں بے خوفی کا جنون بھرا ہوا، ڈھیلا لمبا کرتا، پیروں میں شلوار، درزی کے کام کی صدری، سر پر پگڑی اور کلاہ، کندھے سے چمڑے کا بیگ لٹکائے۔ کندھے پر بندوق رکھے اور کمر میں تلوار باندھے نجانے کدھر سے آ کھڑا ہوا اور گرج کر بولا۔ "خبردار کوئی یہاں مت جاؤ۔ ہمارے ساتھ کے آدمی پر ڈاکہ پڑا ہے۔ یہاں کا جو سردار ہے وہ ہمارا آدمی کو لوٹ لیا ہے اُس کا مال تم کو دینا ہوگا۔ ایک ایک کوڑی دینا ہوگا۔ کہاں ہے سردار اس کو بلاؤ!"

www.urduchannel.in

لاٹ صاحب نے سامنے آ کر غصہ بھری آواز میں کہا: "کیسی لوٹ؟ کیسا ڈاکہ؟ یہ تم لوگوں کا کام ہے۔ یہاں کوئی کسی کو نہیں لوٹتا۔ صاف صاف کہو کیا معاملہ ہے؟"

افغان نے آنکھیں نکالیں اور بندوق کا کندہ زمین پر پٹک کر بولا" ام (ہم) سے پوچھتا ہے کیسا لوٹ، کیسا ڈاکہ؟ تم لوٹتا ہے، تمارا آدمی لوٹتا ہے۔ ام (ہم) یہاں کی کوٹھی کا مالک ہے۔ امارا (ہماری) کوٹھی میں پچیس جوان ہے۔ ہمارا آدمی روپیہ تصیل (تحصیل) کرلاتا تھا۔ ایک ہزار۔ وہ تم لوٹ لیا۔ اور کہتا ہے کیسی لوٹ، کیسا ڈاکہ؟ ام (ہم) بتائے گا کیسا ڈاکہ ہوتا ہے۔ امارا پچیسوں جوان ابھی آتا ہے۔ ام (ہم) تمہارا گاؤں لوٹ لے گا۔ کوئی سالا کچھ نہیں کرسکتا، کچھ نہیں کرسکتا۔"

ٹھاکر نے افغان کے تیور دیکھے تو چپکے سے اٹھ کر نکل جانا چاہا۔ اس نے زور سے ڈانٹا: "کاں (کہاں) جاتا ہے تم؟ کوئی کہیں نہیں جاسکتا۔ نہیں ام (ہم) سب کو کتل (قتل) کر دے گا۔ ابی (ابھی) فیر کر دے گا۔ امارا (ہمارا) تم کچھ نہیں کرسکتا۔ ام تمارا پولیس سے نہیں ڈرتا۔ پولیس کا آدمی ہمارا اسکل (شکل) دیکھ کر بھاگتا ہے۔ امارا اپنا کانسل ہے۔ ام اس کو خط لکھ کر لاٹ صاحب کے پاس جاسکتا ہے۔ ام یاں (یہاں) سے کسی کو نئی (نہیں) جانے دے گا۔ تم ہمارا ایک ہزار روپیہ لوٹ لیا۔ امارا روپیہ نئی (نہیں) دے گا تو ہم کسی کو زندہ نہ چھوڑے گا۔ تم سب آدمی دوسروں کے مال لوٹ کرتا ہے اور یہاں (یہاں) معشوق کے ساتھ شراب پیتا ہے۔"

مس مالتی اس کی آنکھ بچا کر کمرے سے نکلنے لگیں کہ وہ بازی طرح

www.urduchannel.in

نوٹ کر ان کے سامنے آ کھڑا ہوا اور بولا "تم ان بدمعاشوں سے ہمارا مال دِلوائے نئی (نہیں) ام تم کو اٹھا لے جائے گا اور اپنی کوٹھی میں جشن منائے گا۔ تمارا حسن پر ہم عاشق ہوگیا یا تو ام کو (ہم کو) ایک ہزار ابی ابی (ابھی ابھی) دے دے یا تم کو امارے ساتھ چلنا پڑے گا۔ تم کو ہم نہیں چھوڑے گا۔ ام تمھارا عاشق ہو گیا ہے۔ ہمارا دل اور جگر پھٹا جاتا ہے۔ امارا سن جگہ پچیس جوان ہے۔ اس ضلع میں امارا پانچ سو جوان کام کرتا ہے۔ ام اپنے قبیلے کا خان ہے۔ امارے قبیلے میں دس ہزار سپاہی ہے۔ ہم کابل کے امیر سے لڑ سکتا ہے۔ انگریز سرکار ام کو بیس ہزار سالانہ خرچ دیتا ہے۔ اگر تم امارا (ہمارا) روپیہ نہیں دے گا تو ہم گاؤں لوٹ لے گا اور تمھارا معشوق کو اٹھا لے جائے گا۔ خون کرنے میں ہم کو مزہ آتا ہے۔"

مجلس پر خوف چھا گیا۔ مس مالتی اپنا چہکنا بھول گئیں، ہتنا کی پنڈلیاں کانپ رہی تھیں۔ بےچارے چوٹ چلپیٹ کے ڈر سے یک منزلہ بنگلے میں رہتے تھے۔ زینہ پر چڑھنا ان کے لئے سولی پر چڑھنے سے کم نہ تھا۔ گرمی میں بھی دہشت کے مارے کمرے میں سوتے تھے۔ رائے صاحب کو چھتری پن کا گھمنڈ تھا۔ وہ اپنے ہی گاؤں میں ایک پٹھان سے ڈر جانا مضحکہ انگیز سمجھتے تھے۔ مگر اس کی بندوق کو کیا کرتے؟ انھوں نے ذرا بھی چھیڑ چھاڑ کی اور اس نے بندوق داغ دی۔ ہوش تو ہوتے ہی ہیں یہ سب اور نشانہ بھی ان سب کا کتنا بے خطا ہوتا ہے۔ اگر اس کے ہاتھ میں بندوق نہ ہوتی تو رائے صاحب اس سے سنگین ملانے کو تیار ہو جاتے۔ مشکل یہی تھی کہ کمبخت

www.urduchannel.in

کسی کو باہر نہیں جانے دیتا ورنہ دم کے دم میں سارا گاؤں جمع ہو جاتا اور اس کے پورے جتھے کو مار پیٹ کر رکھ دیتا۔

آخر انھوں نے دل مضبوط کیا اور جان پر کھیل کر بولے "ہم نے آپ سے کہہ دیا کہ ہم چور ڈاکو نہیں ہیں۔ میں یہاں کے کونسل کا ممبر ہوں اور یہ دیوی جی لکھنؤ کی مشہور ڈاکٹر ہیں، یہاں سب ہی شریف اور معزز لوگ جمع ہیں۔ ہمیں بالکل خبر نہیں کہ آپ کے آدمیوں کو کس نے لوٹا۔ آپ جا کر تھانے میں رپٹ کیجئے۔"

خان نے زمین پر پیر پٹکے، پینترے بدلے اور بندوق کو کندھے سے اتار کر ہاتھ میں لیتا ہوا دھاڑا "مت بک بک کرو، کونسل کا ممبر کو ہم اسی طرح پیروں سے مسل دیتا ہے (زمین پر پاؤں رگڑتا ہے) ہمارا ہاتھ مضبوط ہے، ہمارا دل مضبوط ہے، ہم خدا کے سوا اور کسی سے نہیں ڈرتا، تم ہمارا روپیہ نہیں دے گا تو ہم (رائے صاحب کی طرف اشارہ کر کے) ابھی ابھی تم کو قتل کر دے گا۔"

اپنی طرف بندوق کا سرا دیکھ کر رائے صاحب جھک کر میز کے برابر آگئے۔ عجیب مصیبت تھی۔ شیطان خواہ مخواہ کہتا ہی جاتا ہے کہ تم نے ہمارے روپئے لوٹ لئے۔ نہ کچھ سنتا ہے، نہ کچھ سمجھتا ہے اور نہ کسی کو باہر جانے آنے دیتا ہے۔ نوکر چاکر، سپاہی پیادے سب دھنش یگیہ دیکھنے میں مصروف تھے، زمینداروں کے نوکر، یوں بھی کاہل اور کام چور ہوتے ہی ہیں جب تک دس دفعہ نہ پکارا جائے بولتے ہی نہیں اور اس وقت تو وہ ایک اچھے کام میں لگے ہوئے تھے

www.urduchannel.in

دھنش یگیہ ان کے لئے تماشا نہیں بلکہ بھگوان کی لیلا تھی۔ اگر ایک آدمی بھی ادھر آجاتا تو سپاہیوں کو خبر ہو جاتی اور دم بھر میں خان کی ساری خانی نکل جاتی۔ داڑھی کا ایک ایک بال نچ جاتا۔ کتنا غصہ ور ہے۔ ہوتے بھی تو جلاد ہیں۔ نہ مرنے کا غم نہ جینے کی خوشی۔

مرزا سے انگریزی میں بولے "اب کیا کرنا چاہیئے؟"

مرزا صاحب نے حیرت سے دیکھا "کیا بتا دوں، کچھ عقل کام نہیں کرتی۔ میں آج اپنا پستول گھر ہی میں چھوڑ آیا ورنہ مزا چکھا دیتا۔"

کھنا رونی صورت بنا کر بولے "کچھ روپئے دے کر کسی طرح اس بلا کو ٹالئے۔"

رائے صاحب نے مالتی کی طرف دیکھا "دیوی جی، اب آپ کی کیا صلاح ہے؟"

مالتی کا چہرہ تمتما رہا تھا بولی "ہوگا کیا؟ میری اتنی بے عزتی ہو رہی ہے اور آپ لوگ بیٹھے دیکھ رہے ہیں۔ میں مردوں کے ہوتے ایک اجڈ پٹھان میری اتنی درگت کر رہا ہے اور آپ لوگوں کے خون میں ذرا بھی گرمی نہیں آتی۔ آپ کو جان پیاری ہے؟ کیوں ایک آدمی باہر جا کر شور نہیں مچاتا؟ کیوں آپ لوگ اس پر جھپٹ کر اس کے ہاتھ سے بندوق نہیں چھین لیتے؟ بندوق ہی تو چلائے گا؟ چلانے دو۔ ایک یا دو کی جان ہی تو جائے گی؟ جانے دو۔"

مگر دیوی جی مرجانا جتنا آسان سمجھتی تھیں اور لوگ نہ سمجھتے تھے۔ کوئی آدمی باہر نکلنے کی پھر ہمت کرے اور پٹھان غصے میں آکر دس پانچ فیر کر دے تو یہاں صفایا ہو جائے گا۔ بہت ہوگا تو اسے پھانسی کی سزا ہوگی۔ وہ بھی

www.urduchannel.in

کیا ٹھیک؟ ایک بڑے قبیلے کا سردار ہے اسے پھانسی دیتے ہوئے سرکار بھی سوچ بچار کرے گی۔ اوپر سے دباؤ پڑے گا۔ سیاست کے مقابلے میں انصاف کو کون پوچھتا ہے؟ ہمارے اوپر الٹے مقدمے دائر ہوجائیں اور زائد پولیس تعینات کر دی جائے تو تعجب نہیں۔ کتنے مزے سے ہنسی مذاق ہو رہا تھا اب تک ڈرامہ کا لطف اٹھاتے ہوتے۔ اس شیطان نے آکر ایک نئی بلا کھڑی کردی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بلا دو ایک خون کئے مانے گا بھی نہیں۔

کھنّا نے مالتی کو پھٹکارا "دیوی جی، آپ تو ہمیں للکار رہی ہیں جیسے اپنی جان بچانا کوئی پاپ ہے۔ جان سب ہی جانداروں کو پیاری ہوتی ہے اور ہمیں بھی ہو تو کوئی شرم کی بات نہیں۔ آپ ہماری جان اتنی سستی سمجھتی ہیں، یہ دیکھ کر مجھے رنج ہوتا ہے۔ ایک ہزار ہی کا تو معاملہ ہے۔ آپ کے پاس مفت کے ایک ہزار ہیں، وہ دے کر کیوں نہیں رخصت کر دیتیں؟ آپ خود اپنی بے عزتی کرا رہی ہیں، اس میں ہمارا کیا قصور"۔

رائے صاحب نے گرم ہو کر کہا "اگر اس نے دیوی جی کو ہاتھ لگایا تو چاہے میری لاش یہیں تڑپنے لگے، میں اس سے بھڑ جاؤں گا۔ آخر وہ بھی آدمی ہی تو ہے"۔

مرزا نے شبہ سے سر ہلا کر کہا "رائے صاحب، آپ ابھی ان سب کے مزاج سے واقف نہیں ہیں۔ یہ فائر کرنا شروع کرے گا تو پھر کسی کو زندہ نہ چھوڑے گا۔ ان کا نشانہ بے خطا ہوتا ہے"۔

مسٹر تنکھا آنے والے چناؤ کا مسئلہ حل کرنے آئے تھے اور دس پانچ ہزار کا پٹارا کر کے گھر جانے کا خواب دیکھ رہے تھے۔ یہاں جان ہی

www.urduchannel.in

عذاب میں پڑگئی۔ بولے "سب سے سہل طریقہ وہی ہے جو ابھی کھنا جی نے بتایا۔ ایک ہزار ہی کی بات ہے اور روپئے موجود ہیں تو پھر آپ لوگ کیوں اتنا پس و پیش کر رہے ہیں؟"

مس مالتی نے ٹنخا کو حقارت بھری آنکھوں سے دیکھا، بولیں "آپ لوگ اتنے بزدل ہیں، یہ میں نہ سمجھتی تھی۔"

"میں بھی یہ نہ سمجھتا تھا کہ آپ کو روپئے اتنے پیارے ہیں اور وہ بھی مفت کے روپئے۔"

جب آپ لوگ میری بے عزتی دیکھ سکتے ہیں تو اپنے گھر عورتوں کی بھی بے عزتی دیکھ سکتے ہوں گے؟"

"تو آپ بھی پیسے کے لئے اپنے گھر کے مردوں کو قربان کر دینے میں تامل نہ کریں گی؟"

خان اتنی دیر تک جھلایا ہوا سا ان لوگوں کی گٹ پٹ سن رہا تھا۔ اب یکایک گرج کر بولا "ام اب نہیں مانے گا۔ ام اتنی دیر سے یہاں کھڑا ہے۔ تم لوگ کوئی جواب نہیں دیتا (جیب سے سیٹی نکال کر) ام تم کو ایک لحہ اور دیتا ہے، اگر تم روپیہ نہیں دیتا تو ہم سیٹی بجائے گا اور امارا پچیس جوان یہاں آجائے گا۔" پھر آنکھوں سے عشق کا اظہار کرتے ہوئے مس مالتی سے بولا "تم امارے ساتھ چلے گا، دلدار! ام تمارے اوپر فدا ہو جائے گا۔ اپنا جان تمارے قدموں میں رکھ دے گا۔ اتنا آدمی تمارا عاشق ہے مگر کوئی سچا عاشق نہیں ہے۔ سچا عاشق کیسا ہوتا ہے، ہم دکھا دے گا۔ تمارا اشارہ پاتے ہی ام اپنے سینے میں خنجر چبھا سکتا ہے۔"

www.urduchannel.in

مرزا نے گھگھیا کر کہا: "دیوی جی، خدا کے لئے اس موذی کو روپئے دے دیجئے۔"

کھنا نے دست بستہ التجا کی: "ہم پر رحم کرو مس مالتی!"

رائے صاحب تن کر بولے: "ہرگز نہیں۔ آج جو کچھ ہونا ہے ہو جانے دیجئے۔ یا تو ہم خود مر جائیں گے یا ان ظالموں کو سدا کے لئے سبق دے دیں گے۔"

تنخا نے رائے صاحب کو ڈانٹ بتائی: "شیر کی مانند میں گھسنا کوئی بہادری نہیں ہے۔ میں اسے حماقت سمجھتا ہوں۔"

مگر مس مالتی کے دلی خیالات کچھ اور ہی تھے۔ خاں کی محبت بھری نگاہوں نے انھیں مطمئن کر دیا تھا اور اب اس تماشے میں انھیں کچھ منچلے پن کا سرور آ رہا تھا۔ ان کا جی کچھ دیر ان جواں مردوں کے بیچ میں رہ کر ان کے وحشیانہ عشق کا لطف اٹھانے کے لئے للچا رہا تھا۔ مہذبانہ عشق کی کمزوری اور مردہ دلی کا انھیں تجربہ ہو چکا تھا۔ آج وحشی اور نامہذب پٹھانوں کے مجنونانہ عشق کے لئے ان کا دل بے قرار تھا، جیسے موسیقی کا لطف اٹھانے کے بعد کوئی مست ہاتھیوں کی لڑائی دیکھنے کو دوڑے۔

انھوں نے خاں کے سامنے آکر بے خوفی سے کہا: "تمھیں روپئے نہیں ملیں گے۔"

خاں نے ہاتھ بڑھا کر کہا: "تو ہم تم کو لوٹ لے جائے گا۔"

"تم اتنے آدمیوں کے درمیان سے ہمیں نہیں لے جا سکتے۔"

"ہم تم کو ایک ہزار آدمیوں کے درمیان سے لے جا سکتا ہے۔"

"تم کو جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔"

www.urduchannel.in

" ہم اپنے معشوق کے لئے اپنے بدن کا ایک ایک بوٹی کٹوا سکتا ہے۔"
اس نے مالتی کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ اسی وقت ہوری نے کمرے میں قدم رکھا۔ وہ راجہ جنک کا مالی بنا ہوا تھا اور اس کے کھیلوں نے دیہاتیوں کو ہنساتے ہنساتے لوٹ پوٹ کر دیا تھا۔ اس نے سوچا کہ مالک ابھی تک کیوں نہیں آئے۔ وہ بھی تو آکر دیکھیں کہ دیہاتی اس کام میں کتنے ہوشیار ہوتے ہیں۔ ان کے یار دوست بھی دیکھیں۔ کیسے مالک کو بلائے؟ وہ موقع کھوج رہا تھا اور جوں ہی فرصت ملی دوڑا ہوا یہاں آیا مگر یہاں کا منظر دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ سب لوگ بالکل چپ تھے اور کانپتے ہوئے خوف بھری نگاہوں سے خان کو دیکھ رہے تھے اور خان مالتی کو اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ اس نے یہ دیکھ کر سب کچھ بھانپ لیا۔ اسی وقت رائے صاحب نے پکارا۔ "ہوری دوڑ کر جا اور سپاہیوں کو بلا لا! جلد دوڑ!"

ہوری پیچھے مڑا ہی تھا کہ خان نے اس کے آگے بندوق تان کر ڈانٹا۔ "کہاں جاتا ہے سور؟ ہم گولی مار دے گا!"

ہوری گنوار تھا، سرخ پگڑی دیکھ کر اس کی جان نکل جاتی تھی مگر مست سانڈ پر لاٹھی لے کر ٹوٹ پڑتا تھا۔ وہ بزدل نہ تھا، مرنا اور مارنا دونوں ہی جانتا تھا مگر پولیس کے ہتھکنڈوں کے سامنے اس کی ایک نہ چلتی تھی۔ بندھا بندھا کون پھرے؟ گھوس (رشوت) کے روپئے کہاں سے لائے؟ بال بچے کس پر؟ پر جب مالک للکارتے ہوں تو پھر کس کا ڈر؟ تب تو وہ موت کے منہ میں بھی کود سکتا ہے!

اس نے جھپٹ کر خان کی کمر پکڑی اور ایسا اڑنگا مارا کہ خان چاروں شانے چت زمین پر آرہے اور لگے پشتو میں گالیاں دینے۔ ہوری

www.urduchannel.in

ان کے سینے پر چڑھ بیٹھا اور زور سے داڑھی پکڑ کر کھینچی۔ داڑھی اس کے ہاتھ میں آگئی۔ خان نے فوراً اپنی کلاہ اتار کر پھینک دیا اور زور لگا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ ارے یہ تو مسٹر مہتا ہیں! وہی!

لوگوں نے چاروں طرف سے مہتا کو گھیر لیا۔ کوئی ان کے گلے لگتا تھا اور کوئی پیٹھ پر تھپکیاں دیتا تھا۔ مسٹر مہتا کے چہرے پر نہ تبسم تھا نہ غرور، خاموش کھڑے تھے گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔

مالتی نے نقلی غصہ سے کہا: "آپ نے یہ بہروپیا پن کہاں سیکھا؟ میرا دل ابھی تک دھڑک رہا ہے۔"

مہتا نے مسکراتے ہوئے کہا: "ذرا ان بھلے مانسوں کی جواں مردی کا امتحان لے رہا تھا۔ جو گستاخی ہوئی ہو اسے معاف کیجیے گا۔"

www.urduchannel.in

(۷)

یہ کھیل جب ختم ہوا تو اُدھر پنڈال میں دھنش یگیہ بھی ختم ہو چکا تھا۔ اور سوشل مزاحیہ ڈرامے کی تیاری ہو رہی تھی۔ مگر ان لوگوں کو اس سے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی۔ صرف مہتا صاحب دیکھنے گئے اور شروع سے آخر تک جمے رہے۔ انھیں بہت مزا آرہا تھا۔ بیچ بیچ میں تالیاں بجاتے جا رہے تھے اور "پھر کہو، پھر کہو" کا اصرار کر کے ایکٹروں کا حوصلہ بھی بڑھاتے تھے۔ رائے صاحب نے اس کھیل میں ایک مقدمے باز دیہاتی زمیندار کا خاکہ اڑایا تھا۔ کہنے کو تو مزاحیہ تھا مگر درد و الم سے بھرا ہوا۔ ہیرو کا بات بات میں قانونی دفعات کا حوالہ دینا، بیوی پر صرف اس لئے مقدمہ چلانا کہ اس نے کھانا تیار کرنے میں ذرا سی دیر کی تھی، پھر وکیلوں کے نخرے اور دیہاتی گواہوں کی چالاکیاں اور جھانسے بازیاں، گواہی کے لئے فوراً تیار ہو جانا مگر اجلاس پر جاتے وقت خوب مناون کرانا اور طرح طرح کی فرمائش کر کے الو بنانا۔ یہ سب ہی مناظر دیکھ کر لوگ ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ ہوئے جاتے تھے۔ سب سے بہترین منظر وہ تھا جس میں وکیل گواہوں کو ان کے بیانات کا سبق پڑھا رہا تھا۔ گواہوں کا بار بار بھول جانا۔ وکیل کا بگڑنا۔ پھر ہیرو کا دہقانی لہجے میں گواہوں کو سمجھانا اور بالآخر اجلاس پر گواہوں کا بدل جانا، ایسا پُر لطف اور صحیح خاکہ تھا کہ مہتا صاحب اچھل پڑے اور تماشا ختم ہونے پر ہیرو کو گلے سے لگا لیا اور سب ہی ایکٹروں کو ایک ایک تمغہ دینے کا اعلان کر دیا۔ رائے صاحب کے متعلق ان کے دل میں عقیدت

www.urduchannel.in

کے جذبات جاگ اٹھے۔ رائے صاحب اسٹیج کے پیچھے ڈرامے کی نگرانی کر رہے تھے۔ مہتا صاحب دوڑ کر ان کے گلے سے لپٹ گئے اور بیخود ہو کر بولے "آپ کی نگاہ اتنی تیز ہی، اس کا مجھے شان گمان بھی نہ تھا"

دوسرے روز ناشتہ کے بعد شکار کا پروگرام تھا۔ وہیں کسی ندّی کے کنارے پر کھانا پکے، خوب جی بھر کے نہائیں، غوطے لگائیں، اور شام کو لوگ واپس آئیں۔ اس طرح دیہاتی زندگی کا لطف حاصل کیا جائے۔ مہمانوں میں صرف وہی لوگ رہ گئے جن کا رائے صاحب سے گہرا تعلق تھا۔ مسز کھنّا کے سر میں درد تھا۔ بس وہ نہ جا سکیں۔ ایڈیٹر صاحب تو اس جماعت سے جلے ہوئے تھے اور ان لوگوں کے خلاف ایک سلسلۂ مضامین نکالنے اور اچھی طرح خبر لینے کے خیال میں محو تھے: سب کے سب چھٹے ہوئے غنڈے ہیں۔ حرام کے پیسے اڑاتے ہیں اور مونچھوں پر تاؤ دیتے ہیں۔ دنیا میں کیا ہو رہا ہی، اس کی انھیں کیا خبر؟ ان کے پڑوس میں کون مر رہا ہی، انھیں اس کی کیا پروا؟ انھیں تو اپنے عیش و عشرت سے کام ہے۔ یہ مہتا جو فلسفی بنا پھرتا ہے اسے یہی دُھن ہے کہ زندگی کو ہر طرح مکمّل بناؤ۔ مہینے میں ایک ہزار مار لاتے ہو، تمھیں اختیار ہی کہ زندگی کو مکمّل بناؤ یا اس سے بھی زیادہ۔ جسے یہ فکر مارے ڈالتی ہی کہ لڑکوں کا بیاہ کیسے ہو، یا بیمار بیوی کے لئے ڈاکٹر کیسے آئیں، یا اب کے گھر کا کرایہ کہاں سے آئے گا وہ اپنی زندگی کیسے مکمّل بنائے؟ کھلے سانڈ بنے ہوئے دوسروں کے کھیت میں منہ مارتے پھرتے ہو اور سمجھتے ہو کہ دنیا میں سب سُکھی ہیں۔ تمھاری آنکھیں جب کھلیں گی جب انقلاب ہوگا اور تم سے کہا جائے گا کہ بچّہ کھیت میں چل کر ہل چلاؤ۔ تب دیکھیں گے کہ تمھاری زندگی کیسے مکمّل

www.urduchannel.in

ہوتی ہو اور وہ جو ہے مالتی، جو بہتر گھاٹوں کا پانی پی کر بھی مس بنی پھرتی ہے، شادی نہیں کرے گی کیونکہ اس سے زندگی بندشں میں پڑ جاتی ہے اور بندش میں زندگی کا کامل ارتقاء نہیں ہو پاتا۔ وہ ارتقاء تو اسی میں ہے کہ دنیا کو لوٹتے جاؤ اور آزادانہ عیش کئے جاؤ۔ ساری بندشیں توڑ دو، دھرم اور سماج کو گولی مارو، فرائض کو پاس نہ پھٹکنے دو، بس تمھاری زندگی مکمل ہوگئی! اس سے زیادہ آسان اور کیا ہوگا؟ ماں باپ سے نہیں پٹتی تو انھیں دھتا بتاؤ، بیاہ مت کرو، یہ بندھن ہے اور بچے ہوں گے تو یہ موہ کا جال ہے! مگر ٹیکس کیوں دیتے ہو؟ قانون بھی تو بندھن ہے، اسے کیوں نہیں توڑتے؟ اس سے کیوں کنی کاٹتے ہو؟ جانتے ہو نا کہ قانون کی ذرا بھی خلاف ورزی کی اور بیڑیاں پڑ جائیں گی۔ بس وہی بندھن توڑ دو جو اپنی ہوس رانیوں میں رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ رسی کو سانپ بنا کر پیٹو اور تیس مار خاں بنو، زندہ سانپ کے پاس جاؤ ہی کیوں وہ پھنکار بھی مارے گا تو لہر آنے لگے گی۔ اسے آتا دیکھو تو دم دبا کر بھاگ کھڑے ہو۔ یہ تمھاری مکمل زندگی ہے۔"

شکاری جماعت آٹھ بجے روانہ ہوئی۔ کھنا نے کبھی شکار نہ کھیلا تھا، بندوق کی آواز سے کانپ اٹھتے تھے، مگر مس مالتی جارہی تھیں تو وہ کیسے رک سکتے؟ مسٹر تنکھا کو ابھی تک چناؤ کے بارے میں بات چیت کرنے کا موقع نہ ملا تھا۔ شاید وہاں مل جائے۔ رائے صاحب اپنے اس علاقے میں عرصے سے نہ گئے تھے۔ وہاں کا رنگ ڈھنگ دیکھنا چاہتے تھے۔ کبھی کبھی علاقے میں جانے آنے سے آسامیوں کے ساتھ کچھ تعلق بھی قائم رہتا ہے اور اپنا رعب بھی۔ کارندے اور پیادے بھی چوکس رہتے ہیں۔ مرزا خورشید کو زندگی کے نئے تجربات حاصل کرنے کا شوق

www.urduchannel.in

تھا، خصوصاً ایسے، جن میں ہمت دکھائی پڑے۔ مس مالتی تنہا کیسے رہتیں؟ انھیں تو شاید یقین کا جمگھٹا چاہیئے۔ صرف مہتا صاحب شکار کھیلنے کے لئے سچے حوصلے سے جا رہے تھے۔ رائے صاحب کی خواہش تو تھی کہ خوراک کا سامان، باورچی، کہار، خدمت گار، سب ساتھ چلیں لیکن مہتا نے مخالفت کی۔

کھنّا نے کہا: "آخر وہاں کھائیں گے یا بھوکوں مریں گے؟"

مہتا نے جواب دیا: "کھائیں گے کیوں نہیں؟ لیکن آج ہم سب لوگ خود اپنا سارا کام کریں گے۔ دیکھنا تو چاہیئے کہ بلا نوکر کے بھی ہم زندہ رہ سکتے ہیں یا نہیں۔ مس مالتی پکائیں گی اور ہم لوگ کھائیں گے۔ دیہاتوں میں تھالیاں اور پتّل مل ہی جاتے ہیں اور ایندھن کی کوئی کمی نہیں شکار ہم کریں گے ہی۔"

مالتی نے گلہ کیا: "معاف کیجئے۔ آپ نے رات میں میری کلائی اتنے زور سے پکڑی کہ ابھی تک دکھ رہی ہے۔"

"کام تو ہم لوگ کریں گے، آپ صرف بتلاتی جائیں گی۔"

مرزا خورشید بولے: "اجی آپ لوگ تماشا دیکھتے رہیئے گا، میں سارا انتظام کر دوں گا۔ بات ہی کون سی ہے؟ جنگل میں ہانڈی اور برتن ڈھونڈھنا حماقت ہے۔ ہرن کا شکار کیجئے، بھونیئے، کھائیے اور درختوں کے سائے میں خرّاٹے لیجئے۔"

یہی تجویز منظور ہوئی۔ دو موٹر روانہ ہوئے۔ ایک مس مالتی چلا رہی تھیں اور دوسرا خود رائے صاحب۔ کوئی بیس پچیس میل کے بعد پہاڑی علاقہ شروع ہو گیا۔ دونوں طرف اونچی پہاڑیوں کا سلسلہ دوڑا چلا جا رہا تھا۔

www.urduchannel.in

سڑک بھی پیچدار ہوتی جارہی تھی۔ کچھ دور کی چڑھائی کے بعد یکایک ڈھال آگیا اور موٹر تیزی سے نیچے کی طرف چلے۔ دور سے دریا نظر آرہا تھا۔ کسی مریض کی طرح کمزور اور بے حس کنارے پر برگد کے گھنے سایہ میں موٹر روک دیئے گئے اور لوگ اترے۔ یہ مشورہ ہوا کہ دو دو کی ٹولی بنے اور شکار کھیل کر بارہ بجے تک یہاں آجائیں۔ مس مالتی مہتا کے ساتھ جانے کو تیار ہوگئیں۔ کھنا دل مسوس کر رہ گیا۔ جس خیال سے آئے تھے اس میں جیسے پنچر ہوگیا۔ اگر جانتے کہ مالتی دھوکا دے گی تو گھر واپس لوٹ جاتے۔ مگر رائے صاحب کا ساتھ بھی اتنا دلچسپ نہ سہی تاہم بُرا نہ تھا۔ اُن سے بہت سی معاملے کی باتیں کرنا تھیں۔ خورشید اور تنخا بچ رہے ان کی ٹولی بنی بنائی تھی، تینوں ٹولیاں ایک ایک سمت کو چل دیں۔

کچھ دور تک پتھریلی پگڈنڈی پر مہتا کے چلنے کے بعد مالتی نے کہا۔

"تم تو چلے ہی جاتے ہو، ذرا دم تو لے لینے دو۔"

مہتا مسکرائے "ابھی تو ہم میل بھر بھی نہیں آئے، ابھی سے تھک گئیں؟"

"تھکی نہیں، پر کیوں نہ ذرا دم لے لو؟"

"جب تک کوئی شکار ہاتھ نہ آئے، ہمیں آرام کرنے کا حق نہیں۔"

"میں شکار کھیلنے نہیں آئی تھی!"

مہتا نے انجان بن کر کہا "اچھا، یہ میں نہ جانتا تھا۔ تو پھر کیا کرنے آئی تھیں؟"

"اب تم سے کیا بات بتادوں؟"

www.urduchannel.in

ہرنوں کا ایک جھنڈ چرتا ہوا نظر آیا۔ دونوں ایک چٹان کی آڑ میں چھپ گئے۔ نشانہ لگا کر گولی چلائی گئی۔ نشانہ خالی گیا اور جھنڈ بھاگ نکلا۔

مالتی نے پوچھا، "اب؟"

"کچھ نہیں، چلو، پھر کوئی شکار ملے گا۔"

دونوں کچھ دیر تک چپ چاپ چلتے رہے، پھر مالتی نے ذرا رک کر کہا "گرمی سے برا حال ہو رہا ہے۔ آؤ اس پیڑ کے نیچے بیٹھ جائیں۔"

"ابھی نہیں۔ تم بیٹھنا چاہتی ہو تو بیٹھو، میں تو نہیں بیٹھتا۔"

"بڑے بے رحم ہو تم! سچ کہتی ہوں۔"

جب تک کوئی شکار نہ مل جائے بیٹھ نہیں سکتا۔"

تب تو تم مجھے مار ہی ڈالو گے! اچھا بتاؤ کہ رات تم نے مجھے اتنا کیوں ستایا؟ مجھے تم پر بڑا غصہ آ رہا تھا۔ یاد ہے کہ تم نے مجھے کیا کہا تھا؟ تم ہمارے ساتھ چلے گا، دلدار؟ میں نہ جانتی تھی کہ تم اتنے شریر ہو۔

"اچھا، سچ کہنا کہ کیا تم اس وقت مجھے اپنے ساتھ لے جاتے؟"

مہتا نے کوئی جواب نہ دیا جیسے سنا ہی نہیں۔

دونوں کچھ دور چلتے رہے۔ ایک تو جیٹھ کی دھوپ دوسرے پتھریلا راستہ، مالتی تھک کر بیٹھ گئی، مہتا کھڑے کھڑے بولے، اچھی بات ہے تم آرام کر لو، میں یہیں آ جاؤں گا۔"

"مجھے اکیلا چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟"

میں جانتا ہوں کہ تم اپنی حفاظت کر سکتی ہو۔"

"کیسے جانتے ہو؟"

www.urduchannel.in

نئے جگ کی دیویوں میں یہی توصفت ہے۔ وہ مرد کا سہارا نہیں چاہتیں بلکہ اس کے دوش بدوش چلنا چاہتی ہیں۔"

مالتی نے جھینپتے ہوئے کہا "تم کورے فلسفی ہو، مہتا! سچ!"

سامنے درخت پر ایک مور بیٹھا ہوا تھا۔ مہتا نے نشانہ لگایا اور بندوق سَر کی۔ مور اڑ گیا۔

مالتی خوش ہو کر بولی "۔ اچھا ہوا، بہت اچھا ہوا۔ میری بددعا لگی۔"

مہتا نے بندوق کندھے پر رکھ کر کہا: تم نے مجھے نہیں بلکہ اپنے آپ کو بددعا دی۔ شکار مل جاتا تو میں تمھیں دس منٹ کی مہلت دیتا۔ اب تو تم کو فوراً چلنا پڑے گا۔"

مالتی اٹھ کر مہتا کا ہاتھ پکڑتی ہوئی "فلاسفروں کے شاید دل نہیں ہوتا۔ تم نے اچھا کیا کہ شادی نہیں کی۔ اس غریب کو مار ہی ڈالتے! مگر میں یوں نہ چھوڑوں گی۔ تم مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔"

مہتا نے ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑا لیا اور آگے بڑھے۔

مالتی آبدیدہ ہو کر بولی "میں کہتی ہوں، نہ جاؤ، ورنہ میں اسی چٹان پر سر پٹک دوں گی۔"

مہتا نے تیزی سے قدم بڑھائے۔ مالتی انھیں دیکھتی رہی۔ جب وہ بیس قدم نکل گئے تو جھنجلا کر اٹھی اور ان کے پیچھے دوڑی۔ تنہا آرام کرنے میں تو کوئی لطف نہ تھا۔

قریب جا کر بولی "میں تمھیں اتنا حیوان نہ سمجھتی تھی۔"

"میں جو ہرن ماروں گا اس کی کھال تمھیں بھینٹ کروں گا۔"

www.urduchannel.in

کھال جائے بھاڑ میں! میں تم سے بات نہ کروں گی۔"

"کہیں ہم لوگوں کے ہاتھ کچھ نہ لگا اور دوسروں نے اچھے شکار مارے تو مجھے بڑی جھینپ ہوگی۔"

ایک چوڑا نالا منہ پھیلائے آگے پڑا تھا جس کے بیچ کی چٹانیں دانتوں کی طرح معلوم ہوتی تھیں۔ دھار میں اتنا زور تھا کہ لہریں اچھلی پڑتی تھیں سورج سر پر آ پہنچا اور اس کی پیاسی کرنیں پانی میں کھیل رہی تھیں۔

مالتی نے خوش ہوکر کہا: "اب تو لوٹنا پڑا۔"

"کیوں؟ اس پار چلیں گے وہیں تو شکار ملے گا۔"

"دھار کس زور کی ہے، میں تو نہ جاؤں گی۔"

اچھی بات ہے، تم یہیں بیٹھو، میں جاتا ہوں۔"

"ہاں آپ جائیے، مجھے اپنی جان سے بیر نہیں ہے۔"

مہتا نے پانی میں قدم رکھا اور پیروں کو سادھتے ہوئے چلے، جوں جوں آگے جاتے تھے پانی گہرا ہوتا جاتا تھا، حتیٰ کہ سینے تک آگیا۔

مالتی گھبرا اٹھی، اندیشے سے دل بیقرار ہوگیا۔ ایسی بیچینی تو اسے کبھی نہ ہوئی تھی۔ بلند لہجے میں بولی: "پانی گہرا ہے، ٹھہر جاؤ! میں بھی آتی ہوں"

"نہیں تم پھسل جاؤ گی۔ دھار تیز ہے۔"

مالتی ساڑھی اوپر چڑھا کر نالے میں گھس پڑی مگر دس ہاتھ جاتے جاتے پانی اس کی کمر تک آگیا۔

مہتا گھبرائے۔ دونوں ہاتھوں سے اسے لوٹ جانے کا اشارہ کرتے ہوئے بولے: "تم یہاں نہ آؤ مالتی! یہاں تمھارے گلے تک پانی ہے۔"

مالتی نے ایک قدم اور آگے بڑھا کر کہا: "ہونے دو۔ تمھاری یہی مرضی

www.urduchannel.in

ہے کہ میں مرجاؤں تو تمھارے پاس ہی مروں گی۔"

مالتی پیٹ تک پانی میں تھی۔ دھارا اتنی تیز تھی کہ معلوم ہوتا تھا، اب قدم اکھڑا۔ مہتا لوٹ پڑے اور مالتی کو ایک ہاتھ سے پکڑ لیا۔

مالتی نے نشیلی آنکھوں میں غصہ بھر کر کہا "میں نے تم جیسا بیدرد آدمی کبھی نہ دیکھا تھا۔ بالکل پتھر ہو۔ اخیر، آج ستا لو جتنا ستاتے بنے، میں بھی کبھی سمجھوں گی۔"

مالتی کے پیر اکھڑتے ہوئے معلوم ہوتے۔ وہ بندوق سنبھالتی ہوئی ان سے لپٹ گئی۔

مہتا نے دلاسا دیتے ہوئے کہا "تم یہاں کھڑی نہیں رہ سکتیں، میں تمھیں اپنے کندھے پر بٹھلائے لیتا ہوں۔"

مالتی نے چیں بجبیں ہو کر کہا "تو اس پار جانا اتنا ضروری ہے؟"

مہتا نے کچھ جواب نہ دیا۔

بندوق کو کنپٹی سے کندھے پر دبا لیا اور مالتی کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر کندھے پر بٹھایا۔

مالتی اپنی خوشی کو دباتی ہوئی بولی "اگر کوئی دیکھ لے؟"

"تو دیکھ لے۔ اس میں شرم کی کیا بات ہے؟"

"بھدا لگتا ہے۔"

دو قدم کے بعد اس نے درد بھری آواز میں کہا "اچھا بتاؤ کہ اگر میں یہیں ڈوب جاؤں تو تمھیں رنج ہوگا یا نہیں؟ میں تو سمجھتی ہوں کہ تمھیں بالکل رنج نہ ہوگا۔"

مہتا بولے "تو تم سمجھتی ہو کہ میں انسان نہیں ہوں۔"

www.urduchannel.in

"میں تو یہی سمجھتی ہوں، کیوں چھپاؤں؟"

"سچ کہتی ہو، مالتی؟"

"تم کیا سمجھتے ہو؟"

"میں پھر کبھی بتاؤں گا۔"

پانی مہتا کے گلے تک آ گیا، کہیں اگلا قدم اٹھاتے ہی سر تک نہ آجائے مالتی کا دل دھڑکنے لگا۔ بولی: "مہتا! ایشور کے لئے اب آگے مت جاؤ۔ ورنہ میں پانی میں کود پڑوں گی۔"

اس سنکٹ میں مالتی کو ایشور یاد آیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتی تھی۔ جانتی تھی کہ ایشور کہیں بیٹھا نہیں ہے جو آکر انھیں بچالے۔ مگر دل کو جس سہارے اور سکت کی ضرورت تھی وہ اور کہاں تھا؟ پانی کم ہونے لگا۔ مالتی نے خوش ہو کر کہا: "اب تم مجھے اتار دو۔"

"نہیں نہیں، چپ چاپ بیٹھی رہو۔ کہیں آگے کوئی گڑھا نہ ہو۔"

"تم سمجھتے ہوگے کہ کتنی خود غرض ہے۔"

"مجھے اس کی اُجرت دے دینا۔"

مالتی کے دل میں گدگدی ہوئی: بولی "کیا اُجرت لوگے؟"

"یہی کہ جب تمھاری زندگی میں کوئی ایسا ہی موقع آئے تو مجھے بلا لینا۔"

دونوں کنارے پر آگئے۔ مالتی نے ریت پر اپنی ساڑی نچوڑی، جوتے کا پانی نکالا، منہ ہاتھ دھویا، مگر وہ الفاظ اپنے بھید بھرے مطلب کے ساتھ اس کے سامنے ناچتے رہے۔

اس نے تجربے کا لطف اٹھاتے ہوئے کہا: "یہ دن یاد رہے گا۔"

www.urduchannel.in

مہتا نے پوچھا "تم بہت ڈر رہی تھیں؟"
پہلے تو ڈری مگر پھر مجھے یقین ہو گیا کہ تم، ہم دونوں کی حفاظت کر سکتے ہو۔"

مہتا نے فخر سے مالتی کو دیکھا۔ اس کے چہرے پر تکان کی سرخی کے ساتھ چمک بھی تھی۔ بولے "مجھے یہ سن کر اتنی خوشی ہو رہی ہے کہ تم نہ سمجھ سکو گی مالتی؟"

"تم نے سمجھا یا کب؟ الٹا اور جنگلوں میں گھسیٹتے پھرتے ہو۔ ابھی پھر لوٹتے وقت یہی نالا پار کرنا ہوگا۔ تم نے کیسی آفت میں جان ڈال دی مجھے تمھارے ساتھ رہنا پڑے تو ایک دن نہ پٹے۔"

مہتا مسکرائے۔ ان الفاظ کا اشارہ خوب سمجھ رہے تھے۔

"تم مجھے اتنا دشٹ سمجھتی ہو! اور جو میں کہوں کہ تم سے محبت کرتا ہوں، مجھ سے بیاہ کرو گی؟"

ایسے سنگدل سے کون بیاہ کرے گا؟ رات دن جلا کر مار ڈالو گے!" اور محبت بھری آنکھوں سے دیکھا گویا کہہ رہی ہو "اس کا مطلب تم خوب سمجھتے ہو۔ اتنے نادان نہیں۔"

مہتا نے جیسے ہوش میں آ کر کہا "تم سچ کہتی ہو مالتی! میں کسی عورت کو خوش نہیں رکھ سکتا۔ مجھ سے کوئی عورت پریم کا سوانگ نہیں کر سکتی۔ میں اس کے دل کی گہرائی تک پہنچ جاؤں گا۔ پھر مجھے اس سے منافرت ہو جائے گی۔"

مالتی کانپ اٹھی۔ ان باتوں میں کتنی سچائی تھی، پوچھا "اچھا بتاؤ تم کیسی محبت سے مطمئن ہو گے؟"

www.urduchannel.in

بس یہی کہ جو دل میں ہو، وہی زبان پر ہو۔ میرے نزدیک رنگ رو اور ناز و انداز کی قیمت اتنی نہیں ہے جتنی ہونی چاہیئے۔ میں وہ خوراک چاہتا ہوں جس سے روح کی آسودگی ہو۔ متحرک اور جاذب اشیاء کی ضرورت نہیں۔"

مالتی نے ہونٹ سکیڑ کر گہری سانس کھینچتے ہوئے کہا: "تم سے کوئی پیش نہ پائے گا۔ ایک ہی گھاگھ ہو۔ اچھا بتاؤ، میرے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟"

مہتا نے شرارت سے مسکرا کر کہا: "تم سب کچھ کر سکتی ہو۔ دانا، ہوشیار ہو، طباع ہو، رحم دل ہو، شوخ ہو، خود دار ہو، تیاگ کر سکتی ہو مگر محبت نہیں کر سکتیں۔"

مالتی نے تیز نگاہ سے تاک کر کہا: "جھوٹے ہو تم، بالکل جھوٹے۔ مجھے تمھارا یہ دعویٰ بے دلیل معلوم ہوتا ہے کہ تم عورت کے دل تک پہنچ جاتے ہو۔"

دونوں نالے کے کنارے کنارے چلے جا رہے تھے بارہ بج چکے تھے مگر اب مالتی کو نہ آرام کی خواہش تھی، نہ واپسی کی۔ آج کی گفتگو میں اسے ایسا مزہ آ رہا تھا جو اس کے لئے بالکل نیا تھا۔ اس نے کتنے ہی عالموں اور لیڈروں کو ایک مسکراہٹ میں، ایک چتون میں، ایک بات میں احمق بنا چھوڑ دیا تھا۔ ایسی ریت کی دیوار پر وہ زندگی کی بنیاد نہیں قائم کر سکتی تھی۔ آج اسے وہ سخت اور ٹھوس پتھر سی زمین مل گئی جو پھاوڑوں سے چنگاریاں نکال رہی تھی اور یہ سختی اسے زیادہ سے زیادہ فریفتہ کئے لیتی تھی۔

دھائیں کی آواز ہوئی۔ ایک لال سر نالے پر اڑا جا رہا تھا مہتا

www.urduchannel.in

نشانہ مارا۔ چڑیا چوٹ کھاکر بھی کچھ دور اڑی۔ پھر بیچ دھار میں گر پڑی اور لہروں کے ساتھ بہنے لگی۔

"اب؟"

"ابھی جاکر لاتا ہوں، جاتا کہاں ہے؟"

یہ کہتے ہی وہ ریت میں دوڑے اور بندوق کنارے پر رکھ کر پانی میں کود پڑے اور بہاؤ کی طرف تیرنے لگے مگر نصف میل تک پورا زور لگانے پر بھی وہ چڑیا کو نہ پا سکے۔ چڑیا مر کر بھی گویا اڑی جارہی تھی! دفعتاً انھوں نے دیکھا کہ ایک، نوجوان لڑکی کنارے کی ایک جھونپڑی سے نکلی چڑیا کو بہتا دیکھ کر ساڑی کو رانوں تک چڑھایا اور پانی میں کود پڑی۔ ایک لمحے میں اس نے چڑیا پکڑ لی اور مہتا کو دکھاتی ہوئی بولی" پانی سے نکل آؤ۔ بابوجی! تمھاری چڑیا یہ ہے۔"

مہتا صاحب لڑکی کی چستی اور ہمت دیکھ کر دنگ ہو گئے، فوراً کنارے کی طرف بڑھے اور دو منٹ میں اس کے پاس جا پہنچے۔

لڑکی کا رنگ تھا تو سیاہ اور گہرا سیاہ، کپڑے بہت ہی میلے اور گھنونے، زیور کے نام پر صرف ہاتھوں میں دو دو موٹی چوڑیاں، سر کے بال الجھے اور بکھرے ہوئے، چہرہ کا کوئی حصہ ایسا نہیں جسے سندر یا سڈول کہا جا سکے، مگر وہاں کی صاف آب و ہوا نے اس کی سیاہی میں ایسی ملاحت بھر دی تھی اور قدرت کی گود میں پل کر اس کے اعضاء اتنے سڈول اور کسے ہوئے اور پھرتیلے ہو گئے تھے کہ شباب کی تصویر کے لئے اس سے بہتر نمونہ ملنا مشکل تھا۔ اس کی عمدہ صحت گویا مہتا کے دل میں سکت اور چمک لا رہی تھی۔

www.urduchannel.in

مہتانے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا "تم بڑے موقع سے پہنچ گئیں ورنہ مجھے نہ جانے کتنی دور تیرنا پڑتا۔"

لڑکی نے خوش ہو کر کہا۔ "میں نے تمھیں تیرتے دیکھا تو دوڑی شکار کھیلنے آئے ہو گے؟"

ہاں آئے تو تھے شکار ہی کھیلنے مگر دوپہر ہو گئی اور یہی ایک چڑیا ملی ہے۔"

"تیندوا مارنا ہو تو میں اس کی جگہ دکھا دوں۔ رات کو یہاں روج (روز) وہ پانی پینے آتا ہے۔ کبھی کبھی دوپہر میں بھی آجاتا ہے۔"

پھر ذرا شرما کر سر جھکائے ہوئے بولی "اس کی کھال ہمیں دینی پڑے گی۔ چلو میرے دوارے پر، وہاں پیپل کی چھایا ہے، یہاں دھوپ میں کب تک کھڑے رہو گے؟ کپڑے بھی تو بھیگے ہوئے ہیں۔"

مہتانے اس کے بدن سے لپٹی ہوئی بھیگی ساڑی کی طرف دیکھ کر کہا "تمھارے کپڑے بھی تو بھیگے ہوئے ہیں۔"

اس نے بے پروائی سے کہا "اُنہہ، ہمارا کیا، ہم جنگل کے جیو ہیں۔ دن دن بھر دھوپ اور پانی میں کھڑے رہتے ہیں۔ تم تھوڑے ہی رہ سکتے ہو۔"

لڑکی کتنی سمجھدار ہے اور بالکل گنوار۔

"تم کھال لے کر کیا کرو گی؟"

"ہمارے دادا ہاٹ میں بیچتے ہیں۔ یہی تو ہمارا کام ہے۔"

www.urduchannel.in

"لیکن دوپہر یہاں کاٹیں، تو تم کھلاؤ گی کیا؟"

لڑکی نے شرماتے ہوئے کہا "تمھارے کھانے لایک (لائق) ہمارے گھر میں کیا ہے؟ مکے کی روٹیاں کھاؤ تو دھری ہیں۔ چرٹھے کا سالن پکا دونگی تم بتلاتے جانا جیسے بنانا ہو۔ تھوڑا دودھ بھی ہے ہماری گائے کو ایک بار تیندوے نے گھیرا تھا۔ وہ اس کو سینگوں سے بھگا کر چلی آئی تھی۔ تب سے تیندوا اس سے ڈرتا ہے۔"

"لیکن میں اکیلا نہیں ہوں، میرے ساتھ ایک عورت بھی ہے۔"

"تمھاری گھر والی ہوگی۔"

"نہیں گھر والی تو ابھی نہیں ہے، جان پہچان کی ہے۔"

"تو میں دوڑ کر ان کو بلائے لاتی ہوں، تم چل کر چھانہ میں بیٹھو۔"

"نہیں، نہیں، میں بلائے لاتا ہوں۔"

"تم تھک گئے ہوگے۔ سہر کے باسی جنگل میں کاہے کو آتے ہوگے؟ ہم تو جنگلی آدمی ہیں۔ کنارے ہی پر تو کھڑی ہوں گی؟"

جب تک مہتا کچھ بولیں وہ ہوا ہوگئی۔ مہتا اوپر چڑھ کر پیپل کے سایہ میں بیٹھے تو اس آزادانہ زندگی سے انھیں رغبت پیدا ہوگئی سامنے کا پہاڑی سلسلہ فلسفے کے اصولوں کی طرح ناقابلِ عبور اور نامتناہی دور تک پھیلا ہوا گویا فہم و فراست کو وسعت دے رہا تھا، گویا دل اس عقل کو، اس نور کو، اس عمق کو اس کی مجسّم اور عظیم الشان صورت میں دیکھ رہا ہو دور کی ایک بہت بلند چوٹی پر ایک چھوٹا سا مندر تھا جو اس ناقابلِ فہم مقام میں گیان کی طرح اونچا مگر کھویا ہوا سا کھڑا تھا۔ گویا پرند وہاں تک

www.urduchannel.in

پر مار کر آرام و آسائش حاصل کرنا چاہتا ہے۔ مگر کہیں جگہ نہیں پاتا۔

مہتا انھیں خیالات میں غرق تھے کہ وہ لڑکی مس مالتی کو ساتھ لیے آ پہنچی ایک جنگلی پھول کی طرح دھوپ میں کھلی ہوئی اور دوسری گملے کے پھول کی طرح دھوپ سے زرد اور مرجھائی ہوئی۔

مالتی نے بے دلی سے کہا: "پیپل کی چھاؤں بہت اچھی لگ رہی ہے، کیوں؟ اور یہاں بھوک کے مارے جان نکلی جاتی ہے!"

لڑکی دو بڑے بڑے مٹکے اٹھا لائی اور بولی: "تم جب تک یہیں بیٹھو، میں دوڑ کر پانی لاتی ہوں۔ پھر چولھا جلاؤں گی اور میرے ہاتھ کا کھاؤ تو میں چھن بھر میں باٹیاں بنا دوں گی، نہیں تو اپنے آپ سینک لینا۔ ہاں گیہوں کا آٹا میرے گھر میں نہیں ہے اور یہاں کہیں کوئی دوکان بھی نہیں ہے کہ لا دوں"

مالتی کو مہتا پر غصہ آ رہا تھا۔ بولی: "تم یہاں کیا آکر پڑ رہے؟"

مہتا نے چڑھاتے ہوئے کہا: "ایک روز ذرا اس صحرائی زندگی کا لطف بھی تو اٹھاؤ۔ دیکھو مکا کی روٹیوں میں کتنی لذت ہے۔"

"مجھ سے وہ روٹیاں کھائی ہی نہ جائیں گی اور کسی طرح نگل بھی جاؤں تو ہضم نہ ہوں گی۔ تمھارے ساتھ آکر میں بہت پچھتا رہی ہوں۔ راستہ بھر دوڑا کے مار ڈالا اور اب یہاں لاکر پٹک دیا۔"

مہتا نے کپڑے اتار دیے تھے اور صرف ایک گیلا جانگیا پہنے ہوئے بیٹھے تھے۔ لڑکی کو مٹکے لے جاتے دیکھا تو اس کے ہاتھ سے چھین لئے اور کنوئیں پر پانی بھرنے چلے۔ فلسفہ کے عمیق مطالعے میں بھی انھوں نے اپنی صحت کی حفاظت کی تھی اور دونوں مٹکے لے کر چلتے ہوئے ان کے بھرے ہوئے بازوؤں چوڑے سینے اور پٹھے دار رانوں سے

www.urduchannel.in

یونانی مجسمے کے متناسب اعضاء کی طرح ان کی قوت کا پتہ مل رہا ہے۔ ٹکی انفیس پانی کھینچتے ہوئے شوق کی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ اب کے رحم کے نہیں بلکہ اس کی عقیدت کے مستحق ہو گئے تھے۔

کنواں بہت گہرا تھا، کوئی ساٹھ ہاتھ، مٹکے بھاری تھے اور صاحب ورزش کے عادی ہوتے ہوئے بھی ایک مٹکا کھینچتے سست پڑ گئے۔ لڑکی نے دوڑ کر ان کے ہاتھوں سے رسی چھین لی اور بولی "تم سے نہ کھنچے گا، تم جا کر کھاٹ پر بیٹھو، میں بھرے لاتی ہوں۔"

مہتا اپنی مردیت کی یہ توہین نہ سہ سکے۔ رسّی اس کے ہاتھ سے پھر لے لی اور زور لگا کر ایک لمحہ میں دوسرا مٹکا بھی کھینچ لیا۔ پھر دونوں ہاتھوں میں دونوں مٹکے لئے ہوئے آکر جھونپڑی کے دروازے پر کھڑے ہو گئے لڑکی نے آناً فاناً آگ جلائی اور چڑھے کے پر کھلس دئے پھر چھرے سے اس کی بوٹیاں بنائیں اور چولھے میں آگ لے جا کر گوشت چڑھا دیا اور چولھے کے پچھلے حصے پر کڑھائی میں دودھ ابالنے لگی۔

اور مالتی بھویں چڑھائے چارپائی پر اداس پڑی ہوئی اس منظر کو اس طرح دیکھ رہی تھی گویا اس کے آپریشن کی تیاری ہو رہی ہو۔

مہتا جھونپڑی کے دروازے پر کھڑے ہو کر لڑکی کی خانہ داریوں کو شوق و رغبت سے دیکھتے ہوئے بولے "مجھے بھی تو کوئی کام بتاؤ، میں کیا کروں؟"

لڑکی نے ملائم جھڑکی کے ساتھ کہا "تمہیں کچھ نہیں کرنا ہے۔ جا کر بائی کے پاس بیٹھو، بیچاری بہت بھوکی ہیں، دودھ گرم ہوا جاتا ہے، اسے

www.urduchannel.in

پلا دینا ۔"

اس نے ایک گھڑے سے آٹا نکالا اور گوندھنے لگی۔ مہتا اس کے اعضاء کی خوشگوار حرکت دیکھتے رہے۔ لڑکی بھی رہ رہ کر انھیں کنکھیوں سی دیکھتے ہوئے اپنا کام کرنے لگتی تھی۔

مالتی نے پکارا "تم وہاں کیا کھڑے ہو؟ میرے سر میں شدت کا درد ہو رہا ہے۔ آدھا سر ایسا پھٹا پڑتا ہے جیسے گر جائے گا۔"

مہتا نے آکر کہا "معلوم ہوتا ہے، دھوپ لگ گئی ہے۔"

"میں کیا جانتی تھی کہ تم مجھے مار ڈالنے کے لئے یہاں لا رہے ہو؟"

"تمھارے ساتھ کوئی دوا بھی تو نہیں ہے؟"

کیا میں کسی مریض کو دیکھنے آرہی تھی جو دوا لے کر چلتی؟ میرا ایک دواؤں کا بکس ہے وہ سمری میں ہے۔ اُف! سر پھٹا جاتا ہے۔"

مہتا اس کے سرہانے زمین پر بیٹھ کر آہستہ آہستہ اس کا سر سہلانے لگے۔ مالتی نے آنکھیں بند کر لیں۔

لڑکی ہاتھوں میں آٹا بھرے ہوئے، سر کے بال بکھیرے، آنکھیں دھوئیں سے سُرخ اور اشک آلود، کل بدن پسینہ سے ترجس سے اُس کا اُبھرا ہوا سینہ صاف جھلک رہا تھا، آکر کھڑی ہو گئی۔ اور مالتی کو آنکھیں بند کئے پڑا دیکھ کر بولی "بائی کو کیا ہو گیا ہے؟"

مہتا بولے "سر میں بڑا درد ہے۔"

"پورے سر میں ہے کہ آدھے میں؟"

"آدھے میں بتاتی ہیں۔"

"داہنی طرف ہے کہ بائیں طرف؟"

www.urduchannel.in

"بائیں طرف۔"

"میں ابھی دوڑ کر ایک دوا لاتی ہوں جسے گھس کر لگاتے ہی اچھا ہو جائے گا۔"

"تم اس دھوپ میں کہاں جاؤ گی؟"

لڑکی نے سنا ہی نہیں۔ تیزی سے ایک طرف جا کر پہاڑیوں میں غائب ہو گئی۔ کوئی آدھ گھنٹے بعد مہتا نے اسے اونچی پہاڑی پر چڑھتے دیکھا۔ دور سے بالکل گڑیا سی لگ رہی تھی۔ دل میں سوچا کہ اس جنگلی چھوکری میں خدمت کا کتنا جذبہ اور کتنا عملی علم ہے۔ لو اور دھوپ میں آسمان پر چڑھی چلی جا رہی ہے۔

مالتی نے آنکھیں کھول کر دیکھا بولی "کہاں گئی وہ کلوٹی؟ غضب کی کالی ہے جیسے آبنوس کا کندہ۔ اسے بھیج دو۔ رائے صاحب سے کہہ آئے کہ موٹر یہاں بھیج دیں۔ اس دھوپ میں میرا دم نکل جائے گا۔"

"کوئی دوا لانے گئی ہے۔ کہتی ہے کہ اس سے آدھا سیسی کا درد بہت جلد دور ہو جاتا ہے۔"

ان کی دوائیں ان ہی کو نفع کرتی ہیں، مجھے نہ کریں گی۔ تم تو اس چھوکری پر لٹو ہو گئے۔ کتنے چھچھورے ہو! جیسی روح ویسے فرشتے۔"

مہتا کو تلخ سچائی کہنے میں تامل نہ ہوتا تھا۔ بولے "کچھ باتیں تو اس میں ایسی ہیں کہ اگر تم میں ہوتیں تو تم سچ مچ دیوی ہو جاتیں۔"

"اس کی خوبیاں اسے مبارک ہوں! مجھے دیوی بننے کی ہوس نہیں ہے۔"

تم کہو تو میں جا کر موٹر لاؤں، اگرچہ میں نہیں کہہ سکتا کہ موٹر یہاں

www.urduchannel.in

آ بھی سکے گا یا نہیں۔"

"اس کلوٹی کو کیوں نہیں بھیج دیتے؟"

"وہ تو دوا لینے گئی ہے، پھر کھانا پکائے گی۔"

"تو آج آپ اس کے مہمان ہیں۔"

مہتا نے اس جملے سے چڑھ کر کہا۔" اس لڑکی کی جانب میرے دل میں جو محبت و عقیدت ہے وہ ایسی ہے کہ اگر میں اس کی طرف بد نگاہی سے دیکھوں تو آنکھیں پھوٹ جائیں۔ میں اپنے کسی دلی دوست کی خاطر بھی اس دھوپ اور لو میں اس اونچی پہاڑی پر نہ جاتا اور ہم صرف گھڑی بھر کے مہمان ہیں۔ اسے وہ جانتی ہے۔ وہ کسی غریب عورت کے لئے بھی اسی مستعدی سے دوڑ جائے گی۔ میں اس امر کو صرف تحریر یا تقریر کے ذریعہ ادا کر سکتا ہوں کہ دنیا میں سب لوگ بھائی بھائی ہیں اور سب ہی میں برادرانہ محبت ہونی چاہیئے مگر وہ ان جذبات پر عمل کر کے دکھلا سکتی ہے۔ کہنے سے کرنا مشکل ہے، یہ تو تم بھی جانتی ہو۔"

مالتی نے طنز سے کہا۔" بس بس، وہ دیوی ہے میں مان گئی۔ اس کے سینہ میں ابھار، کمر میں لچک، جسم میں وزن ہے۔ دیوی ہونے کے لئے اور کیا چاہیئے؟"

مہتا تلملا اٹھے۔ فوراً اٹھے، کپڑے پہنے جو سوکھ گئے تھے، بندوق اٹھائی اور چلنے کو تیار ہو گئے۔ مالتی نے پھنکار چھوڑی۔" تم نہیں جا سکتے مجھے چھوڑ کر!"

"پھر کون جائے گا؟"

"وہی تمہاری دیوی۔"

www.urduchannel.in

مہتا بدحواس سے کھڑے تھے۔ عورت مرد پر کتنی آسانی سے فتح پا سکتی ہے اس کا آج انہیں زندگی میں پہلا تجربہ ہوا۔

وہ دوڑی ہانپتی چلی آرہی تھی، وہی کالی کلوٹی لڑکی، ہاتھ میں ایک جھاڑ لئے ہوئے۔ پاس آکر مہتا کو کہیں جانے کے لئے تیار دیکھ کر بولی، "میں وہ جڑی کھوج لائی۔ ابھی گھس کر لگاتی ہوں۔ مگر تم کہاں جا رہی ہو؟ کاس (گوشت) تو پک گیا ہوگا۔ میں باٹیاں سینکے دیتی ہوں، دو ایک کھا لینا۔ بائی دودھ پی لیں گی۔ ٹھنڈے میں چلے جانا۔"

اس نے بلا تامل مہتا کی اچکن کے بٹن کھول دئے۔ مہتا بہت ضبط کئے ہوئے تھے، جی چاہتا تھا کہ اس دہقانی لڑکی کے قدم چوم لیں۔

مالتی نے کہا: "اپنی دوائی رہنے دے۔ ندی کے کنارے برگد کے پیچھے ہمارا موٹر کھڑا ہے۔ وہاں اور لوگ ہوں گے ان سے جا کر کہنا موٹر یہاں لائیں۔ دوڑی ہوئی جا!"

لڑکی نے مایوسانہ نگاہوں سے مہتا کو دیکھا۔ اتنی محبت سے جڑی لائی، اس کی یہ بے قدری! اس گنوارن کی دوا انہیں نہیں جنچی تو نہ سہی، اس کا من رکھنے ہی کو ذرا سی لگوا لیتیں، تو کیا ہوتا؟

اس نے جڑی کو زمین پر رکھ کر پوچھا: "تب تک تو چولھا ٹھنڈا ہو جائے گا بائی جی۔ کہو تو روٹیاں سینک کر رکھ لوں۔ بابوجی کھانا کھا لیں تم دودھ پی لو اور دونوں جنے آرام کرو۔ تب تک میں موٹر والے کو بلا لوں۔"

وہ جھونپڑی میں گئی، بجھی ہوئی آگ پھر جلائی، دیکھا تو گوشت

www.urduchannel.in

اُبل گیا تھا، کچھ جل بھی گیا تھا، جلد جلد روٹیاں سینکیں، دودھ گرم تھا اسے ٹھنڈا کیا اور ایک کٹورے میں مالتی کے پاس لائی۔ مالتی نے کٹورے کے بھدّے پن پر منہ بنایا لیکن دودھ نہ چھوڑ سکی۔ مہتا جھونپڑی کے دروازے پر بیٹھ کر ایک تھالی میں گوشت اور روٹیاں کھانے لگے۔ لڑکی کھڑی ہوئی پنکھا جھل رہی تھی۔ مالتی نے لڑکی سے کہا: "انھیں کھانے دے، کہیں بھاگے نہیں جاتے۔ تو جا کر موڑ لا۔"

لڑکی نے مالتی کی طرف ایک مرتبہ سوالیہ نگاہوں سے دیکھا یہ کیا چاہتی ہیں؟ ان کا مطلب کیا ہے؟ اسے مالتی کے چہرے پر مریضوں کی سی عاجزی اور احسان مندی اور التجا کی جھلک نہ دکھائی دی، اس کی جگہ غرور اور رعونت کی جھلک تھی۔ دہقانی لڑکی دل کی پرکھ میں ہوشیار تھی بولی: "کسی کی لونڈی نہیں ہوں، بائی جی! تم بڑی ہوگی تو اپنے گھر کی ہیں تم سے مانگنے تو نہیں جاتی۔ میں موڑ لینے نہ جاؤں گی۔"

مالتی نے ڈانٹا: "اچھا تو نے گستاخی پر کمر باندھی ہے، بتا تو کس کے علاقے میں رہتی ہے؟"

"رائے صاحب کا علاقہ ہے۔"

"تو تجھے انھیں رائے صاحب کے ہاتھوں ہنٹروں سے پٹواؤں گی۔"

"مجھے پٹوانے سے تمھیں سکھ ملے تو پٹوا لینا بائی جی، کوئی رانی مہارانی تھوڑے ہی ہوں کہ لشکر بھیجنا پڑے۔"

مہتا نے دو چار نوالے کھائے تھے کہ مالتی کی یہ باتیں سنیں۔ نوالہ حلق میں اٹک گیا۔ جلدی سے ہاتھ دھویا اور بولے: "وہ نہیں جائے گی،

www.urduchannel.in

میں جا رہا ہوں۔"

مالتی بھی کھڑی ہو گئی: "اسے جانا پڑے گا!"

مہتا نے انگریزی میں کہا: "اس کی توہین کر کے تم اپنی توقیر نہیں بڑھا رہی ہو، مالتی!"

مالتی نے پھٹکار بتائی: "ایسی ہی لونڈیاں تو مردوں کو پسند آتی ہیں جن میں کوئی اور گن ہو یا نہ ہو مگر جو اُن کی خدمت دوڑ دوڑ کر خوشی سے کریں اور اپنے بھاگ کو سراہیں کہ اس مرد نے مجھ سے کچھ کام کرنے کو تو کہا۔ بس وہی تو دیویاں ہیں! میں سمجھتی تھی کہ دیسی مردی کم سے کم تم میں نہیں ہے، لیکن تم بھی دل کے ویسے ہی نکلے۔"

مہتا علم النفس کے ماہر تھے۔ مالتی کے دلی خیالات کو بخوبی سمجھ رہے تھے۔ حسد کی ایسی انوکھی مثال انھیں کبھی نہ ملی تھی۔ اس عورت میں جو اتنی ترحم مزاج، اتنی فراخ دل اور اتنی ہنس مکھ تھی، حسد کی ایسی تیز آگ!

بولے: "کچھ بھی کہو مگر میں اسے نہ جانے دوں گا۔ اس کی خدمتوں اور مہربانیوں کا یہ صلہ دے کر میں اپنی نظروں میں ذلیل نہیں بن سکتا۔" مہتا کی آواز میں کچھ ایسی سختی تھی کہ مالتی آہستہ سے اٹھی اور جانے کو تیار ہو گئی۔ اس نے جل کر کہا: "اچھا تو میں ہی جاتی ہوں۔ تم اس کے چرنوں کی پوجا کر کے بعد کو آنا۔"

مالتی دو تین قدم چلی گئی تو مہتا نے اس لڑکی سے کہا: "اب مجھے اجازت دو بہن! تمھاری یہ محبت، تمھاری یہ بے غرضانہ خدمت ہمیشہ یاد رہے گی۔"

لڑکی نے آب دیدہ ہو کر دونوں ہاتھوں سے انھیں پرنام کیا

www.urduchannel.in

اور جھونپڑی میں چلی گئی۔

دوسری ٹولی رائے صاحب اور کھنّا کی تھی۔ رائے صاحب تو اپ
اسی ریشمی کرتے اور ریشمی چادرے میں تھے مگر کھنّا نے شکاری پوشاک پہ
رکھی تھی جو شاید اسی دن کے لئے تیار کرائی گئی تھی کیونکہ کھنّا کو اسامیو
کے شکار سے اتنی فرصت کہاں تھی کہ جانوروں کا شکار کھیلتے؟
پستہ قد اور اکہرے بدن کے شکیل آدمی تھے۔ گندمی رنگ، بڑی
بڑی آنکھیں، منہ پر چیچک کے داغ، بات چیت میں بڑے
ہوشیار!

کچھ دور چلنے کے بعد کھنّا نے مہتا صاحب کا ذکر چھیڑ دیا جو
ہی سے ان کے سر پر کسی نحوست کی طرح سوار تھے، بولے "یہ مہتا بھی
کچھ عجیب آدمی ہے۔ مجھے تو کچھ بنا ہوا معلوم ہوتا ہے"

رائے صاحب مہتا کی عزت کرتے تھے اور انھیں سچا، بے ریا
آدمی سمجھتے تھے۔ مگر کھنّا سے کچھ لین دین بھی تھا اور کچھ مزاج میں بھی امن
پسندی تھی۔ پس مخالفت نہ کر سکے۔ بولے "میں تو انھیں صرف تفریح کی
سمجھتا ہوں کبھی ان سے بحث نہیں کرتا اور کرنا بھی چاہوں تو اتنا علم کہاں
سے لاؤں؟ جس نے زندگی کے دائرے میں کبھی پیر ہی نہیں رکھا وہ اگر
زندگی کے بارے میں کسی نئے اصول کا راگ الاپتا ہے تو مجھے اُس
پر ہنسی آتی ہے۔ مزے سے ایک ہزار ماہوار وصول کرتے ہیں، نہ
جورو نہ جانتا، نہ کوئی فکر نہ تکلیف، وہ فلسفہ نہ بگھارے؟ آپ آزاد
رہ کر زندگی کو مکمل بنانے کا خواب دیکھتے ہیں، ایسے آدمی سے کیا بحث
کی جائے؟"

www.urduchannel.in

"میں نے سنا کہ چال چلن ٹھیک نہیں ہی۔"

"بے فکرے پن میں چال چلن ٹھیک رہ کیسے سکتا ہی؟" سوسائٹی میں رہو اور اس کے فرائض انجام دو جب پتہ چلے۔"

"مس مالتی نہ جانے کیا دیکھ کر ان پر فریفتہ ہوئی جاتی ہیں؟"

"میں سمجھتا ہوں کہ وہ صرف تمھیں جلا رہی ہی۔"

"مجھے وہ کیا کھاکر جلائیں گی؟ میں انھیں کھلونے سے زیادہ نہیں سمجھتا۔"

"یہ تو نہ کہو مسٹر کھنّا، مس مالتی پر جان تو دیتے ہو تم!"

"یوں تو میں بھی آپ پر وہی الزام لگا سکتا ہوں۔"

"میں انھیں واقعی کھلونا سمجھتا ہوں۔ آپ البتہ انھیں مورت بنائے ہوئے ہیں۔"

کھنّا نے زور سے قہقہہ لگایا حالانکہ ہنسی کی کوئی بات نہ تھی۔ "اگر ایک لوٹا جل چڑھا دینے سے بردان مل جائے تو کیا بُرا ہی؟"

اب کے رائے صاحب نے زور کا قہقہہ مارا جس کا کوئی مطلب نہ تھا۔ "تب آپ نے اس دیوی کو سمجھا ہی نہیں۔ آپ جتنا ہی اس کی پوجا کریں گے اتنا ہی آپ سے دور بھاگیں گی اور جتنا ہی دور بھاگیے گا اتنا ہی آپ کی طرف دوڑیں گی۔"

"میری طرف! میں اس شوقین جماعت سے بالکل باہر ہوں، مسٹر کھنّا! سچ کہتا ہوں۔ مجھ میں جتنی عقل، اور طاقت ہی وہ اس علاقے کے انتظام ہی میں خرچ ہو جاتی ہی۔ گھر کے جتنے لوگ ہیں، سب ہی اپنی دُھن میں مست ہیں۔ کوئی پرستش میں اور کوئی عیش و عشرت میں! اور ان سب

www.urduchannel.in

اجگروں کو خوراک دینا میرے ذمے ہے؛ میرا فرض ہے! میرے بہت سے تعلقدار بھائی عیش کر رہے ہیں، یہ میں جانتا ہوں مگر وہ لوگ گھر پھونک کر تماشا دیکھتے ہیں! قرض کا بار سر پر بڑھتا جا رہا ہے، روزانہ ڈگریاں ہو رہی ہیں، جس سے لیتے ہیں اسے دینا نہیں جانتے، چاروں طرف بدنامی ہی بدنامی ہے۔ میں تو ایسی زندگی سے مر جانا بہتر سمجھتا ہوں۔ معلوم نہیں کن کرموں کے پھل سے میرے آتما میں ذرا سی جان باقی رہ گئی ہے جو مجھے دیس اور سماج کے بندھن میں باندھے ہوئے ہے۔ ستیا گرہ کی تحریک شروع ہوئی۔ جیل گیا اور لاکھوں روپے کی زیرباری اٹھائی اور ابھی تک اس کا خمیازہ بھگت رہا ہوں مجھے اس کا پچھتاوا نہیں ہے، بالکل نہیں! مجھے فخر ہے۔ میں اُس آدمی کو آدمی نہیں سمجھتا جو قوم اور ملک کے بہبود کی کوشش نہ کرے اور قربانی نہ کرے۔ مجھے کیا اچھا لگتا ہے کہ بے جان کسانوں کا خون چوسوں اور اپنے کنبے والوں کی نفس پرستیوں کے ذرائع مہیا کروں مگر کروں کیا؟ جس انتظامی فضا میں میری پرورشں اور بالیدگی ہوئی اس سے نفرت ہونے پر بھی اس کا مُوہ نہیں چھوڑ سکتا اور اسی چکر میں رات دن پڑا رہتا ہوں کہ کسی طرح عزت آبرو بچی رہے اور ضمیر کا خون نہ ہونے پائے۔ ایسا آدمی مس مالتی ہی کیا کسی مس کے پیچھے نہیں پڑ سکتا اور پڑے تو اس کا ستیاناس سمجھئے، ہاں ذرا سی تفریح کر لینا دوسری بات ہے۔"

کھنّا بھی جری شخص تھے، میدان میں آگے بڑھنے والے۔ دو بار جیل ہو آئے تھے۔ کسی سے دبنا نہ جانتے تھے۔ کھدر پہنتے تھے اور فرانسیسی شراب پیتے تھے۔ موقع پر بڑی بڑی تکلیفیں جھیل سکتے تھے۔ جیل میں شراب چھوئی تک نہیں تھی اور اے کلاس میں رہ کر بھی، سی کلاس کی روٹیاں

www.urduchannel.in

کھاتے رہے، اگرچہ انھیں ہر طرح کا آرام مل سکتا تھا۔ مگر میدان جنگ میں چلنے والا رتھ بھی تو تیل کے بغیر نہیں چل سکتا۔ ان کے لئے زندگی میں ذراسی تفریح ذراسی رنگینی لازمی تھی۔ بولے: "آپ سنیاسی بن سکتے ہیں۔ مگر میں تو نہیں بن سکتا۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ جو دنیا دار نہیں وہ لڑائی میں پورے حوصلہ سے شریک نہیں ہو سکتا۔ جو عورت سے محبت نہیں کر سکتا اس کی حب الوطنی پر میرا یقین نہیں۔"

رائے صاحب مسکرائے۔ "آپ مجھی پر آوازے کسنے لگے۔"

"آوازے نہیں ٹھیک بات ہے۔"

"شاید ہو۔"

"آپ اپنے دل میں اُتر کر دیکھئے تو پتہ چلے۔"

میں نے تو دیکھ لیا اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہاں خواہ کتنی ہی برائیاں ہوں مگر زہر کی ہوس نہیں ہے۔"

تب تو مجھے آپ پر رحم آتا ہے۔ آپ جو اتنے مغموم اور متفکر ہیں اس کا واحد سبب آپ کی نفس کشی ہے۔ میں تو یہ ناٹک کھیل کر ہی رہوں گا خواہ اس کا انجام رنج ہی کیوں نہ ہو۔ وہ مجھ سے مذاق کرتی ہے اور دکھاتی ہے کہ مجھے تیری پروا نہیں۔ مگر میں ہمت ہارنے والا انسان نہیں ہوں میں اب تک اس کا مزاج نہیں سمجھ سکا۔ نشانہ کہاں ٹھیک بیٹھے گا۔ اس کا تصفیہ نہیں کر سکا۔ جس دن یہ کنجی ہاتھ آگئی بس فتح ہے۔"

لیکن وہ کنجی آپ کو شاید ہی ملے۔ شاید مہتا آپ سے بازی مار لے جائیں۔"

ایک ہرن کئی ہرنیوں کے ساتھ چر رہا تھا، بڑی سینگوں والا اور

www.urduchannel.in

بالکل سیاہ۔ رائے صاحب نے نشانہ لگایا۔ کھنا نے روکا: "کیوں ہتھیا کرتے ہو یار! بے چارا چر رہا ہے، چرنے دو۔ دھوپ تیز ہو گئی ہے۔ آئیے کہیں بیٹھ جائیں۔ آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔"

رائے صاحب نے بندوق چلائی مگر ہرن بھاگ گیا۔ بولے: "ایک شکار ملا بھی تو نشانہ خالی گیا۔"

"ایک ہتیا سے بچے۔"

"ہاں کہئے کیا بات کرنے کو کہہ رہے تھے۔"

"آپ کے علاقے میں اوکھ ہوتی ہے؟"

"بڑی کثرت سے۔"

تو پھر کیوں نہ ہمارے شکر مل میں شریک ہو جائیے۔ حصے دھڑا دھڑ بک رہے ہیں۔ آپ زیادہ نہیں تو ایک ہزار حصے خرید لیں۔"

"غضب کیا، میں اتنے روپئے کہاں سے لاؤں گا؟"

"اتنے نامی گرامی تعلقدار اور آپ کو روپیوں کی کمی! کل پچاس ہزار ہی تو ہوتے ہیں اور اس میں بھی ابھی پچیس ہی فیصدی دینا ہے۔"

نہیں بھائی صاحب، میرے پاس اس وقت بالکل روپئے نہیں ہیں۔"

روپئے جتنے چاہیں مجھ سے لیں۔ بنک آپ کا ہے۔ ہاں ابھی آپ نے اپنی زندگی کا بیمہ نہ کرایا ہوگا۔ میری کمپنی کی ایک بڑھیا پالیسی لے لیجئے۔ سو دو سو ماہوار بڑی آسانی سے دے سکتے ہیں اور بعد کو ایک یکجائی رقم مل جائے گی۔ چار پانچ ہزار لڑکوں کے لئے اس سے بہتر بندوبست آپ نہیں کر سکتے۔ ہمارے قواعد دیکھئے ہم باہمی امداد

www.urduchannel.in

کے اصول پر پورا عمل کرتے ہیں دفتر اور عملے کے خرچ کے سوا نفع کی ایک پائی بھی کسی کی جیب میں نہیں جاتی۔ آپ کو تعجب ہوگا کہ اس طریقے پر کمپنی کیسے چل رہی ہے اور میری صلاح سے تھوڑا سا سٹے کا کام شروع کر دیجئے۔ یہ جو آج صدہا کروڑ پتی بنے ہوئے ہیں سب اسی کی بدولت بنے ہوئے ہیں۔ روئی، شکر، گیہوں، ربر کسی جنس کا سٹا کیجئے، منٹوں میں لاکھوں کا نیٹارا ہوتا ہے۔ کام ذرا بے تکا ہے۔ بہت سے لوگ دھوکا کھا جاتے ہیں مگر وہی جو اناڑی ہیں۔ آپ جیسے تجربہ کار تعلیم یافتہ اور دور اندیش لوگوں کے لئے تو اس سے بہتر نفع کا کام ہی نہیں ہے۔ بازار کا چڑھاؤ اتار کوئی ناگہانی واقعہ نہیں۔ یہ بھی ایک سائنس ہے۔ ایک بار اسے غور سے دیکھ لیجئے تو کیا مجال کہ دھوکہ ہو جائے۔"

رائے صاحب کو کمپنیوں پر اعتبار نہ تھا۔ دو ایک بار اس کا انھیں تلخ تجربہ بھی ہو چکا تھا۔ لیکن مسٹر کھنا کو انھوں نے اپنی آنکھوں سے ترقی کرتے ہوئے دیکھا ہے اور ان کے کمال فن کے قائل ہو گئے تھے ابھی دس سال پہلے جو شخص بینک میں کلرک تھا وہ صرف اپنی محنت اور ذہانت سے شہر میں پوجا جاتا ہے۔ اس کی صلاح کو یوں ہی ٹالا جا سکتا تھا۔ اس بارے میں اگر کھنا ان کے رہنما بن جائیں تو انھیں بہت کچھ کامیابی ہو سکتی ہے۔ ایسا موقع کیوں ہاتھ سے جانے دیا جائے۔ طرح طرح کے سوالات کرتے رہے۔ دفعتاً ایک دیہاتی ایک بڑی ٹوکری میں کچھ جڑیں، پتیاں اور پھول لئے جاتا ہوا دکھائی دیا؟"

کھنا نے پوچھا ارے کیا بیچتا ہے؟"

دیہاتی ڈر گیا کہ کہیں بیگار میں نہ پکڑ جائے۔ بولا: کچھ تو نہیں مالک

www.urduchannel.in

یہی گھاس پات ہے۔"

"کیا کرے گا ان کا؟"

"بیچوں گا مالک جڑی بوٹی ہے۔"

"کون کون سی جڑی بوٹی ہے؟"

دیہاتی نے اپنا دواخانہ کھول کر دکھایا۔ معمولی چیزیں تھیں جو جنگل کے آدمی اکھاڑے جاتے ہیں اور شہری عطاروں کے ہاتھ دو چار آنے میں بیچ آتے ہیں، جیسے مکوے، کنگھی، شہدیئی، ککروندہ، تخم دھتورہ، مدار کے پھول، کر نجے گھونگچی وغیرہ ہر چیز دکھاتا تھا اور رٹے ہوئے لفظوں میں اس کے اوصاف بھی بتلاتا جاتا تھا۔ "یہ مکوے ہے سرکار، تاپ ہو، مندا گنی ہو، تلی ہو، دھڑکن ہو، سول ہو، کھانسی ہو ایک خوراک میں آرام ہو جاتا ہے۔ یہ دھتورے کے بیج ہیں مالک! گٹھیا ہو، بائی ہو........" کھنّا نے دام پوچھے۔ اس نے آٹھ آنے کہے۔ کھنّا نے ایک روپیہ پھینک دیا اور اسے پڑاؤ پر رکھ آنے کو کہا۔ غریب نے منہ مانگے دام ہی نہیں بلکہ دو گنے پا گئے، دعائیں دیتا ہوا چلا گیا۔

رائے صاحب نے پوچھا: "آپ یہ گھاس پات لے کر کیا کریں گے؟"

کھنّا نے مسکرا کر کہا: "ایران کی اشرفیاں بناؤں گا۔ میں کیمیاگر ہوں۔ یہ آپ کو شاید نہیں معلوم؟"

"تو یار وہ منتر ہمیں بھی سکھا دو۔"

"ہاں ہاں! شوق سے میری شاگردی کیجئے۔ پہلے سوا سیر لڈو لا کر چڑھایئے تب بتاؤں گا۔ بات یہ ہے کہ مجھے طرح طرح کے آدمیوں سے سابقہ پڑتا ہے کچھ ایسے لوگ بھی آتے ہیں جو جڑی بوٹیوں پر جان دیتے ہیں۔ بس انھیں

www.urduchannel.in

اتنا معلوم ہو جائے کہ یہ کسی فقیر کی دی ہوئی جڑی بوٹی ہے، پھر آپ کی خوشامد کریں گے، ناک رگڑیں گے اور آپ وہ چیز انھیں دے دیں تو سدا کے لئے آپ کے احسان مند بن جائیں گے ایک روپئے میں اگر دس بیس احمقوں پر احسان کا ملمّدہ کیا جا سکے تو کیا بُرا ہے؟ ذرا سے احسان سے بڑے بڑے کام نکل جاتے ہیں۔"

رائے صاحب نے شوق بھرے تعجب سے پوچھا "مگر ان بوٹیوں کے گن آپ کو یاد کیسے رہتے ہیں؟"

کھنّا نے قہقہہ لگایا۔ آپ بھی رائے صاحب بڑے مزے کی بات کرتے ہیں۔ جس بوٹی میں جو گن چاہے بتا دیجئے، یہ آپ کی لیاقت پر منحصر ہے۔ صحت تو روپئے میں آٹھ آنے اعتقاد سے ہوتی ہے۔ آج جوان بڑے بڑے افسروں کو دیکھتے ہیں اور ان لمبی دم والے عالموں کو اور ان رئیسوں کو، یہ سب کورا نہ اعتقاد والے ہوتے ہیں میں تو علم نباتات کے پروفیسروں کو جانتا ہوں جو ککر وندے کے نام سے بھی واقف نہیں۔ ان عالموں کا مذاق تو ہمارے سوامی جی خوب اُڑاتے ہیں۔ آپ کو تو کبھی ان کے درشن نہ ہوئے ہوں گے۔ اب کے آئیں گے تو ان سے ملاؤں گا۔ جب سے میرے باغیچے میں ٹھہرے ہیں رات دن لوگوں کا تانتا لگا رہتا ہے۔ ہوس تو انھیں چھو بھی نہیں گئی۔ صرف ایک بار دودھ پیتے ہیں۔ ایسا عالم مہاتما میں نے نہیں دیکھا۔ نہ جانے کتنے برسوں تک ہمالیہ پر تپسیا کرتے رہے ہے۔ پورے پہنچے ہوئے سادھو ہیں۔ آپ اُن کے مُرید ضرور

www.urduchannel.in

ہو جائیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کی ساری پریشانیاں ہوا ہو جائیں گی۔ آپ کو دیکھتے ہی وہ آپ کا ماضی، حال، مستقبل سب کہہ سنائیں گے۔ ایسے ہنس مکھ ہیں کہ دیکھتے ہی دل شگفتہ ہو جاتا ہے۔ تعجب تو یہ ہے کہ خود اتنے بڑے مہاتما ہیں، مگر ستیاس، تیاگ، مندر اور مٹھ اور پنتھ ان سب کو ڈھونگ کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ رواجی بندشوں کو توڑو اور انسان بنو۔ دیوتا بننے کا خیال چھوڑ دو، دیوتا بن کر تم انسان نہ رہ جاؤ گے۔"

رائے صاحب کے دل میں شبہ ہوا۔ مہاتماؤں پر انھیں بھی پورا اعتقاد تھا جو ذی اقتدار لوگوں میں عموماً ہوتا ہے۔ دکھی دل کو دھیان میں جو تسکین ملتی ہے اس کے لئے وہ بھی للچاتے رہتے ہیں۔ جب مالی مشکلات کے سبب مایوس ہو جاتے تو دل میں آتا کہ دنیا سے منہ موڑ کر گوشۂ تنہائی میں جا بیٹھیں اور نجات کی سبیل کریں۔ دنیا وی بندشوں کو وہ بھی عوام کی طرح روحانی ترقی کی راہ کا روڑا سمجھتے تھے اور ان سے دور ہو جانا ہی ان کی زندگی کا بھی معیار تھا۔ مگر سنیاسی اور تیاگ کے علاوہ بندشوں کے توڑنے کی اور کیا تدبیر ہے؟

بولے "مگر جب وہ سنیاس کو ڈھونگ کہتے ہیں تو خود کیوں سنیاس لیا ہے؟"

انھوں نے سنیاس کب لیا ہے صاحب؟ وہ تو کہتے ہیں کہ انسان کو اخیر اخیر تک کام کرتے رہنا چاہیئے۔ آزاد خیالی ان کی نصائح کی جان ہے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے، آزاد خیالی کا مطلب کیا ہے؟"

www.urduchannel.in

سمجھ میں تو میری بھی کچھ نہیں آیا۔ اب کے آپ آئیے تو ان سے گفتگو ہو۔ وہ پریم کو، زندگی کو سچائی کہتے ہیں۔ اور اس کی ایسی عمدہ صراحت کرتے ہیں کہ طبیعت خوش ہو جاتی ہے۔"

"مس مالتی کو ان سے ملایا نہیں؟"

"آپ بھی مذاق کرتے ہیں۔ مالتی کو بھلا ان سے کیا ملاتا؟۔۔۔۔۔۔"

بات ختم نہ ہوئی تھی کہ سامنے کی جھاڑی میں سرسراہٹ سن کر وہ چونک پڑے اور جان بچانے کی غرض سے رائے صاحب کے پیچھے آ گئے۔ جھاڑی سے ایک تیندوا نکلا اور آہستہ آہستہ سامنے کی طرف چلا۔

رائے صاحب نے بندوق اٹھائی اور نشانہ لگانا چاہتے تھے کہ کھنا نے کہا۔ "یہ کیا کرتے ہیں آپ؟ خواہ مخواہ اسے چھیڑ رہے ہیں۔ کہیں لوٹ پڑے تو؟"

"لوٹ کیا پڑے گا؟ وہیں ڈھیر ہو جائے گا۔"

تو مجھے اس ٹیلے پر چڑھ جانے دیجئے۔ میں شکار کا ایسا شائق نہیں۔"

تب کیا شکار کھیلنے چلے تھے؟

"شامت اور کیا؟"

رائے صاحب نے بندوق نیچی کر لی۔

"بڑا بڑھیا شکار نکل گیا۔ ایسے موقعے کب ملتے ہیں؟"

میں تو اب یہاں نہیں ٹھہر سکتا۔ خطرناک مقام ہے۔"

www.urduchannel.in

ایک آدھ شکار تو مار لینے دیجئے۔ خالی ہاتھ لوٹتے شرم آتی ہے۔"

"آپ مجھے مہربانی کرکے موڑ تک پہنچا دیجئے، پھر چاہے آپ تیندوے کا شکار کریں یا چیتے کا۔"

"سچ آپ بڑے ڈرپوک ہیں مسٹر کھنا!"

"مفت اپنی جان خطرے میں ڈالنا بہادری نہیں ہے۔"

"اچھا تو آپ خوشی سے واپس جا سکتے ہیں۔"

"تنہا؟"

"راستہ بالکل صاف ہے۔"

"جی نہیں، آپ کو میرے ساتھ چلنا پڑے گا۔"

رائے صاحب نے بہت سمجھایا مگر کھنا نے ایک نہ مانی۔ ڈر کے مارے ان کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ اس وقت اگر جھاڑی سے ایک گلہری بھی نکل آتی تو وہ چیخ مار کر گر پڑتے۔ بوٹی بوٹی کانپ رہی تھی پسینہ سے تر بتر ہو گئے تھے۔ رائے صاحب کو مجبور ہو کر ان کے ساتھ لوٹنا پڑا۔ جب دونوں بڑی دور نکل آئے تو کھنا کے ہوش ٹھکانے ہوئے بولے خطرہ سے نہیں ڈرتا لیکن خطرہ مول لینا حماقت ہے۔"

"اجی جاؤ بھی، ذرا سا تیندوا دیکھ لیا تو جان نکل گئی۔"

میں شکار کھیلنا اس وقت کا رواج سمجھتا ہوں جب انسان حیوان تھا۔ اب اس وقت سے تہذیب بہت آگے بڑھ گئی ہے۔"

"میں مس مالتی سے آپ کی قلعی کھولوں گا۔"

"میں اہنسا کا ماننا شرم کی بات نہیں سمجھتا۔"

www.urduchannel.in

"اچھا تو یہ آپ کا اہنسا والا مسئلہ تھا؟ شاباش!"

کھنا نے غرور سے کہا "جی ہاں، یہ میرا وہی مسئلہ تھا۔ آپ بدھ اور شنکر کے نام پر فخر کرتے ہیں اور بے زبان جانوروں کا خون کرتے ہیں۔ شرم آپ کو آنی چاہیئے نہ کہ مجھے۔"

کچھ دور تک دونوں پھر چپ چاپ چلتے رہے۔ کھنا بولے: "تو آپ کب تک آئیں گے؟ میں چاہتا ہوں کہ آپ پالیسی کا فارم آج ہی بھر دیں اور شکر مل کے حصّوں کا بھی۔ میرے پاس دونوں فارم موجود ہیں۔"

رائے صاحب نے متفکرانہ لہجے میں کہا: "ذرا سوچ لینے دیجئے۔"

"اس میں سوچنے کی ضرورت ہی نہیں۔"

تیسری ٹولی خورشید اور تنخا کی تھی۔ خورشید کے لئے ماضی اور مستقبل سادہ کاغذ جیسا تھا۔ وہ حال میں رہتے تھے۔ نہ ماضی کا پچھتاوا تھا نہ مستقبل کی فکر۔ جو کچھ آگے آجاتا تھا اسی میں دل و جان سے لگ جاتے تھے۔ دوستوں کی جماعت میں وہ مذاق کے پتلے تھے۔ کونسل میں ان سے زیادہ حوصلہ مند ممبر کوئی نہ تھا۔ جس سوال کے پیچھے پڑ جاتے منسٹروں کو رُلا دیتے کسی کے ساتھ رُو رعایت کرنا نہ جانتے تھے۔ بیچ بیچ میں ہنسی بھی کرتے جاتے تھے۔ ان کے لئے آج زندگی کا دن تھا، کل کا پتہ نہیں۔ غصّہ ور بھی ایسے کہ خم ٹھونک کر سامنے آجاتے تھے۔ انکسار کے آگے سجدہ کرتے تھے، مگر جہاں کسی نے شان دکھائی اور یہ ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑے۔ نہ اپنا لینا یاد رکھتے تھے نہ دوسروں کا دینا۔ شراب و شاعری کا شوق تھا۔ عورت صرف تفریح کی چیز تھی۔

www.urduchannel.in

بہت دن ہوئے دل کا دیوالہ نکال چکے تھے۔

ٹنّا صاحب بڑے کاٹ پیچ کے آدمی تھے۔ سودا پٹانے میں معاملہ سلجھانے میں، اڑنگا لگانے میں، بالو سے تیل نکالنے میں، گلا دبانے میں اور دُم جھاڑ کر نکل جانے میں بڑے ہوشیار تھے۔ کہیئے توریت میں ناؤ چلا دیں، پتھر پر دوب اگا دیں۔ تعلقداروں کو مہاجنوں سے قرض دلانا، نئی کمپنیاں کھولنا، چناؤ کے وقت امیدوار کھڑا کرنا، یہی سب ان کا کام تھا۔ خاص کر چناؤ کے وقت ان کی قسمت چمک اٹھتی تھی۔ کسی مال دار امیدوار کو کھڑا کرتے، دل و جان سے اس کا کام کرتے اور دس بیس ہزار بنا لیتے۔ جب کانگریس کا زور تھا تو کانگریسی امیدوار کے مددگار تھے جب فرقہ وارانہ جماعت کا زور ہوا تو ہندو سبھا کی طرف سے کام کرنے لگے، مگر اس الٹ پھیر کو ٹھیک ثابت کرنے کے لئے ان کے پاس ایسے دلائل تھے جن کی تردید نہ ہو سکتی تھی۔ شہر کے سب ہی رؤسا، سب ہی حکام سے ان کا یارانہ تھا۔ دل میں چاہے لوگ ان کے طریقے پسند نہ کریں مگر وہ ایسے منکسر مزاج تھے کہ کوئی ان کے منہ پر نہ کہہ سکتا تھا۔

مرزا خورشید نے رومال سے ماتھے کا پسینہ پونچھ کر کہا۔ "آج تو شکار کھیلنے لائق دن نہیں ہے۔ آج تو کوئی مشاعرہ ہونا چاہیئے تھا۔"

وکیل صاحب نے تائید کی: "جی ہاں، وہیں باغ میں بڑی بہار رہتی ہے۔"

www.urduchannel.in

ذرا دیر بعد ٹنخا نے معاملہ کی گفتگو شروع کی " اب کے چناؤ میں بڑی بڑے گل کھلیں گے۔ آپ کے لئے بھی مشکل ہو۔"

مرزا بے پروائی سے بولے " اب کے میں کھڑا ہی نہ ہوں گا۔"

ٹنخا نے پوچھا " کیوں ؟"

" مفت کی ہائے ہائے میں کون پڑے ؟ فائدہ ہی کیا ؟ مجھے اب اس ڈموکریسی پر اعتقاد نہیں رہا۔ ذرا سا کام اور مہینوں کی بحث ہاں عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے اچھی بحث ہو۔ اس سے تو کہیں بہتر ہے کہ ایک گورنر رہے۔ خواہ وہ ہندوستانی ہو یا انگریز، اس سے بحث نہیں۔ ایک انجن جس گاڑی کو بڑے مزے سے ہزاروں میل کھینچ لے جا سکتا ہے اسے دس ہزار آدمی بھی مل کر اتنی تیزی سے نہیں کھینچ سکتے ہیں تو سارا تماشا دیکھ کر کونسل سے بیزار ہو گیا ہوں۔ میرا بس چلے تو کونسلوں میں آگ لگا دوں جسے ہم ڈموکریسی کہتے ہیں وہ اصل میں بڑے بڑے تاجروں اور زمینداروں کا راج ہے اور کچھ نہیں۔ چناؤ میں وہی بازی لے جاتا ہو جس کے پاس روپیہ ہے۔ روپئے کے زور سے اسے سب ہی آسانیاں مل جاتی ہیں۔ بڑے بڑے پنڈت، بڑے بڑے مولوی بڑے بڑے لکھنے اور بولنے والے، جو قلم اور زبان سے پبلک کو جدھر چاہیں موڑ دیں سب ہی سونے کے دیوتا کے پیروں پر ناک رگڑتے ہیں۔ میں نے تو ارادہ کر لیا ہے کہ اب چناؤ کے پاس نہ جاؤں گا۔ میرا پروپیگنڈا اب ڈموکریسی کے خلاف ہو گا۔"

www.urduchannel.in

مرزا صاحب نے قرآن کی آیتوں سے ثابت کیا کہ قدیم زمانے کے بادشاہوں کا معیار کتنا بلند تھا۔ آج تو ہم ان کی طرف تاک بھی نہیں سکتے۔ ہماری آنکھوں میں چکا چوند آجائے گی۔ بادشاہ کو خزانے کی ایک کوڑی بھی نجی خرچ میں لانے کا اختیار نہ تھا۔ وہ کتابیں نقل کر کے کپڑے سی کر، لڑکوں کو پڑھا کر اپنا گذر کرتا تھا۔ مرزا نے ایسے بادشاہوں کی ایک طویل فہرست گنا دی۔ کہاں تو وہ رعایا پرور بادشاہ اور کہاں آج کل کے منسٹر لوگ جنہیں پانچ، چھ، سات، آٹھ ہزار ماہوار ملنا چاہیئے۔ یہ لوٹ ہے یا ڈموکریسی؟

ہرنوں کا جھنڈ چرتا ہوا نظر آیا۔ مرزا کے چہرے پر شکار کا جوش چمک اٹھا۔ بندوق سنبھالی اور نشانہ مارا۔ ایک کالا ہرن گر پڑا۔ "وہ مارا! اس مجنونانہ آواز کے ساتھ مرزا بھی بے تحاشا دوڑ پڑے۔ بالکل بچوں کی طرح اچھلتے کودتے اور تالیاں بجاتے ہوئے۔

پاس ہی ایک درخت پر ایک شخص لکڑیاں کاٹ رہا تھا۔ وہ بھی فوراً درخت سے اتر کر مرزا کے ساتھ دوڑا۔ ہرن کی گردن میں گولی لگی تھی۔ اس کے پیر کانپ رہے تھے اور اس کی آنکھیں پتھرا گئی تھیں۔ لکڑہارے نے ہرن کو مغموم نگاہوں سے دیکھ کر کہا،

"اچھا پٹھا تھا، من بھر سے کم نہ ہوگا، حکم ہو تو میں اٹھا کر پہنچا دوں۔"

مرزا کچھ بولے نہیں۔ وہ ہرن کی ڈبڈبائی آنکھوں کو دیکھ رہے تھے۔ ابھی ایک منٹ قبل اس میں زندگی تھی۔ ذرا سا پتا بھی کھڑکتا تو

www.urduchannel.in

کان کھڑے کر کے چوکڑیاں بھرتا ہوا نکل بھاگتا۔ اپنے ساتھیوں اور بال بچوں کے ساتھ خدا کی اگائی ہوئی گھاس چر رہا تھا مگر اب بے بس پڑا ہے۔ اس کی کھال ادھیڑ لو، اس کی بوٹیاں کر ڈالو، اس کا قیمہ بنا ڈالو، اسے خبر بھی نہ ہوگی۔ اس کی تفریحی زندگی میں جو کشش تھی، جو لطف تھا، وہ کیا اس بے جان لاش میں ہے؟ کتنا سڈول جسم تھا، کتنی پیاری آنکھیں، کتنا دل کش جلوہ! اس کی قلانچیں دل میں خوشی کی لہریں پیدا کر دیتی تھیں، اس کی چوکڑیوں کے ساتھ ہمارا دل بھی چوکڑیاں بھرنے لگتا تھا، اس کی جانداری اپنے ساتھ ہر جگہ زندگی سی بکھراتی چلی جاتی تھی......... جس طرح پھول اپنی خوشبو پھیلاتا ہے لیکن اب اسے دیکھ کر تکلیف ہوتی ہے۔

لکڑہارے نے پوچھا کہاں پہنچانا ہوگا مالک؟ مجھے دو چار پیسے دے دینا۔"

مرزا صاحب جیسے دھیان سے چونک پڑے۔

بولے: "اچھا اٹھا لے۔ کہاں چلے گا؟"

"جہاں حکم ہو مالک۔"

"نہیں جہاں تیری مرضی ہو وہاں لے جا۔ میں تجھے دیتا ہوں۔"

لکڑہارے نے مرزا کی طرف تعجب سے دیکھا۔ کانوں پر یقین نہ آیا بولا: ارے نہیں مالک، ہجور (حضور) نے شکار کیا ہے، سو ہم کیسے کھالیں؟"

"نہیں نہیں، میں خوشی سے کہتا ہوں کہ تم اسے لے جاؤ۔ تمھارا گھر یہاں سے کتنی دور ہے؟"

www.urduchannel.in

"کوئی آدھا کوس ہوگا مالک۔"

"تو میں تمھارے ساتھ چلوں گا۔ دیکھوں گا کہ تمھارے بال بچے کیسے خوش ہوتے ہیں؟"

"اسے تو میں نہ لے جاؤں گا سرکار! آپ اتنی دور سے آئے اس کڑی دھوپ میں شکار کیا، میں کیسے اٹھا لے جاؤں؟"

"اٹھا، اٹھا، دیر نہ کر۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ تو بھلا آدمی ہے۔"

لکڑ ہارے نے ڈرتے ڈرتے اور رہ رہ کر مرزا کے چہرے کی طرف مشتبہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہ کہیں بگڑ نہ جائیں، ہرن کو اٹھایا۔ یکایک اس نے ہرن کو چھوڑ دیا اور کھڑا ہو کر بولا "میں سمجھ گیا مالک، حضور نے اس کی حلالی نہیں کی۔"

مرزا نے ہنس کر کہا "بس بس تو نے خوب سمجھا، اب اٹھا لے اور گھر چل۔"

مرزا صاحب مذہب کے اتنے پابند نہ تھے۔ انھوں نے دس سال سے نماز نہ پڑھی تھی۔ دو مہینے میں ایک دن پورا روزہ رکھ ڈالتے تھے، بالکل بلا کچھ کھائے پیئے۔ مگر لکڑ ہارے کو اس خیال سے جو تسلی ہوئی تھی کہ ہرن اب ان لوگوں کے کھانے کی چیز نہیں رہ گیا، اسے پھیکا نہ کرنا چاہتے تھے۔ لکڑ ہارے نے ہلکے دل سے ہرن کو گردن پر رکھ لیا اور گھر کی طرف چلا۔ تنخا ابھی تک بے پروائی سے وہیں درخت کے نیچے کھڑے ہوئے تھے۔ وہ دھوپ میں ہرن کے پاس جانے کی تکلیف کیوں گوارا کرتے؟ کچھ سمجھ میں نہ آرہا تھا کہ معاملہ کیا ہے؟ لیکن جب لکڑ ہارے کو دوسری طرف جاتے دیکھا تو آکر مرزا

www.urduchannel.in

سے بولے "آپ ادھر کہاں جا رہے ہیں حضرت؟ کیا راستہ بھول گئے؟"

مرزا نے خطادار کی طرح مسکرا کر کہا "میں نے شکار اس غریب آدمی کو دے دیا۔ اب ذرا اس کے گھر جا رہا ہوں۔ آپ بھی آیئے نا۔"

ٹنڈا نے مرزا کو تعجب سے دیکھا اور بولے "آپ اپنے ہوش میں ہیں یا نہیں؟"

"کہہ نہیں سکتا، مجھے خود نہیں معلوم۔"

"شکار اسے کیوں دے دیا؟"

"اس لئے کہ اسے پا کر اس کو جتنی خوشی ہوگی اتنی مجھے یا آپ کو نہ ہوگی۔"

ٹنڈا کھسیا کر بولے "جایئے! سوچا تھا کہ خوب کباب اڑائیں گے سو آپ نے سارا مزہ کرکرا کر دیا۔ خیر۔ رائے صاحب اور مہتا کچھ نہ کچھ لائیں ہی گے، کوئی غم نہیں۔ میں اس چناؤ کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نہیں کھڑے ہونا چاہتے تو نہ سہی آپ کی جیسی مرضی، مگر آپ کو اس میں کیا تامل ہے کہ جو لوگ کھڑے ہو رہے ہیں ان سے اس کی اچھی قیمت وصول کی جائے۔ میں آپ سے صرف اتنا چاہتا ہوں کہ آپ کسی پر بھید نہ کھلنے دیں کہ آپ کھڑے نہیں ہو رہے ہیں۔ رؤسا کے ووٹ تو سولہ آنے ان کی طرف ہیں، حکام بھی ان کے مددگار ہیں پھر بھی پبلک پر آپ کا جو اثر ہے اس سے وہ گھبرا رہے ہیں۔ آپ چاہیں تو آپ کو ان سے دس بیس ہزار روپئے محض یہ ظاہر کر دینے کے لئے مل سکتے ہیں کہ آپ ان کی خاطر بیٹھے جاتے ہیں ...... نہیں مجھے عرض کر لینے

www.urduchannel.in

دیجئے۔ اس معاملہ میں آپ کو کچھ نہیں کرنا ہے۔ آپ بے فکر بیٹھے رہیئے۔ میں آپ کی طرف سے ایک بینی فسٹو نکال دوں گا، اور اسی شام کو آپ مجھ سے دس ہزار نقد وصول کر لیجئے۔"

مرزا صاحب نے ان کی طرف حقارت سے دیکھ کر کہا: "میں روپیئے پر اور آپ پر لعنت بھیجتا ہوں۔"

مسٹر تنخلس نے کچھ بھی برا نہیں مانا، ماتھے پر شکن تک نہ آنے دی۔ "مجھ پر آپ جتنی لعنتیں چاہیں بھیجیں مگر روپیئے پر لعنت بھیج کر آپ اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں۔"

"میں ایسے روپیئے کو حرام سمجھتا ہوں۔"

"آپ شریعت کے اتنے پابند تو نہیں ہیں؟"

"لوٹ کی کمائی کو حرام سمجھنے کے لئے شرع کے پابند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تو اس معاملے میں آپ اپنا فیصلہ تبدیل نہیں کر سکتے؟"

"جی نہیں۔"

"اچھی بات ہے، اسے جانے دیجئے۔ کسی بیمہ کمپنی کے ڈائرکٹر ہو جانے میں تو آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہے؟ آپ کو کمپنی کا ایک حصہ بھی نہ خریدنا پڑے گا۔ آپ صرف اپنا نام دے دیجئے گا۔"

"جی نہیں، مجھے یہ بھی منظور نہیں ہے۔ میں کئی کمپنیوں کا ڈائرکٹر کئی کا مینیجنگ ایجنٹ، کئی کا چیئرمین تھا۔ دولت میرے پاؤں چومتی تھی۔ میں جانتا ہوں کہ دولت سے آرام و تکلف کے کتنے سامان جمع کئے جا سکتے ہیں۔ مگر یہ بھی جانتا ہوں کہ دولت انسان کو کتنا

www.urduchannel.in

خود غرض بنا دیتی ہے، کتنا عیش پسند، کتنا مکّار اور کتنا بے غیرت!

وکیل صاحب کو پھر کوئی تجویز پیش کرنے کی جرأت نہ ہوئی مرزا صاحب کے دانشمند اور با اثر ہونے میں انھیں جو یقین تھا وہ بہت کم ہو گیا، ان کے لئے دولت ہی سب کچھ تھی، اور ایسے شخص سے جو دولت کو ٹھکراتا ہو، ان کا کوئی میل نہ ہو سکتا تھا۔

لکڑ ہارا ہرن کو کندھے پر رکھے لپکا چلا جا رہا تھا۔ مرزا نے بھی قدم بڑھایا۔ مگر موٹے جسم والے ننھا صاحب پیچھے رہ گئے۔ انھوں نے پکارا "ذرا سنئے مرزا جی۔ آپ تو بھاگے جا رہے ہیں۔"

مرزا نے بلا رکے جواب دیا۔ "وہ غریب بوجھ لئے کتنی تیزی سے چلا جا رہا ہے، ہم کیا اپنا بدن لے کر اس کے برابر نہیں چل سکتے؟

لکڑ ہارے نے ہرن کو ایک ٹھنڈ پر اتار کر رکھ دیا اور دم لینے لگا۔

مرزا صاحب نے آ کر پوچھا۔ "تھک گئے کیوں؟"

لکڑ ہارے نے شرماتے ہوئے کہا۔ "بہت بھاری ہے سرکار۔"

"تو لاؤ کچھ دور ہیں لے چلوں۔"

لکڑ ہارا ہنسا۔ مرزا ڈیل ڈول میں اس سے کہیں زیادہ اونچے اور موٹے تازے تھے، پھر بھی وہ دبلا پتلا آدمی ان کی اس بات پر ہنسا مرزا پر جیسے چابک پڑ گیا۔ "تم ہنسے کیوں؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں اسے نہیں اٹھا سکتا؟"

www.urduchannel.in

لکڑہارے نے گویا معافی مانگی "سرکار، آپ لوگ بڑے آدمی ہو بوجھ اٹھانا تو ہم جیسے مجوروں (مزدوروں) کا کام ہے۔"

"میں تمہارا دگنا جو ہوں۔"

"اس سے کیا ہوتا ہے مالک۔"

مرزا کی مردانگی اپنی زیادہ توہین نہ سہ سکی۔ انھوں نے بڑھ کر ہرن کو گردن پر اٹھا لیا اور چل پڑے مگر مشکل سے پچاس قدم چلے ہوں گے کہ گردن پھٹنے لگی، پیر کانپنے لگے اور آنکھوں میں تتلیاں اڑنے لگیں کلیجہ مضبوط کیا اور کوئی بیس قدم پھر چلے کمبخت کہاں رہ گیا؟ جیسے اس لاش میں سیسہ بھر دیا گیا ہو ذرا مسٹر ٹنخا کی گردن پر رکھ دوں تو مزا آجائے۔ لیکن بوجھ اتاریں کیسے؟ دونوں اپنے دل میں کہیں گے کہ بڑی جوانمردی دکھلانے چلے تھے، پچاس ہی قدم میں چیں بول گئے۔

لکڑہارے نے چٹکی لی "کہو مالک کیسے رنگ ڈھنگ ہیں؟ بہت ہلکا ہے نا؟"

مرزا کو بوجھ کچھ ہلکا معلوم ہونے لگا، بولے "اتنی دور تو لے ہی جاؤں گا جتنی دور تم لائے ہو۔"

"کئی دن گردن دکھے گی مالک۔"

"تم کیا سمجھتے ہو کہ میں یوں پھولا ہوا ہوں؟"

"نہیں مالک، اب تو ایسا نہیں سمجھتا مدا (لیکن) آپ حیران نہ ہوں۔ وہ چٹان ہے اس پر اتار دیجئے۔" "میں ابھی اسے اتنی ہی دور اور لے جا سکتا ہوں۔"

مگر یہ اچھا نہیں لگتا۔ کہ میں یوں ہی چلوں اور آپ لدے

www.urduchannel.in

رہیں۔"

مرزا صاحب نے چٹان پر ہرن کو اتار کر رکھ دیا۔ وکیل صاحب بھی آپہنچے۔ مرزا نے دانہ پھینکا۔ "اب تو آپ کو بھی کچھ دور لے چلنا پڑے گا جناب!"

وکیل صاحب کی نگاہوں میں مرزا صاحب کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ بولے "معاف کیجیے، اب مجھے اپنی پہلوانی کا دعویٰ نہیں ہے۔"

"بہت بھاری ہے، سچ۔"

"اجی رہنے بھی دیجیے۔"

"آپ اگر اسے سو قدم لے چلیں تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ میرے سامنے جو تجویز رکھیں گے اسے منظور کر لوں گا۔"

"میں ان چکموں میں نہیں آتا۔"

"میں چکمہ نہیں دیتا ہوں واللہ! آپ جس حلقے سے کہیں گے کھڑا ہو جاؤں گا اور جب حکم دیں گے بیٹھ جاؤں گا۔ جس کمپنی کا ڈائرکٹر، ممبر گماشتہ، اکنویسر جو کچھ کہیے گا بن جاؤں گا۔ بس سو قدم لے چلیے۔ میری تو ایسے ہی دوستوں سے نبھتی ہے، جو موقع پڑنے پر سب کچھ کر سکتے ہوں۔"

ننھا کا جی چلبلا اٹھا۔ مرزا اپنے قول کے پکے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہ تھا۔ ہرن کیا ایسا بہت بھاری ہوگا۔ آخر مرزا اتنی دور لے ہی تو آئے بہت زیادہ تھکے تو نہیں معلوم ہوتے۔ اگر انکار کرتے ہیں تو سنہرا موقع ہاتھ سے جاتا ہے، آخر ایسا کون پہاڑ ہے؟ بہت ہوگا چار پانچ پنسیری ہوگا دو چار دن گردن ہی تو دکھے گی۔ جیب میں روپے ہوں

www.urduchannel.in

تو تھوڑی سی بیماری سکھ کی چیز ہی۔

"سو قدم کی رہی۔"

"ہاں سو قدم میں گنتا چلوں گا۔"

"دیکھئے نکل نہ جایئے گا۔"

"نکل جانے والے پر لعنت بھیجتا ہوں۔"

ٹنخا نے جوتے کا فیتہ پھر سے باندھا، کوٹ اتار کر لکڑ ہارے کو دیا۔ پتلون اوپر چڑھایا، رومال سے منہ پونچھا اور اس طرح ہرن کو دیکھا جیسے اکھاڑے میں سر ڈالنے جا رہے ہوں۔ پھر ہرن کو اٹھا کر گردن پر رکھنے کی کوشش کی، دو تین بار زور لگانے پر لاش گردن پر تو آ گئی مگر گردن نہ اٹھ سکی کمر جھک گئی، ہانپ اٹھے اور لاش زمین پر ٹیکنے ہی والے تھے کہ مرزا نے انھیں سہارا دے کر آگے بڑھایا۔

ٹنخا نے ایک قدم اس طرح اٹھایا جیسے دلدل میں چل رہے ہوں۔ مرزا نے بڑھاوا دیا "شاباش میرے شیر! واہ، واہ۔"

ٹنخا نے ایک قدم اور رکھا۔ معلوم ہوا، گردن ٹوٹی جاتی ہے۔

"مار لیا میدان! شاباش! جیتا رہ پٹھے!"

ٹنخا دو قدم اور بڑھے۔ آنکھیں نکلی پڑتی ہیں۔

"بس ایک بار اور زور مارو دوست! سو قدم کی شرط غلط، پچاس ہی قدم رہی!"

وکیل صاحب کا بُرا حال تھا۔ وہ بے جان ہرن شیر کی طرح انھیں دبوچے ہوئے ان کے دل کا خون پی رہا تھا، ساری طاقت جواب دے چکی تھی۔ صرف لالچ کی آہنی شہتیر کی طرح چھت کو سنبھالے

www.urduchannel.in

ہوئے تھا۔ ایک سے پچیس ہزار تک گوٹی تھی۔ مگر بالآخر وہ شہتیر بھی جواب دے گیا۔ لاریب کی کمر ٹوٹ گئی، آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا سر پر چکر آیا اور وہ شکار گردن پر لئے ہوئے پتھریلی زمین پر گر پڑے۔ مرزا نے فوراً اٹھایا اور اپنے رومال سے ہوا کرتے ہوئے ان کی پیٹھ ٹھونکی۔

"زور تو یار تم نے خوب مارا مگر قسمت ہی کھوٹی ہے۔"

ٹخّا نے ہانپتے ہوئے ایک لمبا سانس کھینچ کر کہا، "آپ نے آج میری جان ہی لے لی تھی۔ دو من سے کم نہ ہوگا سُسرا!"

مرزا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "لیکن بھائی جان! میں بھی تو اتنی دور اٹھا کر لایا ہی تھا۔"

وکیل صاحب نے خوشامد کرنی شروع کی۔ "مجھے تو آپ کی فرمائش پوری کرنی تھی۔ آپ کو تماشا دیکھنا تھا، وہ آپ نے دیکھ لیا۔ اب آپ کو اپنا وعدہ پورا کرنا ہوگا!"

"آپ نے معاہدہ کب پورا کیا؟"

"کوشش تو جان توڑ کر کی۔"

"اس کی سند نہیں۔"

لکڑ ہارے نے پھر اس کو اٹھا لیا تھا اور بھاگا چلا جا رہا تھا۔ وہ دکھا دینا چاہتا تھا کہ تم لوگوں نے کانکھ کانکھ کر اسے دس قدم اٹھا لیا تو یہ نہ سمجھو کہ پاس ہو گئے۔ اس میدان میں تم سے کمزور ہونے پر بھی آگے ہی رہوں گا۔ ہاں کاگد (کاغذ) تم چاہے جتنا کالا کرو اور جھوٹے مقدمے چاہے جتنے بناؤ۔

ایک نالہ ملا جس میں بہت تھوڑا پانی تھا۔ نالے کے اُس پار ٹیلے پر

www.urduchannel.in

ایک چھوٹا سا پانچ چھ گھروں کا پُروہ تھا اور کئی لڑکے املی کے درخت کے نیچے کھیل رہے تھے۔ لکڑہارے کو دیکھ کر سب نے دوڑتے ہوئے اس کا خیر مقدم کیا اور لگے پوچھنے: "کس نے مارا؟ باپو! کیسے مارا؟ کہاں مارا؟ کیسے گولی لگی؟ اس کے کیوں لگی اور ہرنوں کے کیوں نہ لگی؟" لکڑہارے ہوں ہوں، کرتا املی کے نیچے پہنچا اور ہرن کو اتار کر قریب کی جھونپڑی سے دونوں اصحاب کے لئے چارپائی لینے دوڑا، اس کے چاروں لڑکوں اور لڑکیوں نے شکار کو اپنے چارج میں لے لیا اور دوسرے لڑکوں کو بھگا دینے کی کوشش کرنے لگے۔ سب سے چھوٹے لڑکے نے کہا: "ہمارا ہے۔"

اس کی بڑی بہن نے جو چودہ پندرہ برس کی تھی، مہمانوں کی طرف دیکھ کر چھوٹے بھائی کو ڈانٹا: "چپ! نہیں سپاہی پکڑلے جائیگا۔"

مرزا نے لڑکے کو چھیڑا۔ "تمھارا نہیں ہے، ہمارا ہے۔"

لڑکے نے ہرن پر سوار ہو کر اپنا قبضہ ثابت کر دیا اور بولا: "باپو تو لائے ہیں۔"

بہن نے سکھایا: "کہہ دے بھیا کہ تمھارا ہے۔"

ان بچوں کی ماں بکریوں کے لئے پتیاں توڑ رہی تھی۔ دو نئے بھلے مانسوں کو دیکھ کر اس نے ذرا سا گھونگھٹ نکال لیا اور شرمائی کہ اس کی ساڑی کتنی میلی، کتنی پھٹی اور اٹینگی ہے وہ اس بھیس میں مہمانوں کے سامنے کیسے جائے؟ اور گئے بغیر کام نہیں چلنے کا۔ پانی وانی دینا ہو گا۔

ابھی دوپہر ہونے میں کچھ کسر تھی۔ مگر مرزا نے اسی گاؤں میں دوپہر

www.urduchannel.in

ٹنے کا ارادہ کرلیا تھا۔ گاؤں کے آدمیوں کو جمع کیا، شراب آئی، شکار پکا، قریب بازار سے گھی اور میدہ منگایا اور گاؤں بھر کو دعوت دی۔ چھوٹے، بڑے عورت، مرد سب ہی نے دعوت اڑائی۔ مردوں نے خوب شراب پی اور مست ہوکر شام تک گاتے رہے۔ اور مرزا صاحب بچوں کے ساتھ بچے شرابیوں کے ساتھ شرابی، بوڑھوں کے ساتھ بوڑھے اور جوانوں کے ساتھ جوان بنے ہوئے تھے۔ اتنی ہی دیر میں گاؤں بھر سے ان کا اتنا گہرا میل جول ہوگیا تھا، گویا وہیں کے باشندے ہوں۔ لڑکے تو ان پر لدے پڑتے تھے، کوئی ان کی پھندنے دار ٹوپی سر پر رکھے لیتا تھا، کوئی ان کی رائفل کندھے پر رکھ کر اکڑتا ہوا چلتا تھا اور کوئی ان کی رسٹ واچ کھول کر اپنی کلائی پر باندھے لیتا تھا۔ مرزا نے خود دیسی شراب خوب پی اور جھوم جھوم کر جنگلی آدمیوں کی طرح گاتے رہے۔

جب یہ لوگ شام کے وقت یہاں سے رخصت ہوئے تو گاؤں بھر کے عورت مرد انھیں بڑی دور تک پہنچانے گئے۔ کئی تو رو رہے تھے! ایسی خوش قسمتی کا موقع ان غریبوں کی زندگی میں شاید اوّل ہی مرتبہ آیا ہو کہ کسی شکاری نے ان سب کی ضیافت کی ہو۔ ضرور یہ کوئی راجہ نواب ہے، نہیں تو اتنا دریا دل اور کس کا ہوتا ہے؟ ان کے درشن کاہے کو ہوں گے۔

کچھ دور چلنے کے بعد مرزا نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور بولے "بیچارے کتنے خوش تھے! کاش میری زندگی میں ایسے مواقع روز آتے! آج کا دن بڑا مبارک تھا۔"

تمنا نے بے رخی سے کہا: "آپ کے لئے مبارک ہوگا، میرے

www.urduchannel.in

لئے منحوس ہی نکلا۔ مطلب کی کوئی بات نہ ہوئی۔ تمام دن جنگلوں اور پہاڑوں کی خاک چھاننے کے بعد اپنا سا منہ لئے لوٹے جاتے ہیں۔"

مرزا نے رکھائی سے کہا: "مجھے آپ کے ساتھ ہمدردی نہیں ہے۔"

دونوں جب برگد کے نیچے پہنچے تو دونوں ٹولیاں لوٹ چکی تھیں۔ مہتا منہ لٹکائے ہوئے تھے، مالتی اداس سی الگ بیٹھی تھی جو نئی بات تھی رائے صاحب اور کھنہ دونوں بھوکے ہی رہ گئے تھے اور کسی کے منہ سے بات نہ نکلتی تھی۔ وکیل صاحب اس لئے غمگین تھے کہ مرزا نے ان کے ساتھ بے وفائی کی تھی۔ تنہا مرزا صاحب خوش تھے اور وہ خوشی روحانی تھی۔

www.urduchannel.in

(۸)

جب سے ہوری کے گھر میں گائے آگئی ہے، گھر کی رونق ہی کچھ اور ہوگئی ہے۔ دھنیا کا گھمنڈ تو اس کی بساط سے باہر ہو رہا تھا، جب دیکھو وہی گائے کا چرچا ہے۔

بھوسہ ختم ہوگیا تھا۔ ایکھ میں کچھ چری لُوٹ گئی تھی، اسی کو کاٹ کتر کر مویشیوں کو کھلانا پڑتا تھا، آنکھیں آسمان کی طرف لگی رہتی تھیں کہ کب پانی برسے اور گھاس اُگے۔ آدھا اساڑھ گذر گیا اور بارش نہیں ہوئی۔ یکایک ایک روز بادل اٹھے اور اساڑھ کا پہلا دونگرا پڑا۔ کسان خریف کی فصل بونے کے لئے ہل لے کر نکلے ہی تھے کہ رائے صاحب کے کارندے نے کہلا بھیجا کہ جب تک لگان نہ بے باق ہو جائے گا کسی کو کھیت میں ہل نہ لے جانے دیا جائے گا۔ کسانوں پر جیسے بجلی گری اور کبھی تو اتنی سختی نہ ہوتی تھی، اب کے یہ کیسا حکم؟ کوئی گانوں چھوڑ کر بھاگا تھوڑا ہی جاتا ہے۔ اگر کھیتوں میں ہل نہ چلے تو روپیہ کہاں سے آئے گا؟ نکلیں گے تو کھیت ہی سے۔ سب مل کر کارندے کے پاس جا کر روئے۔ کارندے کا نام تھا پنڈت نوکھے رام۔ آدمی برے نہ تھے مگر مالک کا حکم تھا۔ اسے کیسے ٹالیں؟ ابھی اس دن رائے صاحب نے کیسی دیا اور دھرم کی باتیں کی تھیں اور آج اسامیوں پر یہ ظلم! ہوری مالک کے پاس جانے کو تیار ہوا مگر پھر سوچا کہ انھوں نے کارندے کو ایک بار جو حکم دے دیا اسے کیوں ٹالنے لگے وہ سب کا سرغنہ ہو کر کیوں برا بنے؟ جب اور کوئی کچھ نہیں بولتا تو وہی کیوں آگ میں کود ے، جو سب کے سر پڑے گی اسے وہ بھی جھیل لیگا!

www.urduchannel.in

کسانوں میں ہلچل مچی ہوئی تھی، سب ہی گانوں کے مہاجنوں کے پاس روپئے لینے کے لئے دوڑے۔ گانوں میں آج کل لنگڑو شاہ کی خوب چل رہی تھی۔ ابکے برس اسے سن میں اچھا نفع ہوا تھا۔ گیہوں اور السی میں بھی اس نے کچھ کم نہیں کمایا تھا۔ پنڈت داتا دین اور دلاری سیٹھانی کے یہاں بھی لین دین کا کام ہوتا تھا۔ سب سے بڑے مہاجن تھے جھنگری سنگھ جو شہر کے ایک بڑے مہاجن کے ایجنٹ تھے۔ ان کی ماتحتی میں کئی آدمی اور تھے جو آس پاس کے دیہاتوں میں گھوم گھوم کر لین دین کرتے تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی چھوٹے موٹے مہاجن تھے جو دو آنے روپئے سود پر بغیر لکھا پڑھی کے روپئے دیتے تھے۔ گانوں والوں کو بھی لین دین کا کچھ ایسا خبط تھا کہ جس کے پاس دس بیس روپئے جمع ہو جاتے وہی مہاجن بن بیٹھتا۔ ایک وقت میں تو ہوری نے بھی مہاجنی کی تھی۔ اسی کا یہ اثر تھا کہ لوگ ابھی تک یہی سمجھتے تھے کہ ہوری کے پاس گڑے ہوئے روپئے ہیں۔ آخر وہ روپیہ گیا کہاں؟ بٹوارے میں نکلا نہیں۔ ہوری نے کوئی تیرتھ برت یا بھوج کیا نہیں، روپیہ گیا تو کہاں گیا؟ جوتے پھٹ جانے پر بھی اس کے گھٹے بنے رہتے ہیں۔

کسی نے کسی دیوتا کو سیدھا کیا، کسی نے کسی کو۔ کسی نے آنہ روپیہ سود دینا منظور کیا، کسی نے دو آنے۔ ہوری کی خودداری بالکل جاتی نہ رہی تھی جن لوگوں کے روپئے اس پر باقی تھے ان کے پاس کون سامنہ لے کر جائے، جھنگری سنگھ کے سوا اسے اور کوئی نہ سوجھا۔ وہ پکا کاغذ لکھاتے تھے، نذرانہ الگ لیتے تھے، دستوری الگ اور اسٹامپ کی تحریر الگ اس پر ایک سال کا سود پیشگی کاٹ کر دیتے تھے پچیس روپئے کا تمسک لکھو تو نقل

www.urduchannel.in

سے سترہ روپئے ملتے تھے۔ مگر اس آڑے وقت میں اور کیا کیا جائے؟ رائے صاحب کی زبردستی ہی ورنہ اس وقت کسی کے سامنے کیوں ہاتھ پھیلانا پڑتا۔

جھنگری سنگھ بیٹھے ہوئے داتون کر رہے تھے ٹھگنے، موٹے، چندوک کالے۔ لمبی ناک اور بڑی بڑی مونچھوں والے آدمی تھے، بالکل ناٹک کے مسخرے کی طرح! اور وہ تھے بھی بڑے ہنسوڑ۔ اسی گاؤں میں اپنی سسرال بنا کر مردوں سے سالے یا سسر اور عورتوں سے سالی یا سرہج کا ناتہ جوڑ لیا کرتے تھے۔ راستے میں لڑکے انھیں چڑھاتے "پنڈت جی پالاگی" اور جھنگری سنگھ انھیں جھٹ پٹ اشیرباد دیتے "تمھاری آنکھیں پھوٹیں تمھارا گھٹنا ٹوٹے، تمھیں مرگی آوے، تمھارے گھر میں آگ لگ جائے!" وغیرہ لڑکے اس اشیرباد سے کبھی آسودہ نہ ہوتے تھے۔ مگر لین دین کے معاملے میں وہ بڑے سخت تھے، سود کی ایک پائی نہ چھوڑتے تھے اور وعدہ پر روپیہ لئے بغیر دروازے سے نہ ٹلتے تھے۔

ہوری نے جا کر سلام کیا اور اپنا دکھڑا رو کر سنایا۔

جھنگری سنگھ نے مسکرا کر کہا، وہ سب پرانا روپیہ کیا کر ڈالا؟"

"پرانے روپئے ہوتے ٹھاکر، تو مہاجنوں سے اپنا پنڈ نہ چھڑا لیتا بیاج بھرتے کسی کو اچھا لگتا ہے؟"

"وہ گڑے روپئے نہ نکلیں چاہے سود کتنا ہی دینا پڑے، تم لوگوں کا یہی ڈھنگ ہے۔"

"کہاں کے گڑے روپئے ٹھاکر صاحب؟ کھانے کو تو ہوتا نہیں لڑکا جوان ہو گیا، بیاہ کا کہیں ٹھکانا نہیں۔ بڑی لڑکی بھی بیاہنے لائق (لائق) ہو گئی۔ روپیہ ہوتا تو کس دن کے لئے گاڑ رکھتے؟"

www.urduchannel.in

جھنگری سنگھ نے جب سے اس کے دروازے پر گائے دیکھی تھی اس پر دانت لگائے ہوئے تھے۔ گائے کا ڈیل ڈول اور سڈول پن کہہ رہا تھا کہ اس میں پانچ سیر سے کم دودھ نہیں ہے۔ دل میں سوچ لیا تھا کہ ہوری کو کسی ادب میں ڈال کر گلئے اڑا لینی چاہیئے۔ آج وہ موقع آگیا ہے۔

بولے "اچھا بھائی تمھارے پاس کچھ نہیں ہے! اب راجی (راضی) ہو گئے؟ جتنے روپئے چاہو لے جاؤ لیکن تمھارے بھلے کے لئے کہتے ہیں کہ کچھ گہنے ہوں تو گرو رکھ کر روپئے لے لو۔ اشام لکھو گے تو سود بڑھے گا اور جھمیلے میں پڑ جاؤ گے۔"

ہوری نے قسم کھائی کہ گھر میں گہنے کے نام کچا تاگا بھی نہیں ہے۔ دھنیا کے ہاتھوں میں کڑے ہیں تو وہ بھی گلٹ کے۔ جھنگری سنگھ نے چہرے سے ہمدردی دکھاتے ہوئے کہا "تو ایک بات کرو۔ یہ نئی گائے جو لائے ہو اسے ہمارے ہاتھ بیچ ڈالو۔ سود، اشام، سب بکھیڑوں سے بچ جاؤ۔ چار آدمی جو دام کہیں وہ ہم سے لے لو۔ ہم جانتے ہیں کہ تم اسے اپنے سوکھ، (شوق) کے لئے لائے ہو اور بیچنا نہیں چاہتے لیکن یہ سنکٹ تو ٹالنا ہی پڑے گا۔"

ہوری پہلے تو اس بات پر ہنسا۔ وہ اس پرٹنڈے دل سے غور نہ کرنا چاہتا تھا۔ لیکن ٹھاکر نے ایسا نیچا سجھایا، مہاجنی ہتھکنڈوں کا ایسا بھیانک روپ دکھایا کہ اس کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی۔ ٹھاکر ٹھیک ہی تو کہتے ہیں کہ جب ہاتھ میں روپیہ آجائے تو گائے لوٹا لینا۔ تیس روپئے کا کاگد (کاغذ) لکھنے پر کہیں پچیس روپئے ملیں گے اور اگر تین چار برس نہ دئے گئے تو پورے سو ہو جائیں گے۔ پہلے کا تجربہ یہی بتا رہا ہے کہ قرض وہ مہمان ہے جو ایک بار آکر جانے کا نام نہیں لیتا۔ بولا "میں گھر جا کر سب سے صلاح کر لوں

www.urduchannel.in

تو بتاؤں "

"صلاح نہیں کرنا ہے۔ ان سے کہہ دینا ہے کہ روپیہ ادھار لینے میں اپنی بربادی کے سوا اور کچھ نہیں ہے"

"میں سمجھ رہا ہوں ٹھاکر، ابھی آ کے جواب دیتا ہوں"

لیکن گھر آ کر اس نے جوں ہی یہ بات کہی کہ کہرام مچ گیا۔ دھنیا تو کم چلائی مگر دونوں لڑکیوں نے تو آسمان سر پر اٹھا لیا۔ نہیں دیتے اپنی گائے روپیہ جہاں سے چاہو لاؤ، سونا نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اس سے تو کہیں اچھا یہ ہے کہ مجھے بیچ ڈالو تو گائے سے کچھ بیسی (بیشی) ہی مل جائے گا۔ ہوری بیچارا کشمکش دبنج میں پڑ گیا۔ دونوں لڑکیاں سچ مچ گائے پر جان دیتی تھیں۔ روپا تو اس کے گلے سے لپٹ جاتی تھی اور اسے کھلائے بغیر منہ میں لقمہ نہ ڈالتی تھی۔ گائے کتنے پیار سے اس کا ہاتھ چاٹتی تھی، کتنی محبت بھری آنکھوں سے اسے دیکھتی تھی۔ اس کا بچھڑا کتنا سندر ہوگا۔ ابھی سے اس کا نام بھی رکھ دیا گیا تھا۔ مٹرو، وہ اسے اپنے ساتھ لے کر سوئے گی۔ اس گائے کے پیچھے دونوں بہنوں میں کئی بار لڑائی ہو چکی تھی، سونا کہتی کہ مجھے زیادہ چاہتی ہے اور روپا کہتی کہ مجھے۔ اس کا فیصلہ ابھی تک نہ ہو سکا تھا اور دونوں دعوے برابر قائم تھے۔

مگر ہوری نے آگا پیچھا سمجھا کر آخر دھنیا کو کسی طرح راضی کر لیا۔ ایک دوست سے گائے ادھار لے کر بیچ ڈالنا بھی بہت ہی واہیات بات، مگر مصیبت میں تو آدمی کا دھرم تک چلا جاتا ہے۔ پھر یہ کون سی بڑی چیز ہے؟ ایسا نہ ہو تو پھر مصیبت سے لوگ اتنا ڈریں کیوں؟ گوبر نے بھی کوئی خاص اعتراض نہ کیا وہ آج کل اور ہی دھن میں مست تھا۔ یہ طے کیا گیا کہ جب دونوں لڑکیاں رات کو سو جائیں تو گائے جھنگری سنگھ کے یہاں پہنچا دی جائے۔ گوبر اس

www.urduchannel.in

دردناک منظر سے بھاگ کر کہیں چلا گیا تھا۔ وہ گائے کو جاتے کیسے دیکھ سکے گا؟ اپنے آنسوؤں کو کیسے روکے گا؟ ہوری بھی اوپر ہی سخت بنا ہوا تھا، اندر سے وہ بھی بے چین تھا۔ ایسا کوئی مائی کا لال نہیں جو اس وقت اس کو پچیس روپئے ادھار دے دے، چاہے پھر پچیس کے پچاس ہی لے لے۔ وہ گائے کے سامنے جاکر کھڑا ہوا تو ایسا معلوم ہوا کہ اس کی سیاہ سیاہ چمکتی ہوئی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے ہیں، گویا کہہ رہی ہے" کیا چار ہی دن میں تمہارا دل مجھ سے پھر گیا؟ تم نے تو پنچوں (قول) دیا تھا کہ جیتے جی اسے نہ بیچوں گا، یہی بچن تھا تمہارا؟ میں نے تم سے کبھی کسی بات کا گلہ بھی نہیں کیا، جو کچھ روکھا سوکھا تم نے دے دیا وہی کھا کر آسودہ ہو گئی۔ بولو!"

دھنیا نے کہا کہ لڑکیاں تو سو گئیں، اب اسے لے کیوں نہیں جاتے جب بیچنا ہی ہے تو ابھی سہی۔"

ہوری نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا "میرا تو ہاتھ نہیں اٹھتا دھنیا! اس کا منہ نہیں دیکھتی۔ رہنے دے! روپئے سود پر لے لوں گا۔ بھگوان نے چاہا تو سب ادا ہو جائیں گے۔ تین چار سو ہوتے ہی کیا ہیں، ایک بار اوکھ جگ جائے۔" دھنیا نے فخریہ محبت سے اس کی طرف دیکھا۔ بولی "اور کیا اتنی تپسیا کے بعد تو گھر میں گئو آئی تو اسے بھی بیچ دو۔ لے لو کل روپئے جیسے اور سب چکا دئے جائیں گے ویسے ہی یہ بھی چکا دیں گے۔"

اندر بڑی امس ہو رہی تھی۔ ہوا بند تھی۔ ایک پتی بھی نہ ہلتی تھی، بادل چھائے ہوئے تھے مگر بارش کے آثار نہ تھے۔ ہوری نے گائے کو لے جا کر باہر باندھ دیا۔ دھنیا نے ٹوکا بھی کہ کہاں لئے چلتے ہو، مگر ہوری نے سنا نہیں۔ بولا "باہر ہوا میں باندھے دیتا ہوں۔ آرام سے رہے گی۔ اس میں بھی تو جان ہے۔"

www.urduchannel.in

گائے باندھ کر وہ اپنے منجھلے بھائی سوبھا کو دیکھنے گیا جسے ادھر کئی مہینے سے دمے کا مرض ہو گیا تھا دوا دارو کا دام نہیں، کھانے پینے کا بندوبست نہیں اور کام کرنا پڑتا تھا جان توڑ کر۔ اس لئے اس کی حالت دن بدن بگڑتی جاتی تھی۔ سوبھا غمخوار آدمی تھا، لڑائی جھگڑوں سے کوسوں دور بھاگنے والا۔ کسی سے مطلب نہیں، اپنے کام سے کام۔ ہوری اسے چاہتا تھا اور وہ بھی ہوری کا ادب کرتا تھا، دونوں میں روپے پیسے کی باتیں ہونے لگیں۔ رائے صاحب کے اس نئے فرمان کی تنقید ہو رہی تھی۔

کوئی گیارہ بجتے بجتے ہوری لوٹا تو اسے معلوم ہوا کہ جیسے گائے کے پاس کوئی آدمی کھڑا ہے۔ پوچھا "کون ہے وہاں کھڑا؟" ہیرا بولا "میں ہوں دادا، تمھارے الاؤ میں آگ لینے آیا تھا۔"

ہیرا اس کے الاؤ میں آگ لینے آیا ہے۔ اس ذرا سی بات سے ہوری کو بھائی کی لگاوٹ کا پتہ چلا۔ گانوں میں اور بھی الاؤ ہیں، کہیں سے بھی آگ مل سکتی ہے۔ ہیرا اس کے الاؤ میں آگ لے رہا ہے تو اپنا ہی سمجھ کر تو، سارا گانوں اس الاؤ میں آگ لینے آتا تھا جو گانوں میں سب سے بڑا تھا مگر ہیرا کا آنا دوسری بات تھی۔ اور اس دن کی لڑائی کے بعد ہیرا کے من میں میل نہیں رہتا۔ گستہ در (غصہ ور) ہے پر دل کا ساپھ (صاف) ہے۔"

اس نے محبت کے لہجے میں پوچھا۔ "تماکھو ہے کہ لاؤں؟"

"نہیں تماکھو ہے دادا۔"

"سوبھا تو آج بہت بے حال ہے۔"

کوئی دوائی نہیں کھاتا تو کیا کیا جائے؟ اس کے حساب میں تو سارے بید، ڈاکٹر، حکیم اناڑی ہیں۔ بھگوان کے پاس جتنی بدھی تھی وہ اس کے

www.urduchannel.in

اور اس کے گھر والے کے حصّہ میں پڑ گئی ہے۔"

ہوری نے تشویش سے کہا: "بھیا تو برائی ہے اس میں اپنے سامنے کسی کو گنتا ہی نہیں اور چڑھنے تو بیماری میں سب ہی ہو جاتے ہیں تمھیں یاد ہے کہ نہیں، جب تمھیں نفنرا (انفلوئینزا) ہو گیا تو دوائی اٹھا کر پھینک دیتے تھے تمھارے دونوں ہاتھ پکڑتا تھا تب تمھاری بھابی منہ میں دوائی ڈالتی تھی، اس پر تم اُسے تمام گالیاں دیتے تھے۔"

ہاں دادا، بھلا وہ بات بھول سکتا ہوں تم نے اتنا نہ کیا ہوتا تو تم سے رونے کے لئے یہ کیسے بچا رہتا؟"

ہوری کو ایسا معلوم ہوا کہ ہیرا کی آواز بھاری ہو گئی ہے۔ اس کا گلا بھی بھر آیا، بولا: "بیٹا! لڑائی جھگڑا تو زندگی کا دھرم ہے۔ اس سے جو اپنے ہیں وہ پرائے تھوڑے ہی ہو جاتے ہیں۔ جب گھر میں چار آدمی رہتے ہیں تب ہی لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں، جس کے کوئی ہے ہی نہیں اس کے یہاں کون لڑے گا؟"

دونوں نے ساتھ چلم پی۔ پھر ہیرا اپنے گھر گیا اور ہوری اندر کھانا کھانے گیا۔ دھنیا غصّہ سے بولی: "دیکھو اپنے سپوت کی لیلا، اتنی رات ہو گئی اور ابھی سیر سپاٹے سے چھٹی نہیں ملی۔ میں سب جانتی ہوں مجھ کو سارا پتہ مل گیا ہے، بھولا کی وہ رانڈ لڑکی ہے نہیں ہے۔ جھنیا وہ اسی کے پھیر میں پڑا رہتا ہے، ہوری کے کانوں میں یہ بھی بھنک پڑی تھی مگر اسے یقین نہ ہوا تھا۔ گوبر بے چارا ان باتوں کو کیا جانے بولا: "کسی نے کہا تم سے کچھ؟"

دھنیا تیز پڑی: "تم سے چھپی ہوگی اور سب ہی جگہ چرچا ہے۔ یہ بھگا اور بہتر گھاٹ کا پانی پیئے ہوئے، اسے انگلیوں پر نچا رہی ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ وہ اس پر جان دیتی ہے، تم اسے سمجھا دو نہیں تو کوئی ایسی ویسی بات ہو گئی تو کہیں کے نہ رہو گے

www.urduchannel.in

ہوری کا دل امنگ پر تھا، چھیڑ کی سوجھی "جھنیا دیکھنے سننے میں تو بُری نہیں ہے۔ اسی سے کرلے سگائی۔ ایسی سستی مہریا اور کہاں ملی جاتی ہے؟"

دھنیا کو یہ چھیڑ بری لگی "جھنیا اس گھر میں آئے تو منہ جھلس دوں رانڈ کا۔ گوبر کی چہیتی ہے تو اسے لے کر جہاں چاہے رہے۔"

"اور جو گوبر اسی گھر میں لا دے۔"

تو یہ دونوں لڑکیاں کس کے گلے باندھو گے؟ پھر برادری میں تمھیں کون پوچھے گا؟ کوئی دوار سے پر کھڑا تک تو ہوگا نہیں۔"

"اسے اس کی کیا پروا؟"

اس طرح نہیں چھوڑوں گی لالا کو! مر مر کے میں نے پالا ہے اور جھنیا آکر راج لے گی! منہ میں آگ لگا دوں گی رانڈ کے!"

یکایک گوبر آکر گھبرائی ہوئی آواز میں بولا "دادا، سندریا کو کیا ہو گیا؟ کیا کالے نے کاٹ لیا؟ وہ تو پڑی تڑپ رہی ہے۔"

ہوری چوکے میں جا چکا تھا۔ تھالی سامنے چھوڑ کر باہر نکل آیا اور بولا "کیا اسگن منہ سے نکالتے ہو۔ ابھی تو میں دیکھے آرہا ہوں۔ لیٹی ہوئی تھی۔"

تینوں باہر گئے۔ چراغ لے کر دیکھا۔ سندریا کے منہ سے جھاگ نکل رہا تھا، آنکھیں پتھرا گئی تھیں، پیٹ پھول گیا تھا اور چاروں پاؤں پھیل گئے تھے۔ دھنیا سر پیٹنے لگی۔ ہوری پنڈت داتادین کے پاس دوڑا گاؤں میں ڈھوروں کے ڈاکٹر وہی تھے۔ پنڈت جی سونے جا رہے تھے۔ دوڑے ہوئے آئے۔ دم کے دم میں سارا گاؤں جمع ہو گیا۔ گائے کو کسی نے کچھ کھلا دیا۔ علامت صاف تھی۔ صاف زہر دیا گیا ہے لیکن گاؤں میں ایسا کون دشمن ہے جس نے زہر دیا ہو؟ ایسی واردات تو اس گاؤں میں کبھی

www.urduchannel.in

ہوئی ہی نہیں مگر باہر کا کون آدمی گاؤں میں آیا؟ ہوری کی کسی سے عداوت بھی نہ تھی کہ اس پر شبہ کیا جائے۔ ہیرا سے کچھ کہا سنی ہوتی تھی مگر وہ بھائی بھائی کا جھگڑا تھا۔ سب سے زیادہ دکھی تو ہیرا ہی تھا۔ دھمکی دے رہا تھا کہ جس نے یہ ہتیارون کا کام کیا ہے اسے پائے تو لہو پی جائے۔ وہ لاکھ غصہ ور ہو مگر اتنی کمینہ حرکت نہیں کر سکتا۔

آدھی رات تک جمگھٹا رہا۔ سب ہی ہوری کے دکھ میں دکھی تھے اور ہتیارے کو گالیاں دیتے تھے۔ وہ اس وقت پکڑا جا سکتا تو اس کی جان کی خیر نہ تھی۔ جب یہ حال ہے تو کوئی جانوروں کو باہر کیسے باندھے گا؟ ابھی تک رات میں سب ہی جانور باہر پڑے رہتے تھے۔ کسی طرح کی چنتا نہ تھی لیکن اب تو ایک نئی مصیبت آکھڑی ہوئی تھی۔ کیا گائے تھی کہ بس دیکھتا رہے! پوجنے لائق۔ پانچ سیر سے کم دودھ نہ تھا۔ سو سو کا ایک ایک بچھڑا ہوتا آتے دیر نہ ہوئی کہ پہاڑ پھٹ پڑا۔

جب سب لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے تو دھنیا ہوری کو کوسنے لگی "تمہیں کوئی لاکھ سمجھائے پر کرو گے اپنے ہی من کی۔ تم گائے کھول کر آنگن سے چلے تب تک میں جو جھکتی رہی کہ باہر نہ لے جاؤ۔ ہمارے دن پتلے ہیں، نہ جانے کب کیا ہو جائے۔ پر نہیں، اسے گرمی لگ رہی ہے۔ اب کھوب (خوب) ٹھنڈی ہو گئی اور تمہارا کلیجہ بھی ٹھنڈا ہو گیا۔ ٹھاکر مانگتے تھے دے دیا ہوتا تو ایک بوجھ سر سے اتر جاتا اور احسان کا احسان ہوتا۔ مگر پھر یہ جھنجٹ کیسے پڑتا؟ کوئی بری بات ہونے والی ہوتی ہے تو مت پہلے ہی ماری جاتی ہے۔ اتنے دن آرام سے گھر میں بندھی رہی، نہ گرمی لگی اور نہ جوڑی آئی۔ اتنی جلدی سب کو پہچان گئی تھی کہ معلوم ہی نہ ہوتا تھا کہ باہر سے آئی ہے۔ بچے اس کی سینگوں سے

www.urduchannel.in

کھیلتے رہتے تھے، سر تک نہ ہلاتی تھی۔ جو کچھ ناند میں ڈال دو چاٹ پونچھ کر صاف کر دیتی تھی۔ بچھیا تھی، ابھاگوں کے گھر کیا رہتی؟"

سونا اور روپا بھی اس ہلچل سے جاگ اٹھی تھیں اور زار و قطار رو رہی تھیں۔ اس کی خدمت کا بار زیادہ تر ان ہی دونوں پر تھا۔ ان کی ساتھی ہو گئی تھی۔ دونوں کھا کر اٹھتیں تو ایک ایک ٹکڑا روٹی اسے اپنے ہاتھوں سے کھلاتی تھیں۔ کیسا جیبھ (زبان) نکال کر کھا لیتی تھی اور جب تک ان کے ہاتھ کو رنہ پالیتی کھڑی تاکتی رہتی۔ بھاگ پھوٹ گئے!

گوبر اور دونوں لڑکیاں رو رو کر سو گئے تھے۔ ہوری بھی لیٹا۔ دھنیا اس کے سرہانے پانی کا لوٹا رکھنے آئی تو ہوری نے آہستہ سے کہا "تیری پیٹ میں بات پچتی نہیں، کچھ سن پائے گی تو گانوں بھر میں ڈھنڈورا پیٹتی پھرے گی۔"

دھنیا نے احتجاج کیا: "بھلا سنوں تو۔ میں نے کون سی بات پیٹ دی کہ یوں ہی نام بدنام کر دیا۔"

"اچھا تیرا سک (شک) کسی پر ہوتا ہے؟"

"میرا شک تو کسی پر نہیں ہے۔ کوئی باہری آدمی تھا۔"

"کسی سے کہے گی تو نہیں۔"

"کہوں گی نہیں تو گانوں والے مجھے گہنے کیسے گھڑوا دیں گے۔"

اگر کسی سے کہا تو مار ہی ڈالوں گا۔"

مجھے مار کر سکھی نہ ہو گے۔ اب دوسری مہریا نہیں مل جاتی۔ جب تک ہوں تمہارا گھر سنبھالے ہوئے ہوں، جس دن مر جاؤں گی سر پر ہاتھ

www.urduchannel.in

دھر کر رو دَ گے۔ ابھی مجھ میں ساری برائیاں ہی برائیاں ہیں تب آنکھوں سے آنسو بہیں گے۔"

"میرا سک تو ہیرا پر جاتا ہے۔"

"جھوٹ، بالکل جھوٹ! ہیرا اتنا نیچ نہیں ہے، وہ منہ کا ہی بُرا ہے۔"

"میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ سچ تیرے سر کی سوگند۔"

"تم نے اپنی آنکھوں دیکھا! کب؟"

"وہی، میں سوبھا کو دیکھ کر آیا تو وہ سندریا کی ناند کے پاس کھڑا تھا۔ میں نے پوچھا کون ہے، تو بولا میں ہوں ہیرا۔ الاؤ سے آگ لینے آیا تھا۔ تھوڑی دیر مجھ سے بات کرتا رہا۔ مجھے چلم پلائی۔ وہ ادھر گیا، میں گھر میں آیا اور وہیں گوبر نے پکار مچائی۔ معلوم ہوتا ہے کہ میں گائے باندھ کر سوبھا کے گھر گیا ہوں اور اس نے ادھر آ کر کچھ کھلا دیا۔ شایت (شاید) پھر یہ دیکھنے آیا تھا کہ مری یا نہیں۔"

دھنیا نے سرد آہ کھینچ کر کہا "اس طرح کے ہوتے ہیں بھائی جنھیں بھائی کا گلا کاٹنے میں بھی ہچک نہیں ہوتی۔ افوہ! ہیرا من کا اتنا کالا ہے! اور داڑھی جار کو میں نے ہی پال پوس کر بڑا کیا۔"

"اچھا جا، سو رہ! مگر کسی سے بھول کر بھی چرچا نہ چلانا۔"

"کل لاتر چا کا ہوتے ہی لالا کو تھانے نہ پہنچاؤں تو اپنے اصل باپ کی نہیں! یہ ہتیارا بھائی ہے۔ لایک (لائق) ہے۔ یہی بھائی کا کام ہے۔ وہ بیری ہے، پکا بیری! اور بیری کو مارنے میں پاپ نہیں، چھوڑنے میں پاپ ہے۔"

ہوری نے دھمکایا "میں کہے دیتا ہوں دھنیا! انرتھ ہو جائے گا۔"

دھنیا جوش میں بولی "انرتھ نہیں انرتھ کا باپ ہو جائے، میں بنا

www.urduchannel.in

لالا کو بڑے گھر بھجوائے مانوں گی نہیں۔ تین سال چکی پسواؤں گی! تین سال! وہاں سے چھوٹیں گے تو کھیتیا لگے گی۔ تیرتھ کرنا پڑے گا، بھوج دینا پڑے گا۔ اس دھوکے میں نہ رہیں لالا! اور گواہی دلاؤں گی تم سے، لڑکے کے سر پر ہاتھ رکھا کر۔"

اس نے اندر جا کر کواڑ بند کر لئے اور ہوری باہر خود کو کوستا ہوا پڑا رہا۔ "جب میرے ہی پیٹ میں بات نہ پچی تو دھنیا کے پیٹ میں کیا پچے گی؟ اب یہ چڑیل ماننے والی نہیں۔ ہٹ پر آجاتی ہے تو کسی کی سنتی ہی نہیں۔ آج میں نے اپنی جندگی (زندگی) میں سب سے بڑی بھول کی"

چاروں طرف سنسان تاریکی چھائی تھی۔ دونوں بیلوں کے گلے کی گھنٹیاں کبھی کبھی بج اٹھتی تھیں۔ دس قدم پر مردہ گائے پڑی ہوئی تھی اور ہوری بڑے ہی پچھتاوے میں پڑا ہوا کروٹیں بدل رہا تھا۔ اندھیری میں اجالے کی لکیر کہیں دکھائی نہ دیتی تھی۔

www.urduchannel.in

(۹)

علی الصباح ہوری کے مکان میں ایک پورا ہنگامہ تھا۔ ہوری دھنیا کو مار رہا تھا اور دھنیا اسے گالیاں دے رہی تھی، دونوں لڑکیاں باپ کے پاؤں سے لپٹی ہوئی چلا رہی تھیں اور گوبر ماں کو بچا رہا تھا۔ بار بار ہوری کا ہاتھ پکڑ کر پیچھے ڈھکیل دیتا مگر جوں ہی دھنیا کے منہ سے کوئی گالی نکل جاتی، ہوری اپنے ہاتھ چھڑا کر اسے دو چار گھونسے لات جما دیتا۔ اس کا بوڑھا غصہ جیسے کسی چھپی اور جمع کی ہوئی طاقت کو باہر نکال لایا ہو۔ سارے گاؤں میں تہلکہ مچ گیا۔ لوگ سمجھانے بجھانے کے بہانے تماشا دیکھنے آ پہنچے۔ سوبھا لاٹھی ٹیکتا آ کھڑا ہوا۔ داتا دین نے ڈانٹا: "اِین، یہ کیا ہے ہوری؟ تم باؤلے ہو گئے ہو کیا؟ کوئی اس طرح گھر کی لچھمی پر ہاتھ چھوڑتا ہے؟ تمھیں تو یہ روگ نہ تھا، کیا ہیرا کی چھوت تمھیں بھی لگ گئی ہے؟"

ہوری نے پالاگن کر کے کہا: "مہراج! تم اس بکھت (وقت) نہ بولو۔ میں آج اس کی بان چھڑا کر تب دم لوں گا۔ میں جتنا ہی طرح دیتا ہوں اتنا ہی یہ سر چڑھتی جاتی ہے۔"

دھنیا غصے میں روتی ہوئی بولی: "مہراج، تم گواہ رہنا۔ میں آج اس کے ہتیارے بھائی کو جہل (جیل) بھجوا کر تب پانی پیوں گی۔ اس کے بھائی نے گائے کو بس کھلا کر مار ڈالا ہے۔ اب جو میں تھانے میں رپٹ لکھانے جاتی ہوں تو یہ ہتیارا مجھے مارتا ہے۔ میں نے اس کے پیچھے اپنی جندگانی (زندگانی) ملیا میٹ کر دی اس کا یہ انعام دے رہا ہے۔"

www.urduchannel.in

ہوری نے دانت پیس کر اور آنکھیں نکال کر کہا: "پھر وہی بات منہ سے نکالی تو نے دیکھا تھا ہیرا کو بس دیتے؟"

"تو کسم (قسم) کھا جا کہ تو نے ہیرا کو گائے کے پاس کھڑا نہیں دیکھا؟"

"ہاں میں نے نہیں دیکھا، کسم کھاتا ہوں۔"

"بیٹے کے سر پر ہاتھ رکھ کر کسم کھا۔"

ہوری نے گوبر کے سر پر کانپتا ہوا ہاتھ رکھ کر، کانپتی ہوئی آواز میں کہا: "میں بیٹے کی کسم کھاتا ہوں کہ میں نے ہیرا کو ناند کے پاس نہیں دیکھا۔"

دھنیا نے زمین پر تھوک کر کہا: "تھڑی ہے تیری جھٹائی پر! تو نے آپ مجھ سے کہا کہ ہیرا چور کی طرح ناند کے پاس کھڑا تھا اور اب بھائی کے لئے جھوٹ بولتا ہے، تھڑی ہے! اگر میرے بیٹے کا بال بھی بیکا ہوا تو گھر میں آگ لگا دوں گی، ساری گرستی میں آگ لگا دوں گی۔ بھگوان! آدمی منہ سے بات کہہ کر اتنی بے سرمی سے پلٹ جاتا ہے!"

ہوری پاؤں پٹک کر بولا: "دھنیا! رِس مت دلا نہیں تو برا ہوگا۔"

مار تو رہا ہے اور مار لے، جو تو اپنے باپ کا بیٹا ہوگا تو آج مجھے مار کر تب پانی پئے گا! پاپی نے مارتے مارتے مجھے بھرکس کر دیا، پھر بھی اس کا جی نہیں بھرا۔ مجھے مار کر سمجھتا ہے کہ بڑا بیر ہوں۔ بھائیوں کے سامنے بھیگی بلی بن جاتا ہے، پاپی کہیں کا! ہتیارا!"

پھر وہ فریاد کر کے رونے لگی۔ اس گھر میں آ کر اس نے کیا کیا۔ دکھ درد نہیں جھیلا، کس کس طرح اپنا پیٹ تن نہیں کاٹا، کس طرح ایک ایک لتے کو ترسی، کس طرح ایک ایک پیسہ جان کی طرح بچا کر رکھا، کس طرح گھر بھر کو کھلا کر اور آپ

www.urduchannel.in

پانی پی کر سو رہی اور آج ان سارے بلدانوں (قربانیوں) کا یہ بدلا! بھگوان بیٹھے یہ انیائے دیکھ رہے ہیں اور اسے بچانے نہیں دوڑتے!

رفتہ رفتہ رائے عامہ اب دھنیا کے موافق ہونے لگی۔ اس میں اب کسی کو شک نہ رہا کہ ہیرا ہی نے گائے کو زہر دیا۔

ہوری نے بالکل جھوٹی قسم کھائی ہے، اس کا بھی لوگوں کو یقین ہو گیا گوبر کو باپ کی اس جھوٹی قسم اور اس کی وجہ سے آنے والی مصیبت کے اندیشے نے ہوری کا مخالف بنا دیا۔ اس پر جو داتا دین نے ڈانٹ بتائی، تو ہوری ہار کھا گیا اور چپکے سے چلا گیا۔ راستی کی فتح ہوئی۔

داتا دین نے سوبھا سے پوچھا "تم کچھ جانتے ہو سوبھا! کیا بات ہوئی؟"

سوبھا زمین پر لیٹا ہوا بولا: "میں تو مہراج، آٹھ دن سے باہر نہیں نکلا ہوری دادا ہی کبھی جا کر کچھ دے آتے ہیں، اسی سے کام چلتا ہے۔ کل رات میں بھی وہ میرے پاس گئے تھے۔ کس نے کیا کیا، میں کچھ نہیں جانتا۔ ہاں کل سانجھ کو ہیرا میرے گھر کھرپی مانگنے گیا تھا۔ کہتا تھا کہ ایک جڑی کھودنا ہے۔ پھر تب سے اس سے میری بھینٹ نہیں ہوئی۔"

دھنیا شہ کو پاکر بولی "پنڈت دادا، یہ اسی کا کام ہے۔ سوبھا کے گھر سے کھرپی مانگ کر لایا اور کوئی جڑی کھود کر گائے کو کھلا دی۔ اس رات کو جو جھگڑا ہوا تھا اسی دن سے وہ رنج مانے بیٹھا ہے۔"

داتا دین بولے: "یہ بات ثابت ہوگئی تو اسے ہتیا لگے گی۔ پولیس کچھ کرے یا نہ کرے، دھرم تو بنا ڈنڈ دیئے نہ رہے گا، چلی تو جا روپیا! ہیرا کو بلا لا۔ کہنا کہ پنڈت دادا بلا رہے ہیں۔ اگر اس نے ہتیا نہیں کی ہے تو گنگا جلی اٹھا لے اور

www.urduchannel.in

چوڑے پر چل کر سوگند کھائے۔"

دھنیا بولی "مہراج! اس کی سوگند کا بھروسہ نہیں، جھٹ پٹ کھائے گا۔ جب اس نے جھوٹی سوگند کھالی جو پڑا دھرما تما بنتا ہے تو ہیرا کا کیا بسواس؟"

اب گوبر بولا "کھائے جھوٹی سوگند، بس کا انت (خاتمہ) ہو جائے، بوڑھے جیتے رہیں، جوان جی کر کیا کریں گے؟"

روپا ایک لمحے میں آکر بولی "کا کا گھر میں نہیں پنڈت دادا! کاکی کہتی ہے کہ کہیں چلے گئے ہیں۔"

داتا دین نے لمبی داڑھی پھٹکار کر کہا "تو نے پوچھا نہیں کہ کہاں چلے گئے ہیں؟ گھر میں چھپا بیٹھا نہ ہو دیکھ تو سونا! اندر تو نہیں بیٹھا ہے؟"

دھنیا نے ٹوکا "اسے نہ بھیجو دادا! ہیرا کے سر ہتیا سوار ہے نہ جانے کیا کر بیٹھے۔"

داتا دین نے خود لکڑی سنبھالی اور خبر لائے کہ ہیرا کہیں سچ مچ چلا گیا ہے۔ پنیا کہتی ہے، لٹیا ڈور اور ڈنڈا سب لے کر گئے ہیں۔ پنیا نے پوچھا بھی کہ کہاں جاتے ہو، پر بتایا نہیں۔ اس نے پانچ روپئے آلے (طاق) میں رکھے تھے۔ روپئے وہاں نہیں ہیں۔ شاید روپئے بھی لیتا گیا۔

دھنیا ٹھنڈے دل سے بولی "منہ میں کالکھ لگا کر کہیں بھاگ گیا ہوگا۔"

سوبھا بولا "بھاگ کے کہاں جائے گا؟ گنگا نہانے نہ چلا گیا ہو۔"

دھنیا نے شک ظاہر کیا "گنگا جاتا تو روپئے کیوں لے جاتا؟ اور آج کل کوئی پربت نہان بھی تو نہیں ہے۔"

اس شک کو کوئی دور نہ کر سکا، خیال مضبوط ہو گیا۔ آج ہوری کے گھر کھانا نہیں پکا، نہ کسی نے بیلوں کو پانی دیا۔ سارے گانوں میں سنسنی پھیلی ہوئی تھی۔ دو دو

www.urduchannel.in

چار چار آدمی جگہ جگہ جمع ہوکر اسی واقعہ پر رائے زنی کر رہے تھے۔ ہیرا ضرور کہیں بھاگ گیا۔ دیکھا ہوگا کہ بھید کھل گیا۔ اب جہل (جیل) الگ جانا پڑے گا اور ہتیا الگ لگے گی۔ بس کہیں بھاگ گیا۔ پنیا بھی رو رہی تھی کہ کچھ کہا نہ سنا، نہ جانے کہاں چل دیئے۔

جو کچھ کسر رہ گئی تھی وہ شام کے وقت حلقے کے تھانے دار نے آکر پوری کر دی۔ گاؤں کے چوکیدار نے اس واقعے کی رپٹ کی جو اس کا فرض تھا پھر تھانیدار صاحب اپنے فرض سے کب چوکنے والے تھے؟ اب گاؤں والوں کو بھی ان کی خاطر مدارات کرکے اپنا فرض پورا کرنا چاہیئے۔ داتا دین، جھنگری سنگھ نوکھے رام، ان کے چاروں پیادے، منگرو شاہ اور لالہ پٹیشوری سب ہی آ پہنچے اور داروغہ جی کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو گئے۔ ہوری کی طلبی ہوئی۔ زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ وہ تھانیدار کے سامنے آیا۔ ایسا ڈر رہا تھا جیسے پھانسی ہو جائیگی دھنیا کو پٹتے وقت اس کا ایک ایک عضو پھڑک رہا تھا۔ داروغہ جی کے آگے کچھوے کی طرح اندر ہی اندر سمٹا جاتا تھا۔ داروغہ نے اسے محققانہ نگاہوں سے دیکھا اور اس کے دل تک پہنچ گئے۔ قیافہ شناسی میں انھیں اچھی مہارت تھی۔ کتابی علم النفس میں کوری ہوں مگر عملاً اس کے ماہر تھے۔ یقین ہو گیا کہ آج کسی اچھے کا منہ دیکھ کر اٹھے ہیں۔

ہوری کا چہرہ کہے دیتا تھا کہ اس کے لئے صرف ایک دھمکی کافی ہے۔

داروغہ نے پوچھا: "تجھے کس پر شبہ ہے؟"

ہوری نے زمین چھوئی اور ہاتھ جوڑ کر بولا: "میرا شبہ کسی پر نہیں ہے سرکار! گائے اپنی موت مری ہے۔ بوڑھی ہو گئی تھی۔"

دھنیا بھی آکر پیچھے کھڑی ہو گئی تھی۔ فوراً بولی، گائے ماری ہے تمہارے بھائی ہیرا نے۔ سرکار ایسے مورکھ نہیں ہیں کہ جو کچھ تم کہہ دو گے مان لیں گے یہاں جانچ کرنے آئے ہیں۔"

www.urduchannel.in

داروغہ جی نے پوچھا: "یہ کون عورت ہے؟"

کئی آدمیوں نے داروغہ جی سے گفتگو کرنے کی خوش نصیبی حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کی۔ ایک ساتھ بولے اور ہر ایک نے اپنے دل کو اس خیال سے تسکین دی کہ پہلے میں بولا: ہوری کی گھر والی ہے سرکار!"

"تو اسے بلاؤ، میں پہلے اسی کا بیان لکھوں گا۔ وہ کہاں ہے ہیرا؟"

"خاص لوگوں نے ایک آواز سے کہا: "وہ تو آج تڑکے کہیں چلا گیا ہے سرکار"

"میں اس کے گھر کی تلاشی لوں گا۔"

تلاشی! ہوری کا سانس نیچے اوپر ہونے لگا۔ اس کے بھائی ہیرا کے گھر کی تلاشی ہوگی اور ہیرا گھر میں نہیں ہے! تو پھر ہوری کے جیتے جی اور اس کے دیکھتے یہ تلاشی نہ ہونے پائے گی اور دھنیا سے اب اس کا کوئی ناتا نہیں ہے۔ جہاں چاہے جائے۔ جب وہ اس کی آبرو بگاڑنے پر آگئی ہے تو اس کے گھر میں کیسے رہ سکتی ہے؟ جب گلی گلی ٹھوکر کھائے گی تب پتہ ملے گا۔

گاؤں کے خاص لوگوں نے اس سنکٹ کو ٹالنے کے لئے کانا پھوسی شروع کی۔

داتا دین نے اپنا گنجا سر ہلا کر کہا: "یہ سب کمانے کے ڈھنگ ہیں۔ پوچھو ہیرا کے گھر میں کیا رکھا ہے؟"

پٹیشوری لالا بہت لمبے تھے مگر لمبے ہوکر بھی بیوقوف نہ تھے۔ اپنا لمبا کالا منہ اور لمبا کرکے بولے: "اور یہاں آیا ہے کس لئے؟ اور جب آیا ہے تو بنا کچھ لئے دئے گیا کب ہے؟"

جھنگری سنگھ نے ہوری کو بلا کر کان میں کہا: "نکالو جو کچھ دینا ہو، یوں گلا نہ چھوٹے گا۔"

www.urduchannel.in

داروغہ جی نے اب ذرا گرج کر کہا: "میں ہیرا کے گھر کی تلاشی لوں گا؟"

ہوری کا چہرہ ایسا فق ہو گیا گویا جسم کا سارا خون خشک ہو گیا ہو۔ تلاشی اس کے گھر ہوئی تو اور اس کے بھائی کے گھر ہوئی تو، ایک ہی بات ہے۔ ہیرا الگ سہی پر دنیا تو جانتی ہے کہ اس کا بھائی ہے۔ مگر اس سمے اس کا کچھ بس نہیں۔ اس کے پاس روپے ہوتے تو پچاس لاکر داروغہ جی کے پاؤں پر رکھ دیتا اور کہتا: "سرکار میری آبرو اب آپ کے ہاتھ ہے" مگر اس کے پاس تو زہر کھانے کو ایک پیسہ نہیں ہے۔ دھنیا کے پاس دو چار روپے پڑے ہوں پر وہ چڑیل بھلا کب دینے لگی؟ پھانسی کی سزا پائے ہوئے آدمی کی طرح سر جھکائے اپنی بے عزتی کو سختی سے محسوس کرتا ہوا خاموش کھڑا رہا۔

داتا دین نے ہوری کو آگاہ کیا: "اب اس طرح کھڑے رہنے سے کام نہ چلے گا ہوری! روپئے کی کوئی تدبیر کرو۔"

ہوری عاجزانہ بولا: "اب میں کیا کہوں مہراج؟ ابھی تو پہلے ہی کی گٹھری سر پر لدی ہے اور کس منہ سے مانگوں؟ پر اس سنکٹ سے اُبارلو۔ جیتا رہا تو کوڑی کوڑی چکا دوں گا۔ میں مر جاؤں تو گوبر تو ہے ہی۔"

لیڈروں میں مشورہ ہونے لگا: "تھانیدار کو کیا بھینٹ کیا جائے؟"

داتا دین نے پچاس تجویز کئے جھنگری سنگھ کی رائے میں سو سے کم پر سودا نہ ہوگا۔ نوکھے رام بھی سو کے حق میں تھے اور ہوری کے لئے سو اور پچاس میں کوئی فرق نہ تھا۔ اس تلاشی کا سنکٹ اس کے سر سے ٹل جائے، اچاہے پوجا کتنی ہی چڑھانی پڑے مُردے کو ایک من لکڑی سے جلاؤ یا دس من سے، اسے کیا پروا؟

مگر پٹیشوری سے یہ بے انصافی نہ دیکھی گئی۔ کوئی ڈاکہ یا قتل تو ہوا نہیں، صرف تلاشی ہو رہی ہے، بس بیس روپئے بہت ہیں۔

www.urduchannel.in

لیڈروں نے لعنت ملامت کی۔" تو پھر تمھیں تھانیدار سے بات چیت کرنا۔ ہم لوگ پاس نہ جائیں گے۔ کون گھر کیاں کھائے؟"

ہوری نے پٹیشوری کے قدم پر سر رکھ دیا۔" بھیا، میرا ادھار کرو۔ جب تک جیوں گا تمہاری تابعداری کروں گا۔"

داروغہ جی نے پھر اپنے چوڑے سینے اور بڑے پیٹ کا پورا زور لگا کر کہا: "کہاں ہے ہیرا کا گھر؟ میں اس کے گھر کی تلاشی لوں گا۔"

پٹیشوری نے آگے بڑھ کر داروغہ جی کے کان میں کہا: "تلاشی لے کر کیا کروگے سرکار؟ اس کا بھائی آپ کی تابعداری کے لئے حاضر ہے۔"

دونوں آدمی ذرا الگ جا کر باتیں کرنے لگے۔

"کیسا آدمی ہے؟"

"بہت ہی گریب (غریب) ہجور (حضور)۔ کھانے کا ٹھکانا بھی نہیں۔"

"سچ!"

"ہاں ہجور (حضور) ایمان سے کہتا ہوں۔"

"ارے تو کیا ایک پچاسے کا بھی ڈول نہیں ہے؟"

کہاں کی بات سرکار! دس مل جائیں تو ہزار سمجھئے۔ پچاس تو پچاس جنم میں بھی ممکن نہیں اور وہ بھی جب کوئی مہاجن کھڑا ہو جائے۔"

داروغہ جی نے ایک منٹ تک غور کر کے کہا: "تو پھر اسے ستانے سے کیا فائدہ؟ میں ایسوں کو نہیں ستاتا جو آپ ہی مر رہے ہوں۔"

پٹیشوری نے دیکھا کہ نشانہ اور آگے جا پڑا۔ بولے: "نہیں سرکار ایسا نہ کریں، نہیں تو پھر ہم کہاں جائیں گے۔ ہماری پاس دوسری کونسی کھیتی ہے؟"

"تم علاقے کے پٹواری ہو جی، کیسی باتیں کرتے ہو؟"

www.urduchannel.in

جب ایسا ہی کوئی موقع آجاتا ہے، آپ کی بدولت ہم بھی پا جاتے ہیں، نہیں تو پٹواری کو کون پوچھتا ہے؟"

"اچھا جاؤ تیس روپے دلوادو، بیس روپے ہمارے اور دس تمہارے۔"

"چار مکھیاں ہیں، اس کا تو خیال کیجئے؟"

"اچھا نصف نصف پر رکھو اور جلدی کرو مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

پٹیشوری نے جھنگری سے کہا۔ جھنگری نے ہوری کو اشارے سے بلایا، اپنے گھر لے گئے۔ تیس روپے گن کر اسے دئے اور احسان رکھتے ہوئے بولے "آج ہی کاگد (کاغذ) لکھ دینا۔ تمہارا منہ دیکھ کر روپے دے رہا ہوں، تمہاری بھلمنسی پر۔"

ہوری نے روپے لئے اور انگوچھے کے چھور میں باندھے ہوئے خوش خوش داروغہ جی کی طرف چلا۔

یکایک دھنیا جھپٹ کر آگے آئی اور انگوچھا ایک جھٹکے کے ساتھ اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔ گانٹھ مضبوط نہ تھی۔ جھٹکے کے زور سے کھل گئی اور سارے روپے زمین پر بکھر گئے۔ ناگن کی طرح پھنکار کر بولی: "یہ روپے کہاں لئے جا رہا ہے؟ بتا! بھلا چاہتا ہے تو سب روپے لوٹا دے نہیں کہے دیتی ہوں! گھر کے آدمی رات دن مریں، دانے کو ترسیں، چیتھڑا پہننے کو نہ ملے اور انجلی بھر روپے لے کر چلا ہے اجت (عزت) بچانے! ایسی بڑی ہے تیری اجت جس کے گھر میں چوہے لوٹیں وہ بھی اجت والا ہے! درگا (داروغہ) تلاشی ہی تو لے گا، لے لے جہاں چاہے تلاسی۔ ایک تو سو روپے کی گائے گئی، اس پر یہ پلیتھن! واہ رے تیری اجت!"

ہوری لہو کا گھونٹ پی کر رہ گیا۔ کل مجمع جیسے تھرا اٹھا۔ لیڈروں کے سر جھک گئے اور تھانیدار کا منہ ذرا سا نکل آیا۔ اپنی زندگی میں ان کی ایسی

www.urduchannel.in

توہین نہ ہوئی تھی۔

ہوری متحیر سا کھڑا رہا۔ زندگی میں آج پہلی بار دھنیا نے اسے بھرے اکھاڑے میں ٹپک دیا، آسمان تکا دیا۔ اب وہ کیسے سر اٹھائے؟

مگر داروغہ جی اتنی جلد ہار ماننے والے نہ تھے، کھسیا کر بولے "مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس شیطان کی خالہ نے ہیرا کو پھنسانے کے لئے گائے کو خود زہر دے دیا ہے"

دھنیا ہاتھ مٹکا کر بولی "ہاں دے دیا۔ اپنی گائے تھی، مار ڈالی پھر؟ کسی دوسرے کا جانور تو نہیں مارا؟ تمھاری جانچ میں یہی نکلتا ہے تو یہی لکھو۔ پہنا دو میرے ہاتھ میں ہتھکڑی۔ دیکھ لیا تمھارا نیاؤ اور تمھاری [illegible] پہنچ، گریبوں (غریبوں) کا گلا کاٹنا دوسری بات ہے اور دودھ کا دودھ، پانی [illegible] کرنا دوسری بات ہے"

ہوری آنکھوں سے انگارے برساتا دھنیا پر جھپٹا مگر گوبر آگے کھڑا ہو گیا اور تیزی سے بولا "اچھا دادا! اب بہت ہوا۔ پیچھے ہٹ جاؤ نہیں تو میں کہے دیتا ہوں کہ میرا منہ نہ دیکھو گے۔ تمھارے اوپر ہاتھ نہ اٹھاؤں گا۔ ایسا کپوت نہیں ہوں۔ مگر یہیں گلے میں پھانسی لگا لوں گا"

ہوری پیچھے ہٹ گیا اور دھنیا شیر ہو کر بولی "تو ہٹ جا گوبر! دیکھوں تو وہ کیا کرتا ہے میرا! داروگا جی بیٹھے ہیں، اس کی ہمت دیکھوں۔ گھر میں تلاشی ہونے سے اس کی اجت جاتی ہے! یہی تو بیروں کا دھرم ہے! بڑا بیر ہے تو کسی مرد سے لڑ! جس کی بانہہ پکڑ کر لایا اسے مار کر بیرتا دکھا دے گا۔ تو سمجھتا ہوگا کہ میں اسے روٹی کپڑا دیتا ہوں تو۔ لے آج سے اپنا گھر سنبھال۔ دیکھو تو کہ اسی گاؤں میں تیری چھاتی پر مونگ دل کر رہتی ہوں کہ نہیں اور تیرے

www.urduchannel.in

گھر سے اچھا کھاؤں گی، اچھا پہنوں گی۔ جی یں آوے تو دیکھ لے!"
ہوری مغلوب ہوگیا۔ اسے معلوم ہوا کہ عورت سے مرد کتنا کمزور ہے، کتنا بے بس۔

لیڈروں نے روپئے چن کر اٹھا لئے تھے اور داروغہ جی کو وہاں سے چلنے کا اشارہ کر رہے تھے کہ دھنیا نے ایک ٹھوکر اور جمائی "جس کے روپئے ہوں اسے لے جاکر دے دو، ہمیں کسی سے ادھار نہیں لینا ہے اور جو دینا ہے تو اسی سے لینا۔ میں دمڑی بھی نہ دوں گی چاہے مجھے حاکم کی کچہری تک جانا پڑے ہم باکی (باقی) چکانے کو پچیس روپئے مانگتے تھے تو کسی نے نہ دیا آج انجلی بھر روپئے ٹھنا ٹھن نکال کر دے دئے۔ میں سب جانتی ہوں، یہاں تو حصہ بانٹ ہونے والا ہے۔ سب ہی کے منہ میٹھے ہوتے۔ یہ ہتیارے گاؤں کے مکھیا ہیں۔ گریبوں کا کھون (خون) پینے والے۔ سود بیاج، ڈیڑھی سوائی نجر (نذر) بھینٹ، گھوس رسوت، جیسے ہو گریبوں کو لوٹو۔ اس پر سوراج چاہیئے۔ جہل جانے سے سوراج نہ ملے گا۔ سوراج ملے گا دھرم سے نیاؤ سے۔"

لیڈروں کے منہ میں کالکھ سی لگ گئی تھی اور داروغہ جی کے منہ پر جھاڑو سا پھر گیا تھا۔ اپنی اپنی عزت رکھنے کے لئے ہیرا کے گھر کی طرف چلے۔

راستے میں تھانیدار نے تسلیم کیا "عورت ہے بڑی دلیر!"
پٹیشوری لالہ بولے "دلیر کیا ہے سرکار، کرکسا ہے۔ ایسی عورت کو تو گولی مار دے۔"

"تم لوگوں کا قافیہ تنگ کر دیا اس نے۔ چار چار تو ملتے ہی۔"
"سرکار کے بھی تو پندرہ گئے۔"

www.urduchannel.in

"میرے کہاں جا سکتے ہیں نہ دے گا تو گاؤں کے بکھیا دیں گے اور پندرہ کی جگہ پورے پچاس روپئے! آپ لوگ فوراً انتظام کیجئے۔"

پٹیشوری نے ہنس کر کہا: "سرکار بڑے دل لگی باز ہیں۔"

داتادین بولے: "بڑے آدمیوں کے یہی لچھن ہیں۔ ایسے بھاگوانوں کے درشن کہاں ہوتے ہیں۔"

داروغہ نے سخت لہجے میں کہا: یہ چاپلوسی پھر کیجئے گا۔ اس وقت تو مجھے پچاس روپئے دلائیے نقد، اور یہ سمجھ لو کہ آنا کانی کی تو میں چاروں کے گھر کی تلاشی لوں گا۔ بہت ممکن ہے کہ تم نے ہیرا اور ہوری کو پھنسا کر ان سے سو پچاس اینٹھ لینے کے لئے یہ حرکت کی ہو۔"

لیڈر لوگ ابھی تک یہ سمجھ رہے تھے کہ داروغہ جی مذاق کر رہے ہیں۔

جھنگری سنگھ نے آنکھ مار کر کہا: "نکالو پچاس روپئے، پٹواری صاحب۔"

نوکھے رام نے تائید کی: "پٹواری صاحب کا الاکا (علاقہ) ہے انھیں آپ کی کھاطر (خاطر) کرنی ہی چاہیئے۔"

پنڈت نوکھے رام کی چوپال آگئی۔ داروغہ جی ایک پلنگ پر بیٹھ گئے اور بولے

تم لوگوں نے کیا طے کیا؟ روپئے نکالتے ہو یا تلاشی کراتے ہو۔

داتادین نے عذر کیا: "مگر سرکار........"

"میں اگر مگر کچھ نہیں سننا چاہتا۔"

جھنگری سنگھ نے جرأت کی: "سرکار یہ تو سراسر......"

میں پندرہ منٹ کی مہلت دیتا ہوں اگر اتنی دیر میں پورے پچاس نہ آگئے تو سب کے گھروں کی تلاشی ہوگی اور گنڈا سنگھ کو جانتے ہو۔ اس کا مارا پانی

www.urduchannel.in

نہیں مانگتا۔

پٹیشوری نے تیز ہوکر کہا " آپ کو اختیار ہے۔ تلاشی لے لیں۔ یہ اپ دل لگی ہے۔ کہ کام کون کرے اور پکڑا کون جائے "

" میں نے پچیس سال تھانیداری کی ہے۔ جانتے ہو "

" لیکن ایسا اندھیر تو کبھی نہیں ہوا "

تم نے ابھی اندھیر دیکھا کہاں ؟ کہو تو وہ بھی دکھا دوں۔ ایک ایک کو پا پانچ سال کے لئے بھیج دوں۔ یہ میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ ایک ڈاکے میں کل گانوں کو کالا پانی دلا سکتا ہوں۔ اس دھوکہ میں نہ رہنا "

چاروں آدمی چوپال کے اندر جاکر صلاح کرنے لگے۔

پھر کیا ہوا کسی کو معلوم نہیں۔ ہاں، داروغہ جی خوش و خرّم نظر آرہے تھے اور چاروں آدمیوں کے منہ پر لعنت برس رہی تھی۔

داروغہ جی گھوڑے پر سوار ہوکر چلے تو چاروں لیڈر لوگ پیچھے دوڑ رہے تھے گھوڑا دور نکل گیا تو لوٹے اس طرح گویا کسی عزیز کی لاش جلاکر مرگھٹ سے لوٹ رہے ہوں۔

یکایک داتا دین بولے " میرا سراپ (بددعا) نہ پڑے تو منہ نہ دکھلاؤں "

نوکھے رام نے تائید کی۔ " ایسا دھن کبھی پھلتے نہیں دیکھا۔

پٹیشوری نے پیشین گوئی کی " حرام کی کمائی حرام میں جائے گی "

جھنگری سنگھ کو آج خدائی انصاف میں شبہ پڑ گیا تھا۔ بھگوان نہ جانے کہاں ہے کہ یہ اندھیر دیکھ کر بھی پاپیوں کو ڈنڈ نہیں دیتا۔

اس وقت ان لوگوں کی تصویر کھینچنے لائق تھی۔

---

www.urduchannel.in

(۱۰)

ہیرا کا کہیں پتہ نہ چلا۔ اور دن گذرتے جاتے تھے۔ ہوری سے جہاں تک بن پڑا دوڑ دھوپ کی، پھر ہار کر بیٹھ رہا۔ کھیتی باڑی کی بھی فکر کرنی تھی۔ اکیلا آدمی کیا کیا کرتا؟ اور اب اپنی کھیتی سے زیادہ فکر تھی۔ پنیا کی کھیتی کی۔ پنیا اب تنہا ہو کر اور بھی تیز پڑ گئی تھی۔ ہوری کو اب اس کی خوشامد کرتے گذرتی تھی ہیرا تھا وہ پنیا کو دبائے رہتا تھا۔ اس کے چلے جانے سے اب پنیا پر کوئی آنکس نہ رہ گیا تھا۔ ہوری کی مخالفت ہیرا سے تھی۔ پنیا عورت تھی۔ اس سے وہ کیا تنا تنی کرتا۔ اور پنیا اس کے مزاج سے واقف تھی اور اس کی شرافت کا اسے خوب مزا چکھاتی تھی۔ خیریت یہی ہوئی کہ کارندہ صاحب نے پنیا سے بقایا لگان وصول کرنے کے لئے کوئی سختی نہیں کی، صرف تھوڑی سی نذر پا کر راضی ہو گئے۔ ورنہ ہوری اپنے بقایا کے ساتھ اس کا بقایا ادا کرنے کے لئے بھی قرض لینے کو تیار تھا۔ ساون میں دھان لگانے کی ایسی کثرت رہی کہ مزدور نہ ملے اور ہوری اپنے کھیتوں میں دھان نہ لگا سکا۔ لیکن پنیا کے کھیتوں میں کیسے نہ لگائے جاتے؟ ہوری نے پہر پہر رات گئے تک کام کر کے اس کے دھان لگائے۔ اب ہوری ہی تو اس کا محافظ ہے۔ اگر پنیا کو کوئی تکلیف ہوئی تو دنیا اس کو تھوکے گی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہوری کو خریف کی فصل میں بہت تھوڑا اناج ملا اور پنیا کے یہاں وہاں رکھنے کی جگہ نہ تھی!

ہوری اور دھنیا میں اس دن سے برابر کشیدگی چلی آتی تھی۔ گوبر سے بھی ہوری کی بول چال بند تھی۔ ماں بیٹے نے مل کر گویا اس کا بائیکاٹ کر دیا تھا۔ اپنے

www.urduchannel.in

گھر میں پردیسی بنا ہوا تھا۔ دو کشتیوں میں سوار ہونے والے کی جو درگت ہوتی ہے وہی اس کی ہو رہی تھی۔ گاؤں میں بھی اب اس کی اتنی عزت نہ تھی۔ دھنیا اپنی ہمت سے صرف عورتوں کی نہیں بلکہ مردوں کی بھی لیڈر بن بیٹھی تھی۔ مہینوں تک قرب و جوار کے علاقوں میں اس واقعے کا خوب چرچا رہا حتیٰ کہ وہ ایک آسمانی صورت اختیار کرتا جاتا تھا۔ "دھنیا نام ہے اس کا۔ جی یا دیوی کا اشٹ ہے اسے۔ داروغہ جی نے جوں ہی اس کے آدمی کے ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈالی کہ دھنیا نے دیوی کو یاد کیا دیوی اس کے سر آگئی پھر تو اس میں اتنی سکت آگئی کہ اس نے ایک ہی جھٹکے میں اپنے مرد کی ہتھکڑی توڑ ڈالی اور داروغہ کی مونچھیں پکڑ کر اکھاڑ لیں، پھر اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھی۔ داروغہ نے جب بہت منت کی تب جاکر اسے چھوڑا" کچھ دن تو لوگ دھنیا کے درشن کو آتے رہے۔ وہ بات تو پرانی پڑ گئی مگر گاؤں میں دھنیا کی عزت بہت بڑھ گئی تھی۔ اس میں غضب کی ہمت ہے جو وقت پر مردوں کے بھی کان کاٹ سکتی ہے۔

مگر رفتہ رفتہ دھنیا میں ایک تبدیلی ہو رہی تھی۔ ہوری کو پنیا کی کھیتی میں لگا ہوا دیکھ کر بھی وہ کچھ نہ بولتی تھی۔ اور یہ اس لئے نہیں کہ وہ ہوری کی طرف سے بالکل بے پروا ہو گئی تھی بلکہ اس لئے کہ پنیا پر اب اسے رحم آتا تھا، ہیرا کا گھر سے بھاگ جانا اس کا بدلا پورا کرنے کے لئے کافی تھا۔

اسی اثنا میں ہوری کو بخار آنے لگا۔ فصلی بخار پھیلا ہی تھا۔ ہوری بھی اُسی کی زد میں آگیا۔ اور کئی سال کے بعد جو بخار آیا تو اس نے سارا بقایا وصول کر لیا۔ ایک مہینے تک ہوری بستر پر پڑا رہا۔ اس بیماری نے ہوری کو تو کچل ہی ڈالا۔ مگر دھنیا پر بھی فتح حاصل کر لی۔ شوہر جب مر رہا ہے تو اس سے کیسا بیر؟ ایسی حالت میں تو بیریوں سے بھی بیر نہیں رہتا پھر وہ تو اپنا ہی مرد ہے لاکھ برا ہو مگر اس کے ساتھ

www.urduchannel.in

زندگی کے پچیس سال کٹے ہیں۔ آرام ملا ہی تو اسی کے ساتھ اور تکلیف جھیلی ہی تو اسی کے ساتھ۔ آپ چاہے وہ اچھا ہی یا برا، اپنا ہی۔ داری جار نے مجھے سب کے سامنے مارا۔ سارے گانوں کے سامنے میرا پانی اتار لیا۔ لیکن تب سے کتنا لجاتا ہی کہ سیدھے تاکتا بھی نہیں۔ کھانے آتا ہی تو سر جھکائے کھا کر اٹھ جاتا ہی، ڈرتا رہتا ہے کہ میں کچھ کہہ نہ بیٹھوں۔

ہوری جب اچھا ہوا تو شوہر و زن میں میل ہو گیا تھا۔

ایک دن دھنیا نے کہا: "تمھیں اتنا گسّہ (غصّہ) کیسے آ گیا؟ مجھے تو تمھارے اوپر کتنا ہی گسّہ آوے پر ہاتھ نہ اٹھاؤں گی۔"

ہوری نادم ہو کر بولا: "اب اس کا چرچا نہ کر دھنیا۔ میرے اوپر کوئی بھوت سوار تھا۔ اس کا مجھے کتنا دکھ ہوا ہی یہ میں جانتا ہوں۔"

"اور جو میں بھی اسی رس میں ڈوب مری ہوتی؟"

"تو کیا میں رونے کے لئے بیٹھا رہتا؟ میری لاش بھی تیرے ساتھ چتا پر جاتی۔"

"اچھا چپ رہو، بے بات کی بات مت بکو۔"

"گائے گئی سو گئی، میرے سر ایک بپتا ڈال گئی۔ پنیا کی چنتا مجھے مارے ڈالتی ہی۔"

اسی لئے تو کہتے ہیں کہ بھگوان گھر کا بڑا نہ بناوے۔ چھوٹوں کو کوئی نہیں ہنستا، نیکی بدی سب بڑوں کے سر جاتی ہی۔"

ماگھ کے دن تھے۔ مہاوٹ لگ رہی تھی، گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا ایک تو جاڑوں کی رات دوسرے ماگھ کی برکھا، موت کا سناٹا تھا۔ ہوری کھانا کھا کر پنیا کے مٹر کے کھیت کی مینڈ پر اپنی جھونپڑی میں لیٹا ہوا تھا۔ چاہتا تھا کہ ٹھنڈ کو

www.urduchannel.in

بھول جائے اور سو رہے مگر تار تار کمبل اور پھٹی ہوئی رضائی اور ٹھنڈ سے گیلا پوال، اتنے بیریوں کے سامنے آنے کی ہمت نیند میں نہ تھی۔ آج تمباکو بھی نہ ملا کہ اس سے دل بہلتا۔ اُپلا سلگا لایا تھا۔ پر وہ بھی ٹھنڈ سے ٹھنڈا ہو گیا تھا۔ بوائی پھٹے پیروں کو پیٹ میں ڈال کر اور ہاتھوں کو رانوں کے بیچ میں دبا کر اور کمبل میں منھ چھپا کر اپنے ہی گرم سانسوں سے اپنے کو گرمی پہنچانے کی کوشش کر رہا تھا۔ پانچ سال ہوئے یہ رضائی بنوائی تھی۔ دھنیا نے ایک طرح سے جبراً بنوا دی تھی۔ وہی جب ایک بار ایک کابلی سے کپڑے لئے تھے جس کے پیچھے کتنی آفت ہوئی اور کتنی گالیاں کھانا پڑیں، اور یہ کمبل تو اس کے جنم سے بھی پہلے کا ہے۔ بچپن میں اپنے باپ کے ساتھ وہ اس میں سوتا تھا، جوانی میں سوتا تھا، جوانی میں گوبر کو لے کر اس کمبل میں اس کے جاڑے کٹتے تھے اور بڑھاپے میں آج وہی بوڑھا کمبل اس کا ساتھی ہے مگر اب وہ کھانے کو چبانے والا دانت نہیں بلکہ دکھنے والا دانت ہے۔ زندگی میں ایسا تو کوئی دن ہی نہیں آیا کہ زمیندار اور مہاجن کو دے۔ کبھی کچھ بچا ہوا اور بیچ میں بیٹھا ہے یہ ایک جنجال پڑ گیا۔ نہ کرو تو دنیا ہنسے اور کرو تو یہ کھٹکا لگا رہے کہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ سب یہ سمجھتے ہیں کہ وہ پنیا کو لوٹے لیتا ہے۔ اور اس کی ساری اوپج اپنے گھر میں بھرے لیتا ہے۔ احسان تو کیا ہوگا الٹا کلنک لگتا ہے۔ اور ادھر بھولا کئی بار یاد دلا چکے ہیں کہ کہیں سگائی کا ڈول کرو، اب کام نہیں چلتا۔ سوبھا اس سے کئی بار کہہ چکا ہے کہ پنیا کا خیال اس کی طرف سے اچھا نہیں ہے۔ نہ ہو پنیا کی گرستی تو اسے سنبھالنی ہی پڑے گی، چاہے ہنس کر سنبھالے یا رو کر۔ دھنیا کا دل بھی ابھی تک صاف نہیں ہوا۔ ابھی تک اس کے دل میں ملال بھرا ہوا ہے۔ مجھے سب آدمیوں کے سامنے اسے مارنا نہ چاہیے تھا۔ جس کے ساتھ پچیس سال بیت گئے اسی مارنا اور کل گاؤں کے سامنے مارنا میرا کمینہ پن تھا۔ مگر دھنیا نے

www.urduchannel.in

تو میری آبرو اتارنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ میرے سامنے سے کیسا کترا کر جاتی جیسے کبھی کی جان پہچان ہی نہیں۔ کوئی بات کہنی ہوتی تو سونا یا رو پا سے تی۔ دیکھتا ہوں کہ اس کی ساڑی پھٹ گئی ہے۔ مگر کل مجھ سے کہا بھی تو سونا کی ڑی کے لئے۔ اپنی ساڑی کا نام تک نہ لیا۔ سونا کی ساڑی ابھی دو ایک مہینے جوڑ گانٹھ کے چل سکتی ہے اس کی ساڑی تو تھیگڑوں (پیوندوں) سے بالکل گدڑی ہو گئی ہے۔ اور پھر میں ہی کون اس کا من رکھ رہا ہوں؟ اگر میں ہی اس کے من کی دو چار باتیں کرتا رہتا تو کون چھوٹا ہو جاتا۔ یہی تو ہوتا کہ وہ تھوڑا سا منا دن کراتی دو چار لگنے والی باتیں سناتی، تو کیا مجھے چوٹ لگ جاتی؟ پھر میں بوڑھا ہو کر بھی اتو بنا رہا۔ وہ تو کہو اس بیماری نے آکر اسے نرم کر دیا، نہیں تو نہ جانے کب تک منہ پھلائے رہتی۔ اور آج ان دونوں میں جو باتیں ہوئی تھیں وہ گویا بھوکے کے لئے غذا تھیں۔ وہ دل سے بولی تھی اور ہوری مگن ہو گیا تھا۔ جی میں آیا کہ اس کے پیروں پر سر رکھ دے اور کہے "میں نے تجھے مارا ہے تو لے میں بھی سر جھکائے دیتا ہوں جتنا چاہے مار لے، جتنی گالیاں دینا چاہ دے لے۔"

یکایک اسے جھونپڑی کے سامنے چوڑیوں کی جھنکار سنائی دی۔ اس نے کان لگا کر سنا، ہاں کوئی ہے۔ پٹواری کی لڑکی ہوگی یا چاہے پنڈت کی گھر والی ہو۔ مٹر اکھاڑنے آئی ہوگی، نہ جانے کیوں ان لوگوں کی نیت اتنی کھوٹی ہے سارے گانوؤں سے اچھا پہنتے ہیں، گھر میں ہجاروں (ہزاروں) روپئے گڑے ہوئے ہیں، لین دین کرتے ہیں۔ ڈیڑھی سوائی چلاتے ہیں، گھوس لیتے ہیں دستوری لیتے ہیں، ایک نہ ایک معاملہ کھڑا کر کے اسے اُسے پیسیتے ہی رہتے ہیں، پھر بھی نیت کا یہ حال! باپ جیسا ہوگا ویسی ہی سنتان (اولاد) بھی تو ہوگی اور آپ نہیں آتے عورتوں کو بھیجتے ہیں۔ ابھی اٹھ کر ہاتھ پکڑ لوں تو کیا پانی رہ جائے؟

www.urduchannel.in

چھوٹا کہنے کو چھوٹا ہے پھر جو بڑا ہے اس کا جی تو اور بھی چھوٹا ہے عورت جات کا تو ہاتھ بھی نہیں پکڑتے بنتا۔ آنکھوں دیکھ کر بھی مکھی نگلنی پڑتی ہے، اکھاڑے بھائی جتنا تیرا جی چاہے۔ سمجھ لے کہ میں نہیں ہوں۔ بڑے لوگ اپنی لاج نہ رکھیں چھوٹوں کو تو ان کی لاج رکھنی ہی پڑتی ہے۔"

مگر نہیں، یہ تو دھنیا ہی، پکار رہی ہے۔

دھنیا نے پکارا "سو گئے کہ جاگتے ہو۔"

ہوری جھپٹ کر اٹھا اور جھونپڑی کے باہر آیا۔ آج معلوم ہوتا ہے کہ دیوی مگن ہو کر اسے بردان دینے آئی ہے، اس کے ساتھ ہی اس ہادل بوندی بعد جاڑے پالے میں اتنی رات گئے اس کا آنا اندیشے کی بات تھی۔ ضرور کوئی نہ کوئی بات ہوئی ہے۔

بولا "ٹھنڈ کے مارے نیند بھی آتی ہے۔ تم اس جاڑے پالے میں کیسے آئیں؟ سب کسل تو ہے۔"

"ہاں سب کسل ہے۔"

گوبر کو بھیج کر مجھے کیوں نہیں بلوا لیا۔"

دھنیا نے کوئی جواب نہ دیا۔ جھونپڑی میں آکر پوال پر بیٹھتی ہوئی بولی "گوبر نے تو منھ پر کالکھ لگا دی، اس کی کرنی کا کیا پوچھتے ہو؟ جس بات کو میں ڈرتی ہوتی وہی ہو کر رہی۔"

"کیا ہوا کیا؟ کسی سے مار پیٹ کر بیٹھا؟"

اب میں کیا جانوں، کیا کر بیٹھا؟ چل کر پوچھو اسی رانڈ سے!"

کس رانڈ سے؟ کیا کہتی ہے تو؟ بورا تو نہیں گئی ہے؟"

ہاں بورا کیوں نہ جاؤں گی، بات ہی ایسی ہوئی ہے کہ چھاتی دونی

www.urduchannel.in

ہو جائے۔"

ہوری کے دل میں روشنی کا ایک طویل خط کھنچ گیا۔

"صاف صاف کیوں نہیں کہتی؟ کس رانڈ کو کہہ رہی ہو؟"

"اسی جھنیا کو اور کس کو!"

"تو جھنیا کیا یہاں آئی ہو؟"

"اور کہاں جاتی؟ پوچھتا کون؟"

"گوبر کیا گھر میں نہیں ہو؟"

"گوبر کا کہیں پتہ نہیں، جانے کہاں بھاگ گیا۔ اسے پانچ مہینے کا پیٹ ہے۔"

ہوری سب کچھ سمجھ گیا۔ گوبر کو بار بار اہیرن ٹولہ جاتے دیکھ کر وہ کھٹک گیا۔ مگر اسے کھلاڑی نہ سمجھتا تھا۔ نوجوان میں کچھ لگاوٹ ہوتی ہی ہو اس میں کوئی نئی بات نہیں مگر جس روئی کے گالے کو نیلے آسمان میں ہوا کے جھونکوں کے سے اڑتا دیکھ کر وہ صرف مسکرا دیا تھا، وہی سارے آسمان میں پھیل کر اس کے راستے کو اتنا تاریک بنا دے گا، یہ تو کوئی دیوتا بھی نہ جان سکتا تھا۔ گوبر ایسا بدچلن! وہ سیدھا سادا اور گنوار جسے وہ ابھی بچہ سمجھتا تھا! مگر اسے بھوج پڑ جانے کی فکر نہ تھی، پنچایت کا خوف نہ تھا، جھنیا کیسے گھر میں رہے گی، اس کی فکر اسے نہ تھی، اسے فکر تھی تو گوبر کی۔ لڑکا شرمیلا ہے، اناڑی ہے بانی دار ہے، کہیں کوئی نادانی نہ کر بیٹھے۔ گھبرا کر بولا۔ "جھنیا نے کچھ کہا نہیں کہ گوبر کہاں گیا؟ اس سے تو کہہ کر ہی گیا ہوگا۔"

دھنیا جھنجلا کر بولی۔ "تمہاری اکل (عقل) تو گھاس کھا گئی ہو۔

www.urduchannel.in

اس کی چھیتی تو یہاں بیٹھی ہے۔ وہ بھاگ کے جائے کہاں؟ یہیں کہیں چھپا بیٹھا ہوگا۔ دودھ تھوڑے ہی پیتا ہے کہ کھو جائے گا۔ مجھے تو اس کل منہی (سیاہ رو) جھنیا کی چنتا ہے۔ کہ اسے کیا کروں۔ اپنے گھر میں تو میں چھن بھر بھی نہ رہنے دوں گی۔ جس دن گائے لانے گیا ہے اسی دن سے دونوں میں تاک جھانک ہونے لگی ہے۔ پیٹ نہ رہتا تو ابھی بات نہ کھلتی۔ مگر پیٹ رہ گیا تو جھنیا لگی گھبرانے۔ کہنے لگی کہ کہیں بھاگ چلو۔ گوبر ٹالتا رہا۔ ایک عورت کو ساتھ لے کے کہاں جائے، کچھ نہ سوجھا۔ پر جب آج وہ سر ہو گئی کہ مجھے یہاں سے لے چلو نہیں تو میں جان دے دوں گی، تو بولا تو چل کر میرے گھر میں رہ کوئی کچھ نہ بولے گا۔ میں اماں کو مناؤں گا۔ تب یہ کل منہی اس کے ساتھ چل پڑی کچھ دور تو وہ آگے آگے آتا رہا پھر نہ جانے کدھر سرک گیا۔ یہ کھڑی کھڑی اسے پکارتی رہی جب رات بھیگ گئی اور وہ نہ لوٹا تو یہ بھاگی ہوئی یہاں چلی آئی۔ میں نے تو کہہ دیا ہے کہ جو کیا ہے اس کا پھل بھوگ۔ ابھاگنی نے میرے لڑکے کو چوپٹ کر دیا۔ تب اسے بیٹھی رو رہی ہے، اٹھتی ہی نہیں۔ کہتی ہے کہ اپنے گھر کون منہ سے جاؤں؟ بھگوان ایسی سنتان سے تو بانجھ ہی رکھے تو اچھا۔ سویرے ہوتے ہوتے سارے گانوں میں کاؤں کاؤں مچ جائے گی۔ ایسا جی ہوتا ہے کہ بس کہ لوں، میں تم سے کہے دیتی ہوں کہ میں اپنے گھر میں نہ رکھوں گی۔ گوبر کو رکھنا ہو تو اپنے سر پر رکھے، میرے گھر میں ایسوں کے لئے جگہ نہیں ہے اور اگر تم بیچ میں بولے تو پھر یا تو تم رہو گے یا میں رہونگی۔"

ہوری بولا: "تجھ سے بنا نہیں۔ اسے گھر میں آنے ہی نہ دینا چاہیئے تھا۔"

"سب کچھ کہہ کے ہار گئی ٹلتی ہی نہیں، دھرنا دئے بیٹھی ہے۔"

اچھا چل! دیکھوں کیسے، نہیں اٹھتی۔ گھسیٹ کر باہر نکال دوں گا۔"

www.urduchannel.in

داری جار بھولا سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ پر چپ ہی سادھے بیٹھا رہا۔ باپ بھی ایسے بے حیا ہوتے ہیں۔"

وہ کیا جانتا تھا کہ ان میں کیا کھچڑی پک رہی ہے۔"

" جانتا کیوں نہیں تھا؟ گوبر رات دن گھیرے رہتا تھا تو کیا اس کی آنکھیں پھوٹ گئی تھیں؟ سوچنا چاہیئے تھا نا کہ یہاں کیوں دوڑ دوڑ کر آتا ہے۔"

" چل میں جھنیا سے پوچھتا ہوں نا۔"

دونوں جھونپڑی سے نکل کر گاؤں کی طرف چلے۔ ہوری نے کہا: "پانچ گھڑی رات سے اوپر گئی ہوگی۔"

دھنیا بولی: "ہاں اور کیا۔ مگر کیسا سوتا پڑ گیا ہے کہ کوئی چور آئے تو گاؤں بھر کو لوٹ لے جائے۔"

" چور ایسے گاؤں میں نہیں آتے۔ امیروں کے گھر آتے ہیں۔"

" دھنیا نے ذرا رک کر ہوری کا ہاتھ پکڑ لیا اور بولی: "دیکھو سور (شور) نہ مچانا نہیں سارا گاؤں جاگ اٹھے گا اور بات پھیل جائے گی۔"

ہوری نے سخت لہجے میں کہا: "میں یہ کچھ نہیں جانتا۔ ہاتھ پکڑ کر گھسیٹ لاؤں گا۔ اور گاؤں کے باہر کر دوں گا۔ بات تو ایک دن کھلنی ہے۔ پھر آج ہی کیوں نہ کھل جائے؟ وہ میرے گھر آئی کیوں؟ جائے جہاں گوبر ہو اس کے ساتھ ککرم (بد اعمالی) کیا تو کیا ہم سے پوچھ کر کیا تھا۔"

دھنیا نے پھر اس کا ہاتھ پکڑا اور آہستہ سے کہا: "تم اس کا ہاتھ پکڑو گے تو چلائے گی۔"

" تو چلایا کرے۔"

" مدا (مگر) اتنی رات گئے اس اندھیرے، سناٹے میں جائے گی کہاں،

www.urduchannel.in

یہ تو سوچو۔"

"جائے جہاں اس کے سگے ہوں۔ ہمارے گھر میں اس کا کیا رکھا ہے۔"

"ہاں۔ پر اتنی رات گئے گھر سے نکالنا ٹھیک نہیں۔ پاؤں بھاری ہے کہیں ڈر ڈرا جائے تو اور آپھت (آفت) ہو۔ ایسی دسا میں کچھ کرتے دھرتے بھی تو نہیں بنتا۔"

ہمیں کیا کرنا ہے، مرے یا جئے۔ جہاں چاہے جائے۔ کیوں اپنے منہ میں کالکھ لگاؤں؟ میں تو گوبر کو بھی نکال باہر کرونگا" دھنیا نے بہت متفکر ہو کر کہا "کالکھ تو جو لگنی تھی وہ تو لگ چکی۔ وہ تو اب جیتے جی نہیں چھوٹ سکتی، گوبر نے ناؤ ڈبا دی۔"

گوبر نے، نہیں ڈبائی، ڈبائی اسی نے۔ وہ تو بچہ تھا۔ اس کے پھندے میں آ گیا۔"

"کسی نے ڈبائی ہو، اب تو ڈوب ہی گئی۔"

دونوں دروازے کے سامنے پہنچ گئے۔ دفعتاً دھنیا نے ہوری کے گلے میں ہاتھ ڈال کر کہا: دیکھو تمہیں میری سوگند، اس پر ہاتھ نہ اٹھانا۔ وہ تو آپ ہی رو رہی ہے۔ بھاگ کی کھوٹی نہ ہوتی تو یہ دن ہی کیوں آتا۔

ہوری کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ دھنیا کی یہ نسوانی محبت اس تاریکی میں بھی گویا چراغ کی طرح اس کی فکر مند صورت کو منور کر رہی تھی۔ دونوں کے دل میں گویا گذرا ہوا شباب جاگ اٹھا تھا۔ ہوری کو اس ڈھلی ہوئی عورت میں بھی وہی نرم و نازک دل والی لڑکی نظر آئی جو پچیس سال پہلے اس کی زندگی میں شامل ہوئی تھی۔ اس گلے لگنے میں بھی کتنا اتھاہ پریم تھا جو ساری کلنک، ساری تکلیفوں اور سب ہی رواجی بندشوں کو اپنے اندر سمیٹے لیتا تھا۔

www.urduchannel.in

دونوں نے دروازے پر آکر کواڑ کی درازوں سے اندر جھانکا۔ ڈیوٹ پر تیل کی کپّی جل رہی تھی اور اس کی دھندلی روشنی میں جھنیا گھٹنے پر سر رکھے، دروازے کی طرف منھ کیے، اندھیرے میں اس خوشی کو تلاش کر رہی تھی جو ابھی یک لمحہ قبل اپنا دل فریب جلوہ دکھا کر غائب ہو گئی تھی۔ وہ آفت کی ماری طنز کے تیروں سے زخمی، اور زندگی کے صدموں سے پریشان کسی پیڑ کی چھاؤں کھوجتی پھرتی تھی اور اسے ایک مکان مل بھی گیا تھا، جس کی پناہ میں وہ خود کو محفوظ و مسرور سمجھ رہی ہی مگر آج وہ مکان اپنے سارے سکھ کا ساز و سامان لئے ہوئے الہ دین کے شاہی محل کی طرح غائب ہو گیا تھا اور مستقبل ایک خوفناک دیو کی طرح اسے نگل جانے کو کھڑا تھا۔

دفعتاً دروازہ کھلتے اور ہوری کو آتے دیکھ کر وہ خوف سے کانپتی ہوئی اٹھی اور ہوری کے قدموں پر گر کر روتی ہوئی بولی "دادا! اب تمھارے سوائے مجھے دوسرا ٹھور نہیں ہے، چاہے مارو، چاہے کاٹو پر اپنے دوارے سے دُر دُراؤ مت!"

ہوری نے جھک کر پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پیار سے کہا "ڈرو مت بیٹی، ڈرو مت، تیرا گھر ہے، تیرا دوار ہے، تیرے ہم ہیں۔ آرام سے رہ۔ جیسی تو بھولا کی بیٹی ہے، ویسی ہی میری بیٹی ہے۔ جب تک ہم جیتے ہیں کسی بات کا کھٹکا مت کر۔ ہمارے رہتے کوئی تجھے ٹیڑھی آنکھوں سے نہ دیکھ سکے گا۔ برادری کو بھوج جو لگے گا وہ سب ہم دے دیں گے۔ تیرے لئے کوئی چنتا کی بات نہیں۔"

جھنیا یہ دلاسا پاکر اور بھی ہوری کے قدموں سے لپٹ گئی اور بولی۔ دادا! اب تم ہی میرے باپ ہو، اور اماں! تم ہی میری ماں ہو۔ میں اناتھ

www.urduchannel.in

ہوں۔ مجھے سرن (پناہ) دو۔ نہیں تو میرے کاکا اور بھائی مجھے کچا کھا جائیں گے۔"

دھنیا رقت کے جوش کو اب نہ روک سکی۔ بولی: "تو چل گھر میں بیٹھ، میں دیکھ لوں گی کاکا اور بھیا کو سنسار میں ان ہی کا راج نہیں ہے۔ بہت کریں گے اپنے گہنے لے لیں گے۔ پھینک دینا اتار کر!"

ابھی ذرا دیر پہلے دھنیا نے غصّے کے جوش میں جھنیا کو اپھا گنی، کلنکن اور کل مُنہی، نجانے کیا کیا کہہ ڈالا تھا۔ جھاڑو مار کر گھر سے نکالنے جا رہی تھی، اب جو جھنیا نے محبت، عفو اور تسکین سے بھرے ہوئے یہ کلمے سنے تو ہوری کے پاؤں چھوڑ کر دھنیا کے پانوں سے لپٹ گئی اور وہی پاکباز عورت جس نے ہوری کے سوا کسی مرد کو آنکھ بھر کر دیکھا بھی نہ تھا، اس پاپی جھنیا کو گلے لگائے اس کے آنسو پونچھ رہی تھی اور اس کے دبے ہوئے دل کو اپنی ملایم باتوں سے تسلی دے رہی تھی، جیسے کوئی چڑیا اپنے بچّوں کو پروں میں چھپائے بیٹھی ہو!"

ہوری نے دھنیا کو اشارہ کیا کہ اسے کچھ کھلا پلا دے اور جھنیا سے پوچھا: "کیوں بیٹی، تجھے کچھ معلوم ہے کہ گوبر کدھر گیا ہے؟"

جھنیا نے سسکتے ہوئے کہا: "مجھ سے تو کچھ نہیں کہا۔ میرے کارن تمھارے اوپر......" یہ کہتے کہتے اس کی آواز آنسوؤں سے رک گئی۔

ہوری اپنی بے چینی نہ چھپا سکا۔

"جب تو نے آج اسے دیکھا وہ کچھ دکھی تھا؟"

"باتیں تو ہنس ہنس کے کر رہے تھے۔ من کا حال رام جانے۔"

"تیرا من کیا کہتا ہے؟ ہے گانوں ہی میں کہ کہیں باہر چلا گیا؟"

"مجھے تو شک ہوتا ہے کہ کہیں باہر چلے گئے ہیں۔"

www.urduchannel.in

"یہی میرا من بھی کہتا ہے۔ کیسی نادانی کی، ہم اس کے بیری تھوڑے ہی تھے۔ جب بھلی یا بُری ایک بات ہو گئی تو اسے بنا ہنا پڑتا ہے۔ اس طرح بھاگ کر تو اس نے ہماری جان سنکٹ میں ڈال دی۔"

دھنیا نے جھنیا کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے جاتے ہوئے کہا "منہ چور کہیں کا! جس کی بانہہ پکڑی اس کا نباہ کرنا چاہیئے کہ منہ میں کالکھ پوت کر بھاگ جانا چاہیئے؟ اب تو آوے تو گھر میں گھسنے نہ دوں۔

ہوری وہیں پوال پر لیٹا۔ گوبر کہاں گیا؟ یہ سوال اس کے دل کے آسمان میں کسی پرند کی طرح منڈلانے لگا۔

www.urduchannel.in

(۱۱)

ایسے غیر معمولی واقعہ پر گانوں کی جو کچھ ہل چل مچنا چاہیئے تھی وہ مچی اور مہینوں تک مچتی رہی۔ جھنیا کے دونوں بھائی لاٹھیاں لئے گوبر کو کھوجتے پھرتے تھے۔ بھولا نے قسم کھائی کہ اب نہ جھنیا کا منہ دیکھیں گے اور نہ اس گانوں کا۔ ہوری سے انھوں نے اپنے بیاہ کی جو بات چیت کی تھی وہ اب بند ہو گئی تھی۔ اب وہ اپنی گائے کے روپئے لیں گے اور نقد، اور اس میں دیر ہوئی تو ہوری پر دعویٰ کر کے اس کا گھر بار نیلام کرالیں گے۔ گانوں والوں نے ہوری کو برادری سے خارج کر دیا۔ کوئی اس کا حقہ نہیں پیتا، نہ اس کے گھر پانی پیتا ہے۔ کنویں سے پانی بند کر دینے کی کچھ بات چیت تھی مگر دھنیا کا غصہ سب دیکھ چکے تھے۔ بس کسی کو آگے آنے کی ہمت نہ پڑی۔ دھنیا نے سب کو سنا سنا کر کہہ دیا کہ کسی نے اسے پانی بھرنے سے روکا تو اس کا اور اپنا خون ایک کر دوں گی۔
اس للکار نے سب ہی کے چھکے چھڑا دیئے۔ سب سے دکھی ہے جھنیا جس کے سبب یہ سارا ہنگامہ ہو رہا ہے اور گوبر کی کوئی کھوج خبر نہ ملنا اس دکھ کو اور بھی بڑھائے دیتا ہے، تمام دن منہ چھپائے گھر میں پڑی رہتی ہے۔ باہر نکلے تو چاروں طرف سے طنز یہ تیروں کی بارش ہوتی ہے کہ جان بچانا مشکل ہو جاتا ہے۔ دن بھر گھر کا کام دھندا کرتی رہتی ہے اور جب فراغت پاتی ہے تو رو لیتی ہے۔ ہر وقت تھر تھر کانپتی رہتی ہے۔ کہ دھنیا کہیں کچھ کہہ نہ بیٹھے صرف کھانا تو نہیں پکا سکتی کیونکہ اس کے ہاتھ کا پکایا کوئی کھائے گا نہیں، باقی سارا کام اس نے اپنے اوپر لے لیا ہے گانوں میں جہاں چار عورت مرد جمع ہو جاتے ہیں یہی تذکرہ

www.urduchannel.in

ہونے لگتا ہے۔"

ایک دن دھنیا بازار سے چلی آرہی تھی کہ راستے میں پنڈت داتادین مل گئے دھنیا نے سر نیچا کرلیا اور چاہتی تھی کہ کترا کر نکل جائے مگر پنڈت جی چھیڑ کا موقع پاکر کب چوکنے والے تھے، چھیڑ ہی تو بیٹھے۔ "گوبر کا کچھ پتہ سندیسا ملا کہ نہیں؟ ایسا کپوت نکلا کہ گھر کی ساری مرجاد بگاڑ دی۔"

دھنیا کے دل میں خود یہی خیال آتا رہتا تھا۔ اداس من سے بولی "برے دن آتے ہیں بابا، تو آدمی کی مت ماری جاتی ہے، اور کیا کہوں۔"

داتادین بولے "تمھیں اس پاجن کو گھر میں نہ رکھنا چاہیئے تھا۔ دودھ میں مکھی پڑ جاتی ہے تو آدمی اسے نکال کر پھینک دیتا ہے اور دودھ پی جاتا ہے سوچو، کتنی بدنامی اور جگ ہنسائی ہورہی ہے۔ وہ کلچھنی گھر میں نہ رہتی تو کچھ نہ ہوتا۔ لڑکوں سے اس طرح کی بھول چوک ہوتی ہی رہتی ہے۔ جب تک برادری کو بھوج نہ دوں گی اور برہمنوں کو نہ کھلاؤ گی تب تک کیسے ادھار ہوگا۔ اسے گھر میں نہ رکھتے تو کچھ نہ ہوتا۔ ہوری تو پاگل ہے ہی۔ پر تو کیسے دھوکا کھا گئی۔"

داتادین کا لڑکا ماتادین ایک چماری سے آشنائی کئے ہوئے تھا۔ اسے سارا گاؤں جانتا تھا۔ مگر وہ تلک لگاتا تھا، پوتھی پترا پڑھتا تھا، کتھا بھاگوت کہتا تھا اور پردہتی کا کام کرتا تھا۔ اس کے وقار میں ذرا بھی کمی نہ تھی۔ وہ روزانہ اشنان پوجا کرکے اپنے گناہوں کا کفارہ کردیتا تھا۔ دھنیا جانتی تھی کہ جھنیا کو گھر میں رکھ لینے ہی سے یہ ساری بلا آئی ہے۔ اسے نہ جانے کیسے دیا آگئی ورنہ اسی رات کو جھنیا کو نکال دیتی تو کیوں اتنی بدنامی ہوتی۔ مگر یہ خوف بھی تو تھا کہ تب اس کے لئے کنواں تالاب کے سوا اور ٹھکانا کہاں تھا؟ ایک نہیں بلکہ دو جانوں کی قیمت دے کر وہ اپنے مرجاد کو کیسے بچاتی؟ پھر جھنیا کے

www.urduchannel.in

پیٹ میں جو بچہ ہے وہ دھنیا ہی کے کلیجہ کا ٹکڑا ہے۔ ہنسی کے ڈر سے اس کی جان کیسے لے لیتی؟ اور پھر جھنیا کی بے بسی اور عاجزی بھی تو اسے متاثر کرتی رہتی تھی۔ وہ باہر سے جلی بھنی آتی مگر جوں ہی جھنیا کو لوٹے میں پانی لاکر رکھ دیتی اور اس کے پیر دہلانے لگتی، اس کا غصہ پانی ہو جاتا۔ بے چاری لاج اور دکھ سے آپ ہی دبی ہوتی ہے اسے اور کیا دبائے؟ مرنے کو اور کیا مارے؟

اس نے تند لہجے میں کہا "ہم کو گھرانے کی مرجاد اتنی پیاری نہیں ہے۔ مہراج! کہ اس کے پیچھے ایک جیو کی ہتیا کر ڈالتے۔ بیاہتا نہ سہی، پر اس کی بانہہ تو پکڑی ہے میرے ہی بیٹے نے۔ کس منہ سے نکال دیتی؟ وہی کام بڑے بڑے کرتے ہیں ذرا ان سے کوئی کچھ نہیں بولتا، انھیں کلنک ہی نہیں لگتا، وہی کام چھوٹے آدمی کرتے ہیں تو ان کی مرجاد دھو جاتی ہے، ناک کٹ جاتی ہے بڑے آدمیوں کو اپنی ناک دوسروں کی جان سے پیاری ہو گی، ہمیں تو اپنی ناک اتنی پیاری نہیں۔"

داتا دین ہار ماننے والے جیو نہ تھے۔ وہ دس گانوں کے نارد تھے یہاں، وہاں اور وہاں کی یہاں لگانا ان کا دلچسپ مشغلہ تھا۔ وہ چوری تو نہ کرتے تھے، اس میں جان جوکھم کا معاملہ تھا مگر چوری کے مال میں حصہ لینے کے وقت ضرور پہنچ جاتے تھے۔ کہیں پیٹھ میں دھول نہ لگنے دیتے تھے۔ زمیندار کو آج تک لگان کی ایک پائی نہ دی تھی۔ قرقی آتی تو کنوئیں میں گرنے چلتے، نوکھے رام کے لئے دھرے کچھ نہ بنتا۔ مگر اسامیوں کو سود پر روپیہ قرض دیتے تھے کسی عورت کو کوئی زیور بنوانا ہے تو داتا دین اس کی خدمت کے لئے حاضر ہیں۔ شادی بیاہ طے کرنے میں انھیں بڑا لطف آتا ہے۔ نیک نامی بھی ملتی ہے اور دکشنا بھی۔ بیماری میں علاج معالجے بھی کرتے ہیں، اور جھاڑ پھونک بھی

www.urduchannel.in

جیسی مریض کی مرضی ہو اور صحبت یافتہ ایسے ہیں کہ جوانوں میں جوان بن جاتے ہیں اور بچوں میں بچے اور بوڑھوں میں بوڑھے۔ چور کے بھی ساتھی ہیں اور شاہ کے بھی۔ گانوں میں کسی کو ان پر اعتبار نہیں ہے۔ مگر ان کی باتوں میں کچھ ایسی کشش ہے کہ لوگ بار بار دھوکا کھا کر بھی ان ہی کی پناہ لیتے ہیں۔

سر اور ڈاڑھی ہلا کر بولے "یہ تو ٹھیک کہتی ہے دھنیا! دھرماتما لوگوں کا یہی دھرم ہے پر سماجی ریت رواج کا نباہ تو کرنا ہی پڑتا ہے۔

اسی طرح پٹیشوری لالہ نے ہوری کو چھیڑا۔ وہ گانوں میں دھرماتما مشہور تھے۔ پورنماسی کو ہمیشہ ست نارائن کی کتھا سنتے تھے۔ مگر پٹواری ہونے کی وجہ سے اپنے کھیت بیگار میں جتواتے تھے، بیگار میں سینچواتے تھے اور اسامیوں کو آپس میں لڑا کر رقمیں مارتے تھے۔ سارا گانوں ان سے کانپتا تھا۔ غریبوں کو دس دس پانچ پانچ روپئے قرض دے کر انھوں نے کئی ہزار بنا لئے تھے۔ فصل کی چیزیں اسامیوں سے لے کر کچہری اور تھانے کے عملوں کی بھینٹ کرتے رہتے تھے اس سے کل علاقے میں ان کی اچھی دھاک تھی۔ اگر کوئی ان کے ہتے نہ چڑھا تو داروغہ گھنڈا سنگھ تھے جو حال ہی میں اس علاقے میں تعینات ہو کر آئے تھے۔ پر آبکاری بھی تھے۔ بخار کے دنوں میں سرکاری کونین تقسیم کرتے تھے، کوئی بیمار ہو تو اس کی خیر و عافیت پوچھنے ضرور جاتے تھے۔ چھوٹے موٹے جھگڑے آپس ہی میں طے کرا دیتے تھے۔ شادیوں میں پالکی، قالین اور محفل کا سامان منگنی دے کر لوگوں کا کام نکال دیتے تھے یہ سب کرتے ہوئے بھی موقع پڑ چوکتے نہ تھے گو جب کا کھانا نہ تھے اسی کا گلا کاٹتے بھی نہ تھے۔ بولے "یہ تم نے کیا روگ پال لیا ہوری؟"

ہوری نے بیچھے پھر کر پوچھا "تم نے کیا کہا لالہ؟ میں نے سنا

www.urduchannel.in

پٹیشوری پیچھے سے قدم بڑھاتے ہوئے برابر آکر بولے: "کہہ رہا تھا کہ دھنیا کے ساتھ کیا تمھاری عقل بھی گھاس کھا گئی ہے؟ جھنیا کو کیوں نہیں اس کے باپ کے گھر بھیج دیتے؟ ناہک (ناحق) اپنی ہنسی کرا رہے ہو۔ نہ جانے کس کا بچہ لے کر آئی ہے۔ اور تم نے گھر میں رکھ لیا ہے۔ ابھی تمھاری دو دو لڑکیاں بیاہنے کو بیٹھی ہوئی ہیں۔ سوچو، کیسے بیڑا پار ہو گا۔

ہوری اس طرح کی نکتہ چینی اور خیر خواہی کی باتیں سنتے سنتے پک گیا تھا، بولا: "یہ میں سب سمجھتا ہوں لالہ پر تمھیں بتاؤ کہ کروں کیا؟ میں جھنیا کو نکال دوں تو بھولا اسے رکھ لیں گے؟ اگر وہ راجی (راضی) ہوں تو آج میں اسے ان کے گھر پہنچا دوں۔ اگر تم انھیں منا لو تو جنم بھر تمھارا اپکار مانوں، مگر وہاں تو ان کے دونوں لڑکے ہتیا پر اتارو ہیں، پھر میں اسے کیسے نکال دوں ایک تو نالایک (نالائق) آدمی ملا کہ اس کی بانہہ پکڑ کر دگا (دغا) دے گیا۔ اب میں بھی نکال دوں گا تو وہ کہیں محنت مجوری (مزدوری) بھی تو نہ کر سکے گی۔ کہیں جا کر ڈوب مری تو سیئے باپ لگے گا؟ رہے لڑکیوں کے بیاہ سو بھگوان مالک ہیں۔ جب اس کا سمے آوے گا تب کوئی نہ کوئی راہ نکل ہی آوے گی لڑکی تو ہماری برادری میں آج تک کبھی کنواری نہیں رہی۔ برادری کے ڈر سے میں ہتیا رے کا کام نہیں کر سکتا۔"

ہوری منکسر مزاج شخص تھا۔ ہمیشہ سر جھکا کے چلتا اور چار باتیں برداشت کر لیتا تھا۔ ہیرا کے علاوہ گاؤں میں کوئی اور اس کا بدخواہ نہ تھا۔ مگر سماج اتنا بڑا اندھیر (اندھیر) کیسے سہے؟ اور اس کی سرکشی تو دیکھو کہ سمجھانے پر بھی نہیں سمجھتا۔ عورت مرد دونوں جیسے سماج کو چیلنج دے رہے ہیں کہ کچھ بھی ہو

www.urduchannel.in

کوئی کینہ کئے بیٹا ہے، تو سماج بھی دکھا دے گا کہ اسے کچھ نہ سمجھنے والے لوگ سکھ کی نیند نہیں سو سکتے۔

اسی رات کو اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے گانوں کے لیڈروں کی نشست ہوئی۔"

داتادین بولے "میری عادت کسی کی برائی کرنے کی نہیں ہے۔ سنسار میں کیا کیا کُکرم نہیں ہوتا۔ مجھ سے کیا مطلب؟ مگر یہ رانڈ دھنیا تو مجھ سے لڑنے پر تل گئی، بھائیوں کا حصہ دبا کر ہاتھ میں چار پیسے ہو گئے تو اب کچال کے سوائے اور کیا سوجھے گا؟ نیچ جات (ذات) جہاں پیٹ بھر کر روٹی کھائی اور ٹیڑھے چلے! اسی سے ساستروں میں کہا ہے کہ نیچ ذات لتیائے بھلا۔"

پٹیشوری نے ناریل کا کش لگاتے ہوئے کہا "یہی تو ان میں بُرائی ہے کہ جہاں چار پیسے دیکھے اور آنکھیں بدلیں۔ آج ہوری نے ایسی ہیکڑی جتائی کہ میں اپنا منہ لے کر رہ گیا۔ نہ جانے اپنے کو کیا سمجھتا ہے۔ اب سوچو، اس بدکاری کا گانوں میں کیا نتیجہ ہوگا۔ جھنیا کو دیکھ کر دوسری بدھواؤں کا من بڑھے گا کہ نہیں؟ آج بھولا کے گھر میں یہ بات ہوئی، کل ہمارے تمہارے گھر میں ہوگی سماج تو ڈر کے بل سے چلتا ہے آج سماج کا آنکس جاتا رہے تو پھر دیکھو کہ سنسار میں کیسے کیسے انرتھ ہونے لگتے ہیں۔

جھنگری سنگھ دو بیویوں کے شوہر تھے۔ پہلی بیوی، پانچ لڑکے لڑکیاں چھوڑ کر مری تھی۔ اس وقت اس کی عمر تقریباً پینتالیس سال تھی۔ مگر آپ نے دوسری شادی کی اور جب اس سے اولاد نہ ہوئی تو تیسرا بیاہ کر ڈالا۔ اب ان کی عمر پچاس سال تھی اور دو جوان بیویاں گھر میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان دونوں کے بارے میں طرح طرح کی باتیں پھیل رہی تھیں، مگر ٹھاکر صاحب کے

www.urduchannel.in

ڈر سے کوئی کچھ کہہ نہ سکتا تھا۔ اور کہنے کی گنجائش بھی تو ہو۔ شوہر کی آڑ میں سب کچھ جائز ہے۔ مصیبت تو اسے ہے جس کی کوئی آڑ نہیں۔ ٹھاکر صاحب عورتوں کی سختی سے نگرانی کرتے تھے اور انھیں غرور تھا کہ ان کی بیویوں کا گھونگٹ تک بھی کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔ مگر گھونگٹ کے پردے میں کیا ہوتا ہے اس کی انھیں کیا خبر؟۔

بولے "ایسی عورت کا تو سر کاٹ لے۔ ہوری نے اس رنڈی کو گھر میں رکھ کر سماج میں بس بویا ہے۔ ایسے آدمی کو گانوں میں رہنے دینا گانوں بھر کو بھرشٹ (ناپاک) کرنا ہے۔ رائے صاحب کو اس کی اطلاع دینی چاہیئے صاف صاف کہہ دینا چاہیئے کہ اگر گانوں میں یہ ازتھ چلا تو کسی کی آبرو سلامت نہ رہے گی۔"

پنڈت نوکھے رام کارکن بڑے اعلیٰ درجے کے برہمن تھے۔ ان کے دادا کسی راجہ کے دیوان تھے مگر اپنا سب کچھ بھگوان کے چرنوں پر چڑھا کر سادھو ہو گئے تھے۔ ان کے باپ نے بھی رام نام کی کھیتی میں زندگی کاٹ دی تھی۔ نوکھے رام نے بھی وہی بھگتی ترکہ میں پائی تھی۔ علی الصباح پوجا پر بیٹھ جاتے تھے اور دس بجے تک بیٹھے ہوئے رام نام جپا کرتے تھے۔ مگر بھگوان کے سامنے سے اٹھتے ہی ان کی فطرت اس رکاوٹ سے بگڑ کر ان کی دل قول اور عمل سب ہی کو زہر آلود بنا دیتی تھی۔ اس تجویز میں ان کے اختیارات کی توہین تھی۔ پھولے ہوئے گالوں میں دھنسی ہوئی آنکھیں نکال کر بولے "اس میں رائے صاحب سے کیا پوچھنا ہے؟ میں جو چاہوں کر سکتا ہوں۔ لگا دو سو روپئے تاوان آپ گانوں چھوڑ کر بھاگے گا۔ ادھر میں بید کھلی (بید خلی) بھی دائر کئے دیتا ہوں۔"

www.urduchannel.in

پٹیشوری نے کہا "مگر لگان تو ادا کر چکا ہے۔"

جھنگری سنگھ نے تائید کی "ہاں لگان ہی کے لئے تو ہم سے تیس روپئے لئے ہیں۔"

نوکھے رام نے گھمنڈ سے کہا "لیکن ابھی رسید تو نہیں دی۔ ثبوت کیا ہے کہ ابھی لگان ادا کر دیا ہے؟"

اتفاق رائے سے یہی طے ہوا کہ ہوری پر سو روپئے جرمانہ کیا جائے صرف ایک دن گاؤں کے آدمیوں کو جمع کر کے ان کی منظوری لے لینے کا ناٹک ہونا ضروری تھا۔ ممکن تھا کہ اس میں دس پانچ روز کی دیر ہو جاتی مگر آج ہی رات کو جھنیا کے لڑکا پیدا ہوا اور دوسرے ہی روز گاؤں والوں کی پنچایت بیٹھ گئی۔ ہوری اور دھنیا دونوں اپنی اپنی قسمت کا فیصلہ سننے کے لئے بلائے گئے۔ چوپال میں اتنی بھیڑ تھی کہ کہیں تل رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ پنچایت نے فیصلہ کیا کہ ہوری پر سو روپئے نقد اور تیس من غلّے کا تاوان عائد کیا جائے۔

دھنیا بھری سبھا اور بھرے ہوئے گلے سے بولی "پنچو! گریب (غریب) کو ستا کر سکھ نہ پاؤ گے، اتنا سمجھ لینا۔ ہم تو مٹ جائیں گے، کون جانے کہ اس گاؤں میں رہیں یا نہ رہیں، مگر میرا سراپ۔ تم کو بھی جرور (ضرور) سے جرور لگے گا۔ مجھ پر اتنا کڑا ڈنڈا اس لئے کیا جا رہا ہے کہ میں نے اپنی بہو کو اپنے گھر میں کیوں رکھا۔ کیوں اسے گھر سے نکال کر سڑک کی بھکارن نہیں بنا دیا، یہی نیاؤ ہے، ایں۔"

پٹیشوری لالہ بولے "وہ تیری بہو ہے کہ ہرجائی؟"

ہوری نے دھنیا کو ڈانٹا "تو کیوں بولتی ہے دھنیا؟ پنچ میں پرمیسر رہتے ہیں۔ ان کا جو نیائے ہے وہی میرے سر آنکھوں پر۔ اگر بھگوان کی

www.urduchannel.in

یہی مرجی (مرضی)، کہ ہم گانوں چھوڑ کر بھاگ جائیں تو ہمارا کیا بس؟ پنچو؟ ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ کھلیان میں ہے، ایک دانہ بھی گھر میں نہیں آیا۔ جتنا چاہو لے لو۔ سب لینا چاہو تو سب لے لو، ہمارا بھگوان مالک ہے۔ جتنی کمی پڑے اس میں ہمارے بیل لے لینا۔"

دھنیا دانت پیس کر بولی "میں نہ ایک دانہ اناج دوں گی اور نہ ایک کوڑی، جس میں بوتا ہو چل کر مجھ سے لے لے۔ اچھی دل لگی ہے۔ سوچا ہوگا کہ ڈنڈ کے بہانے اس کی سب جیجات (جائداد) لے لو اور نجرانہ (نذرانہ) لے کر دوسروں کو دے دو۔ باگ بگیچا (باغ، باغیچہ) بیچ کر مجے (مزے) سے تر مال اڑاؤ۔ دھنیا کے جیتے جی یہ نہیں ہونے کا، اور تمھاری لالسا (خواہش) تمھارے من میں ہی رہے گی۔ ہمیں نہیں رہنا ہے برادری میں۔ برادری میں رہ کر ہماری مکتی نہ ہو جائے گی۔ اب بھی اپنے پسینے کی کمائی کھاتے ہیں تب بھی اپنے پسینے کی کمائی کھائیں گے۔"

ہوری نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہا "دھنیا! تیرے پیروں پڑتا ہوں، تو چپ رہ! ہم سب برادری کے چاکر ہیں، اس کے باہر نہیں جا سکتے۔ وہ جو ڈنڈ لگاتی ہے، اسے سر جھکا کر (ان) لے لے۔ نکو بن کر جینے سے تو گلے میں پھانسی لگا لینا اچھا ہے۔ آج مر جائیں، تو برادری ہی تو اس مٹی کو پار لگا دے گی۔ برادری ہی تارے گی تو تریں گے۔ پنچو! مجھے اپنے جوان بیٹے کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہو اگر میرے پاس کھلیان کے اناج کے سوائے اور کوئی جنس ہو۔ میں برادری کو دھوکا نہ دوں گا۔ پنچوں کو میرے بال بچوں پر ترس آوے تو ان کی کچھ پرورش کریں۔ نہیں مجھے تو ان کا حکم ماننا ہے۔"

www.urduchannel.in

دھنیا جھلا کر وہاں سے چلی گئی اور ہوری بھر رات گئے تک کھلیان سے اناج ڈھو ڈھو کر جھنگری سنگھ کی چوپال میں ڈھیر کرتا رہا۔ بیس من جو تھا۔ پانچ من گیہوں اور اتنا ہی مٹر۔ تھوڑا سا چنا اور کچھ تلہن بھی تھا۔ اکیلا آدمی اور دو گرہستیوں کا بوجھ! یہ جو کچھ ہوا وہ دھنیا کی محنت سے ہوا۔ جھنیا اندر کا سارا کام کر لیتی تھی اور دھنیا اپنی لڑکیوں کے ساتھ کھیتی میں لگ گئی تھی۔ دونوں نے سوچا تھا کہ گیہوں اور تلہن سے لگان کی ایک قسط ادا ہو جائے گی اور ہو سکا تو تھوڑا تھوڑا سود بھی دے دیں گے۔ جو کھانے کے کام آئے گا۔ جیسے تیسے پانچ چھ مہینے کٹ جائیں گے تب تک جوار باجرہ، مکا، دھان کے دن آجائیں گے وہ ساری امید مٹی میں مل گئی۔ اناج تو ہاتھ سے گیا ہی، سو روپئے کی گٹھری اور سر پر لد گئی۔ اب کھانے کا کہیں ٹھکانا نہیں اور گوبر کا کیا حال ہوا رام جانے اگر دل اتنا کچا تھا تو ایسا کام ہی کیوں کیا؟ مگر ہونہار کو کون ٹال سکتا ہے؟ برادری کا وہ خوف تھا کہ اپنے سر پر لاد کر اناج ڈھو رہا تھا گویا اپنے ہاتھوں اپنی قبر کھود رہا ہو۔ زمیندار، ساہوکار، سرکار کس کا اتنا رعب تھا۔ کل بال بچے کیا کھائیں گے، یہ فکر روح کو خشک کئے دیتی تھی۔ مگر برادری کا خوف بھوت کی طرح سر پر سوار ہو کر کوڑے لگا رہا تھا۔ برادری سے الگ رہ کر جینے کا تو وہ خیال ہی نہ کر سکتا تھا۔ شادی، بیاہ، مونڈن چھیدن، جینا، مرنا، سب کچھ برادری کے ہاتھ میں ہے۔ برادری اس کی زندگی میں پیڑ کی طرح جڑ جمائے ہوئے تھی اور اس کے رگ و ریشہ میں پیوست ہو رہی تھی۔ برادری سے نکل کر اس کی زندگی کا جامہ تار تار ہو جائے گا۔

جب کھلیان میں صرف ڈیڑھ دو من جو اور رہ گیا تو دھنیا نے دوڑ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور بولی۔ "اچھا اب رہنے دو! ڈھو تو چکے برادری کی لاج

www.urduchannel.in

اب بچوں کے لئے بھی کچھ چھوڑ دو گے کہ سب برادری ہی کے بھاڑ میں جھونک دو گے؟ میں تم سے ہار جاتی ہوں۔ میرے بھاگ میں تمھیں جیسے مورکھ کا ساتھ بدا تھا۔"

ہوری نے اپنا ہاتھ چھڑا کر ٹوکری میں باقی غلّہ بھرتے ہوئے کہا "یہ ہوگا دھنیا۔ پنچوں کی آنکھ بچا کر ایک دانہ بھی رکھ لینا میرے لئے حرام ہے۔ میں لے جا کر سب کا سب وہاں ڈھیر کئے دیتا ہوں۔ پھر پنچوں کے من میں دیا اپجے گی تو کچھ میرے بال بچوں کے لئے دے دیں گے، نہیں بھگوان مالک ہیں۔"

دھنیا تلملا کر بولی "یہ پنچ نہیں ہیں راچھس ہیں۔ پکے اور پورے راچھس؟ یہ سب ہماری جگہ جمیں (زمین) چھین کر مال مارنا چاہتے ہیں ڈانڈ باندھ کا تو بہانہ ہے۔ سمجھاتی جاتی ہوں پر تمھاری آنکھیں نہیں کھلتیں۔ تم ان راچھسوں سے دیا کا آسرا رکھتے ہو۔ سوچتے ہو کہ دس پانچ من تمھیں دے دیں گے۔ منھ دھو رکھو!"

جب ہوری نے نہ مانا اور ٹوکری سر پر رکھنے لگا تو دھنیا نے دونوں ہاتھوں سے پوری طاقت کے ساتھ ٹوکری پکڑ لی اور بولی "اسے تو میں نہ لے جانے دوں گی چاہے تم میری جان ہی لے لو۔ مر مر کر ہم نے کمایا، پہر رات رات گئے تک ہم نے سینچا، تو اسی لئے کہ پنچ لوگ مونچھوں پر تاؤ دیکر بھوگ لگا دیں اور ہمارے بچے دانے دانے کو ترسیں؟ تم نے اکیلے ہی تو سب کچھ نہیں کر لیا ہے۔ میں بھی اپنی لڑکیوں کے ساتھ ستی ہوئی ہوں۔ سیدھے سے ٹوکری یہیں رکھ دو نہیں آج سدا کے لئے ناتا ٹوٹ جائیگا۔ کہے دیتی ہوں۔"

ہوری سوچ بچار میں پڑ گیا۔ دھنیا کا کہنا سچ تھا۔ اُسے اپنے بال بچوں

www.urduchannel.in

کی کمائی چھین کر تاوان دینے کا کیا حق ہے؟ وہ گھر کا مالک اس لئے ہے کہ سب کو پالے پوسے۔ اس لئے نہیں کہ ان کی کمائی چھین کر برادری کی نظر میں سرخ رو بنے۔ ٹوکری اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ آہستہ سے بولا " تو ٹھیک کہتی ہے دھنیا۔ دوسروں کے حصے پر میرا کوئی بس نہیں ہے۔ جو کچھ بچا ہے وہ لے جا۔ میں جا کر پنچوں سے کہے دیتا ہوں۔"

دھنیا اناج کی ٹوکری گھر میں رکھ کر اپنی دونوں لڑکیوں کے ساتھ پوتے کی پیدائش کی خوشی میں گلا پھاڑ پھاڑ کر سوہر گا رہی تھی کہ سارا گانوں سن لے آج یہ پہلا موقع تھا کہ ایسے مبارک وقت میں برادری کی کوئی عورت وہاں نہ تھی۔ زچہ خانے سے جھنیا نے کہلا بھیجا تھا کہ سوہر گانے کا کام نہیں ہے مگر دھنیا کب ماننے لگی؟ اگر برادری کو اس کی پروا نہیں ہے تو وہ بھی برادری کی پروا نہیں کرتی۔

اسی وقت ہوری اپنے گھر کو اسّی روپئے پر جھنگری سنگھ کے یہاں رہن کر رہا تھا۔ تاوان کے روپئے کا اس کے سوا اور کوئی بندوبست نہ کر سکتا تھا۔ بیس روپئے تو ہن، گیہوں اور مٹر سے مل گئے باقی کے لئے گھر لکھنا پڑا۔ نوکھے رام تو چاہتے تھے کہ بیل بکوا لئے جائیں۔ لیکن پٹیشوری اور داتادین نے اس کی مخالفت کی۔ بیل بک گئے تو ہوری کھیتی کیسے کرے گا؟ برادری اس کی جائداد سے روپئے وصول کرے مگر ایسا تو نہ کرے کہ وہ گانوں چھوڑ کر بھاگ جائے پس اس طرح بیل بچ گئے۔

ہوری رہن نامہ لکھ کر کوئی گیارہ بجے رات کو گھر آیا تو دھنیا نے پوچھا۔ " اتنی رات تک وہاں کیا کرتے رہے؟"

ہوری نے جلا بھنا غصہ ڈاڑھی پر اتارتے ہوئے کہا " کرتا کیا رہا

www.urduchannel.in

اس کپوت کی کرنی بھرتا رہا! بھاگا آپ تو آگ لگا کر بھاگ گیا، اب مجھے بجھانا پڑا۔ اسّی روپئے میں گھر رہن کرنا پڑا۔ کیا کرتا؟ اب حکا (حقہ) کھل گیا۔ برادری نے اپرادھ چھما (معاف) کر دیا۔"

دھنیا نے ہونٹ چبا کر کہا "نہ حکا کھلتا تو ہمارا کیا بگڑ جاتا تھا؟ چار پانچ مہینے نہیں کسی کا حکا پیا تو کیا چھوٹے ہو گئے؟ میں کہتی ہوں کہ تم اتنے بھوندو کیوں ہو؟ میرے سامنے تو بڑے گیان والے بنتے ہو۔ پر باہر تمھارا منھ کیوں بند ہو جاتا ہے؟ لے دے کے باپ داداؤں کی نشانی ایک گھر بچ رہا تھا سو تم نے اس کا بھی وارا نیارا کر دیا۔ اسی طرح کل یہ تین چار بیگھے دھرتی ہے اسے بھی لکھ دینا اور تب گلی گلی بھیک مانگنا۔ میں پوچھتی ہوں کہ تمھارے منہ میں جیبھ نہ تھی کہ ان پنچوں سے پوچھتے کہ تم کہاں کے بڑے دھرماتما ہو جو دوسروں پر ڈانڑ باندھ لگاتے پھرتے ہو؟ تمھارا تو منھ دیکھنا بھی پاپ ہے۔"

ہوری نے ڈانٹا "چپ رہ، بہت بڑھ بڑھ کے نہ بول! برادری کے چکر میں ابھی نہیں پڑی ہے۔ نہیں تو منھ سے بات نہ نکلتی۔"

دھنیا مشتعل ہو گئی "کون سا پاپ کیا ہے جس کے لیے برادری سے ڈریں؟ کسی کے گھر چوری کی ہے؟ کسی کا مال کاٹا ہے؟ مہریا رکھ لینا پاپ نہیں ہے، ہاں رکھ کے چھوڑ دینا پاپ ہے۔ آدمی کا بہت سیدھا ہونا بھی برا ہے۔ اس کے سیدھے پن کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ کتے بھی منھ چاٹنے لگتے ہیں۔ آج ادھر تمھاری سراہنا ہو رہی ہوگی کہ برادری کی کیسی مرجاد رکھ لی۔ میرے بھاگ پھوٹ گئے تھے کہ تم جیسے مردے سے پالا پڑا۔ کبھی سکھ کی روٹی نہ ملی۔"

"میں تیرے باپ کے پاؤں پڑنے گیا تھا؟ وہی تجھے میرے گلے باندھ گیا۔"

www.urduchannel.in

پتھر پڑ گیا تھا ان کی سمجھ پر اور انھیں کیا کہوں؟ نہ جانے کیا دیکھ کر لٹو ہو گئے، ایسے کوئی سندر بھی تو نہ تھے تم۔"

بحث مذاق میں منتقل ہو گئی۔ اسی روپے گئے تو گئے لاکھ روپے کا پوتا تو مل گیا؟ اسے تو کوئی نہ چھین لے گا۔ گوبر گھر لوٹ آوے، دھنیا اگ جھونپڑی میں سکھی رہے گی۔"

ہوری نے پوچھا "بچہ کس پر پڑا ہے۔"

دھنیا نے ہنس کر جواب دیا "بالکل گوبر پر پڑا ہے۔ سچ!"

"تگڑا تو ہے؟"

"ہاں اچھا ہے۔"

---

www.urduchannel.in

(۱۲)

رات کو گوبر جھنیا کے ساتھ چلا تو ایسا کانپ رہا تھا جیسے اس کی ناک کٹ گئی ہو۔ جھنیا کو دیکھتے ہی سارے گانوں میں کہرام مچ جائے گا، لوگ ہر طرف سے آکر کیسا واویلا مچا دیں گے، دھنیا کتنی گالیاں دے گی، یہ سوچ سوچ کر اس کے پیر پیچھے رہ جاتے تھے۔ ہوری کا تو اسے خوف نہ تھا۔ وہ صرف ایک بار دھاڑیں گے پھر چپ ہو جائیں گے۔ خوف تھا دھنیا کا جو زہر کھانے لگے گی اور گھر میں آگ لگانے لگے گی۔ نہیں اس وقت جھنیا کے ساتھ گھر نہیں جا سکتا۔

مگر کہیں دھنیا نے جھنیا کو گھر میں گھسنے ہی نہ دیا۔ اور جھاڑو لے کر مارنے دوڑی تو وہ بے چاری کہاں جائے گی؟ اپنے گھر تو لوٹ ہی نہیں سکتی، کہیں کنوئیں میں کود پڑے، یا گلے میں پھانسی لگا لے تو کیا ہو؟ اس نے لمبا سانس لیا بھگوان کی سرن (پناہ)؟"

مگر اماں اتنی بیدرد نہیں ہیں کہ مارنے دوڑیں، غصے میں دو چار گالیاں دیں گی۔ مگر جب جھنیا ان کے پاؤں پکڑ کر رونے لگے گی تو انھیں دیا آہی جائے گی۔ تب تک وہ آپ کہیں چھپا رہے گا۔ جب معاملہ ٹھنڈا ہو جائے گا تب وہ ایک دن چپکے سے آئے گا اور اماں کو منا لے گا۔ اگر اس بیچ میں اسے کہیں مجوری مل جائے اور دو چار روپیہ لے کر گھر لوٹے گا تب تو پھر دھنیا کا منھ بند ہی ہو جائے گا۔

جھنیا بولی "میری تو چھاتی دھڑک رہی ہے۔ میں کیا جانتی تھی کہ تم میرے

www.urduchannel.in

گلے میں یہ روگ باندھ دو گے۔ نہ جانے کس بری ساعت میں تم نے دیکھا تھا۔ نہ تم گائے لینے آتے نہ یہ سب کچھ ہوتا۔ تم آگے آگے جا کر جو کچھ کہنا سننا ہو وہ کہہ سن لینا۔ میں پیچھے سے آجاؤں گی۔

گوبر نے کہا "میں نہیں، پہلے تم جانا اور کہنا کہ میں ہاٹ سے سودا بیچ کر گھر جا رہی تھی، رات ہوگئی ہے، اب کیسے جاؤں؟ تب تک میں آجاؤں گا۔"

جھنیا نے متفکرانہ کہا "تمھاری اماں گیل (غصہ ور) ہیں۔ میرا تو جی کانپتا ہے، کہیں مجھے مارنے لگیں تو کیا کروں گی۔

گوبر نے دھیرج دلایا "اماں کی عادت ایسی نہیں ہے۔ ہم لوگوں تک کو تو کبھی ایک تھپڑ مارا نہیں ہے، تمھیں کیا ماریں گی؟ ان کو جو کچھ کہنا ہوگا مجھے کہیں گی، وہ تم سے تو بولیں گی بھی نہیں۔"

گانوں قریب آگیا۔ گوبر نے رک کر کہا "اب تم جاؤ۔"

جھنیا نے ضد کی "تم بھی دیر نہ کرنا۔"

"نہیں نہیں۔ چھن بھر میں آتا ہوں، تو چل تو!"

"میرا جی نہ جانے کیسا ہو رہا ہے، تمھارے اوپر گستہ (غصہ) آتا ہے۔

"تم اتنی ڈرتی ہو کیوں؟ میں تو آہی رہا ہوں۔"

"اس سے تو کہیں اچھا تھا کہ کسی دوسری جگہ بھاگ جاتے۔

جب اپنا گھر ہے تو کیوں کہیں کہیں جائیں۔ تم ناحق [illegible] ڈر رہی ہو۔"

"جلدی سے آؤ گے نا؟"

"ہاں۔ ہاں، ابھی آتا ہوں۔"

"مجھ سے دغا (دغا) تو نہیں کر رہے ہو کہ مجھے گھر بھیج کر تم کہیں چلتے

www.urduchannel.in

بنو ؟"

"اتنا نیچ نہیں ہوں جھونا۔ جب تیری بانہہ پکڑی ہے تو مرتے دم تک نبا ہوں گا۔"

جھنیا گھر کی طرف چلی۔ گو بر لمحے بھر دُبدھے میں پڑا ہوا کھڑا رہا۔ پھر یکایک سر پر منڈلاتے والا لعنت ملامت کا خیال خوفناک شکل اختیار کرکے اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ کہیں سچ مچ اماں مارنے دوڑیں تو کیا ہوگا؟ اس کے پیر زمین سے چپک گئے۔ اس کے اور اس کے گھر کے درمیان میں صرف آموں کا چھوٹا سا باغ تھا۔ جھنیا کی کالی پرچھائیں آہستہ آہستہ جاتی ہوئی نظر آرہی تھی۔ اس کے حواسوں میں بڑی تیزی آگئی تھی۔ اس کے کانوں میں ایسی بھنک پڑی جیسے اماں جھنیا کو گالی دے رہی ہیں۔ اس کے دل کی کچھ ایسی حالت ہو رہی ہے گویا سر پر گنڈاسے کا ہاتھ پڑنے والا ہو۔ بدن کا سارا خون جیسے خشک ہو گیا ہو۔ ایک لمحے کے بعد اس نے دیکھا۔ جیسے دھنیا گھر سے نکل کر کہیں جا رہی ہو۔ دادا کے پاس جاتی ہوگی۔ شایت (شاید) دادا کھا پی کر مٹر کے کھیت پر چلے گئے ہوں۔ وہ اس کھیت کی طرف چلا۔ جو اور گیہوں کے کھیتوں کو کچلتا روندتا ہوا اس طرح بھاگا جا رہا تھا۔ گویا پیچھے کوئی دوڑ آرہی ہو۔ وہ ہے دادا کی جھونپڑی! وہ رک گیا اور دبے پاؤں جا کر اس کے پیچھے بیٹھ گیا۔ اس کا قیاس ٹھیک نکلا۔ وہ پہنچا ہی تھا کہ دھنیا کی آواز سنائی دی۔ وہ گجب (غضب) ہو گیا! اماں اتنی بیدرد ہیں! ایک انا تھ لڑکی پر انھیں کچھ بھی دیا نہیں آتی اور جو میں ابھی سامنے جا کر پھٹکار دوں کہ تم کو جھنیا سے بولنے کی کوئی مجال نہیں ہے تو ساری سیکھی (شیخی) نکل جائے۔ اچھا دادا بھی بگڑ رہے ہیں۔ کیلے کے لئے آج ٹھیکرا بھی تیز ہو گیا۔ میں

www.urduchannel.in

ادب کرتا ہوں یہ اسی کا پھل ہے۔ یہ تو دادا بھی دہیں جا رہے ہیں۔ اگر جھنیا
بھیوں نے مارا پیٹا تو مجھ سے نہ سہا جائے گا۔ بھگوان! اب تمہارا ہی بھروسہ
میں نہ جانتا تھا کہ اس سنکٹ میں جان پڑے گی۔ جھنیا مجھے اپنے من میں
مکار، ڈرپوک اور کمینہ سمجھ رہی ہوگی۔ مگر اسے مار کیسے سکتے ہیں! گھر سے
ل بھی کیسے سکتے ہیں؟ کیا گھر میں میرا حصہ نہیں ہے؟ اگر جھنیا پر کسی نے ہاتھ
یا تو آج مہا بھارت ہو جائے گا۔ ماں باپ جب تک لڑکوں کی رچھا کریں تب
ماں باپ ہیں، جب ان میں ممتا ہی نہیں تو کیسے ماں باپ؟"

ہوری جوں ہی جھونپڑی سے نکلا، گوبر بھی دبے پاؤں آہستہ آہستہ
پیچھے چلا، مگر دروازے پر اجالا دیکھ کر اس کے پیر رک گئے۔ اس اجالے کی
کے اندر وہ قدم نہیں رکھ سکتا وہ اندھیرے ہی میں دیوار سے چپک کر کھڑا
۔ اس کی ہمت نے جواب دے دیا، ہائے! بیچاری جھنیا پر یہ لوگ جھلا رہے
اور وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ اس نے کھیل کھیل میں جو ایک چنگاری پھینک دی تھی وہ
رے کھلیان کو بھسم کر دے گی یہ اس نے نہ سمجھا تھا۔ اور اب اس میں اتنی
نہ تھی کہ سامنے آکر کہے۔ "ہاں میں نے چنگاری پھینکی تھی۔ جن سہاروں سے
اپنے دل کو سنبھالے ہوئے تھا وہ سب اس زلزلے میں گر پڑے اور وہ جھونپڑ
گر پڑا وہ پیچھے لوٹا۔ اب وہ جھنیا کو کیا منہ دکھائے؟"

وہ کوئی سو قدم چلا مگر اس طرح جیسے کوئی سپاہی میدان سے بھاگے۔ اس
جھنیا سے محبت اور وفا کی جو باتیں کہی تھیں وہ سب یاد آنے لگیں۔ وہ وصال
بھی باتیں یاد آئیں جب وہ اپنے مجنونانہ سانسوں میں، اپنی نشیلی چتونوں میں،
یا اپنی جان نکال کر اس نے قدموں پر رکھ دیتا تھا۔ جھنیا کسی مجبور پرند کی طرح
نہ چھوٹنے سے گھونسلے میں اپنی تنہائی کی زندگی کاٹ رہی تھی۔ وہاں نر کا مجنونانہ

www.urduchannel.in

اصرار نہ تھا، نہ وہ ابلتی ہوئی خوشی تھی اور نہ بچوں کی میٹھی آوازیں مگر صیاد کا دام اور فریب بھی تو وہاں نہ تھا۔ گوبر نے اس مکے تنہائی والے گھونسلے میں جاکر اسے کچھ سکھ پہنچا نہیں، یہ کون جانے۔ مگر اسے عذاب میں تو ڈال ہی دیا تھا۔ وہ سنبھل گیا۔ بھاگتا ہوا سپاہی گویا اپنے ایک ساتھی کا بڑھاوا سن کر پیچھے لوٹ پڑا۔

اس نے دروازے پر آکر دیکھا تو کواڑ بند ہو گئے تھے۔ کواڑوں کے دروازوں سے روشنی کی شعاعیں باہر نکل رہی تھیں۔ اس نے ایک دراز سے اندر جھانکا۔ دھنیا اور جھنیا بیٹھی ہوئی تھیں۔ ہوری کھڑا تھا۔ جھنیا کی سسکیاں سنائی دے رہی تھیں۔ اور دھنیا اسے سمجھا رہی تھی "بیٹی، تو چل کر گھر میں بیٹھ؟ میں تیرے کاکا اور بھائیوں کو دیکھ لوں گی۔ جب تک ہم جیتے ہیں کسی بات کی چنتا نہیں ہے ہمارے رہتے تجھے کوئی ٹیڑھی آنکھ دیکھ بھی نہ سکے گا۔"

گوبر خوش ہو گیا۔ آج وہ کسی قابل ہوتا تو دادا اور اماں کو سونے سے منڈھ دیتا۔ اور کہتا "اب تم کچھ کام نہ کرو۔ آرام سے بیٹھے بیٹھے کھاؤ اور جتنا دان پن کرنا چاہو کرو! جھنیا کے متعلق اب اسے کوئی اندیشہ نہیں رہا۔ وہ اسے جیسا سہارا دینا چاہتا تھا وہ مل گیا تھا۔ جھنیا اسے دغاباز سمجھتی ہو تو سمجھے وہ تو جب ہی گھر آئے گا جب وہ پیسے کے زور سے گاؤں بھر کا منہ بند کر سکے اور دادا اور اماں اسے گھر آنے کا کلنک نہ سمجھ کر گھر آنے کا تلک سمجھیں۔ دل پر جتنا گہرا صدمہ ہوتا ہے وہ اپنے ردعمل کی صورت میں اتنا ہی موثر ہوتا ہے۔ اس بدنامی نے گوبر کے دل کو متھ کر وہ رتن نکال لیا جو ابھی تک چھپا پڑا تھا۔ آج پہلی مرتبہ اسے اپنی ذمہ داری کا احساس ہوا، اور اس کے ساتھ ہی اس میں مصمم ارادہ پیدا ہو گیا۔ اب تک وہ کم سے کم کام کرنا اور زیادہ سے زیادہ کھانا اپنا حق سمجھتا تھا۔ اس کے دل میں یہ خیال ہی نہ آیا تھا کہ گھر والوں کے ساتھ بھی اس کا کچھ فرض ہے۔ آج والدین کے

www.urduchannel.in

۔ اس اعلیٰ عفو نے گویا اس کے دل میں نور پیدا کر دیا۔ جب دھنیا اور جھنیا اندر چلی گئیں تو ہوری کی اسی جھونپڑی میں جا بیٹھا اور آئندہ کے لئے منصوبے باندھنے لگا۔"

شہر میں بیل داروں کو پانچ چھ آنے رُوج (روز) ملتے ہیں، یہ اس نے سن رکھا تھا۔ اگر اسے چھ آنے رُوج ملیں اور وہ ایک آنہ رُوج میں گُجر (گذر) کرلے تو پانچ آنہ روز کی بچت ہو گی۔ مہینے میں دس روپئے ہوتے ہیں اور سال میں سوا سو۔ وہ سوا سو کی تھیلی لے کر گھر آئے تو کس کی مجال ہے جو اس کے سامنے منھ کھول سکے؟ یہی داتا دین اور یہی پٹیشوری آکر اس کی ہاں میں ہاں ملائیں گے اور جھنیا تو گھمنڈ سے پھول اٹھے گی۔ دو چار سال وہ اسی طرح کماتا رہے تو گھر کا سارا دکھ دلدّر دور ہو جائے۔ ابھی تو سارے گھر کی کمائی بھی سوا سو نہیں ہوتی اب وہ اکیلا سوا سو کمائے گا۔ لوگ کہیں گے کہ مجوری کرتا ہے۔ کہا کریں۔ مجوری کرنا کوئی پاپ تو نہیں ہے۔ اور سدا چھ آنے ہی تھوڑے ملیں گے جیسے جیسے وہ کام میں ہوشیار ہوگا۔ ویسے ویسے مجوری بھی تو بڑھے گی۔ تب وہ دادا سے کہے گا: "کہ اب تم گھر میں بیٹھ کر بھگوان کا بھجن کرو۔ اس کھیتی میں جان کھپانے کے سوا اور کیا رکھا ہے؟ سب سے پہلے ایک پچھائیں گائے لے گا جو چار پانچ سیر دودھ دے گی اور دادا سے کہے گا کہ تم گئو ماتا کی سیوا کر و جس سے تمہارا لوک (دنیا) بھی بنے گا اور پرلوک (عقبیٰ) بھی۔"

اور کیا ایک آنے میں اس کا گُجر (گذر) آرام سے نہ ہو گا؟ گھر لے کر کیا کرنا ہے! کسی جگہ پڑ رہے گا۔ سینکڑوں مندر اور دھرم سالے ہیں۔ اور پھر وہ جس کی مجوری کرے گا وہ کیا رہنے کی جگہ نہ دے گا؟ آٹا روپئے کا دس سیر آتا ہے۔ ایک آنہ کا ڈھائی پاؤ ہوا۔ ایک آنہ کا تو وہ آٹا ہی کھائے گا۔ لکڑی

www.urduchannel.in

دال، نمک، ساگ، یہ سب کہاں سے آئیں گے؟ دونوں جُون کے لئے سیر بھر آٹا ہی چاہیئے۔ اوہ! کھانے کی کچھ نہ پوچھو۔ مٹھی بھر چنے سے بھی کام چل سکتا ہے اور حلوا پوری کھا کر بھی کام چل سکتا ہے، جیسی سمائی ہو۔ وہ آدھ سیر آٹا کھا کر دن بھر مجے (مزے) سے کام کر سکتا ہے۔ ادھر سے اپلے چن لئے تو لکڑی کا کام چل گیا۔ کبھی ایک پیسے کی دال لے لی اور کبھی آلو بھون کر بھرتا بنا لیا۔ یہاں دن کاٹنا ہے کہ چین کرنا ہے؟ پتل پر آٹا گوندھا اپلوں پر باٹیاں سنکیں، آلو بھون کر بھرتا بنا لیا اور مجے سے کھا کر سو رہے۔ گھر ہی پر کون دونوں جُون روٹی ملتی ہے؟ ایک جُون تو چربن ہی ملتا ہے وہاں بھی ایک جُون چربن ہی پر کاٹیں گے۔

اسے شک ہوا کہ اگر کبھی مجوری نہ ملی تو وہ کیا کرے گا۔ مگر مجوری کیوں نہ ملے گی؟ جب وہ جی توڑ کر کام کرے گا تو سو آدمی اسے بلائیں گے۔ کام سب کو پیارا ہوتا ہے، چام نہیں پیارا ہوتا۔ یہاں بھی تو سوکھا با لا پڑتا ہے، اُدکھ میں دیمک لگتی ہے گیہوں میں گردی لگتی ہے اور سرسوں میں لاہی لگ جاتی ہے۔ اسے رات کو کوئی کام مل جائے گا تو اسے بھی نہ چھوڑے گا۔ دن بھر مجوری کی، رات کو کہیں چوکیداری کرے گا۔ دو آنے بھی رات کے کام کے مل جائیں گے تو چاندی ہے جب لوٹے گا تو سب کے لئے ساڑیاں لائے گا۔ جھنیا کے لئے ہاتھ کا کنگن جرور (ضرور) بنوائے گا۔ اور دادا کے لئے منڈاسہ (صافہ) لائے گا۔

یہی خیالی پلاؤ پکاتا ہوا وہ سو گیا۔ مگر ٹھنڈ میں نیند کہاں؟ کسی طرح رات کاٹی اور تڑکے ہی اٹھ کر لکھنؤ کی سڑک پکڑی۔ بیس ہی کوس تو ہے، سانجھ (شام) تک پہنچ جائے گا۔ گاؤں کا کون آدمی وہاں پہنچا جاتا ہے اور وہ اپنا پتہ ٹھکانا ہی کیوں لکھے گا؟ نہیں تو دادا دوسرے ہی دن سر پر سوار ہو جائیں گے۔ اسے کچھ پچھتاوا تھا تو یہی کہ جھنیا سے کیوں نہ صاف صاف کہہ دیا کہ ابھی تو گھر جا۔

www.urduchannel.in

میں تھوڑے دنوں میں کچھ کما دھما کر لوٹوں گا، مگر تب وہ گھر جاتی ہی کیوں؟ کہتی کہ میں بھی تمھارے ساتھ چلوں گی۔ اسے وہاں کہاں کہاں باندھے پھرتا؟"

دن چڑھنے لگا۔ رات کو کچھ نہ کھایا تھا۔ بھوک لگی پاؤں لڑکھڑانے لگے۔ کہیں بیٹھ کر دم لینے کی خواہش ہوئی۔ بالا کچھ کھائے اب نہیں چل سکتا۔ مگر پاس ایک پیسہ بھی نہیں ہے۔ سڑک کے کنارے جھڑ بیریوں کی جھاڑیاں تھیں۔ اس نے تھوڑے سے بیر توڑ لئے اور پیٹ کو بہلاتا ہوا چلا۔ ایک گاؤں میں گڑ پکنے کی مہک آئی۔ اب جی نہ مانا۔ وہیں جا کر لوٹا ڈور مانگا اور پانی بھر کر چلو سے پینے بیٹھا تو ایک کسان نے کہا: ارے بھائی کیا یوں ہی پانی پیوگے۔ تھوڑا سا گڑ کھالو۔ اب کے ادھر چلالیں کولہو اور بنالیں کھانڈ، اگلے سال تک مل تیار ہو جائے گی تو ساری اوکھ کھڑی بک جائے گی، گڑ اور کھانڈ کے بھاؤ چینی ملے گی تو ہمارا گڑ کون لے گا۔ اس نے ایک کٹورے میں گڑ کی کئی پنڈیاں لا کر دیں۔ گوبر نے گڑ کھا کر پانی پیا۔ تمباکو تو پیتے ہو گے؟ گوبر نے بہانہ کیا۔ ابھی چلم نہیں پیتا۔ بوڑھے نے خوش ہو کر کہا "بڑا اچھا کرتے ہو بھیا! بُرا روگ ہے۔ ایک بار پکڑ لے تو پھر جیتے جی نہیں چھوڑتا۔"

انجن کو کوئلہ پانی مل گیا۔ رفتار تیز ہوئی۔ جاڑے کے دن۔ نہ جانے کب دوپہر ہو گئی، ایک جگہ دیکھا کہ ایک نوجوان عورت ایک پیڑ کے نیچے شوہر سے سیتا گرہ کئے بیٹھی تھی، شوہر سامنے کھڑا اسے منا رہا تھا۔ دو چار راہ گیر تماشا دیکھنے کھڑے ہو گئے تھے۔ گوبر بھی کھڑا ہو گیا۔ مناؤن سے زیادہ دلچسپ زندگی کا اور کون ناٹک ہو گا۔

عورت نے شوہر کی طرف گھور کر کہا "میں نہ جاؤں گی، نہ جاؤں گی، نہ جاؤں گی؟"

مرد نے گویا الٹی میٹم دے دیا "نہ جائے گی؟"

www.urduchannel.in

"نہ جاؤں گی۔"

"نہ جائے گی۔"

"نہ جاؤں گی۔"

مرد نے اس کے بال پکڑ کر گھسیٹنا شروع کیا۔ عورت زمین پر لوٹ گئی۔

مرد نے ہار کر کہا "میں پھر کہتا ہوں کہ اٹھ کر چل۔"

عورت نے اسی استقلال سے کہا "میں تیرے گھر سات جنم نہ جاؤنگی چاہے بوٹی بوٹی کاٹ ڈال۔"

"میں تیرا گلا کاٹ لوں گا۔"

"تو پھانسی پاؤ گے۔"

مرد نے اس کے بال چھوڑ دیئے اور سر پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گیا۔ مردانگی انتہائی حد تک پہنچ گئی تھی، کہ اس کے آگے اب نہ جا سکتی تھی۔

ایک لمحے میں وہ پھر کھڑا ہوا۔ اور ہاری ہوئی سی آواز میں بولا "تو چاہتی کیا ہے؟"

عورت بھی اٹھ بیٹھی اور نہ ڈگنے والی آواز میں بولی "میں یہی چاہتی ہوں کہ تو مجھے چھوڑ دے۔"

"کچھ منہ سے کہے گی بھی کہ کیا بات ہوئی؟"

"میرے بھائی باپ کو کوئی کیوں گالی دے۔"

"کس نے گالی دی۔ تیرے بھائی باپ کو؟"

"جا کر اپنے گھر میں پوچھ۔"

"چلے گی تب ہی تو پوچھوں گا۔"

تو کیا پوچھے گا؟ کچھ دم بھی ہے؟ جا کر اماں کے آنچل میں منہ چھپا کر سو رہ!

www.urduchannel.in

وہ تیری ماں ہوگی، میری کوئی نہیں ہے۔ میں اس کی گالیاں سن، میں کیوں سنوں؟ ایک دمڑی کماتی ہوں تو چار روٹی کا کام کرتی ہوں، کیوں کسی کی دھونس سہوں؟ میں تیرا ایک پیسہ کا چھلا بھی نہیں جانتی۔"

راہ گیروں کو اس جھگڑے میں ناٹک کا مزا آرہا تھا۔ مگر اس کے جلد ختم ہونے کی کوئی امید نہ تھی۔ منزل کھوٹی ہو رہی تھی۔ ایک ایک کر کے لوگ کھسکنے لگے۔ گوبر کو مرد کی بے رحمی بُری لگ رہی تھی۔ بھیڑ کے سامنے تو کچھ نہ کہہ سکتا تھا مگر میدان خالی ہوا تو بولا "بھائی، مرد عورت کے بیچ میں بولنا تو نہ چاہیئے، پر اتنی بے دردی بھی اچھی نہیں ہوتی۔"

مرد نے کڑی سی آنکھیں نکال کر کہا "تم کون ہو؟"

"گوبر نے بلاخوف کہا" میں کوئی ہوں۔ پر بے جا بات دیکھ کر سب ہی کو بُرا لگتا ہے۔"

مرد نے سر ہلا کر کہا "معلوم ہوتا ہے کہ ابھی مہریا نہیں آئی تب ہی اتنا درد ہے۔"

"مہریا آئے گی تو بھی اس کا جھونٹا پکڑ کر نہ کھینچوں گا!"

"اچھا تم اپنی راہ لو۔ میری عورت ہے میں اسے ماروں گا، کاٹوں گا۔ تم کون ہوتے ہو بیچ میں بولنے والے؟ چلے جاؤ سیدھے سے، یہاں کھڑے مت رہو۔

گوبر کا گرم خون اور گرم ہو گیا وہ کیوں چلا جائے۔ سڑک سرکار کی ہے کسی کے باپ کی نہیں ہے۔ وہ جب تک چاہے کھڑا رہ سکتا ہے۔ وہاں سے اسے ہٹانے کی مجال کسی کو ہے؟"

مرد نے ہونٹ چبا کر کہا "تو تم نہ جاؤ گے، آؤں؟"

گوبر نے انگوچھا کمر میں باندھ لیا اور لڑنے کے لئے تیار ہو کر بولا "تم آؤ یا نہ آؤ۔ پر میں تو تب ہی جاؤں گا جب میری اچھا (مرضی) ہوگی۔

www.urduchannel.in

"یہ کون جانتا ہو کہ کس کے ہاتھ پاؤں ٹوٹیں گے"

"تو تم نہ جاؤ گے؟"

"نہ"

مرد مٹھی باندھ کر گوبر کی طرف جھپٹا۔ اسی وقت عورت نے اس کی دھوتی پکڑ لی۔ اور اسے اپنی طرف کھینچتی ہوئی گوبر سے بولی "تم کیوں لڑائی لینے پر اتارو ہو رہے ہو۔ جی، اپنی راہ کیوں نہیں جاتے؟ یہاں کوئی تماشا ہے۔ ہمارا آپس کا جھگڑا ہے۔ کبھی وہ مجھے مارتا ہے تو کبھی میں اسے ڈانٹتی ہوں۔ تم سے مطلب؟"

گوبر یہ پھٹکار پاکر وہاں سے چل دیا۔ دل میں کہا "یہ عورت مار کھانے ہی لائق ہے۔"

گوبر آگے نکل گیا تو عورت نے اپنے شوہر کو ڈانٹ بتائی: "تم سب سے لڑنے کیوں لگتے ہو۔ اس نے کون سی بری بات کہی تھی کہ تمھاری چوٹی تک لگ گئی؟ برا کام کرو گے تو دنیا برا کہے گی، پر ہے وہ کسی بھلے گھر کا اور اپنی برادری ہی کا جان پڑتا ہے۔ کیوں اسے اپنی بہن کے لئے نہیں ٹھیک کر لیتے۔"

شوہر نے شبہ ظاہر کرتے ہوئے کہا: "کیا اب تک کنوارا بیٹھا ہوگا؟"

"تو پوچھ ہی کیوں نہ لو۔"

مرد نے دس قدم دوڑ کر گوبر کو آواز دی اور ہاتھ سے ٹھہر جانے کا اشارہ کیا۔ گوبر نے سمجھا کہ شاید پھر اس کے سر پر بھوت سوار ہوا ہے جب ہی تو للکار رہا ہے بنا مار کھائے نہ مانے گا۔ اپنے گانوں میں کتا بھی باگھ بن جاتا ہے۔ اچھا آنے دو۔"

مگر اس کے منھ پر لڑائی کی للکار نہ تھی۔ دوستی کا بلاوا تھا۔ اس نے گانوں نام اور ذات پوچھی، گوبر نے ٹھیک ٹھیک بتا دیا۔ اس مرد کا نام کودئی تھا۔

www.urduchannel.in

کودئی نے مسکرا کر کہا "ہم دونوں میں دنگا ہوتے ہوتے بچا۔ تم چلے آئے تو میں نے سوچا کہ تم نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ میں ناحک (ناحق) تم سے تن بیٹھا۔ کچھ کھیتی باڑی تو گھر میں ہوتی ہے نا؟"

گوبر نے بتایا کہ اس کے موروثی پانچ بیگھہ کھیت ہیں اور ایک ہل کی کھیتی ہوتی ہے۔

میں نے تمہیں جو برا بھلا کہا ہے اس کی مافی (معافی) دو بھائی! اس میں آدمی اندھا ہو جاتا ہے۔ عورت گن میں لچھمی ہے پر بھی اس پر نہ جانے کون سا بھوت سوار ہو جاتا ہے۔ اب تمہیں بتاؤ اماں پر میرا کیا بس ہے؟ پیدا تو انہیں نے کیا ہے اور پالا پوسا ان ہی نے ہے۔ جب کوئی بات ہوگی تو میں تو جو کچھ کہوں گا وہ عورت ہی سے کہوں گا۔ اس پر اپنا بس ہے۔ تمہیں سوچو کہ میں بجا تو نہیں کہہ رہا ہوں۔ ہاں مجھے اس کا جھونٹا پکڑ کر گھسیٹنا نہ تھا۔ مگر عورت جات (ذات) کچھ تاڑنا (سزا) دیے بنا بھی تو بس میں نہیں رہتی۔ چاہتی ہے کہ اماں سے الگ ہو جائیں۔ تمہیں سوچو کہ کیسے الگ ہو جائیں اور کس سے الگ ہو جاؤں؟ اپنی اماں سے؟ جس نے جنم دیا؟ یہ مجھ سے نہ ہوگا۔ چاہے عورت رہے یا جائے۔"

گوبر کو بھی اپنی رائے بدلنی پڑی بولا: "ماتا کا آدر کرنا سب ہی کا دھرم ہے بھائی! ماتا سے کون اُرن ہو سکتا ہے۔"

کودئی نے اسے اپنے گھر چلنے کو کہا۔ آج وہ کسی طرح لکھنؤ نہیں پہنچ سکتا۔ کوس دو کوس جاتے جاتے سانجھ ہو ہی جائے گی۔ رات کو کہیں نہ کہیں ٹکنا ہی پڑے گا۔

گوبر نے مذاق کیا: "لگائی مان گئی؟"

"نہ مانے گی تو کیا کرے گی؟"

www.urduchannel.in

"مجھے تو اُس نے ایسی پھٹکار بتائی کہ میں لجا گیا۔"

"وہ اب پچھتا رہی ہے۔ چلو تنک ماتا جی کو سمجھا دینا۔ مجھ سے تو کچھ کہتے نہیں بنتا انھیں بھی سوچنا چاہیئے کہ بہو کو باپ بھائی کی گالی کیوں دیتی ہیں۔ ہماری بھی بہن ہے چار دن میں اس کی سگائی ہو جائے گی۔ اس کی ساس ہمیں گالیاں دے گی تو اس سے سنا جائے گا؟ سب دوکھ لگائی ہی کا نہیں، ماتا کا بھی دوکھ ہی ہے۔ جب سہ بات میں وہ اپنی بیٹی کا پچھ (جانبداری) کریں گی تو ہمیں برا لگے ہی گا۔ اس میں اتنی بات اچھی ہے کہ گھر سے روٹھ کر چلی جاتے۔ پر گالی کا جواب گالی سے نہیں دیتی۔"

"گوبر کو رات کے مٹے کو بچ ٹھکانا چاہیئے تھا۔ کودئی کے ساتھ ہولیا۔ دونو پھر اسی جگہ آئے جہاں عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ اب گھر گرستین بن گئی تھی۔ ذرا سا گھونگٹ نکال لیا تھا اور کچھ لجا سی رہی تھی۔ کودئی نے مسکرا کر کہا: "یہ تو آتے ہی نہ تھے۔ کہتے تھے کہ ایسی ڈانٹ سننے کے بعد ان کے گھر کیسے جائیں۔"

عورت نے گھونگٹ کی آڑ سے گوبر کو دیکھ کر کہا: "اتنی ہی ڈانٹ میں ڈر گئے؟ لگائی آجائے گی تب کہاں بھاگو گے؟"

گانوں قریب ہی تھا۔ گانوں کیا تھا، پروا تھا دس بارہ گھروں کا جو آدھے کھپریل کے تھے اور آدھے پھوس کے۔ کودئی نے اپنے گھر پہنچ کر کھاٹ نکالی اور اس پر ایک دری بچھا دی۔ شربت بنانے کو کہہ کر چلم بھر لایا۔ اور لمحہ بھر بعد وہی عورت لوٹے میں شربت لے کر آئی اور گوبر کو پانی کا ایک چھینٹا مار کر گویا معافی مانگ لی۔ وہ اب اس کا نندوئی ہو رہا تھا، پھر کیوں نہ ابھی سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دے؟

---

www.urduchannel.in

(۱۴)

گوبر منھ اندھیرے ہی اٹھا اور کودئی سے رخصت ہوا۔ سب کو معلوم ہو گیا تھا کہ اس کا بیاہ ہو چکا ہے۔ پس اس سے بیاہ کا کوئی چرچا ہی نہ کیا گیا۔ اس کی بھلمنساہت نے سارے گھر کو گرویدہ کر لیا تھا۔ کودئی کی ماں کو تو اس نے ایسے میٹھے لفظوں میں اور اس کے ہاں والے درجے کا لحاظ رکھتے ہوئے ایسی عمدہ نصیحت دی کہ اس نے خوش ہو کر دعا دی تھی۔

"تم بڑی ہو ماتا جی! پوجنے جوگ (لائق) ہو۔ پتر ماتا کے رن (قرض) سے سو جنم لے کر بھی اُرن (سبکدوش) نہیں ہو سکتا، لاکھ جنم لے کر بھی اُرن نہیں ہو سکتا کروڑ جنم لے کر بھی نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

بوڑھی اس بے حساب بھگتی پر مگن ہو گئی۔ اس کے بعد گوبر نے جو کچھ کہا اس میں بڑھیا کو اپنی بھلائی دکھائی دی۔

طبیب ایک مرتبہ مریض کو شفا دے دے، پھر مریض اس کے ہاتھ سے زہر کو بھی خوشی سے پی لے گا۔"

اب جیسے آج ہی بہو گھر سے روٹھ کر چلی گئی تھی تو کس کی ہتک ہوئی؟ بہو کو کون جانتا ہے کس کی لڑکی ہے۔ کس کی ناتن ہے، کون جانتا ہے؟ ممکن ہے کہ اس کا باپ گھسیارا ہی رہا ہو۔۔۔۔۔۔۔۔"

بڑھیا نے یقین دلاتے ہوئے کہا۔ گھسیارا تو ہے ہی بیٹا، پکا گھسیارا، صبح اس کا منھ دیکھ لو تو دن بھر پانی نہ ملے۔"

گوبر بولا۔ "تو ایسے آدمی کی ہنسی ہی کیا ہو سکتی ہے؟ ہنسی ہوئی تمھاری اور

www.urduchannel.in

تمہارے آدمی کی جب سنے پوچھا، یہی پوچھا کہ کس کی بہو ہے۔ پھر وہ ابھی لڑکی ہے، نا سمجھ الھڑ! بیچ ماں باپ کی لڑکی ہے، ابھی کہاں سے بن جائے؟ تم کو تو جیسے بوڑھے طوطے کو رام نام پڑھانا پڑے گا۔ مارنے سے تو وہ پڑھے گا نہیں ماں، تو پریم ہی پڑھایا جا سکتا ہے۔ تاڑنا (طعنہ) بھی دور پر اس کے منہ مت لگو۔ اس کا تو کچھ بگڑتا، تمھاری ہی ہتک ہوتی ہے۔"

جب گوبر چلنے لگا تو بڑھیا نے کھانڈ اور ستو ملا کر اسے کھانے کو دیا۔ گاؤں کے اور کئی آدمی مزدوری کی تلاش میں شہر جا رہے تھے۔ بات چیت میں راستہ کٹ گیا اور نو بجتے بجتے سب کے سب امین آباد کے بازار میں جا پہنچے۔ گوبر حیران تھا کہ اتنے آدمی شہر میں کہاں سے آ گئے؟ آدمی پر آدمی گرا پڑتا تھا۔ اس دن بازار میں چار پانچ سو مزدوروں سے کم نہ تھے۔ معمار، بڑھئی، لوہار، بیلدار، کھاٹ بننے والے، ٹوکری ڈھونے والے اور سنگ تراش سب ہی کا مجمع تھا۔ گوبر یہ بھیڑ بھاڑ دیکھ کر نراس ہو گیا۔ اتنے سارے مجوروں کو کہاں کام مل جاتا ہے؟ اور اس کے ہاتھ میں تو کوئی اوزار بھی نہیں ہے، کوئی کیا جانے گا کہ وہ کون سا کام کر سکتا ہے؟ کوئی اسے کیوں رکھنے لگا بلا اوزار کے اسے کون پوچھے گا؟"

رفتہ رفتہ ایک ایک کر کے مزدوروں کو کام ملتا جاتا ہے۔ کچھ لوگ مایوس ہو کر گھر لوٹے جا رہے تھے۔ زیادہ تر وہ بوڑھے اور نکمے بچ رہے تھے جن کا کوئی پرسان نہ تھا۔ ان ہی میں گوبر بھی تھا، مگر ابھی آخر اس کے پاس کھانے کو ہے کوئی غم نہیں۔ یکایک مرزا خورشید نے مزدوروں کے بیچ میں آ کر اونچی آواز کر کہا: "جس کو چھ آنے پر آج کام کرنا ہو وہ میرے ساتھ آ جائے۔ سب کو چھ آنے ملیں گے پانچ بجے چھٹی ملے گی۔"

دس پانچ معماروں اور بڑھیوں کے علاوہ سب کے سب ان کے ساتھ

www.urduchannel.in

کو تیار ہو گئے۔ چار سوختہ حالوں کی ایک بڑی فوج بن گئی۔ آگے مرزا تھے۔ کندھے پر ٹاسا سونٹا رکھے ہوئے اور پیچھے بھوکوں مرنے والوں کی لمبی قطار تھی جیسے ڈیں ہوں۔"

ایک بوڑھے نے مرزا سے پوچھا "کون کام کرنا ہے۔ مالک؟"

مرزا صاحب نے جو کام بتایا اس پر سب اور بھی تعجب میں آ گئے۔ صرف کبڈی کھیلنا! یہ کیا آدمی ہے جو کبڈی کھیلنے کے لئے چھ آنے دے رہا ہے سنکی تو نہیں ہے کوئی؟ بہت دھن پا کر آدمی سنکی ہو جاتا ہے۔ بہت پڑھ لینے سے آدمی سنکی ہو جاتا ہے۔ کچھ کو یہ شبہ ہونے لگا کہ کہیں یہ مخول تو نہیں ہے۔ یہاں سے لے جا کر کہہ دے کہ کوئی کام نہیں ہے تو اس کا کوئی کیا کر لے گا؟ وہ چاہے کبڈی کھلائے چاہے آنکھ مچولی اور چاہے گلی ڈنڈا، مگر مزدوری پہلے دے دے۔ ایسے جھکی آدمی کا کیا بھروسہ؟

گوبر نے ڈرتے ڈرتے کہا "مالک! ہمارے پاس کچھ کھانے کو نہیں ہے، پیسے مل جائیں تو کچھ لے کر کھا لوں۔"

مرزا نے فوراً چھ آنے پیسے اس کے ہاتھ میں رکھ دیئے اور للکار کر بولے "مزدوری سب کو چلتے چلتے پیشگی دے دی جائے گی اس کی فکر مت کرو۔"

مرزا صاحب نے شہر کے باہر تھوڑی سی زمین لے رکھی تھی۔ مزدوروں نے جا کر دیکھا تو ایک بڑا احاطہ گھرا ہوا تھا اور اس کے اندر صرف ایک چھوٹی سی پھوس کی جھونپڑی تھی جس میں تین چار کرسیاں تھیں اور ایک میز جس پر کچھ کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ جھونپڑی بیلوں سے ڈھکی ہوئی بہت عمدہ معلوم ہوتی تھی۔ احاطہ میں ایک طرف آم، لیموں اور امرود کے پودے لگے ہوئے تھے اور دوسری طرف کچھ پھول، زمین کا زیادہ حصہ پرتی پڑا ہوا تھا۔ مرزا نے سب کو ایک قطار میں

www.urduchannel.in

کھڑا کر کے پہلے ہی اجرت تقسیم کر دی۔ اب کسی کو ان کے پاگل ہونے میں شبہ نہ رہا۔

گوبر پیسے پہلے ہی پا چکا تھا، مرزا نے اسے بلا کر پودے سینچنے کا کام ہونا اسے کبڈی کھیلنے کو نہ ملے گی۔ دل مسوس کر رہ گیا۔ ان بوڑھوں کو اٹھا کر پٹکتا۔ مگر کچھ پروا نہیں، بہت کبڈی کھیل چکا ہوں پیسے تو پورے مل گئے۔

آج مدت کے بعد ان بوڑھوں کو کبڈی کھیلنا نصیب ہوا۔ بیشتر تو ایسے تھے جنھیں یاد بھی نہ آتا تھا کہ کبھی کھیلی ہی یا نہیں۔ دن بھر شہر میں پستے تھے، پھر رات گئے گھر پہنچتے تھے اور جو کچھ روکھا سوکھا مل جاتا تھا اسے کھا کر پڑ رہتے تھے۔ علی الصباح پھر وہی چرخہ شروع ہو جاتا تھا۔ زندگی بے مزا اور بے لطف، صرف ایک ڈھرے پر چلی جا رہی تھی۔ آج جو یہ موقع ملا تو بوڑھے بھی جوان بن گئے۔ ادھ مرے بوڑھے، ٹھٹھریاں لئے منھ میں دانت نہ پیٹ میں آنت، جانگھوں کے اوپر تک دھوتیاں یا تہمد چڑھائے خم ٹھونک ٹھونک کر اچھل رہے تھے گویا ان کی بوڑھی ہڈیوں میں جوانی سرائیت کر گئی ہو۔ جھٹ پٹ پالی بن گئی۔ دو ہیرو بن گئے۔ ساتھیوں کا چناؤ ہونے لگا اور بارہ بجتے بجتے کھیل شروع ہو گیا۔ جاڑوں کی ٹھنڈی دھوپ ایسے کھیلوں کے لئے بہت خوشگوار ہوتی ہے۔

ادھر احاطہ کے پھاٹک پر مرزا صاحب تماشائیوں کو ٹکٹ بانٹ رہے تھے ان پر اس طرح کا کوئی نہ کوئی خبط ہمیشہ سوار رہتا تھا۔ امیروں سے پیسہ لے کر غریبوں کو بانٹ دینا۔ اس بوڑھی کبڈی کا اشتہار کئی روز سے ہو رہا تھا بڑے بڑے پوسٹر چسپاں کئے گئے تھے۔ نوٹس تقسیم ہوئے تھے۔ یہ کھیل اپنے ڈھنگ کا نرالا ہوگا جیسا پہلے کبھی نہ ہوا ہوگا۔ ہندوستان کے بوڑھے آج بھی کیسے جواں مرد ہوتے ہیں جنھیں یہ دیکھنا ہو وہ آئے اور اپنی آنکھوں دیکھے! جس نے یہ تماشا نہ دیکھا وہ پچھتائے گا۔ ایسا نادر موقع پھر نہ ملے گا۔ ٹکٹ دس روپے

www.urduchannel.in

سے کردو آنے تک سکے تھے۔ تین بجتے بجتے پورا احاطہ بھر گیا۔ موٹروں اور فٹنوں کا تانتا لگا ہوا تھا۔ دو ہزار سے کم کا مجمع نہ تھا۔ رؤسا کے لئے کرسیاں اور بنچوں کا انتظام تھا اور عوام کے لئے صاف ستھری زمین۔

مس مالتی، مہتا، کھنا، تنخا، اور رائے صاحب سب ہی موجود تھے۔

کھیل شروع ہوا تو مرزا نے مہتا سے کہا "آیئے ڈاکٹر صاحب ایک پالی ہماری اور آپ کی بھی ہو جائے گی۔"

مس مالتی بولیں "فلاسفر کا مقابلہ تو فلاسفر ہی سے ہو سکتا ہے۔"

مرزا نے مونچھوں پر تاؤ دے کر کہا "تو کیا آپ سمجھتی ہیں کہ میں فلاسفر نہیں ہوں؟ میرے پاس ڈگری کی دُم نہیں ہے مگر ہوں میں فلاسفر۔ آپ میرا امتحان لے سکتے ہیں مہتا جی۔"

مالتی نے پوچھا "اچھا بتایئے کہ آپ ایڈیلسٹ ہیں یا مٹریلسٹ (روحانیت کے قائل، یا مادیت کے) ؟"

"میں دونوں ہوں۔"

"یہ کیونکر؟"

"بہت اچھی طرح۔ جب جیسا موقع دیکھا ویسا بن گیا۔"

"تو آپ کا کوئی طے شدہ اصول نہیں ہے؟"

"جس بات کا آج تک کبھی تصفیہ نہ ہوا اور نہ کبھی ہوگا۔ اس کے متعلق میں بھلا کیا طے کر سکتا ہوں؟ اور لوگ آنکھیں پھوڑ کر اور کتابیں چاٹ کر جس نتیجے پر پہنچے ہیں وہاں میں یوں ہی پہنچ گیا۔ آپ بتا سکتی ہیں کہ کسی فلاسفر نے عقلی گدّے لگانے کے سوا اور بھی کچھ کیا ہے۔"

ڈاکٹر مہتا نے اچکن کے بٹن کھولتے ہوئے کہا "تو چلئے ہماری اور آپ کی

www.urduchannel.in

ہو جائیے۔ اور کوئی مانے یا نہ مانے میں آپ کو فلاسفر مانتا ہوں۔"

مرزا نے کھنّا سے پوچھا "آپ کے لئے بھی کوئی جوڑ ٹھیک کریں؟"

مالی "ہاں، ہاں، انھیں ضرور لے جائیے۔ مسٹر تنخا کے ساتھ۔"

کھنّا جھینپتے ہوئے بولے "جی نہیں، مجھے معاف کیجئے۔"

مرزا نے رائے صاحب سے پوچھا "آپ کے لئے کوئی جوڑ لاؤں؟"

رائے صاحب بولے "میرا جوڑ تو اونکار ناتھ کا ہے۔ مگر وہ آج نظر نہیں آتے۔" مرزا اور مہتا بھی برہنہ بدن، صرف جانگیا پہنے ہوئے میدان میں پہنچ گئے تھے۔ ایک ادھر دوسرا ادھر کھیل شروع ہو گیا۔

عوام ان بوڑھی کلیلوں پر ہنستے تھے، تالیاں بجاتے تھے، گالیاں دیتے تھے للکارتے تھے اور بازیاں لگاتے تھے۔ واہ، ذرا ان بوڑھے بابا کو دیکھو کس شان سے جا رہے ہیں جیسے سب کو مار کر ہی لوٹیں گے، اچھا، دوسری طرف سے بھی ان کے بڑے بھائی نکلے۔ دونوں کیسے پینترے بدل رہے ہیں۔ ان ہڈیوں میں ابھی بڑا جیوٹ ہے بھائی! ان لوگوں نے جتنا گھی کھایا ہے، اتنا تو ہمیں اب پانی بھی میسر نہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہندستان دولت مند ہو رہا ہے۔ ہوتا ہوگا! ہم تو یہی دیکھتے ہیں کہ ان بوڑھوں جیسے جیوٹ کے جوان بھی آج مشکل سے نکلیں گے۔ وہ ادھر والے بوڑھے نے اسے دبوچ لیا۔ بے چارہ چھوٹنے کے لئے کتنا زور مار رہا ہے مگر اب نہیں جا سکتے بچّہ۔ ایک کو تین لپٹ گئے۔ اس طرح لوگ اپنی دلچسپی کا اظہار کر رہے تھے۔ ان کی ساری توجہ میدان پر تھی۔ کھلاڑیوں کے دھکے مکے، اچھل کود، دھر پکڑ اور ان کے مرنے جینے میں سب ہی محو ہو رہے تھے۔ کبھی چاروں طرف سے قہقہے اٹھتے کبھی کوئی بے انصافی یا دھوکے بازی دیکھ کر لوگ "چھوڑ دو، کا شور برپا کرتے اور کچھ لوگ تو طیش میں آکر پالی کی طرف ہی دوڑ پڑتے۔ لیکن جو تھوڑے سے

www.urduchannel.in

لوگ پنڈال میں اعلیٰ درجے کے ٹکٹ لے کر بیٹھے تھے انھیں اس کھیل میں کچھ زیادہ مزا نہ آرہا تھا۔ وہ اس سے زیادہ اہمیت کی گفتگو میں مصروف تھے۔

کھنّا نے جنجر کا گلاس خالی کرکے سگار جلایا اور رائے صاحب سے بولے "میں نے آپ سے کہہ دیا کہ بینک اس سے کم سود پر کسی طرح منظوری نہ دیگا۔ اور یہ رعایت بھی میں نے آپ کے ساتھ کی ہے۔ کیونکہ آپ سے گھر کا معاملہ ہے۔ رائے صاحب نے مونچھوں کے اندر مسکراتے ہوئے کہا: تو پھر گھر ہی والوں کو الٹے چھرے سے حلال کرنا چاہیئے۔"

"یہ آپ کیا فرماتے ہیں؟"

ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ سورج پرتاب سنگھ سے آپ نے صرف سات فیصدی لیا ہے، مجھ سے نو فیصدی مانگ رہے ہیں اور اس پر احسان بھی رکھتے ہیں۔ کیوں نہ ہو۔"

کھنّا نے قہقہہ لگایا۔ گویا یہ بات ہنسنے ہی کے لایق تھی۔ ان شرطوں پر میں آپ سے بھی وہی سود لے لوں گا۔ ہم نے ان کی جائداد رہن رکھ لی ہے۔ اور شاید وہ جائداد پھر ان کے ہاتھ نہ جائے گی۔"

"میں بھی اپنی کوئی جائداد نکال دوں گا۔ نو فیصدی سود سے کہیں بہتر ہے کہ فالتو جائداد الگ کردوں۔ میری جیکسن روڈ والی کوٹھی آپ نکلوا دیں، کمیشن لے لیجیے گا۔"

اس کوٹھی کو آسانی سے نکلنا ذرا مشکل ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ وہ جگہ بستی سے کتنی دور ہے۔ مگر خیر دیکھوں گا۔ آپ اس کی قیمت کا کیا اندازہ کرتے ہیں؟"

رائے صاحب نے ایک لاکھ پچیس ہزار بتائے۔ پندرہ بیگھے زمین بھی ہے اس کے ساتھ۔ کھنّا متحیر ہو گئے۔ بولے "آپ آج کے پندرہ سال پہلے کا خواب دیکھ رہے ہیں، رائے صاحب! آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ادھر جائداد کی قیمت میں پچاس فیصدی کی کمی ہو گئی ہے۔"

www.urduchannel.in

رائے صاحب نے برا مان کر کہا "جی نہیں۔ پندرہ سال پہلے اس کی قیمت ڈیڑھ لاکھ تھی۔"

"میں خریدار کی تلاش میں رہوں گا۔ مگر میرا کمیشن پانچ فیصدی ہوگا آپ سے۔"

"اوروں سے شاید دس فیصدی ہو۔ کیوں؟ کیا کروگے اتنے روپے لے کر؟"

"آپ جو چاہے دے دیجئے گا۔ اب تو راضی ہوئے۔ شکر کے حصّے ابھی تک آپ نے نہ خریدے، اب بہت تھوڑے بچ رہے ہیں، ہاتھ ملتے رہ جایئے گا۔ بیمہ کی پالیسی بھی آپ نے نہ لی۔ آپ میں ٹال مٹول کی بڑی عادت ہے۔ جب اپنے نفع کی باتوں میں اتنا ٹال مٹول ہے تب دوسروں کو آپ لوگوں سے کیا نفع ہو سکتا ہے اسی سے کہتے ہیں کہ ریاست سے آدمی کی عقل چر جاتی ہے۔ میرا بس چلے تو میں تعلقداروں کی ریاستیں ضبط کرلوں۔"

مسٹر ٹنخا۔ مالتی پر جال پھینک رہے تھے۔ مالتی نے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ چناؤ کے جھمیلے میں نہیں پڑنا چاہتی مگر ٹنخا اتنی آسانی سے ہار ماننے والے آدمی نہ تھے۔ آکر کہنیوں کے بل میز پر ٹیک لگا کر بولے "آپ ذرا اس معاملے پر پھر غور کریں میں کہتا ہوں کہ ایسا موقع شاید آپ کو پھر نہ ملے۔ رانی صاحبہ چندا کو آپ کے مقابلہ میں روپئے میں ایک آنہ چانس (موقع) بھی نہیں ہے۔ میری خواہش صرف یہ ہے کونسل میں صرف ایسے لوگ جائیں جنھوں نے زندگی میں کچھ تجربہ حاصل کیا ہو اور عوام کی کچھ خدمت بھی کی ہو۔ جس عورت نے عیش و عشرت کے سوا کچھ جانا ہی نہیں جس نے عوام کو ہمیشہ اپنے موٹر کا پٹرول سمجھا جس کی سب سے قیمتی خدمات وہ پارٹیاں ہیں جو گورنروں اور سکریٹریوں کو دی جاتی ہیں۔ اس کے لئے کونسل میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ نئی کونسلوں میں بہت کچھ اختیار نمائندوں کے ہاتھ میں ہوگا اور میں نہیں چاہتا کہ وہ اختیار نامستحقوں کے ہاتھ میں جائے۔"

www.urduchannel.in

مالتی نے گلا چھڑانے کے لئے کہا: "لیکن صاحب، میرے پاس دس بیس ہزار الکشن میں خرچ کرنے کے لئے کہاں ہیں؟ رانی صاحبہ تو دو چار لاکھ خرچ کر سکتی ہیں۔ مجھے بھی سال میں ہزار پانچسو روپئے ان سے مل جاتے ہیں۔ یہ رقم بھی ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

"پہلے آپ یہ بتا دیں کہ آپ جانا چاہتی یا نہیں؟"

"جانا تو چاہتی ہوں بشرطیکہ فری پاس مل جائے۔"

"تو یہ میرا ذمہ رہا۔ آپ کو فری پاس مل جائے گا۔"

"جی نہیں معاف کیجئے میں ہار کی ذلت نہیں اٹھانا چاہتی۔ جب رانی صاحبہ روپئے کی تھیلیاں کھول دیں گی اور ایک ایک ووٹ پر ایک ایک اشرفی چڑھنے لگے گی تو شاید آپ بھی ادھر ہی ووٹ دیں گے۔

آپ کے خیال میں چناؤ محض روپئے سے جیتا جا سکتا ہے۔

جی نہیں شخصیت بھی ایک چیز ہے۔ لیکن میں نے صرف ایک مرتبہ جیلخانہ کے سوا اور عوام کی کیا خدمت کی ہے؟ اور سچ پوچھئے تو اس بار بھی میں اپنے مطلب سے گئی تھی، اسی طرح جیسے رائے صاحب اور کھنا گئے تھے۔ اس نئے تمدن کی بنیاد دولت ہے۔ علم اور خدمت، خاندان اور ذات، سب دولت کے سامنے ہیچ ہیں۔ کبھی کبھی تاریخ میں ایسے موقع آجاتے ہیں، جب دولت کو تحریک کے مقابلے میں نیچا دیکھنا پڑتا ہے۔ مگر اسے مستثنیات میں سمجھئے۔ میں اپنی ہی بات کہتی ہوں کوئی غریب عورت دواخانے میں آجاتی ہے تو اس سے بولتی تک نہیں۔ مگر عورت کوئی موٹر پر آگئی تو دروازے تک جا کر استقبال کرتی ہوں اور ایسی نازبرداری کرتی ہوں گویا وہ مجسم دیوی ہو میرا اور رانی صاحبہ کا کوئی مقابلہ نہیں۔ جیسی کونسلیں بن رہی ہیں ان کے لئے رانی صاحبہ ہی زیادہ موزوں ہیں۔

www.urduchannel.in

اُدھر میدان میں مہتا کی ٹیم کمزور پڑتی جاتی تھی۔ نصف سے زیادہ کھلاڑی مر چکے تھے۔ مہتا نے اپنی زندگی میں کبھی کبڈی نہ کھیلی تھی۔ مرزا اس فن میں استاد تھے۔ مرزا کی تعطیلیں، ناٹک کی مشق میں گذرتی تھیں، بھیس بنانے میں وہ اچھے اچھوں کو متعجب کر دیتے تھے۔ مرزا کی ساری دلچسپی اکھاڑے میں تھی، پہلوانوں کے بھی اور پریوں کے بھی!"

مالتی کا دھیان اُدھر ہی لگا ہوا تھا۔ اٹھ کر رائے صاحب سے بولی "مہتا کی پارٹی تو بُری طرح پٹ رہی ہے۔"

رائے صاحب اور کھنّا میں بیمے کی باتیں ہو رہی تھیں۔ رائے صاحب اس سے اکتائے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ مالتی نے انھیں گویا گلو خلاصی دیدی اٹھ کر بولے "جی ہاں، پٹ تو رہی ہے۔ مرزا پکا کھلاڑی ہے۔"

"مہتا کو یہ کیا سنک سوجھی۔ مفت اپنی بھد کرا رہا ہے۔"

"اس میں کاہے کی بھد۔ دل لگی ہی تو ہے۔"

"مہتا کی طرف سے جو باہر نکلتا ہے وہی مر جاتا ہے۔"

"ایک لمحہ بعد اس نے پوچھا: "کیا اس کھیل میں ہاف ٹائم نہیں ہوتا"

کھنّا کو شرارت سوجھی بولے: "آپ چلے تھے مرزا سے مقابلہ کرنے، سمجھے تھے کہ یہ بھی فلسفہ ہے۔"

"میں پوچھتی ہوں اس کھیل میں ہاف ٹائم نہیں ہوتا؟"

کھنّا نے پھر چڑھایا: "اب کھیل ہی ختم ہوا جاتا ہے۔ مزہ آئے گا جب مرزا صاحب مہتا کو دبوچ کر رگڑیں گے اور مہتا صاحب چیں بولیں گے۔"

"میں تم سے نہیں پوچھتی، رائے صاحب سے پوچھتی ہوں۔"

رائے صاحب بولے: "اس کھیل میں کیسا ہاف ٹائم؟ ایک ہی ایک آدمی

www.urduchannel.in

تو سامنے آتا ہی۔"

"اچھا مہتا کا ایک آدمی اور مر گیا۔"

کھنّا بولے: "آپ دیکھتی رہئے۔ اسی طرح سب مر جائیں گے۔ اور آخر میں مہتا صاحب بھی مریں گے۔"

مالتی جل گئی: "آپ کی تو ہمت نہ پڑی باہر نکلنے کی۔"

"میں دیہاتی کھیل نہیں کھیلتا۔ میرے لئے ٹینس ہی۔"

"ٹینس میں بھی میں تمھیں سینکڑوں گیم دے چکی ہوں۔"

"آپ سے جیتنے کا دعویٰ ہی کب ہی؟"

"اگر دعویٰ ہو تو میں تیار ہوں۔"

مالتی انھیں پھٹکار بتا کر پھر اپنی جگہ پر آ بیٹھی۔ کسی کو مہتا سے ہمدردی نہیں ہی۔ کوئی صاحب یہ نہیں کہتے کہ اب کھیل ختم کر دیا جائے۔ مہتا بھی عجیب احمق آدمی ہیں کچھ دھاندلی کیوں نہیں کر بیٹھتے؟ یہاں بھی اپنی انصاف پسندی دکھا رہی ہیں۔ ابھی ہار کر لوٹیں گے تو چاروں طرف سے تالیاں پڑیں گی۔ اب شاید بیس آدمی اور ان کی طرف ہوں گے، اور لوگ کتنے خوش ہو رہی ہیں!۔

جوں جوں خاتمہ قریب آتا جاتا تھا، لوگ بیتاب ہوتے جاتے اور پالی کی طرف بڑھتے جاتے تھے۔ رسّی کا جو ایک کٹگھرا سا بنایا گیا تھا وہ توڑ دیا گیا۔ والنیٹر روکنے کی کوشش کر رہی تھے مگر اس شوق کے نشے میں ان کی ایک بھی نہ چلتی تھی حتیٰ کہ بڑھاؤ آخری حد تک آ پہنچا اور مہتا تنہا بچ گئے۔ اب انھیں گونگے کا پارٹ کھیلنا پڑے گا۔ اب سارا دار و مدار ان ہی پر ہی اگر وہ بچ کر اپنی پالی میں لوٹ آتے ہیں تو ان کی پارٹی کی خیر ہی۔ ورنہ شکست کی ساری ذلّت و ندامت لئے ہوئے انھیں لوٹنا پڑتا ہی۔ وہ دوسری طرف کے جتنے آدمیوں کو چھو کر اپنی پالی میں

www.urduchannel.in

آئیں گے وہ سب مرجائیں گے اور لتنے ہی آدمی ان کی طرف جی اٹھیں گے۔ سب کی آنکھیں مہتا پر لگی ہوئی تھیں وہ مہتا چلے! لوگوں نے چاروں طرف سے آکر بالی کو گھیر لیا۔ انتہائی محویت تھی۔ مہتا کتنے اطمینان سے دشمنوں کی طرف جا رہے ہیں ان کی ہر حرکت لوگوں پر منعکس ہوتی جاتی ہے۔ کسی کی گردن ٹیڑھی ہوئی جاتی ہے۔ تو کوئی آگے جھکا پڑتا ہے۔ فضا گرم ہو گئی ہے۔ پارہ حرارت کے انتہائی نقطے تک پہنچ گیا ہے۔ مہتا مخالف جماعت میں داخل ہوئے وہ جماعت پیچھے ہٹتی جاتی ہے ان کا سنگٹھن اتنا مضبوط ہے کہ مہتا کی پکڑ میں کوئی نہیں آرہا ہے۔ بہتوں کو جو امید تھی کہ مہتا کم سے کم اپنی پارٹی کے دس پانچ آدمیوں کو جلا ہی دیں گے وہ مایوس ہوتے جا رہے ہیں۔"

دفعتاً مرزا ایک چھلانگ مارتے ہیں اور مہتا کی کمر پکڑ لیتے ہیں۔ مہتا اپنے چھڑانے کے لئے زور لگا رہے ہیں۔ مرزا کو بالی کی طرف کھینچے لئے آرہے ہیں۔ لوگ پاگل ہو جاتے ہیں۔ اب اس کا پتہ چلنا مشکل ہے کہ کون کھلاڑی ہے اور کون تماشائی سب ایک میں مل جل گئے ہیں، مرزا اور مہتا میں کشتی ہو رہی ہے۔ مرزا کے کئی بڈھے مہتا کی طرف لپکے اور ان سے لپٹ گئے۔ مہتا زمین پر چپ چاپ پڑے ہوئے ہیں۔ اگر وہ کسی طرح کھینچ کر دو ہاتھ اور بڑھ جائیں تو ان کے پچاسوں آدمی جی اٹھتے ہیں مگر وہ ایک انچ بھی نہیں کھسک سکتے۔ مرزا ان کی گردن پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ مرزا کا چہرہ سرخ ہو رہا ہے، آنکھیں بیر بہوٹی بنی ہوئی ہیں پسینہ ٹپک رہا ہے۔ اور مرزا اپنے موٹے جسم کا بوجھ لئے ہوئے ان کی پیٹھ پر اچک رہے ہیں۔ مالتی نے قریب جا کر جوش میں کہا "مرزا خورشید یہ فیئر نہیں ہے، بازی ڈران رہی۔

خورشید نے مہتا کی گردن پر ایک رگڑا لگا کر کہا "جب تک یہ چیں نہ بولیں گے میں ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ کیوں نہیں چیں بولتے؟"

www.urduchannel.in

مالتی اور آگے بڑھی "چیں بلانے کے لئے آپ اتنا جبر نہیں کر سکتے۔"

مرزا نے مہتا کی پیٹھ پر اچھل کر کہا "بیشک کر سکتا ہوں۔ آپ ان سے کہہ دیں کہ چیں بولیں، میں ابھی اٹھا جاتا ہوں۔"

مہتا نے ایک بار پھر اٹھنے کی کوشش کی مگر مرزا نے ان کی گردن دبا دی

مالتی نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کھینچنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "یہ کھیل نہیں دشمنی ہے۔"

"دشمنی ہی سہی۔"

"آپ نہ چھوڑیں گے؟"

اُسی وقت جیسے کوئی زلزلہ آگیا۔ مرزا صاحب زمین پر پڑے ہوئے تھے اور مہتا دوڑے ہوئے پالی کی طرف بھاگے جا رہے تھے اور ہزاروں آدمی پاگلو کی طرح ٹوپیاں، پگڑیاں اور چھڑیاں اچھال رہے تھے۔ کیسے یہ کایا پلٹ ہوئی، کوئی نہ سمجھ سکا۔

مرزا نے مہتا کو گود میں اٹھا لیا اور لئے ہوئے شامیانے تک آئے۔ ہر شخص کی زبان پر یہ الفاظ تھے "ڈاکٹر صاحب نے بازی مار لی" اور ہر شخص اس ہاری ہوئی بازی کے ایکبارگی پلٹ جانے پر متعجب تھا۔ سب ہی مہتا کے جیوٹ اور دم اور استقلال کی تعریف کر رہے تھے۔

مزدوروں کے لئے پہلے ہی سے نارنگیاں منگا لی گئی تھیں انھیں ایک ایک نارنگی دے کر رخصت کیا گیا۔ شامیانے میں مہمانوں کے چائے پانی کا انتظام تھا۔ مہتا اور مرزا ایک ہی میز پر آمنے سامنے بیٹھے مالتی مہتا کے پاس بیٹھی۔

مہتا نے کہا "مجھے آج ایک نیا تجربہ ہوا۔ عورت کی ہمدردی ہار کو جیت بنا سکتی ہے۔"

مرزا نے مالتی کی طرف دیکھا "اچھا یہ بات تھی! جب ہی تو مجھے حیرت ہو رہی تھی۔"

www.urduchannel.in

کہ آپ یکایک اوپر کیسے آ گئے۔"

مالتی شرم سے سرخ ہوئی جاتی تھی، بولی: "آپ بڑے بے مروّت آدمی ہیں مرزا جی، مجھے آج معلوم ہوا۔"

"قصور ان کا تھا۔ یہ کیوں میں نہیں بولتے تھے۔"

"میں تو میں نہ بولتا چاہی آپ میری جان ہی لے لیتے۔"

کچھ دیر دوستوں میں غپ شپ ہوتی رہی۔ پھر شکریہ اور مبارک باد کی تقریریں ہوئیں اور مہمان رخصت ہوئے۔ مالتی کو بھی ایک مریض کے یہاں جانا تھا پس وہ بھی چلی گئی۔ صرف مرزا اور مہتا رہ گئے۔ انھیں ابھی نہانا تھا۔ مٹی میں لت پت ہو رہے تھے۔ کپڑے کیسے پہنتے؟ گوبر پانی کھینچ لایا اور دونوں نہانے لگے۔

مرزا نے پوچھا: "شادی کب تک ہوگی؟"

مہتا نے حیرت سے پوچھا: "کس کی؟"

"آپ کی۔"

"میری شادی کس کے ساتھ؟"

"واہ آپ تو ایسا اڑ رہے ہیں گویا یہ بھی کوئی چھپانے کی بات ہے۔"

"نہیں نہیں، میں سچ کہتا ہوں کہ مجھے بالکل خبر نہیں ہے۔ کیا میری شادی ہونے جا رہی ہے۔"

"اور آپ کیا سمجھتے ہیں کہ مس مالتی آپ کی رفیق بن کر رہیں گی۔"

مہتا متانت سے بولے: "آپ کا قیاس بالکل غلط ہے۔ مرزا جی! مس مالتی خوبصورت ہیں، خوش مزاج ہیں۔ سمجھدار ہیں، روشن خیال ہیں۔ اور بھی ان میں کتنی ہی خوبیاں ہیں۔ مگر میں اپنی زندگی کی رفیقہ میں جو بات دیکھنا چاہتا ہوں وہ

www.urduchannel.in

ان میں نہیں ہے اور نہ شاید ہو سکتی ہے۔ میرے ذہن میں عورت وفا اور ایثار کی مورت ہے جو اپنی بے زبانی اور اپنی قربانی سے اپنے کو بالکل مٹا کر شوہر کی روح کا ایک جزو بن جاتی ہے۔ قالب مرد کا رہتا ہے مگر جان عورت کی ہوا کرتی ہے۔ آپ کہیں گے کہ مرد اپنے کو کیوں نہیں مٹاتا عورت ہی سے کیوں یہ امید کرتا ہے۔ مرد میں وہ سکت ہی نہیں ہے۔ وہ اپنے کو مٹائے گا تو کچھ نہ رہ جائے گا۔ وہ کسی گپھا میں جا بیٹھے گا اور وصال حق کا خواب دیکھنے لگے گا اس میں جلال کی زیادتی ہے اور وہ اپنے گھمنڈ میں یہ سمجھ کر کہ وہ عقل کا پتلا ہے، سیدھا خدا میں جذب ہو جانے کا تصور کیا کرتا ہے عورت زمین کی طرح صبر و سکون اور برداشت والی ہے۔ مرد میں عورت کے اوصاف آجاتے ہیں تو وہ مہاتما بن جاتا ہے اور عورت میں مرد کے گن آجاتے ہیں تو وہ بدکار بن جاتی ہے۔ مرد راغب ہوتا ہے اس عورت کی طرف جو بہمہ وجوہ مکمل ہو۔ مالتی نے ابھی مجھے راغب نہیں کیا۔ میں آپ سے کن الفاظ میں کہوں کہ عورت میری نگاہوں میں کیا ہے دنیا میں جو کچھ خوبصورت ہے اُسی کے مجسّمہ کو میں عورت کہتا ہوں میں اس سے یہ امید رکھتا ہوں کہ میں اسے مار ڈالوں تو اس کے دل میں بدی کا خیال تک نہ آئے۔ اگر میں اس کی آنکھوں کے سامنے کسی عورت کو پیار کروں تو بھی وہ حسد نہ کرے۔ ایسی عورت پا کر میں اس کے قدموں پر گر پڑوں گا اور اس پر اپنے آپ کو نچھاور کر دوں گا۔

مرزا نے سر ہلا کر کہا: "ایسی عورت آپ کو اس دنیا میں تو شاید ہی ملے۔"

مہتا نے ہاتھ مار کر کہا: "ایک نہیں ہزاروں! ورنہ دنیا ویران ہو جاتی۔"

"ایسی ایک ہی مثال دیجئے۔"

"مسز کھنّا ہی کو لیجئے۔"

"لیکن کھنّا۔"

www.urduchannel.in

کھنّا بدنصیب ہیں جو ہیرا پاکر اسے کانچ کا ٹکڑا سمجھ رہے ہیں۔ سوچیے کتنا ایثار ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی کتنی محبت ہے۔ کھنّا کے صورت پرست دل میں شاید اس کے لئے ذرا بھی جگہ نہیں ہے مگر آج کھنّا پر کوئی آفت آجائے تو وہ خود کو ان پر قربان کر دے گی۔ کھنّا آج اندھے یا کوڑھی ہو جائیں تو بھی اس کی وفاداری میں فرق نہ آئے گا۔ ابھی کھنّا اس کی قدر نہیں کر رہے ہیں۔ مگر آپ دیکھیں گے کہ ایک دن وہ اس کے پیر دھو دھو کر پئیں گے۔ میں ایسی بیوی نہیں چاہتا جس سے میں پروفیسر آئینسٹین کے اصولوں پر بحث کر سکوں یا جو میری کتابوں کے پروف دیکھا کرے میں ایسی عورت چاہتا ہوں جو میری زندگی کو پاک اور روشن بنا دے۔ اپنی محبّت اور قربانی سے۔"

خورشید نے ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے جیسے کوئی بھولی بات یاد کرکے کہا: "آپ کا خیال بہت درست ہے مسٹر مہتا۔ ایسی عورت اگر کہیں مل جائے تو میں بھی شادی کر لوں، مگر امید نہیں ہے کہ مجھے ملے۔"

مہتا نے ہنس کر کہا: "آپ بھی کھوج میں رہیے اور میں بھی ہوں شاید قسمت جاگ اٹھے۔"

"مگر مس مالتی آپ کو چھوڑنے والی نہیں ہیں کہیے لکھ دوں۔"

"ایسی عورتوں سے میں صرف دل بہلاؤ کر سکتا ہوں، بیاہ نہیں، بیاہ تو خود کو سراپا نذر کر دینا ہے۔"

"اگر بیاہ یہی ہے تو محبت کیا ہے۔"

محبت جب اسی نذر کی صورت پکڑ لیتی ہے۔ جب ہی بیاہ ہے اور اس کے قبل عیّاشی ہے۔"

مہتا نے کپڑے پہنے اور رخصت ہو گئے۔ شام ہو گئی تھی۔ مرزا نے

www.urduchannel.in

جا کر دیکھا تو گوبر ابھی تک پیڑوں کو سینچ رہا تھا۔ مرزا نے خوش ہو کر کہا: "جاؤ اب تمھاری چھٹی ہے۔ کل پھر آؤ گے؟"

گوبر نے عاجزی سے کہا: "میں کہیں نوکری کرنا چاہتا ہوں مالک!"

"نوکری کرنا ہے تو ہم تجھے رکھ لیں گے۔"

"کتنا ملے گا مالک؟"

"جتنا تو مانگے۔"

"میں کیا مانگوں، آپ جو چاہیں دے دیں۔"

"ہم تمھیں پندرہ روپئے دیں گے اور خوب کس کر کام لیں گے۔"

گوبر محنت سے نہیں ڈرتا۔ اسے روپئے ملیں تو آٹھوں پہر کام کرنے کو تیار ہے۔ پندرہ روپئے ملیں تو کیا پوچھنا وہ تو جان بھی دے دے گا۔ بولا۔

"میرے لئے ایک کوٹھری مل جائے تو وہیں پڑا رہوں گا۔"

"ہاں۔ ہاں، جگہ کا انتظام میں کر دوں گا۔ اسی جھونپڑے میں ایک طرف تم بھی پڑے رہنا۔"

گوبر کو جیسے بیکنٹھ مل گیا۔

www.urduchannel.in

(۱۴)

ہوری کی پوری فصل جرمانے کی نذر ہو چکی ہے۔ بیاکھ تو کسی طرح کٹ گیا مگر جیٹھ لگتے لگتے گھر میں غلے کا ایک دانہ نہ رہا۔ پانچ پانچ آدمی کھانے والے اور گھر میں غلہ ندارد۔ دونوں وقت نہ ملے تو ایک وقت تو ملنا ہی چاہیئے۔ پیٹ بھر نہ ملے تو آدھا پیٹ سہی۔ فاقے سے کوئی کتنے دن رہ سکتا ہے۔ ادھار لے تو کس سے؟ گاؤں کے سب ہی چھوٹے بڑے مہاجنوں سے تو منھ چرانا پڑتا تھا مزدوری بھی کرے تو کس کی؟ جیٹھ میں تو اپنا ہی کام ڈھیروں تھا۔ ایکھ میں پانی لگا ہوا تھا مگر خالی پیٹ محنت بھی کیسے ہو۔

شام ہو گئی تھی۔ چھوٹا بچہ رو رہا ہے۔ ماں کو کھانا نہ ملے تو دودھ کہاں سے ہو؟ سونا یہ سب بات سمجھتی تھی مگر روپا کیا سمجھے؟ بار بار روتی چلا رہی تھی۔ دن بھر تو کچی آمیوں سے جی بہلا مگر اب تو کوئی ٹھوس چیز چاہیئے۔ ہوری دولاری سیٹھانی سے اناج ادھار مانگنے گیا تھا مگر وہ دوکان بند کر کے بازار چلی گئی تھی۔ منگرو ساہ نے صرف انکار ہی نہیں کیا بلکہ ڈانٹ بھی بتائی "ادھار مانگنے چلے ہیں۔ تین سال سے دھیلا بیاج نہیں دیا۔ اس پر ادھار دیئے جاؤ۔ اب دوسرے جنم میں دیں گے! کھوٹی نیت ہو جاتی ہے تو یہی حال ہوتا ہے بھگوان سے بھی یہ کھوٹائی نہیں دیکھی جاتی۔ کارندے کی ڈانٹ پڑی تو کیسے چپکے سے روپئے اگل دئے۔ میرا روپیہ تو روپیہ ہی نہیں ہے۔ اور گھر والی ہے تو اس کا مجاج (مزاج) ہی نہیں ملتا۔"

وہاں سے آبدیدہ ہو کر لوٹا اور اداس بیٹھا ہوا تھا کہ پنیا آگ لینے آئی

www.urduchannel.in

رسوئی کے وقت دروازے پر جاکر دیکھا تو اندھیرا پڑا ہوا تھا۔ بولی: "آج روٹی نہیں بنا رہی ہو کیا بھابی جی؟ اب تو بیرا (وقت) ہو گئی ہے۔"

جب سے گوبر بھاگا تھا، پنیا اور دھنیا میں بول چال ہو گئی۔ پنیا ہوری کا احسان بھی ماننے لگی تھی۔ ہیرا کو اب وہ گالیاں دیتی تھی: "ہتیارا گئو ہتیا کر کے بھاگا۔ منہ میں کالکھ لگی ہے۔ گھر کیسے آوے؟ اور آوے بھی تو گھر میں پانوں نہ رکھنے دوں گی۔ گئو ہتیا کر کے اسے لاج بھی نہ آئی۔ بہت اچھا ہوتا کہ پولس باندھ کر لے جاتی اور چکی پسواتی۔"

دھنیا کوئی حیلہ نہ کر سکی بولی: "روٹی کہاں سے بنے گھر میں دانہ تو ہے ہی نہیں۔ تیرے مہتو نے برادری کا پیٹ بھر دیا، بال بچے مریں یا جئیں۔ اب برادری جھانکتی تک نہیں۔"

پنیا کی فصل اچھی ہوئی تھی اور وہ مانتی تھی کہ یہ ہوری کی بدولت ہے ہیرا کے ہاتھوں کبھی اتنی برکت نہ ہوئی تھی بولی: "اناج میرے گھر سے کیوں نہیں منگوا لیا وہ بھی تو مہتو کی کمائی ہے کہ کسی اور کی؟ سکھ کے دن آدمی تو لڑ لیتا ہے دکھ تو ساتھ رونے ہی سے کٹتا ہے۔ میں کیا ایسی اندھی ہوں کہ آدمی کا دل نہیں پہچانتی؟ "مہتو نے نہ سنبھالا ہوتا تو آج مجھے کہاں ٹھکانا تھا؟ وہ الٹے پانوں لوٹی اور سونا کو بھی ساتھ لیتی گئی۔ ایک لمحے میں دو بڑے ٹوکرے اناج سے بھرے ہوئے لاکر آنگن میں رکھ دئے۔ دو من سے کم جو نہ تھا۔ دھنیا ابھی کچھ کہنے نہ پائی تھی کہ وہ پھر چل دی اور لمحہ بھر میں ایک بڑی سی ٹوکری ارہر کی دال سے بھری ہوئی لاکر رکھ دی اور بولی: "چلو میں چولھا جلائے دیتی ہوں۔"

دھنیا نے دیکھا تو جھکے اوپر ایک چھوٹی سی ڈلیا میں چار پانچ سیر آٹا بھی تھا۔ آج زندگی میں پہلی مرتبہ وہ مغلوب ہوئی۔ آنکھوں میں محبت اور شکریے

www.urduchannel.in

کے آنسو بھر کر بولی: "سب کا سب اٹھا لائی کہ گھر میں بھی کچھ چھوڑا؟ کہیں بھاگا جاتا تھا" آنگن میں بچہ کھٹولے پر پڑا رو رہا تھا۔ پنیا اسے گود میں لے کر دلار کرتی ہوئی بولی: "تمھاری دیا سے ابھی بہت ہے بھابی جی! پندرہ من تو جَو ہوا اور دس من گیہوں اور پانچ من مٹر، کیا چھپانا؟ دونوں گھروں کا کام چل جائے گا۔ دو تین مہینے میں پھر مکا ہو جائے گی۔ آگے بھگوان مالک ہیں۔"

جھنیا نے آکر آنچل سے چھوٹی ساس کے چرن چھوئے۔ پنیا نے آسیس دی۔ سونا آگ جلانے چلی اور روپا نے پانی کے لئے گھڑا اٹھایا۔ رکی ہوئی گاڑی چل پڑی۔ پانی میں رکاوٹ کے سبب جو بھنور تھی، جھاگ تھا، شور تھا، بہاؤ کی تیزی تھی، وہ رکاوٹ ہٹ جانے سے آہستہ آہستہ میٹھے راگ کے ساتھ برابر ہو کر بہ چلا!

پنیا بولی: "مہتو کو ڈانڑ باندھ دینے کی ایسی جلدی کیا پڑی تھی؟"

دھنیا نے کہا: "برادری میں اجاگر کیسے ہوتے۔"

"بھابی! برا نہ مانو تو ایک بات کہوں۔"

"کہہ، برا کیوں مانوں گی؟"

"نہ کہوں گی، کہیں تم بگڑنے نہ لگو۔"

"کہتی ہوں کہ کچھ نہ بولوں گی، کہہ تو۔"

"تمھیں جھنیا کو گھر میں نہ رکھنا چاہیئے تھا۔"

"تب کیا کرتی؟ وہ ڈوبی مرتی تھی۔"

"میرے گھر میں رکھ دیتیں، تب تو کوئی کچھ نہ کہتا۔"

"یہ تو تو آج کہتی ہے۔ اس دن بھیج دیتی تو جھاڑو لے کر دوڑتی۔"

"اتنے کھرچ (خرچ) میں تو گوبر کا بیاہ ہو جاتا۔"

www.urduchannel.in

"ہونہار کو کون ٹال سکتا ہے، پگلی؟ ابھی اتنے ہی سے گلا نہیں چھوٹا۔ بھولا اب اپنی گائے کے دام مانگ رہا ہے۔ تب تو گائے دی تھی کہ میری سگائی کہیں کرادو، اب کہتا ہے کہ مجھے سگائی نہیں کرنی، میرے روپئے دے دو۔ اس کے دونوں بیٹے لاٹھی لئے گھومتے ہیں۔ ہمارے کون بیٹھا ہے جو ان سے لڑے؟ اس ستیاناسی گائے نے تو آکر گھر ہی چوپٹ کر دیا۔"

کچھ اور باتیں کر کے پنیا آگ لے کر چلی گئی۔ ہوری سب کچھ دیکھ رہا تھا اندر آکر بولا: "پنیا دل کی ساپھ (صاف) ہے۔"

"ہیرا بھی تو دل کا ساپھ تھا؟"

دھنیا نے اناج تو رکھ لیا تھا مگر دل میں نادم ہو رہی تھی۔ یہ دنوں کا پھیر ہے کہ آج اسے یوں نیچا دیکھنا پڑا۔"

تو کسی کا اُپکار نہیں مانتی، یہی تجھ میں بُرائی ہے۔

اپکار کیوں مانوں؟ میرا آدمی اس کے گرستی کے پیچھے جان نہیں دے رہا ہے؟ پھر میں نے دان تھوڑے ہی لیا ہے۔ ایک ایک دانہ بھر دوں گی۔"

مگر پنیا اپنی جٹھانی کے خیالات سمجھ کر بھی ہوری کے احسان کا بدلا چکاتی جاتی تھی۔ جب یہاں اناج ختم ہو جاتا تو من دو من دے جاتی۔ مگر جب چوما آگیا اور برکھا نہ ہوئی تو مسئلہ بہت پیچیدہ ہو گیا۔ ساون کا مہینہ آگیا تھا اور چاروں طرف بگولے اٹھ رہے تھے۔ کنوؤں کا پانی بھی سوکھ گیا تھا اور اکھ دھوپ سے جلی جاتی تھی۔ ندی میں تھوڑا تھوڑا پانی ملتا تھا مگر اس کے لئے آئے دن لاٹھیاں نکلتی رہتی تھیں۔ یہاں تک کہ ندی نے بھی جواب دے دیا۔ جگہ جگہ چوریاں ہونے لگیں اور ڈاکے پڑنے لگے۔ علاقے بھر میں کہرام مچ گیا۔ آخر خیریت ہوئی کہ بھادوں میں پانی برس پڑا۔ اور کسانوں کے دل ہرے ہو گئے۔ کتنی

www.urduchannel.in

خوشی تھی اس دن! پیاسی زمین گویا آسودہ ہی نہ ہوئی تھی اور پیاسے کسان اس طرح اچھل رہے تھے گویا پانی نہیں، اشرفیاں برس رہی ہیں۔ سمیٹ لو جتنا سمیٹتے بنے! کھیتوں میں جہاں بگولے اٹھتے تھے وہاں ہل چلنے لگے لڑکے گھروں سے نکل نکل کر تالابوں اور گڑھیوں کا معائنہ کر رہے تھے۔ اوہو! تالاب تو آدھا بھر گیا اور وہاں سے گڑھیا کی طرف دوڑے۔

مگر اب کتنا ہی پانی برسے ایکھ تو ختم ہو گئی۔ ہاتھ ہاتھ بھر کی ہو کر رہ جائیگی۔ مکا، جُوار اور کودوں سے لگان تھوڑے ہی چکے گا؟ مہاجن کا پیٹ تھوڑے ہی بھرا جائے گا؟ ہاں مویشیوں کے لئے چارہ ہو گیا۔ اور آدمی جی گیا۔

جب ماگھ گذر گیا اور بھولا کے روپئے نہ ملے تو ایک روز وہ جھلّایا ہوا ہوری کے گھر آدھمکا اور بولا "یہی ہے تمہارا وعدہ؟ اسی منہ سے تم نے اوکھ پیل کر میرے روپئے دینے کا بچن (قول دیا) تھا؟ اب تو اوکھ پیل چکے، لاؤ روپئے میرے ہاتھ میں"

ہوری جب اپنی بپتا سنا کر اور منّت و سماجت کر کے ہار گیا اور بھولا دروازے سے نہ ہٹا تو اس نے جھنجلا کر کہا "تو مہتو ابھی تو میرے پاس روپئے نہیں ہیں اور نہ مجھے کہیں ادھار مل سکتے ہیں۔ میں کہاں سے لاؤں؟ دانے دانے کی تنگی ہو رہی ہے۔ بسواس نہ ہو تو گھر میں جا کر دیکھ لو۔ جو کچھ ملے اٹھا لے جاؤ۔"

بھولا نے بے مروتی سے کہا "میں تمہارے گھر میں کیوں تلاشی لینے جاؤں اور نہ مجھے اس سے واسطہ ہے کہ تمہارے پاس روپئے ہیں کہ نہیں۔ تم نے اوکھ پیل کر روپئے دینے کہا تھا اور اوکھ پیل چکے تو اب میرے روپئے میرے حوالے کر دو۔"

"تو پھر جو کہو وہ کروں"

www.urduchannel.in

"میں کیا کہوں؟"

"میں تم ہی پر چھوڑتا ہوں۔"

"میں تمھارے دونوں بیل کھول لے جاؤں گا۔"

ہوری نے اس کی طرف حیرت سے دیکھا گویا اپنے کانوں پر یقین نہ آیا ہو۔ پھر سر جھکا کر رہ گیا۔ بھولا کیا اسے بھکاری بنا کر چھوڑ دینا چاہتا ہے؟ دونوں بیل چلے گئے تب تو اس کے دونوں ہاتھ ہی کٹ جائیں گے۔ عاجزی سے بولا: دونوں بیل لے لوگے تو میرا تو سب سواہا ہو جائے گا۔ اگر تمھارا دھرم یہی کہتا ہے تو کھول لے جاؤ۔"

"تمھارے بننے بگڑنے کی مجھے پرواہ نہیں ہے۔ مجھے تو اپنے روپئے چاہئیں۔"

"اور جو میں کہہ دوں کہ میں نے روپئے دیدیئے۔"

بھولا سناٹے میں آگیا اسے بھی اپنے کانوں پر اعتبار نہ ہوا۔ ہوری اتنی بڑی بے ایمانی کر سکتا ہے، یہ ممکن نہیں۔ تیز ہو کر بولا: اگر تم ہاتھ میں گنگا جلی لیکر کہہ دو کہ میں نے روپیہ دے دیا تو صبر کر لوں گا۔"

"کہنے کا من تو چاہتا ہے، مرتا کیا نہ کرتا، پر کہوں گا نہیں۔"

"ہاں بھیا میں نہیں کہہ سکتا۔ ہنسی کر رہا تھا۔"

ایک لمحے تک وہ دبدھے میں پڑا رہا پھر بولا: تم مجھ سے اتنا بیر کیوں پال رہے ہو، بھولا بھائی؟ جھنیا میرے گھر میں آگئی تو مجھے کون سا بیکنٹھ مل گیا لڑکا الگ ہاتھ سے گیا، دو سو روپیہ ڈنڈ الگ سے بھرنا پڑا، میں تو کہیں کا نہ رہا۔ اور اب تم بھی میری جڑ کھود رہے ہو۔ رام جانتے ہیں، میں بالکل نہ جانتا تھا کہ لونڈا کیا کر رہا ہے۔ میں تو سمجھتا تھا کہ گانا سننے جاتا ہوگا۔ مجھے تو اس دن پتہ چلا جب آدھی رات کو جھنیا گھر میں آگئی۔ اُس بکھت (وقت) میں گھر

www.urduchannel.in

میں نہ رکھتا تو سوچو کہاں جاتی۔ کس کی ہو کر رہتی۔"

جھنیا بڈھے کے دروازے پر چھپ کر کھڑی ہوئی یہ باتیں سن رہی تھی باپ کو اب وہ باپ نہیں " بیری سمجھتی تھی۔ ڈری کہ کہیں ہوری بیلوں کو دے نہ دیں جا کر روپا سے بولی " اماں کو جلدی بلا لا، کہنا کہ بڑا کام ہے دیر نہ کرو۔"

دھنیا کھیت میں گوبر پھینکنے گئی تھی۔ بہو کا سندیسہ سنا تو آکر بولی۔

" کاہے کو بلایا ہے۔ بہو میں تو گھبرا گئی۔"

" کاکا کو تم نے دیکھا ہے نا۔"

" ہاں دیکھا ہے، کسائی (قصائی) کی طرح باہر بیٹھا ہوا ہے۔ میں تو بولی ہی نہیں۔"

" ہمارے دونوں بیل مانگ رہے ہیں دادا سے۔"

" دھنیا کے پیٹ کی آنتیں اندر سمٹ گئیں بولی۔" دونوں مانگ رہے ہیں!"

" ہاں کہتے ہیں کہ یا تو ہمارا روپیہ دو یا دونوں بیل کھول لے جائیں گے۔"

" تیرے دادا نے کیا کہا؟"

" انھوں نے کہا کہ تمھارا دھرم کہتا ہے تو کھول لے جاؤ۔"

" تو کھول لے جائے، پر اسی دوار سے پر آکر بھیک نہ مانگیں تو میرے نام پر تھوک دینا۔ ہمارے لہو سے اس کی چھاتی ٹھنڈی ہو تو ٹھنڈی کر لے۔

وہ اسی طیش میں باہر آکر ہوری سے بولی۔" مہتو دونوں بیل مانگ رہے ہیں۔ تو دے کیوں نہیں دیتے؟ ان کا پیٹ بھرے، ہمارے رام مالک ہیں ہمارے ہاتھ تو نہیں کاٹ لیں گے؟ اب تک اپنی مجوری کرتے تھے اب دوسری کی مجوری کریں گے۔ بھگوان کی مرجی (مرضی) ہوگی تو پھر بیل بدھیا ہو جائیں گے۔ اور مجوری ہی کرتے رہے تو کون برائی ہے؟ سوکھا پالا اور لگان کا بوجھ تو نہ رہے گا۔ میں جانتی تھی کہ یہ ہمارے بیری ہیں نہیں تو گائے لے کر اپنے سر پر بلا لئے کیوں

www.urduchannel.in

باندھی۔ اس نگوڑی کا تو را(قدم رکھنا) جس دن سے آیا گھر تہس نہس ہو گیا۔"

بھولا نے اب تک جس ہتھیار کو چھپا رکھا تھا اب اسے نکالنے کا وقت آ گیا اسے یقین ہو گیا کہ بیلوں کے سوا ان سب کے پاس اور کوئی سہارا نہیں کہ بیلوں کو بچانے کے لئے یہ لوگ سب کچھ کرنے پر تیار ہو جائیں گے۔ اچھے نشانے باز کی طرح دل کو ٹھہرا کر بولا۔" اگر تم چاہتے ہو کہ ہماری بے اجتی (بے عزتی) ہو اور تم چین سے بیٹھو تو یہ نہ ہو گا۔ تم اپنی سو دو سو کو روتے ہو اور یہاں لاکھ روپئے کی آبرو بگڑ گئی۔ تمھاری کسل اسی میں ہے کہ جھنیا کو گھر میں رکھا تھا ویسے ہی اسے گھر سے نکال دو۔ پھر نہ تو ہم بیل مانگیں گے اور نہ گائے کے دام لیں گے۔ اس نے ہماری ناک کٹوائی ہے تو میں بھی اسے ٹھوکریں کھاتے دیکھنا چاہتا ہوں وہ یہاں رانی بنی بیٹھی رہی اور ہم منہ میں کالکھ پوتے اس کے نام کو روتے رہیں، میں یہ نہیں دیکھ سکتا۔ وہ میری بیٹی ہے، میں نے اسے گود میں کھلایا ہے اور بھگوان ساکھی (گواہ) ہیں کہ میں نے اسے کبھی بیٹوں سے کم نہیں سمجھا، پر آج اسے بھیک مانگتے اور گھورے پر دانے چنتے دیکھ کر میری چھاتی ٹھنڈی ہو جائے گی جب باپ ہو کر میں نے اپنا دل اتنا کٹھور (سخت) بنا لیا ہے تب سوچو کہ میرے دل پر کتنی بڑی چوٹ پڑی ہو گی؟ اس منہ جلی نے سات پیڑھی کا نام ڈبا دیا اور تم اسی گھر میں رکھے ہوئے ہو، یہ میری چھاتی پر مونگ دلنا نہیں تو اور کیا ہے؟"

دھنیا نے جیسے پتھر کی لکیر کھینچتے ہوئے کہا۔" تو مہتو میری بھی سن لو جو بات تم چاہتے ہو وہ نہ ہو گی، سو جنم نہ ہو گی۔ جھنیا ہماری جان کے ساتھ ہے تم بیل ہی تو لے جانے کہتے ہو سو لے جاؤ۔ اگر اس سے تمھاری کٹی ہوئی ناک جڑتی ہو تو جوڑ لو، پرکھوں کی آبرو بچتی ہو تو بچا لو جھنیا سے برائی جرور (ضرور) ہوئی۔ جس دن اس نے میرے گھر میں پانوں رکھا میں جھاڑو لے کر مارنے

www.urduchannel.in

اٹھی تھی۔ مگر جب اس کی آنکھوں سے جھر جھر آنسو گرنے لگے تو مجھے اس پر ترس آ گیا۔ تم اب بوڑھے ہو گئے ہو مہتو، پر آج بھی تمھیں بیاہ کی دھن سوار ہے، پھر وہ تو ابھی بچہ ہے۔"

بھولا نے اپیل بھری آنکھوں سے ہوری کو دیکھا "سنتے ہو ہوری اس کی باتیں! اب میرا دوکھ (قصور) نہیں میں بنا بیل لئے نہ جاؤں گا۔

"ہوری نے استقلال سے کہا لے جاؤ۔"

"پھر رونا مت کہ میرے بیل کھول لئے گئے۔

"نہیں روؤں گا۔"

بھولا بیلوں کی رسیاں کھول ہی رہا تھا کہ جھنیا پیوند دار ساڑی پہنے اور بچے کو گود میں لئے نکل کر باہر آ گئی اور کانپتی ہوئی آواز میں بولی "کاکا لو میں اس گھر سے نکلی جاتی ہوں اور جیسا تم چاہتے ہو اسی طرح بھیک مانگ کر اپنا اور بچے کا پیٹ پالوں گی اور جب بھیک بھی نہ ملے گی تو کہیں ڈوب مروں گی۔"

"بھولا کھسیا کر بولا "دور ہو میرے سامنے سے! بھگوان نہ کرے کہ مجھے تیرا منہ دیکھنا پڑے، کلچھنی، کلنکنی کہیں کی! اب تیرے لئے ڈوب ہی مرنا ٹھیک ہے۔"

جھنیا نے اس کی طرف تاکا بھی نہیں اس میں وہ غصہ تھا جو خود کو نگل جانا چاہتا ہے، جس میں ہنسا، تشدد) نہیں، بلدان (قربانی) ہے۔ دھرتی اس وقت منہ کھول کر اسے نگل لیتی تو وہ اپنے آپ کو کتنا دھنیہ مانتی اُس نے آگے قدم بڑھایا۔

مگر وہ دو قدم بھی نہ گئی تھی کہ دھنیا نے دوڑ کر اسے پکڑ لیا اور سختی بھری محبت سے بولی "تو کہاں جاتی ہے بہو؟ چل گھر میں! یہ تیرا گھر ہے، ہمارے جیتے بھی اور ہمارے مرنے پر بھی۔ ڈوب مرے وہ جسے اپنی اولاد سے بیر ہو۔ اس

www.urduchannel.in

بھلے آدمی کو منہ سے ایسی بات نکالتے لاج بھی نہیں آتی۔ مجھ پر دھونس جماتا ہے۔ تیج باے جا بیلوں کا رکت (خون) پی......"

جھنیا روتی ہوئی بولی "اماں جب اپنا باپ ہو کے مجھے دھتکار رہا ہے تو مجھے ڈوب ہی مرنے دو۔ مجھ ابھاگنی کے کارن تو تمھیں دکھ ہی ملا۔ جب سے آئی، تمھارا گھر مٹی میں مل گیا۔ تم نے اتنے دن مجھے جس پریم سے رکھا ہے ماں بھی نہ رکھتی، بھگوان مجھے پھر جنم دیں تو تمھاری کوکھ (بطن) سے دیں یہی میری اچھا ہے۔"

دھنیا اسے اپنی طرف کھینچتی ہوئی بولی "وہ تیرا باپ نہیں ہے، تیرا بیری ہے ہتیارا۔ ماں ہوتی تو اسے درد ہوتا۔ کر سگائی، مہریا جوتوں سے نہ پیٹے تو پھر کہنا!"

جھنیا ساس کے پیچھے پیچھے گھر میں چلی گئی۔ ادھر بھولا نے جا کر دونوں بیلوں کو کھونٹوں سے کھولا اور ہانکتا ہوا گھر چلا جیسے کسی نیوتے میں آ کر پوریوں کے عوض جوتے پڑے ہوں۔ اب کر دکھیتی اور بجاؤ بنسی، میری بے اجتی (بے عزتی) کرنا چاہتے ہیں سب نہ جانے کب کی عداوت نکال رہے ہیں، نہیں تو ایسی لڑکی کو کون بھلا آدمی اپنے گھر میں رکھے گا؟ سب کے سب بے شرم ہو گئے ہیں، لونڈے کا کہیں بیاہ نہ ہوتا تھا اسی سے اور اس رانڈ جھنیا کی ڈھٹائی دیکھو کہ آ کر میرے آگے کھڑی ہو گئی۔ دوسری لڑکی ہوتی تو منہ نہ دکھاتی۔ آنکھ کا پانی مر گیا ہے۔ سب کے سب دشٹ اور مورکھ بھی ہیں۔ سمجھتے ہیں کہ جھنیا اب ہماری ہو گئی۔ یہ نہیں جانتے کہ جو اپنے باپ کے گھر نہ رہی وہ کسی کے گھر نہ رہے گی۔ بکھت (وقت) برا ہی نہیں تو بیچ بجار (بازار) میں اس چڑیل دھنیا کے جھونٹے پکڑ کر گھسیٹتا۔ مجھے کتنی گالیاں دیتی تھی۔

www.urduchannel.in

پھر اس نے دونوں بیلوں کو دیکھا۔ کتنے تیار ہیں۔ اچھی جوڑی ہے جہاں چاہوں سو روپے میں بیچ سکتا ہوں۔ میرے اسّی روپئے کھڑے ہو جائیں گے ابھی وہ گاؤں کے باہر بھی نہ نکلا تھا کہ پیچھے سے داتا دین، پٹیشوری، سوبھا اور دس بیس آدمی اور دوڑے آتے دکھائی دیئے۔ بھولا کا لہو سرد ہو گیا۔ اب فوجداری ہوئی بیل بھی چھن جائیں گے، مار بھی پڑے گی۔ وہ رک گیا کمر کس کر۔ کرنا ہی تو لڑ کر مرے گا۔"

داتا دین نے پاس جا کر کہا: "یہ تم نے کیا انرتھ کیا بھولا؟ ابھی آ اس کی بیل کھول لائے اور وہ کچھ بولا نہیں اسی سے تم سیر ہو گئے۔ سب لوگ اپنے اپنے کام میں لگے تھے کسی کو کھبر (خبر) بھی نہ ہوئی۔ ہوری نے تنک سا اسارہ کیا ہوتا تو تمہارا ایک ایک بال بن جاتا۔ بھلا چاہتے ہو تو لے چلو بیل! کچھ بھی بھلمنسی نہیں ہے تم میں۔"

پٹیشوری بولے: "یہ اس کے سیدھے پن کا پھل ہے۔ تمہارے روپے اس پر آتے ہیں تو جا کر دیوانی میں دعوئ کرو اور ڈگری کراؤ۔ بیل کھول لانے کا تمھیں کیا اکھتیار (اختیار) ہے۔ ابھی پھوجداری (فوجداری) میں دعوئ کر دے تو بندھے بندھے پھرو۔"

بھولا نے دب کر کہا: "تو لالہ صاحب ہم کچھ جبردستی (زبردستی) تھوڑے ہی کھول لائے ہوری نے آپ دئے۔"

پٹیشوری نے سوبھا سے کہا: "تم بیلوں کو لوٹا دو سوبھا! کسان اپنے بیل کھسی (خوشی) سے دے دے گا تو ہل میں ان کو جوتے گا۔"

بھولا بیلوں کے سامنے کھڑا ہو گیا: "ہمارے روپئے دلوا دو ہمیں بیلوں کو لے کر کیا کرنا ہے۔"

ہم بیل لئے جاتے ہیں۔ اپنے روپئے کے لئے دعویٰ کرو اور نہیں تو مار کر گرا دئے جاؤ گے۔ روپئے دیئے تھے نگد (نقد) تم نے؟ ایک منحوس گائے بیچاری

www.urduchannel.in

سر منڈھ دی اور اب اس کے بیل کھولے لئے جاتے ہو۔"

بھولا بیلوں کے سامنے سے نہ ہٹا۔ کھڑا گم صُم اور مضبوطی سے جما ہوا جیسے مر کر ہی ہٹے گا۔ پٹواری سے حجت کر کے وہ کیسے پیش پاتا؟"

داتا دین نے ایک قدم آگے بڑھ کر اپنی جھکی کمر کو سیدھا کر کے للکارا "تم سب کھڑے تاکتے کیا ہو؟ مار کے بھگا دو اس کو! ہماری گاؤں سی بیل کھول لے جائیگا۔"

بنسی طاقتور جوان تھا۔ اس نے بھولا کو زور سے دھکا دیا۔ بھولا سنبھل نہ سکا، گر پڑا اٹھنا چاہتا تھا کہ بنسی نے پھر ایک گھونسہ جمایا۔

ہوری دوڑتا ہوا آ رہا تھا۔ بھولا نے اس کی طرف دس قدم بڑھ کر پوچھا "ایمان سے کہنا ہوری مہتو! میں نے بیل جبر دستی کھول لئے؟"

داتا دین نے اس کا مطلب یوں نکالا "یہ کہتے ہیں کہ ہوری نے اپنی کھسی (خوشی) سے بیل مجھے دیئے۔ ہمیں الّو بناتے ہیں۔"

ہوری نے لجاتے ہوئے کہا "یہ مجھ سے کہنے لگے کہ یا تو جھنیا کو گھر سے نکال دو یا میرے روپئے دیدو، نہیں میں بیل کھول لے جاؤں گا۔ میں نے کہا میں بہو کو تو نہ نکالوں گا اور نہ میرے پاس روپئے ہیں مگر تمھارا دھرم کہے تو بیل کھول لو۔ بس میں نے ان کے دھرم پر چھوڑ دیا اور انھوں نے بیل کھول لئے۔"

پٹیشوری نے اداس ہو کر کہا "جب تم نے دھرم چھوڑ دیا تب کا ہے کی جبردستی اس کے دھرم نے کہا تو لئے جا تا ہے۔ لے جاؤ بھیا بیل تھارے ہیں۔"

داتا دین نے تائید کی "ہاں جب دھرم کی بات آ گئی تو کوئی کیا کہے؟"

سب کے سب ہوری کو حقارت سے دیکھتے ہوئے مار کر لوٹ پڑے اور فتح مند بھولا شان سے گردن اُٹھائے ہوئے بیلوں کو لے چلا۔"

www.urduchannel.in

(۱۵)

ماتی ظاہر میں تتلی ہی مگر باطن میں شہد کی مکھی اس کی زندگی میں ہنسی ہی ہنسی نہیں ہی۔ صرف گڑگڑا کر کون جی سکتا ہی؟ اور جیئے بھی تو وہ کوئی سکھ کی زندگی نہ ہوگی۔ وہ ہنستی ہے اس لئے کہ اُسے اس کی بھی قیمت ملتی ہی اس کا چہکنا اور چمکنا اس لئے نہیں ہی کہ وہ چہکنے اور چمکنے ہی کو زندگی سمجھتی ہی یا اس نے اپنے آپ کو اپنی آنکھوں میں اتنا بڑا بنا لیا ہی کہ وہ جو کچھ کرے اپنے ہی لئے کرے، نہیں، وہ اس لئے چہکتی ہی اور مذاق کرتی ہی کہ اس سے اس کے فرض کا بار کسی قدر ہلکا ہو جاتا ہی اس کے باپ اُن عجیب آدمیوں میں تھے جو صرف زبان کی مدد سے لاکھوں کے وارے نیارے کرتے تھے۔ بڑے بڑے زمینداروں اور رئیسوں کی جائیدادیں فروخت کرانا۔ انھیں قرض دلانا یا ان کے معاملوں کو افسروں سے طے کرا دینا، یہی ان کا کاروبار تھا۔ دوسرے لفظوں میں وہ دلاّل تھے اس طبقے کے لوگ بڑے طباع ہوتے ہیں۔ جس کام سے کچھ ملنے کی امید ہو اسے اٹھالیں گے اور کسی نہ کسی طرح اسے پورا بھی کر دیں گے۔ کسی راجہ کی شادی کسی راجکماری سے طے کرادی اور دس بیس ہزار مار لئے۔ یہی دلاّل جب چھوٹے چھوٹے سودے کرتے ہیں تو "ٹاؤٹ" کہے جاتے ہیں۔ اور ہم ان سے نفرت کرتے ہیں۔ بڑے بڑے کام کرکے وہی ٹاؤٹ راجاؤں کے ساتھ شکار کھیلتا ہے۔ اور گورنروں کی میز پر چائے پیتا ہی۔ مسٹر کول ان ہی خوش نصیبوں میں تھے ان کے تین لڑکیاں ہی لڑکیاں تھیں ان کا ارادہ تھا کہ تینوں کو انگلستان بھیج کر تعلیم کی چوٹی تک پہنچا دیں۔ اور بہت سے بڑے آدمیوں کی

www.urduchannel.in

طرح ان کا بھی یہی خیال تھا کہ وہاں تعلیم پاکر آدمی کچھ اور ہو جاتا ہے۔ شاید وہاں کی آب و ہوا میں ذہن کو تیز کر دینے کی کوئی طاقت ہے مگر ان کی یہ خواہش ایک تہائی سے زیادہ پوری نہ ہوئی مالتی انگلستان ہی میں تھی کہ ان پر فالج گرا جو انھیں نکما بنا گیا۔ اب بڑی مشکل سے دو آدمیوں کے سہارے اٹھتے بیٹھتے تھے۔ زبان تو بالکل بند ہی ہو گئی تھی، اور جب زبان ہی بند ہو گئی تو آمدنی بھی بند ہوئی۔ جو کچھ تھی زبان ہی کی کمائی تھی۔ کچھ بچا رکھنے کی عادت نہ تھی۔ غیر مقررہ آمدنی تھی اور ویسا ہی خرچ تھا، پس ادھر کئی سال سے بہت تنگ حال ہو رہے تھے، کل ذمہ داری مالتی پر آ پڑی تھی۔ مالتی کے چار پانچ سو روپیوں میں وہ ٹھاٹ باٹ تو کیا نبھتا، ہاں اتنا تھا کہ دونوں لڑکیوں کی تعلیم ہو جاتی تھی اور بھلے مانسوں کی طرح، زندگی بسر ہو رہی تھی۔ مالتی صبح سے پہر رات تک دوڑتی رہتی تھی۔ چاہتی تھی کہ والد پرہیز سے رہیں مگر والد صاحب کو کباب و شراب کا ایسا چسکا پڑ گیا تھا کہ کسی طرح گلا نہ چھوٹتا تھا۔ کہیں سے کچھ نہ ملتا تو ایک مہاجن سے اپنے بنگلے پر پرونوٹ لکھ کر ہزار دو ہزار لے لیتے تھے۔ مہاجن ان کا پرانا دوست تھا۔ جس نے اُن کی بدولت لین دین میں لاکھوں پیدا کئے تھے اور مروّت کی وجہ سے کچھ بولتا نہ تھا۔ اس کے پچیس ہزار ہو چکے تھے اور جب چاہتا قرقی کرا سکتا تھا۔ مگر دوستی کی لاج نبھاتا جاتا تھا۔ خود پرستوں میں جو بے غیرتی آ جاتی ہے وہ مسٹر کول میں بھی تھی۔ تقاضے ہوا کریں انھیں پروا نہ تھی۔ مالتی ان کی فضول خرچی پر جھنجلاتی رہتی تھی مگر ان کی ماں جو مجسم دیوی تھی اور اس زمانے میں بھی شوہر کی خدمت کرنا نسوانی زندگی کا خاص مقصد سمجھتی تھی، اسے سمجھا دیتی تھی۔ اس لئے خانہ جنگی کی نوبت نہ آنے پاتی تھی۔

شام ہو گئی تھی۔ ہوا میں ابھی تک گرمی تھی۔ آسمان پر دھند چھایا ہوا تھا۔

www.urduchannel.in

مالتی اور اس کی دونوں بہنیں بنگلے کے سامنے گھاس پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ پانی نہ پانے کے سبب وہاں کی دوب جل گئی تھی اور اندر کی مٹی باہر نکل آئی تھی۔ مالتی نے پوچھا "مالی کیا بالکل پانی نہیں دیتا؟"

منجھلی بہن سروج نے کہا: "پڑا پڑا سویا کرتا ہے سور جب کہو تو بہانے بنانے لگتا ہے۔"

سروج، بی۔ اے میں پڑھتی تھی، دبلی، لمبی، زرد، خشک اور تلخ مزاج۔ کسی کی کوئی بات پسند نہ آتی تھی، ہمیشہ عیب نکالتی رہتی تھی۔ ڈاکٹروں کی صلاح تھی کہ وہ کوئی محنت کا کام نہ کرے اور پہاڑ پر رہے، مگر گھر کی حالت ایسی نہ تھی کہ اسے پہاڑ پر بھیجا جا سکتا۔

سب سے چھوٹی ورداکو سروج سے اس لئے مغائرت تھی کہ سارا گھر سروج کو ہاتھوں ہاتھ لئے رہتا تھا وہ چاہتی تھی کہ جس بیماری میں اتنا آرام ہے وہ اسے ہی کیوں نہیں ہو جاتی؟ گوری سی مغرور تندرست اور شوخ آنکھوں والی لڑکی تھی۔ چہرے پر فہم و فراست کی جھلک تھی۔ سروج کے سوا اسے کل دنیا سے ہمدردی تھی۔ سروج کی بات کی مخالفت کرنا اس کا خاصہ تھا۔ بولی: "دن بھر داداجی بازار بھیجتے رہتے ہیں، فرصت ہی کہاں پاتا ہے؟ مرنے کی چھٹی تو ملتی نہیں پڑا پڑا سوئے گا؟"

سروج نے ڈانٹا: "داداجی اسے کب بازار بھیجتے ہیں ری؟ جھوٹی کہیں کی!"

"روز بھیجتے ہیں روز۔ ابھی تو آج ہی بھیجا تھا۔ کہو تو بلا کر پچھوا دوں؟"

"پچھوائے گی بلواؤں؟"

مالتی ڈری۔ دونوں گتھ جائیں گی تو بیٹھنا مشکل کر دیں گی۔ بات بدل کر بولی اچھا خیر، ہوگا آج ڈاکٹر مہتا کی تمہارے یہاں تقریر ہوئی تھی، سروج۔

www.urduchannel.in

سروج نے ناک سکیڑ کر کہا "ہاں ہوئی تو تھی، مگر کسی نے پسند نہیں کی۔ آپ فرمانے لگے کہ دنیا میں عورتوں کا دائرہ مردوں سے بالکل الگ ہے، اور عورتوں کا مردوں کے دائرے میں آنا اس جگ کا ایک کلنک ہے۔ سب لڑکیوں نے تالیاں اور سیٹیاں بجانی شروع کیں۔ بیچارے شرمندہ ہو کر بیٹھ رہے۔ کچھ عجیب سے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ آپ نے یہاں تک کہہ ڈالا کہ پریم صرف شاعروں کا تصور ہے ٹھوس زندگی میں اس کا کہیں پتہ نہیں۔ لیڈی ہکو نے انکا خوب مضحکہ اُڑایا۔

مالتی نے اعتراض کیا "لیڈی ہکو نے؟ اس بارے میں وہ بھی کچھ بولنے کی ہمت رکھتی ہیں! انھیں ڈاکٹر صاحب کا لکچر شروع سے آخر تک سننا چاہئے تھا۔ انھوں نے دل میں لڑکیوں کو کیا سمجھا ہوگا"

"پورا لکچر سُننے کی برداشت کسے تھی؟ وہ تو جیسے زخم پر نمک چھڑک رہے تھے"

"تو پھر انھیں بلایا ہی کیوں تھا؟ آخر انھیں عورتوں سے کوئی بیر تو ہے نہیں۔ جس بات کو ہم سچ سمجھتے ہیں وہی تو وہ بھی کہتے ہیں۔ عورتوں کو خوش کرنے کے لیئے وہ ان کی سی کہنے والوں میں نہیں ہیں، اور پھر ابھی یہ کون جانتا ہے کہ عورتیں جس راستے پر چلنا چاہتی ہیں وہی ٹھیک ہے۔ بہت ممکن ہے کہ آگے چل کر اپنی رائے بدلنی پڑے۔"

اس نے فرانس اور جرمنی واٹلی کی عورتوں کی زندگی کا معیار بتلایا اور کہا "کہ جلد ہی ویمنس لیگ (مجلس نسواں) کی طرف سے مہتا کا لکچر ہونیوالا ہے۔"

سروج کو تعجب ہوا۔ بولی "مگر آپ بھی تو کہتی ہیں کہ عورتوں اور مردوں کے حقوق مساوی ہونے چاہئیں۔"

"اب بھی کہتی ہوں، لیکن مخالف پارٹی والے کیا کہتے ہیں یہ بھی تو سُننا

www.urduchannel.in

چاہیئے۔ ممکن ہے کہ ہم ہی غلطی پر ہوں۔" یہ لیگ اس شہر کی نئی انجمن ہے۔ اور مالتی کی کوشش سے قائم ہوئی ہے۔ شہر کی سب ہی تعلیم یافتہ خواتین اس میں شریک ہیں مہتا کی اوّل تقریر نے عورتوں میں بڑی ہل چل مچادی تھی اور لیگ نے طے کیا تھا کہ انھیں خوب دنداں شکن جواب دیا جائے۔ مالتی ہی پر یہ بار ڈالا گیا تھا۔ مالتی کئی روز تک اپنی بات کی حمایت میں دلائل اور ثبوت کی تلاش کرتی رہی۔ اور بھی کئی عورتیں اپنی تقریریں لکھ رہی تھیں۔ اس دن جب مہتا شام کو لیگ کے ہال میں پہنچے تو معلوم ہوتا تھا کہ ہال پھٹ جائے گا۔ انھیں فخر ہوا کہ ان کی تقریر سننے کے لئے اتنا شوق! اور وہ شوق صرف چہرے پر اور آنکھوں میں نہ تھا! آج سب ہی عورتیں سونا اور ریشم سے لدی ہوئی تھیں گویا کسی بارات میں آئی ہوں۔ مہتا کو مغلوب کرنے کے لئے پوری طاقت سے کام لیا گیا تھا، اور یہ کون کہہ سکتا ہے کہ جگمگاہٹ طاقت کا جزو نہیں ہے؟ مالتی نے تو آج کے لئے نئے فیشن کی ساڑی نکالی تھی، نئی کاٹ کے جمپر بنوائے تھے اور رنگ روغن اور پھولوں سے خوب خوب سجی ہوئی تھی جیسے اس کا بیاہ ہو رہا ہو۔ لیگ میں اتنی دھوم دھام اور کبھی نہ ہوئی تھی۔ ڈاکٹر مہتا تنہا تھے، پھر بھی دیویوں کے دل کانپ رہے تھے۔ سچائی کی ایک چنگاری جھوٹ کے ایک پہاڑ کو جلا کر خاک کر سکتی ہے۔

سب سے پیچھے کی صف میں مرزا اور کھنّا اور اڈیٹر صاحب بھی موجود تھے۔ رائے صاحب لکچر شروع ہونے کے بعد آئے اور پیچھے کھڑے ہو گئے۔

مرزا نے کہا: "آجائیے آپ بھی۔ کھڑے کب تک رہیئے گا؟"

رائے صاحب بولے: "نہیں بھئی وہاں میرا دم گھٹنے لگے گا۔"

"تو میں کھڑا ہوتا ہوں آپ بیٹھئے۔"

رائے صاحب نے ان کے کندھے دبائے۔ "تکلف کی ضرورت نہیں

www.urduchannel.in

بیٹھے رہیئے میں تھک جاؤں گا تو آپ کو اٹھا دوں گا اور میں بیٹھ جاؤں گا۔ اچھا مس مالتی جلسے کی صدر ہوئی ہیں۔ کھنا صاحب کچھ انعام دلوائیے۔"

کھنا نے رونی صورت بنا کر کہا۔" اب مسٹر مہتا پر نگاہ ہی ہیں تو گر گیا۔"

مہتا کی تقریر شروع ہوئی: دیویو! جب میں اس طرح آپ کو مخاطب کرتا ہوں تو آپ کو کوئی بات کھٹکتی نہیں۔ آپ اس عزت کو اپنا حق سمجھتی ہیں۔ مگر کیا آپ نے کسی عورت کو مردوں کے لئے دیوتا استعمال کرتے سنا ہے؟ اسے آپ دیوتا کہیں تو وہ سمجھے گا کہ آپ اسے بنا رہی ہیں۔ آپ کے پاس دان کے لئے دیا ہے، بھگتی اور تیاگ ہے۔ مرد کے پاس دان کے لئے کیا ہے؟ وہ دیوتا نہیں لیوتا ہے۔ وہ حقوق کے لئے ہنسا کرتا ہے، لڑتا ہے اور فتنہ فساد اٹھاتا رہتا ہے۔"

تالیاں بجیں۔ رائے صاحب نے کہا: عورتوں کو خوش کرنے کا اس نے کتنا اچھا ڈھنگ نکالا ہے۔"

بجلی کے ایڈیٹر کو برا لگا: کوئی نئی بات نہیں، میں کتنی ہی بار یہی کہہ چکا ہوں۔"

مہتا آگے بڑھے: اس لئے جب میں دیکھتا ہوں کہ ہماری ترقی یافتہ دیویاں بھگتی اور تیاگ کی زندگی سے اکتا کر لڑائی فساد اور ہنسا کی زندگی کی طرف دوڑ رہی ہیں اور سمجھ رہی ہیں کہ اسی میں سکھ ہے تو میں انھیں مبارکباد نہیں دے سکتا۔"

مسز کھنا نے مالتی کی طرف غرور سے دیکھا۔ مالتی نے گردن جھکا لی۔

خورشید بولے: اب کہیئے۔ مہتا دلیر آدمی ہے۔ سچ بات کہتا ہے اور منھ پر۔"

بجلی کے ایڈیٹر نے ناک سکیڑی: اب وہ دن لد گئے جب دیویاں ان جھمیلوں میں آ جاتی تھیں۔ ان کے حقوق ہضم کرتے جاؤ اور کہتے جاؤ کہ آپ دیوی ہیں، ماتا ہیں، پتھی ہیں۔"

www.urduchannel.in

مہتا آگے بڑھے "عورت کو مرد کے بھیس میں مردانہ کاموں میں مشغول دیکھ کر مجھے اسی طرح دکھ ہوتا ہے جیسے مرد کو عورت کے روپ میں زنانہ کام کرتے ہوئے دیکھ کر۔ مجھے یقین ہے کہ ایسے مردوں کو آپ اپنی محبت اور عقیدت کا مستحق نہیں سمجھتیں۔ اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ایسی عورتیں بھی مرد کی عقیدت و محبت کی مستحق نہیں بن سکتیں۔"

کھنّا کے چہرے پر دل کی خوشی چمک اٹھی۔

رائے صاحب نے چٹکی لی "آپ بہت خوش ہیں کھنّا جی!"

کھنّا بولے "مالتی ملے تو پوچھوں کہ اب کہیے۔"

مہتا آگے بڑھے "میں انسانی ارتقا میں عورت کے درجے کو مرد کے درجے سے بہتر سمجھتا ہوں، اسی طرح جیسے پریم، تیاگ اور بھگتی کو ہنسا اور شر و فساد سے بہتر سمجھتا ہوں۔ اگر ہماری دیویاں پیدائش اور پرورش کے پاک مندر کو چھوڑ کر ہنسا اور لڑائی کے خوں ریز میدان میں آنا چاہتی ہیں تو ان سے سماج کا بھلا نہ ہوگا۔ میں اس بارے میں مستقل ہوں۔ مرد نے اپنے گھمنڈ میں اپنی شیطانی شہرت کو زیادہ اہمیت دی ہے۔ وہ اپنے بھائی کے حق چھین کر اور اس کا خون بہا کر سمجھنے لگا کہ اس نے بہت بڑی فتح پائی۔ جن بچوں کو دیویوں نے اپنے خون سے پیدا کیا اور پالا انھیں بموں اور مشین گنوں اور ٹینکوں کا شکار بنا کر وہ خود کو فاتح سمجھتا ہے۔ اور جب ہماری ہی مائیں ان کی پیشانی پر زعفرانی ٹیکا لگا کر اور انھیں اپنی دعاؤں کی زرہ پہنا کر خونی میدان میں بھیجتی ہیں تو کیا عجب کہ مرد نے خوں ریزی ہی کو دنیوی فلاح کی چیز سمجھی اور اس کی خونی رغبت روز بروز بڑھتی گئی! اور آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ شیطنت زور پکڑ کر کل دنیا کو روندتی، جانداروں کو کچلتی، ہری بھری کھیتوں کو جلاتی اور آباد بستیوں کو اجاڑتی

www.urduchannel.in

چلی جاتی ہے۔ دیویو! میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ اس شیطنت میں مدد دیکر اس میدان جنگ میں کود کر دنیا کی بھلائی کریں گی؟ میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ تباہ کاروں کو اپنا کام کرنے دیجئے اور آپ اپنے دھرم پر نگاہ رکھئے۔"

کھنّا بولے: "مالتی کی گردن ہی نہیں اٹھتی۔"

رائے صاحب نے ان خیالات کی تائید کی: "مہتا کہتے تو ٹھیک ہی ہیں!"

بجلی کے ایڈیٹر بگڑے: "مگر کوئی نئی بات تو نہیں کہی۔ تحریک نسواں کے مخالفین ایسی ہی اوٹ پٹانگ باتوں کا سہارا لیا کرتے ہیں۔ میں یہ مانتا ہی نہیں کہ تیاگ اور پریم سے دنیا نے ترقی کی ہے۔ دنیا نے ترقی کی ہے جواں مردی سے محنت سے، عقل سے اور دبدبہ سے!"

خورشید نے کہا: "اچھا، سننے دیجئے گا یا اپنی ہی گائے جایئے گا؟"

مہتا کی تقریر جاری تھی: "دیویو! میں ان لوگوں میں نہیں ہوں جو کہتے ہیں کہ عورت اور مرد میں مساوی طاقت و رغبت ہے اور ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس سے زیادہ بھیانک جھوٹ کا میں خیال ہی نہیں کر سکتا۔ یہ وہ جھوٹ ہے جو پشتہا پشت کے حاصل کئے ہوئے تجربے کو اسی طرح ڈھک لینا چاہتا ہے جیسے بادل کا ایک ٹکڑا سورج کو ڈھک لیتا ہے۔ میں آپ کو آگاہ کئے دیتا ہوں کہ آپ اس جال میں نہ پھنسیں، عورت مرد سے اتنی ہی برتر ہے جتنی روشنی تاریکی سے۔ انسان کے لئے چھما (دیا) تیاگ اور اہنسا زندگی کے اعلیٰ ترین معیار ہیں۔ عورت اس معیار پر پہنچ چکی ہے۔ مرد دھرم اور روحانیت اور رشیوں کا سہارا لے کر اس معیار پر پہنچنے کے لئے صدیوں سے زور لگا رہا ہے، مگر اب تک کامیاب نہیں ہو سکا۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی ساری روحانیت ایک طرف اور عورتوں کا ایثار ایک طرف۔"

www.urduchannel.in

"تالیاں بجیں اور سارا ہال ہل اٹھا، رائے صاحب نے خوش ہو کر کہا: "مہتا وہی کہتے ہیں جو ان کے دل میں ہے"

اونکارناتھ نے تنقید کی: "لیکن باتیں سب ہی پرانی ہیں، بالکل سڑی ہوئی"

"پرانی بات بھی روحانی طاقت کے ساتھ کہی جاتی ہے تو نئی ہو جاتی ہے"

"جو ایک ہزار روپئے ہر مہینے لیکر عیش و عشرت میں اڑاتا ہو اس میں زینت روحا جیسی شئے رہ نہیں سکتی، یہ صرف پرانے خیال والی عورتوں اور ویسے ہی مردوں کے خوش کرنے کے ڈھنگ ہیں"

کھنّا نے مالتی کی طرف دیکھا: "یہ کیوں پھولی جا رہی ہیں؟ انھیں تو شرمانا چاہیئے"

خورشید نے کھنّا کو اکسایا: "اب تم بھی ایک لکچر دے ڈالو۔ کھنّا، ورنہ مہتا تمھیں اکھاڑ پھینکے گا۔ نصف میدان تو اس نے ابھی مار لیا ہے"

کھنّا کھسیا کر بولے: "میری نہ کہیئے، میں نے ایسی کتنی ہی چڑیوں کو پھنسا کر چھوڑ دیا ہے"

رائے صاحب نے خورشید کی طرف آنکھیں مار کر کہا: "آج کل آپ عورتوں کے سماج کی طرف بہت آتے جاتے ہیں۔ سچ کہنا، کتنا چندہ دیا؟"

کھنّا جھینپ گئے: "میں ایسے سماجوں کو چندہ نہیں دیا کرتا جو بھنڑبازی کا ڈھونگ کر کے بدکاری پھیلاتے ہیں"

مہتا کی تقریر جاری تھی" وہ کہہ رہے تھے کہ جتنے فلسفے اور سائنس کے موجد ہوئے وہ مرد ہوئے جتنے بڑے بڑے مہاتما ہوئے وہ سب مرد تھے۔ سب ہی سورما سب ہی سیاسی ماہر بڑے بڑے جہازراں اور بڑے بڑے سب کچھ مرد ہی تھے۔ مگر ان بزدلوں کی جماعت نے مل کر کیا کیا؟ مہاتماؤں اور مذہبی بانیوں نے دنیا

www.urduchannel.in

میں خون کی ندیاں بہانے اور نفرت کی آگ بھڑکانے کے سوا اور کیا کیا؟ سورماؤں نے بھائیوں کی گردن کاٹنے کے سوا اور کیا یادگار چھوڑی؟ سیاسی ماہروں کے نشانات اب صرف مٹی ہوئی سلطنتوں کے کھنڈر رہ گئے ہیں اور موجدوں نے انسان کو مشین کا غلام بنا دینے کے سوا اور کونسا مسئلہ حل کر دیا ہے؟ مردوں کے بنائے ہوئے تمدن میں سکون کہاں ہے، تعاون کہاں ہے؟"

اونکار ناتھ اٹھ کر جانے کو تیار ہوئے: "رئیسوں کے منہ سے بڑی بڑی باتیں سن کر بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔"

خورشید نے ان کا ہاتھ پکڑ کر بٹھایا: "آپ بھی ایڈیٹر صاحب پورے بونگا ہی رہے۔ اجی یہ دنیا ہے، جس کے جی میں جو آتا ہے بکتا ہے کچھ لوگ سنتے ہیں اور تالیاں بجاتے ہیں، چلئے قصہ ختم۔ ایسے ایسے بے شمار مہتا آئیں گے اور چلے جائیں گے اور دنیا اپنی چال چلتی رہے گی۔ یہاں بگڑنے کی کون سی بات ہے؟"

"جھوٹ سن کر مجھ سے رہا نہیں جاتا۔"

رائے صاحب نے بڑھاوا دیا: "فاحشہ کے منہ سے ستیوں کی سی بات سن کر کس کا جی نہ جلے گا؟"

اونکار ناتھ پھر بیٹھ گئے۔ مہتا کی تقریر جاری تھی: "میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا باز کو چڑیوں کا شکار کرتے دیکھ کر ہنس کو یہ زیب دے گا کہ وہ مانسرور کی پرسکون فضا کو چھوڑ کر چڑیوں کا شکار کرنے لگے؟ اور اگر وہ شکاری بن جائے تو کیا آپ اسے مبارکباد دیں گے؟ ہنس کے پاس اتنی تیز چونچ نہیں ہے، اتنے تیز چنگل نہیں ہیں، اتنی تیز آنکھیں نہیں ہیں، اتنے تیز پر نہیں ہیں اور اتنی تیز خون کی پیاس نہیں ہے۔ ان آلات کو اکٹھا کرنے میں اسے صدیاں لگ جائیں گی۔ پھر بھی وہ باز بن سکے گا یا نہیں اس میں شک ہے مگر باز بنے یا نہ بنے، وہ ہنس

www.urduchannel.in

بند رہ جائے گا، وہ ہنس جو موتی چگتا ہے!"

خورشید نے تنقید کی: "یہ تو شاعروں کی سی دلیلیں ہیں۔ سادہ باز بھی طرح شکار کرتی ہے جیسے نر باز۔"

اونکار ناتھ خوش ہو گئے: "اس پر آپ فلاسفر بنتے ہیں، ایسی ہی دلیلوں کے بل بوتے پر!" کھنّا نے دل کا غبار نکالا "فلاسفر نہیں فلاسفر کی دم ہیں۔ فلاسفر وہ ہے جو......"

اونکار ناتھ نے بات پوری کی: "جو سچائی سے بال بھر بھی نہ ڈگے۔"

کھنّا کو یہ بات پسند نہ آئی۔ "میں سچائی جھٹائی نہیں جانتا، میں تو فلاسفر اسے کہتا ہوں جو سچا فلاسفر ہو۔"

خورشید نے داد دی: "فلاسفر کی آپ نے کتنی سچی تعریف کی ہے۔ واہ! سبحان اللہ! فلاسفر وہ ہے جو سچا فلاسفر ہو! کیوں نہ ہو۔"

مہتا آگے بڑھے: "میں نہیں کہتا کہ عورتوں کو علم کی ضرورت نہیں ہے۔ ہے اور مردوں سے زیادہ۔ میں نہیں کہتا عورتوں کو طاقت کی ضرورت نہیں ہے۔ ہے اور مردوں سے زیادہ۔ لیکن یہ علم نہیں اور وہ طاقت نہیں جس کو مردوں نے دنیا کو میدان جنگ بنا ڈالا ہے۔ اگر وہی علم اور وہی طاقت آپ بھی لے لیں گے تو دنیا ریگستان بن جائے گی۔ آپ کا علم اور آپ اقتدار تشدد اور بربادی میں نہیں، پیدائش اور پرورش میں ہے۔ کیا آپ سمجھتی ہیں کہ ووٹوں سے انسان کو نجات ہو گی یا دفتروں اور عدالتوں میں زبان اور قلم چلانے سے ان اُدھار ہو جائے گا؟ ان نقلی غیر قدرتی اور تباہ کن حقوق کے لئے آپ ان حقوق کو چھوڑ دینا چاہتی ہیں، جو آپ کو قدرت نے عطا کئے ہیں؟"

www.urduchannel.in

سروج اب تک بڑی بہن کے ادب سے ضبط کئے بیٹھی تھی۔ اب نہ رہا گیا۔ پکار اٹھی: "ہمیں ووٹ چاہیئے مردوں کے برابر۔"

اور کئی نوعمر عورتوں نے نعرے لگائے: "ووٹ! ووٹ!"

اونکارناتھ نے کھڑے ہوکر زور سے کہا۔ "نسوانی طبقے مخالفوں کی پگڑی نیچی ہو!"

مالتی نے میز پر ہاتھ پٹک کر کہا: "چپ رہو، جو لوگ موافقت یا مخالفت میں کچھ کہنا چاہیں گے انھیں کافی موقع دیا جائے گا۔"

مہتا بولے: "ووٹ نئے جگ کا جال ہے، فریب ہے، کلنک ہے، دھوکا ہے۔ اس کے چکر میں پڑکر آپ نہ ادھر کی ہوں گی نہ ادھر کی۔ کون کہتا ہے کہ آپ کا دائرہ عمل محدود ہے اور اس میں آپ کو جوہر نمائی کا موقع نہیں ملتا۔ ہم سب ہی پہلے انسان ہیں، بعد کو اور کچھ۔ ہماری زندگی ہمارا گھر ہے۔ وہیں ہماری پیدائش ہوتی ہے، وہیں ہماری پرورش ہوتی ہے۔ اور وہیں زندگی کے سارے کاروبار ہوتے ہیں۔ اگر یہ دائرہ محدود ہے تو لامحدود کونسا ہے؟ کیا وہ کش مکش کی جگہ جہاں باقاعدہ چھینا جھپٹی ہے؟ جس کارخانے میں انسان اور اس کا نصیب بنتا ہے اسے چھوڑکر آپ ان کارخانوں میں جانا چاہتی ہیں جہاں انسان پیسا جاتا ہے، جہاں اس کا خون نکالا جاتا ہے!"

مرزا نے ٹوکا: "مردوں کے ظلم ہی نے تو ان میں بغاوت کی اسپرٹ پیدا کردی ہے۔"

مہتا بولے: "بے شک مردوں نے بے انصافی کی ہے مگر اس کا یہ جواب نہیں ہے۔ بے انصافی کو مٹایئے لیکن خود کو مٹاکر نہیں۔"

مالتی بولی: "عورتیں اس لئے حقوق چاہتی ہیں کہ ان کا استعمال کریں

www.urduchannel.in

اور مردوں کو ان کے بے جا استعمال سے باز رکھیں۔

مہتا نے جواب دیا: "دنیا میں سب سے بڑے حقوق خدمت اور قربانی سے ملتے ہیں اور وہ آپ کو ملے ہوئے ہیں۔ ان حقوق کے سامنے ووٹ کوئی چیز نہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ ہماری بہنیں مغرب کی بات لے رہی ہیں جہاں عورتوں نے اپنا مرتبہ کھو دیا ہے اور مالکہ کے درجے سے گر کر شوق دلپسند کی چیز بن گئی ہیں۔ مغرب کی عورت آزاد ہونا چاہتی ہے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ عیش کر سکے۔ ہماری ماؤں کا معیار کبھی نہیں رہا۔ انھوں نے صرف خدمت کے حقوق سے ہمیشہ گرستی چلائی۔ مغرب میں جو چیزیں عمدہ ہیں وہ ان سے لیجیے۔ تمدن میں ہمیشہ لین دین ہوتا آیا ہے، مگر کورانہ تقلید تو دماغی کمزوری ہی کی علامت ہے۔ مغرب کی عورت آج گھر کی مالکہ نہیں رہنا چاہتی عیش و عشرت کی زبردست خواہش نے اسے بالکل آزاد بنا دیا ہے۔ اس نے اپنی شرم اور بزرگی کو جو اس کی سب سے بڑی پونجی تھی شوخی اور تفریح کی پسندی پر قربان کر دیا ہے۔ جب میں وہاں کی تعلیم یافتہ لڑکیوں کو اپنی شکل کی یا اپنے بھرے ہوئے گول بازوؤں کی یا اپنی عریانی کی نمائش کرتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ تو مجھے ان پر رحم آتا ہے۔ ان کی خواہشوں نے انھیں اتنا مغلوب کر دیا ہے کہ وہ اپنی لاج کا بچاؤ بھی نہیں کر سکتیں۔ عورت کی اس سے زیادہ اور کیا گراوٹ ہو سکتی ہے؟

رائے صاحب نے تالیاں بجائیں۔ ہال تالیوں سے گونج اٹھا جیسے پٹاخوں کی باڑھیں چھوٹ رہی ہوں۔ مرزا صاحب نے ایڈیٹر سے کہا اس کا جواب تو آپ کے پاس بھی نہ ہوگا؟"

ایڈیٹر نے بے پروائی سے کہا: "ساری تقریر میں انھوں نے یہی ایک

www.urduchannel.in

بات سچ کہی ہے۔"

"تب تو آپ بھی مہتا کے مرید ہو گئے۔"

"جی نہیں، ہم لوگ کسی کے مرید نہیں ہوتے۔ میں اس کا جواب کھوج نکالوں گا۔ بجلی میں دیکھئے گا۔"

"اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ حق کی تلاش نہیں کرتے صرف اپنی بات کے لئے لڑنا چاہتے ہیں۔"

رائے صاحب نے آڑے ہاتھوں لیا: "اسی پر آپ کو اپنی حق پسندی کا غرہ ہے؟"

ایڈیٹر صاحب مستقل رہے: "وکیل کا کام اپنے موکل کا بھلا دیکھنا ہے، سچ یا جھوٹ کی جانچ نہیں۔"

"تو یوں کہئے کہ آپ عورتوں کے وکیل ہیں۔"

"میں ان سب ہی لوگوں کا وکیل ہوں جو کمزور ہیں بے کس ہیں اور مظلوم ہیں۔"

مہتا جی کہہ رہے تھے: "اور یہ مردوں کی سازش ہے۔ عورتوں کو اونچی چوٹی سے گھسیٹ کر اپنے برابر بنانے کے لئے، ان مردوں کے برابر جو بزدل ہیں، جن میں ازدواجی زندگی کی ذمہ داری سنبھالنے کی قابلیت نہیں ہے جو آزادانہ نفس پرستی کی لہر میں سانڈوں کی طرح دوسروں کے ہرے بھرے کھیتوں میں منہ مار کر اپنی کمینہ خواہشوں کو پورا کرنا چاہتے ہیں! مغرب میں ان کی سازش کامیاب ہو گئی اور عورتیں تتلیاں بن گئیں۔ مجھے یہ کہتے شرم آتی ہے کہ اس تیاگ اور تپسیا کی سرزمین ہندوستان میں بھی کچھ وہی ہوا بہ چلی ہے۔ خصوصاً ہماری تعلیمیافتہ بہنوں پر وہ جادو بڑی تیزی سے چڑھ رہا ہے

www.urduchannel.in

وہ گرست عورت کے دھرم کو چھوڑ کر تیلیوں کا رنگ پکڑ رہی ہیں۔"

سروج بھڑک کر بولی: "ہم مردوں کی صلاح نہیں مانگتے۔ اگر وہ اپنے بارے میں آزاد ہیں تو عورتیں بھی اپنے لئے آزاد ہیں۔ لڑکیاں اب شادی کو پیشہ نہیں بنانا چاہتیں۔ اب تو وہ صرف پریم کے ناتے بیاہ کریں گی۔"

زور سے تالیاں بجیں، خاص کر اگلی قطاروں میں جہاں عورتیں تھیں۔

مہتا نے جواب دیا: "جسے تم پریم کہتی ہو وہ دھوکا ہے، بھڑکی ہوئی خواہش کا بگڑا ہوا روپ، اسی طرح جیسے سنیاس صرف بھیک مانگنے کی مہذب شکل ہے۔ وہ پریم اگر ازدواجی زندگی میں کم ہے تو آزادانہ عیش میں بالکل نہیں۔ سچی خوشی، سچا سکون، صرف خدمت میں ہے۔ وہی حقوق کا منبع ہے۔ وہی طاقت کے پیدا ہونے کی جگہ ہے۔ خدمت ہی وہ سیمنٹ ہے جو زن و شوہر کو تمام عمر محبت اور باہمی امداد کے رشتے میں جوڑے رکھتا ہے، جس پر بڑے بڑے صدمہ کا بھی کوئی اثر نہیں ہوتا۔ جہاں خدمت نہیں ہے وہیں طلاق ترک اور باہمی بد اعتقادی ہے اور آپ پر مردانہ زندگی کی کشتی کا ناخدا ہونے کے سبب زیادہ ذمہ داری ہے۔ آپ چاہیں تو کشتی کو آندھی اور طوفان میں بھی پار لگا سکتی ہیں اور آپ نے غفلت کی تو کشتی ڈوب جائے گی اور اس کے ساتھ آپ بھی ڈوبنے سے نہ بچ سکیں گی۔"

تقریر ختم ہو گئی۔ مسئلہ بحث طلب تھا اور کئی عورتوں نے اجازت مانگی مگر دیر بہت ہو گئی تھی، اس لئے مالتی نے مہتا کا شکریہ ادا کر کے جلسہ برخاست کر دیا۔ ہاں یہ اطلاع دے دی گئی ہے کہ اگلے اتوار کو اس موضوع پر کئی دیویاں اپنے خیالات کا اظہار کریں گی۔

رائے صاحب نے مہتا کو مبارکباد دی: "آپ نے میرے جی کی بات کہی۔

www.urduchannel.in

مسٹر مہتا! میں آپ کے ایک ایک لفظ سے متفق ہوں۔"

مالتی ہنسی: "آپ کیوں نہ مبارک باد دیں گے، جو رجو رو سیر سے بھائی جو ہوتے ہیں۔ مگر سارا اپدیش غریب عورتوں ہی کے سر پر کیوں تھوپا جاتا ہے۔ ان ہی کے سر پر کیوں معیار اور ایثار پر عمل کرنے کی ذمہ داری لادی جاتی ہے؟"

مہتا بولے: "اس لئے کہ وہ بات کو سمجھتی ہیں۔"

کھنا نے مالتی کی طرف اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے دیکھ کر گویا اس کے دل کی بات سمجھتے ہوئے کہا: "ڈاکٹر صاحب کے یہ خیالات بھی تو کوئی سو سال پہلے کے معلوم ہوتے ہیں۔"

مالتی نے ترش رو ہو کر پوچھا: کون سے خیالات؟"

"یہی خدمت اور فرض وغیرہ کے۔"

تو آپ کو یہ خیالات سو سال پیچھے پڑے ہوئے معلوم ہوتے ہیں تو مہربانی کر کے اپنے تازہ خیالات بتلائیے عورت مرد کیسے سکھی رہ سکتے ہیں۔ اس کا کوئی تازہ نسخہ آپ کے پاس ہے؟"

کھنا کھسیا گئے۔ بات کہی تھی۔ مالتی کو خوش کرنے کے لئے وہ اور بگڑ اٹھی بولے: "یہ نسخہ مہتا صاحب کو معلوم ہوگا۔"

ڈاکٹر صاحب نے تبلایا اور آپ کے خیال میں وہ سو سال پرانا ہے تو نیا نسخہ آپ کو تبلانا چاہیئے۔ آپ کو معلوم نہیں کہ دنیا میں ایسی بہت سی باتیں ہیں جو کبھی پرانی ہو ہی نہیں سکتیں۔ سماج میں اس طرح کے مسئلے ہمیشہ اٹھتے رہتے ہیں اور ہمیشہ اٹھتے رہیں گے۔"

مسز کھنا برآمدے میں چلی گئی تھیں۔ مہتا نے ان کے پاس جا کر پرنام کرتے ہوئے پوچھا: میری تقدیر کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟"

www.urduchannel.in

مسز کھنا نے آنکھیں جھکا کر کہا: "اچھی تھی بہت اچھی تھی۔ مگر ابھی آپ کنوارے ہیں جب ہی عورتیں دیویاں ہیں، برتر ہیں اور زندگی کے جہاز کی ناخدا ہیں۔ بیاہ کر لیجئے پھر پوچھوں گی کہ اب عورتیں کیا ہیں اور بیاہ آپ کو کرنا پڑے گا کیونکہ آپ بیاہ سے منہ چرانے والے مردوں کو بزدل کہہ چکے ہیں۔"

مہتا ہنسے: "اسی کے لئے تو زمین تیار کر رہا ہوں۔"

"مس مالتی کا جوڑا ابھی اچھا ہے۔"

شرط یہی ہے کہ وہ کچھ دن آپ کے چرنوں میں بیٹھ کر آپ سے استریوں کا دھرم سیکھیں۔"

"وہی سوارتھی مردوں کی بات! آپ نے مردوں کے فرائض سیکھ لئے ہیں؟"

"یہی سوچ رہا ہوں کہ کس سے سیکھوں۔"

"مسٹر کھنا آپ کو بہت اچھی طرح سکھا سکتے ہیں۔"

مہتا نے قہقہہ مارا: "نہیں میں وہ فرائض بھی آپ ہی سے سیکھوں گا۔"

"اچھی بات ہے، مجھی سے سیکھئے۔ پہلی بات یہی ہے کہ بھول جائیے کہ عورت برتر ہے اور ساری ذمہ داری اسی پر ہے۔ برتر مرد ہے اور اسی پر گرستی کا سارا بار ہے۔ عورت میں خودی اور نفس کشی اور فرض کی ادائیگی کا احساس سب کچھ وہی پیدا کر سکتا ہے اگر اس میں یہ باتیں نہیں ہیں تو عورت میں بھی نہ آئیں گی۔ عورتوں میں جو آج بغاوت ہے، اس کا سبب مرد ہیں ان اوصاف کا نہ ہونا ہے۔"

مرزا صاحب نے مہتا کو گود میں اٹھا لیا اور بولے: "مبارک!"

مہتا نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا: "آپ کو میری تقریر پسند آئی؟"

www.urduchannel.in

تقریر تو خیر جیسی تھی ویسی تھی مگر کامیاب خوب رہی۔ آپ نے پری کو شیشہ میں اتار لیا۔ اپنا بھاگ سراہیئے کہ جس نے آج تک کسی کو منہ نہیں لگایا وہ آپ کا کلمہ پڑھ رہی ہے۔"

مسز کھنا نے دبی زبان سے کہا: "جب نشہ ٹھہر جائے تو کہیئے۔"

مہتا نے بے پروائی سے کہا: "مجھ جیسے کتاب کے کیڑے کو کون عورت پسند کرے گی، دیوی جی؟ میں تو پکا معیار پرست ہوں۔"

مسز کھنا نے اپنے شوہر کو موٹر کی طرف جاتے دیکھا تو ادھر چلی گئیں مرزا بھی باہر چلے گئے۔ مہتا نے پلیٹ فارم پر سے اپنی چھڑی اٹھائی اور باہر جانا چاہتے تھے کہ مالتی نے آکر ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور اصرار کرتی ہوئی بولی۔ "آپ ابھی نہیں جا سکتے۔ چلیئے، پاپا سے آپ کی ملاقات کراؤں اور آج وہیں کھانا بھی کھایئے۔"

مہتا نے کان پر ہاتھ رکھ کر کہا: "نہیں مجھے معاف کیجیے۔ وہاں سروج میری جان کھا جائے گی۔ میں ان لڑکیوں سے بہت گھبراتا ہوں۔"

"نہیں نہیں، میں ذمہ لیتی ہوں جو منہ بھی کھولے۔"

"اچھا، آپ چلیئے میں ذرا دیر میں آجاؤں گا۔"

"جی نہیں یہ نہ ہوگا۔ میرا موٹر سروج کو لے کر چل دیا۔ آپ مجھ کو پہنچانے تو چلیں گے ہی۔"

دونوں مہتا کے موٹر میں بیٹھے۔ موٹر چلا۔ لمحہ بھر بعد مہتا نے پوچھا "میں نے سنا ہے کہ کھنا جی اپنی بیوی کو مارا کرتے ہیں۔ جب سے مجھے ان کی صورت سے نفرت ہو گئی ہے۔ جو آدمی اتنا بے رحم ہو اسے میں انسان نہیں سمجھتا۔ اس پر آپ عورتوں کے بڑے خیر خواہ بنتے ہیں! تم نے کبھی انھیں

سمجھا یا نہیں ؟"

مالتی ذرا بگڑ کر بولی "تالی ہمیشہ دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے، یہ آپ بھول رہے ہیں ۔"

"میں تو اسے کسی سبب کا خیال ہی نہیں کر سکتا کہ کوئی مرد اپنی عورت کو مارے ۔"

"خواہ عورت کتنی ہی بدزبان ہو ؟"

"ہاں کتنی ہی ۔"

"تو آپ ایک نئے قسم کے آدمی ہیں ۔"

"اگر مرد بدمزاج ہو تو تمھاری رائے میں اس مرد پر ہنٹروں کی بوچھار کرنی چاہیئے ، کیوں ؟"

"عورت میں جتنی چھما ہو سکتی ہے۔ اتنی مرد میں نہیں۔ آپ نے خود آج یہ بات تسلیم کی ہے ۔"

"تو عورت کی چھما ہی کا یہ صلہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم کھنا کو منہ لگا کر اسے اور بھی شہ دیتی ہو۔ تمھاری وہ جتنی عزت کرتا ہے، تم سے اسے جتنی عقیدت ہے اس کے سبب تم بڑی آسانی سے اسے سیدھا کر سکتی ہو۔ مگر تم اس کی صفائی دے کر خود اس قصور میں شریک ہو جاتی ہو ۔"

مالتی برافروختہ ہو کر بولی "تم نے اس وقت یہ تذکرہ فضول ہی چھیڑ دیا میں کسی کی برائی نہیں کرنا چاہتی۔ مگر ابھی آپ نے گوبندی دیوی کو پہچانا نہیں آپ نے ان کی بھولی بھالی، سیدھی سادی صورت دیکھ کر سمجھ لیا کہ وہ دیوی ہیں۔ میں انھیں اتنا اونچا درجہ نہیں دینا چاہتی۔ انھوں نے مجھے بدنام کرنے کی جتنی کوشش کی ہے۔ مجھ پر جیسے جیسے حملے کیے ہیں، وہ بیان کروں تو آپ

www.urduchannel.in

دنگ رہ جائیں گے اور تب آپ کو ماننا پڑے گا کہ ایسی عورت کے ساتھ یہی سلوک ہونا چاہیئے۔"

"آخر انھیں آپ سے جو اتنی نفرت ہے اس کا کوئی سبب تو ہوگا؟"

"سبب ان سے پوچھیئے۔ مجھے کسی کے دل کا حال کیا معلوم؟"

"ان سے بلا پوچھے بھی قیاس کیا جا سکتا ہے اور وہ یہ ہے۔ اگر کوئی مرد میرے اور میری عورت کے درمیان میں آنے کی ہمت کرے تو میں اسے گولی مار دوں گا۔ اور اسے نہ مار سکوں گا تو اپنے سینے میں مار لوں گا۔ اسی طرح اگر میں کسی عورت کو اپنے اور اپنی بیوی کے درمیان میں لانا چاہوں تو میری بیوی کو بھی حق ہے کہ وہ جو چاہے سو کرے۔ اس بارے میں میں کوئی سمجھوتہ نہیں کر سکتا۔ یہ غیر سائنٹیفک جذبہ ہے جو ہم نے اپنے وحشی آبا ؤ اجداد سے پایا ہے اور آج کل کچھ لوگ اسے نامہذب اور غیر مجلسی سلوک کہیں گے۔ لیکن میں ابھی تک اس جذبہ پر فتح نہیں پا سکا اور نہ پانا چاہتا ہوں۔ اس بارے میں میں قانون کی پروا نہیں کرتا۔ میرے گھر میں میرا قانون ہے۔"

مالتی نے تند لہجے میں پوچھا: "مگر آپ نے یہ قیاس کیسے کر لیا کہ میں آپ کے لفظوں میں کھنا اور گووندی کے بیچ میں آنا چاہتی ہوں؟ آپ ایسے قیاس سے میری توہین کر رہے ہیں۔ میں کھنا کو اپنی جوتیوں کی نوک کے برابر بھی نہیں سمجھتی۔"

مہتا نے بے اعتباری کے لہجے میں کہا: "یہ آپ دل سے نہیں کہہ رہی ہیں مس مالتی! کیا آپ ساری دنیا کو بیوقوف سمجھتی ہیں؟ جو بات سب ہی سمجھ رہی ہیں اگر وہی بات مسز کھنا بھی سمجھیں تو میں انھیں الزام نہیں دے سکتا۔"

www.urduchannel.in

مالتی نے بگڑ کر کہا: دنیا کو دوسروں کے بدنام کرنے میں مزا آتا ہے۔ یہ اس کا خاصہ ہے۔ میں اس کا خاصہ کیسے بدل دوں؟ لیکن یہ مفت کی بدنامی ہے۔ ہاں میں اتنی بے مروّت نہیں ہوں کہ کھنّا کو اپنے پاس آتا دیکھ کر دتکار دیتی۔ میرا کام ہی ایسا ہے کہ مجھے سب ہی کی آؤ بھگت کرنا پڑتی ہے۔ اگر کوئی اس کا کچھ اور مطلب نکالتا ہے تو وہ .... وہ ...."

مالتی کا گلا بھر آیا اور اس نے منھ پھیر کر رومال سے آنسو پونچھے۔ پھر ایک لمحہ بعد بولی: اوروں کے ساتھ تم بھی مجھے ...... مجھے اس کا رنج ہے .... مجھے تم سے ایسی امید نہ تھی۔"

پھر شاید اسے اپنی کمزوری پر افسوس ہے۔ وہ تیز ہو کر بولی: "آپ کو مجھ پر حملہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اگر آپ بھی انھیں مردوں میں ہیں جو کسی عورت مرد کو ساتھ دیکھ کر ان پر انگلی اٹھائے بغیر نہیں رہ سکتا تو شوق سے اٹھایئے۔ مجھے ذرا بھی پروا نہیں ہے۔ اگر کوئی عورت آپ کے پاس بار بار کسی نہ کسی حیلے سے آئے، آپ کو اپنا دیوتا سمجھے، ہر ایک بات میں آپ سے صلاح لے، آپ کے پیروں تلے آنکھیں بچھائے، آپ کا اشارہ پاتے ہی آگ میں کود پڑنے کو تیار ہو جائے تو میں دعوے سے کہہ سکتی ہوں کہ آپ اس سے بے رخی نہ کریں گے۔ اگر آپ اسے ٹھکرا سکتے ہیں تو آپ انسان نہیں ہیں۔ اس کے خلاف آپ کتنے ہی دلائل لا کر رکھ دیں مگر میں نہ مانوں گی۔ میں تو کہتی ہوں کہ بے رخی تو دور رہی، ٹھکرانے کی تو بات ہی کیا، آپ اس عورت کے پیر دھو دھو کر پئیں گے، اور بہت دن گذرنے کے قبل ہی وہ آپ کے دل کی رانی ہوگی۔ میں آپ سے ہاتھ جوڑ کر کہتی ہوں کہ میرے سامنے کھنّا کا کبھی نام نہ لیجئے گا۔"

www.urduchannel.in

مہتا نے اس پیٹ میں گویا ہاتھ سینکتے ہوئے کہا: "شرط یہی ہے کہ میں کھنا کو آپ کے ساتھ نہ دیکھوں۔"

"میں انسانیت کا خون نہیں کر سکتی۔ وہ آئیں گے تو میں انھیں بھگاؤنگی نہیں۔"

"ان سے کہیے کہ اپنی اہلیہ کے ساتھ انسانیت سے پیش آئیں۔"

"میں کسی کے نجی معاملے میں دخل دینا مناسب نہیں سمجھتی اور نہ مجھے اس کا کوئی حق ہے۔"

"تو آپ کسی کی زبان بھی بند نہیں کر سکتیں۔"

مالتی کا بنگلہ آگیا۔ موٹر رُکی۔ مالتی اتر پڑی اور بلا ہاتھ ملائے چلی گئی وہ یہ بھی بھول گئی کہ اس نے مہتا کو کھانے کی دعوت دی ہے۔ وہ تخلیہ میں جا کر خوب رونا چاہتی ہے۔ گو نبدی نے پہلے بھی حملے کئے ہیں۔ مگر آج اس نے جو حملہ کیا ہے وہ بہت سخت اور دل شکن ہے؟"

www.urduchannel.in

(۱۶)

رائے صاحب کو جب خبر ملی کہ علاقے میں ایک واردات ہو گئی اور مجرموں سے گاؤں کے پنچوں نے جرمانہ وصول کر لیا ہے تو فوراً نوکھے رام کو بلا کر جواب طلب کیا۔ انھیں اس کی اطلاع نہیں دی گئی؟ ایسے نمک حرام اور دغا باز آدمی کے لئے ان کے دربار میں جگہ نہیں ہے۔

نوکھے رام نے اتنی گالیاں کھائیں تو ذرا گرم ہو کر بولے: "میں اکیلا تھوڑے ہی تھا۔ گاؤں کے اور پنچ بھی تو تھے میں اکیلا کیا کر سکتا تھا؟"

رائے صاحب نے ان کی توند کی طرف برچھی کی سی نوک دار نگاہوں سے دیکھا: "مت بکو جی! تمھیں اسی وقت کہنا چاہیئے تھا کہ جب تک سرکار کو اطلاع نہ ہو جائے میں پنچوں کو جرمانہ وصول نہ کرنے دوں گا۔ پنچوں کو میرے اور میری رعایا کے درمیان میں دخل دینے کا حق ہی کیا ہے؟ اس ڈانڑ بانڑ کے سوا علاقے میں اور کون سی آمدنی ہے؟

وصولی سرکار کے گھر گئی، بقایا اسامیوں نے دبا لیا۔ اب میں کہاں جاؤں؟ کیا کھاؤں، تمھارا سر؟ یہ لاکھوں روپئے سال کا خرچ کہاں سے آئے افسوس ہے کہ دو پشتوں سے کارندہ کا کام کرتے رہنے پر بھی مجھے آج تمھیں یہ بات بتلانی پڑتی ہے۔ کتنے روپیہ وصول ہوئے تھے، ہوری سے؟"

نوکھے رام نے سپٹا کر کہا: "اسی روپئے۔"

"نقد؟"

"نکد اس کے پاس کہاں تھے سرکار؟ کچھ اناج دیا، کچھ میں اپنا گھر لکھ دیا"

www.urduchannel.in

رائے صاحب نے اپنی غرض کو چھوڑتے ہوئے ہوری کی طرفداری کی! اچھا تو آپ نے اور آپ کے بھلا بھگت پنڈت نے مل کر ایک معتبر اسامی کو تباہ کر دیا! میں پوچھتا ہوں کہ تم لوگوں کو کیا حق تھا کہ میرے علاقے میں مجھے اطلاع دیئے بغیر میرے اسامی سے جرمانہ وصول کرتے؟ اگر میں چاہوں تو اسی بات پر آپ کو اور اس خبطئے پٹواری اور اس مکار پنڈت کو سات سات سال کے لئے جیل بھجوا سکتا ہوں۔ آپ نے سمجھ لیا کہ آپ ہی علاقے کے بادشاہ ہیں۔ میں کہے دیتا ہوں کہ آج شام تک جرمانے کی پوری رقم میرے پاس پہنچ جائے ورنہ اچھا نہ ہوگا۔ میں ایک ایک سے چکی پسوا کر چھوڑوں گا۔ جائیے، ہاں ہوری اور اس کے لڑکے کو میرے پاس بھیج دیجئے گا۔"

نوکھے رام نے دبی زبان سے کہا: "اس کا لڑکا تو گاؤں چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔ جس رات کو یہ واردات ہوئی اسی رات کو بھاگا تھا۔"

رائے صاحب نے غصّے سے کہا: "جھوٹ مت بکو۔ تمہیں معلوم ہے کہ جھوٹ سے میرے بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔ میں نے آج تک کبھی نہیں سنا کہ کوئی نوجوان اپنی چہیتی کو اس کے گھر سے لا کر پھر خود بھاگ جائے۔ اگر اُسے بھاگنا ہی ہوتا تو وہ اس لڑکی کو لاتا ہی کیوں؟ تم لوگوں کی اس میں بھی ضرور کوئی شرارت ہے۔ تم گنگا میں ڈوب کر بھی اپنی صفائی دو تو میں ماننے کا نہیں۔ تم لوگوں نے اپنے سماج کی پیاری مرجاد کی حفاظت کے لئے اسے دھمکا دیا ہوگا۔ بیچارہ بھاگ نہ جاتا تو کیا کرتا؟"

نوکھے رام اس کی مخالفت نہ کر سکے۔ مالک جو کچھ کہیں سب ٹھیک ہے۔ وہ یہ بھی نہ کہہ سکے کہ آپ خود چل کر جھوٹ سچ کی جانچ کر لیں۔ بڑے آدمیوں کا غصّہ پوری پوری اطاعت چاہتا ہے اپنے خلاف ایک لفظ بھی نہیں سن سکتا۔"

www.urduchannel.in

پنچوں نے رائے صاحب کا یہ فیصلہ سنا تو نشہ ہرن ہو گیا. غلہ تو ابھی جوں کا توں پڑا ہوا تھا مگر روپئے تو کب کے غائب ہو چکے تھے۔ ہوری کا مکان رہن لکھا گیا تھا مگر اس مکان کو دیہات میں کون پوچھتا ہے؟ جیسے ہندو عورت شوہر کے ساتھ ہی گھر کی مالکہ ہے اور شوہر کے چھوڑ دینے پر کہیں کی نہیں رہتی اسی طرح یہ گھر ہوری کے لئے تو لاکھ روپئے کا ہے مگر اس کی اصلی قیمت تو کچھ بھی نہیں، اور ادھر رائے صاحب روپئے لئے بغیر ماننے کے نہیں یہی ہوری جا کر رو آیا ہوگا۔ پٹیشوری لال سب سے زیادہ خائف تھے۔ ان کی تو نوکری ہی چلی جائے گی۔ چاروں آدمی اس مشکل مسئلے پر غور کر رہے تھے مگر کسی کی عقل کام نہ کرتی تھی، ایک دوسرے کو الزام دیتا تھا۔ پھر خوب جھگڑا ہوا۔

پٹیشوری نے اپنی لمبی گردن ہلا کر کہا: "میں منع کرتا تھا کہ ہوری کے معاملے میں ہمیں چپ ہو کر رہ جانا چاہیئے۔ گائے کے معاملے میں سب کو تاوان دینا پڑا۔ اب اس معاملے میں تاوان ہی سے گلا نہ چھوٹے گا بلکہ نوکری سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا مگر تم لوگوں کو روپئے کی پڑی تھی۔ نکالو بیس بیس روپئے۔ اب بھی کسل ہے۔ کہیں رائے صاحب نے رپٹ کر دی تو سب کے سب بندھ جاؤ گے۔"

داتا دین نے اپنا برہمنی جلال دکھا کر کہا: "میرے پاس بیس روپئے تو کیا، بیس پیسے بھی نہیں ہیں۔ برہمنوں کو بھوج دیا گیا، ہوم ہوا، کیا اس میں کچھ لگا ہی نہیں؟ رائے صاحب کی ہمت ہے کہ مجھے جہل (جیل) لے جائیں۔ برہمہ بن کر گھر کا گھر مٹا دوں گا۔ ابھی انھیں کسی برہمن سے پالا نہیں پڑا۔"

جھنگری سنگھ نے بھی کچھ ایسی ہی بات کہی۔ وہ رائے صاحب کے نوکر نہیں ہیں۔ انھوں نے ہوری کو مارا نہیں، پیٹا نہیں، اس پر کوئی دباؤ ڈالا نہیں۔ ہوری اگر پرایسچت (کفارہ) کرنا چاہتا تھا تو انھوں نے اس کا موقع دیا۔ اس کے لئے انھیں کوئی دکھ نہیں دے سکتا۔ مگر نوکھے رام کی گردن اتنی آسانی

www.urduchannel.in

سے نہ چھوٹ سکتی ہی۔ یہاں مزے سے بیٹھے بیٹھے راج کرتے تھے۔ مشاہرہ تو دس روپئے سے زیادہ نہ تھا مگر ایک ہزار سالانہ سے زائد آمدنی تھی۔ صدہا آدمیوں پر حکومت، چار چار پیادے حاضر، بیگار میں سارا کام ہوجاتا تھا، تھانیدار تک کرسی دیتے تھے۔ یہ چین انھیں اور کہاں تھا؟ اور ہٹیشوری نوکری کی بدولت مہاجن بنے ہوئے تھے۔ کہاں جاسکتے تھے؟ دو تین روز اسی تردد میں پڑے رہے کہ اس مصیبت سے کس طرح نجات ہو۔ آخر انھیں ایک راستہ سوجھ گیا۔ کبھی کبھی کچہری میں انھیں بجلی بیٹھے کو مل جاتی تھی۔ اگر ایک گمنام خط اس کے ایڈیٹر کے خدمت میں بھیج دیا جائے کہ رائے صاحب کس طرح اسامیوں سے جرمانہ وصول کرتے ہیں تو بچہ کو لینے کے دینے پڑجائیں۔ نوکھے رام بھی متفق ہوگئے۔ دونوں نے مل کر کسی طرح ایک خط لکھا اور رجسٹری سے بھیج دیا۔

ایڈیٹر اونکار ناتھ تو ایسے خطوں کی تاک میں رہتے تھے۔ خط پاتے ہی فوراً رائے صاحب کو اطلاع دی۔ انھیں ایک ایسی خبر ملی ہے جس پر اعتبار کرنے کو ان کا جی نہیں چاہتا مگر نامہ نگار نے ایسے ثبوت دئے ہیں کہ یکایک بے اعتباری بھی نہیں کی جاسکتی۔ کیا یہ سچ ہی کہ رائے صاحب نے اپنے علاقے کی ایک اسامی سے اسی روپئے تاوان اس لئے وصول کیا کہ اس کے لڑکے نے ایک بیوہ کو اپنے گھر رکھ لیا تھا؟ ایڈیٹر کا فرض انھیں مجبور کرتا ہی کہ وہ اس معاملے کی جانچ کریں اور عوام کی بھلائی کے لئے اسے چھاپ دیں۔ رائے صاحب اس کے متعلق جو کچھ کہنا چاہیں اسے بھی وہ چھاپ دیں گے۔ ایڈیٹر صاحب دل سے چاہتے ہیں کہ یہ خبر غلط ہو لیکن اگر اس میں کچھ بھی سچائی ہوئی تو اسے شائع کرنے پر مجبور ہوجائنگے۔ دوستی انھیں فرض کے راستے سے نہیں ہٹا سکتی۔

رائے صاحب کو یہ خبر ملی تو انھوں نے اپنا سر پیٹ لیا۔ پہلے تو انھیں یہ

www.urduchannel.in

تحریک ہوئی کہ جا کر اونکار ناتھ کو پچاس ہنٹر گن کر لگائیں کہ جہاں وہ خط چھاپنا وہیں یہ حال بھی چھاپ دینا۔ لیکن اس کا انجام سوچ کر دل کو ٹھنڈا کیا اور فوراً ان سے ملنے چلے۔ اگر دیر کی اور اونکار ناتھ نے وہ حال چھاپ دیا تو ان کی ساری نیکنامی پر پانی پھر جائے گا۔

اونکار ناتھ سیر کر کے لوٹے تھے اور ان کے اخبار کے لئے اڈیٹوریل لکھنے کی فکر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مگر دل چرخے کی طرح اڑا اڑا پھرا تھا۔ ان کی اہلیہ نے رات میں انھیں کچھ ایسی باتیں کہہ ڈالی تھیں جو ابھی تک کانٹوں کی طرح چبھ رہی تھیں۔ انھیں کوئی مفلس کہہ لے، بدنصیب کہہ لے، بے وقوف کہہ لے، ذرا بھی برا نہ مانتے تھے مگر یہ کہنا کہ ان میں مردیت نہیں ہے، ان کی برداشت کے باہر تھا۔ اور پھر اپنی بیوی کو یہ کہنے کا کیا حق ہے؟ اس سے تو یہ امید کی جاتی ہے کہ کوئی ایسا کہے تو اس کا منہ بند کر دے۔ بے شک وہ ایسی خبریں نہیں چھاپتے، ایسے نوٹ نہیں لکھتے کہ سر پر کوئی آفت آ جائے۔ پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں۔ ان سیاہ قانونوں کے زمانے میں وہ اور کر ہی کیا سکتے ہیں؟ مگر وہ کیوں سانپ کے بل میں ہاتھ نہیں ڈالتے؟ اسی لئے تو کہ ان کے گھر والوں کو تکلیف نہ اٹھانی پڑے اور ان کی اس برداشت کا انھیں یہ صلہ مل رہا ہے۔ کیا اندھیر ہے! ان کے پاس روپیہ نہیں ہے تو بنارسی ساڑی کیسے منگا دیں؟ ڈاکٹر سیٹھ اور پروفیسر بھاٹیا اور نہ جانے کس کس کی بیویاں بنارسی ساڑی پہنتی ہیں تو وہ کیا کریں؟ کیوں ان کی بیوی ان ساڑی والیوں کو اپنی کھدر کی ساڑی سے نادم نہیں کرتی؟ ان کی خود تو یہ عادت ہے کہ کسی بڑے آدمی سے ملنے جاتے ہیں تو موٹے سے موٹے کپڑے پہن لیتے ہیں اور کوئی کچھ رائے زنی کرے تو اس کا منہ توڑ جواب

www.urduchannel.in

کو وہ تیار رہتے ہیں۔ ان کی بیوی میں کیا وہی خودداری نہیں ہے؟ وہ
ں دوسروں کا ٹھاٹ باٹ دیکھ کر بے چین ہو جاتی ہے؟ اسے
چاہیئے کہ وہ ایک محبّ وطن کی بیوی ہے جس کے پاس حب الوطنی کی
اور کون سی پونجی ہے؟ اسی کو آج افتتاحیہ مضمون بنانے کا خیال
تے کرتے ان کا دھیان رائے صاحب کے معاملے پر جا پہنچا۔ رائے صاحب
ں اطلاع کا کیا جواب دیتے ہیں، دیکھنا یہ ہے۔ اگر وہ اپنی صفائی دینے
ں کامیاب ہو جاتے ہیں تو کوئی بات نہیں، ورنہ اگر وہ یہ سمجھیں کہ اونکار ناتھ
باؤ، خوف یا مروت میں آ کر اپنے فرض سے منہ موڑ لیں گے تو یہ ان کی
م خیالی ہے۔ اس ساری تپسیا کا بدلا انھیں اس کے سوا اور کیا ملتا ہے
موقع ملنے پر ان قانونی ڈاکوؤں کی کرتوت کھول دیں۔ انھیں خوب
م ہے کہ رائے صاحب بڑے با اثر آدمی ہیں۔ کونسل کے ممبر
ہونے کے علاوہ حکام میں بھی ان کا کافی رسوخ ہے۔ وہ چاہیں تو اُن
پر جھوٹے مقدمے چلوا سکتے ہیں۔ اپنے غنڈوں سے انھیں راہ چلتے
پٹوا سکتے ہیں، مگر اونکار ناتھ ان باتوں سے نہیں ڈرتا۔ جب تک اس کے
جسم میں جان ہے وہ ظالموں کی خبر لیتا ہی رہے گا۔

دفعتاً موٹر کی آواز سن کر وہ چونک پڑے اور فوراً کاغذ لے کر اپنا مضمون شروع کر دیا۔ ایک ہی لمحہ میں رائے صاحب اُن کے کمرے میں داخل ہوئے۔

اونکار ناتھ نے نہ ان کا خیر مقدم کیا، نہ مزاج پُرسی کی اور نہ کرسی دی۔ انھیں اس طرح دیکھا گویا کوئی ملزم ان کی عدالت میں آیا ہو اور رعب کی آواز میں پوچھا "آپ کو میرا پُرزہ مل گیا تھا؟ میں خط لکھنے کے

www.urduchannel.in

لئے مجبور نہ تھا۔ میرا فرض تو یہ تھا کہ خود اس کی تحقیقات کرتا مگر مروت میں اصولوں کا کچھ نہ کچھ خون کرنا ہی پڑتا ہے۔ کیا اس خبر میں کچھ سچائی ہے ؟"

رائے صاحب اس کی سچائی سے انکار نہ کر سکے اگرچہ ابھی انھیں جرمانے کے روپئے نہیں ملے تھے۔ اور وہ اس کے ملنے سے صاف انکار کر سکتے تھے مگر وہ دیکھنا چاہتے تھے کہ یہ کس پہلو پر چلتے ہیں۔

اونکار ناتھ نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا " تب تو میرے لئے اس خبر کو چھاپ دینے کے سوا اور کوئی چارا نہیں ہے۔ مجھے اس کا افسوس ہے کہ مجھے اپنے ایک بڑے خیر خواہ دوست کے متعلق کچھ لکھنا پڑ رہا ہے۔ مگر فرض کے مقابلے میں شخص کوئی چیز نہیں۔ ایڈیٹر اگر اپنا فرض نہ پورا کر سکے تو اسے اس جگہ پر بیٹھنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

رائے صاحب کرسی پر بیٹھ گئے اور پان کے بیڑے منہ میں ڈال بولے " لیکن یہ آپ کے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ مجھے تو جو کچھ ہونا ہے وہ بعد کو ہوگا مگر آپ کو فوراً سزا مل جائے گی۔ اگر آپ دوستوں کی پروا نہیں کرتے تو میں بھی اسی پالیسی کا آدمی ہوں۔"

اونکار ناتھ نے ایک شہید کی عظمت اختیار کرتے ہوئے کہا۔ "اس کا تو مجھے کبھی ڈر نہیں ہوا۔ جس روز میں نے ایڈیٹر ہونے کی ذمہ داری لی اسی روز اپنی جان کا موہ چھوڑ دیا، اور میرے نزدیک ایڈیٹر کی سب سے شاندار موت یہی ہے کہ وہ حق و انصاف پر اپنے کو قربان کر دے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں آپ کا چیلنج منظور کرتا ہوں، میں اب تک آپ کو اپنا دوست سمجھتا آیا تھا مگر اب آپ لڑنے پر تیار ہیں تو لڑائی ہی سہی۔ آخر میں آپ کے اخبار کا پانچ گنا چندہ کیوں دیتا ہوں؟ صرف اس لئے کہ وہ

www.urduchannel.in

اغلام بنا رہے۔ مجھے ایشور نے رئیس بنایا ہے۔ آپ کے بنانے سے نہیں ہوں۔ معمولی چندہ پندرہ روپئے ہے اور میں پچھتر روپئے دیتا ہوں تو اسی کے کہ آپ کا منہ بند رہے۔ جب آپ گھاٹے کا رونا روتے ہیں اور مداد کے لئے اپیل کرتے ہیں اور ایسی شاید ہی کوئی سہ ماہی جاتی ہو جب آپ اپیل نہ نکلے، تو میں ایسے ہر موقع پر آپ کی کچھ نہ کچھ امداد کر دیتا ہوں۔ کس ؟ دیوالی، دسہرہ اور ہولی میں آپ کے یہاں سوغات بھیجتا ہوں اور سال میں پچیس مرتبہ آپ کی دعوت کرتا ہوں۔ کس لئے؟ آپ رشوت اور فرض دونوں کو ساتھ ساتھ نہیں نباہ سکتے۔"

اونکار ناتھ گرم ہو کر بولے "میں نے کبھی رشوت نہیں لی۔"

رائے صاحب نے پھٹکارا "اگر یہ رشوت نہیں ہے تو رشوت کیا ہے؟ ذرا مجھے سمجھا دیجئے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کے علاوہ اور سب گدھے ہیں جو بے غرضانہ آپ کا گھاٹا پورا کرتے ہیں؟ نکالئے اپنا کھاتا اور مجھے بتائیے کہ اب تک آپ کو میری ریاست سے کتنا مل چکا ہے مجھے یقین ہے کہ ہزاروں کی رقم نکلے گی۔ اگر آپ کو سودیشی سودیشی چلاکر بدیشی دواؤں اور چیزوں کا اشتہار چھاپتے شرم نہیں آتی تو میں کیوں اپنے اسامیوں سے تاوان اور جرمانہ لینے میں شرم کروں؟ یہ نہ سمجھئے کہ آپ ہی کسانوں کے بہبود کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں۔ مجھے کسانوں کے ساتھ جلنا مرنا ہے، مجھ سے بڑھ کر دوسرا ان کا بہی خواہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن میرا گذر کیسے ہو؟ افسروں کو دعوتیں کہاں سے دوں؟ سرکاری چندے کہاں سے دوں؟ خاندان کے سینکڑوں آدمیوں کی ضروریات کیسے پوری کروں؟ میرے گھر کا خرچ کیا ہے، یہ شاید آپ جانتے ہیں۔ تو کیا

www.urduchannel.in

میرے گھر میں روپئے پھلتے ہیں؟ آئیں گے تو اسامیوں ہی کے گھر سے۔ آ
سمجھتے ہوں گے کہ زمیندار اور تعلقدار دنیا بھر کا سکھ لوٹ رہے ہیں۔ ان
اصلی حالت کا آپ کو پتہ نہیں۔ اگر وہ دھرماتما بن کر رہیں تو ان کا زندہ
مشکل ہو جائے۔ حکام کو ڈالیاں نہ دیں تو جیل گھر ہو جائے۔ ہم بچھو نہیں،
کہ خواہ مخواہ سب کو ڈنک مارتے پھریں اور نہ غریبوں کا گلا دبانا کوئی بڑ
خوشی کی بات ہے مگر رواجوں کو تو نبھانا پڑتا ہی جس طرح آپ میرے ر
ہونے کا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اسی طرح اور سب لوگ بھی ہمیں سونے کا
انڈا دینے والی مرغی سمجھتے ہیں۔ آیئے میرے بنگلے پر تو دکھا دوں کہ صبح
شام تک کتنے نشانے مجھ پر پڑتے ہیں۔ کوئی کشمیر سے شال دوشالے
لئے چلا آتا ہے، کوئی عطر اور تمباکو کا ایجنٹ ہے، کوئی کتابوں اور اخبار د
کا، کوئی بیمہ کمپنی کا، کوئی گراموفون لئے سر پر سوار ہے اور کوئی کچھ چندہ
والے تو بے شمار، کیا سب کے سامنے اپنا دکھڑا لے کر بیٹھ جاؤں؟
کیا یہ لوگ میرے دروازے پر دکھڑا سننے آتے ہیں؟ آتے ہیں مجھے
الو بنا کر مجھ سے کچھ اینٹھنے کے لئے۔ آج رواج کا خیال چھوڑ دوں تو
تالیاں پٹنے لگیں۔ حکام کو ڈالیاں نہ دوں تو باغی سمجھا جاؤں۔ تب آپ
اپنے مضامین سے میری حفاظت نہ کریں گے۔ کانگریس میں شریک ہوا،
اس کا تاوان ابھی تک دیتا جاتا ہوں۔ کالی کتاب میں نام درج ہو گیا
میرے سر پر کتنا قرض ہے یہ بھی کبھی آپ نے پوچھا؟ اگر سب ہی مہاجن
ڈگریاں کرالیں تو میرے ہاتھ کا چھلا تک بک جائے گا۔ آپ کہیں گے
کیوں یہ جھگڑے پالتے ہو؟ سات پشتوں سے جن حالات میں رہتا آیا ہوں
ان سے اب نکل نہیں سکتا۔ گھاس چھیلنا اب میرے لئے ناممکن ہے۔

www.urduchannel.in

آپ بے خوف ہو سکتے ہیں مگر آپ بھی دُم دبائے بیٹھے رہتے ہیں۔ آپ کو کچھ خبر ہے کہ عدالتوں میں کتنی رشوت چل رہی ہے، کتنے غریبوں کا خون ہو رہا ہے۔ کتنی عورتیں بدراہ ہو رہی ہیں، ہے بوتہ کھنے کا؟ مثال میں دیتا ہوں مع ثبوت کے۔"

اونکار ناتھ کچھ نرم ہو کر بولے "جب کبھی ایسا موقع آیا ہے میں نے قدم پیچھے نہیں ہٹایا۔"

رائے صاحب بھی کچھ نرم ہوئے۔ "ہاں میں مانتا ہوں کہ دو ایک موقعوں پر آپ نے جواں مردی دکھائی مگر آپ کی نظر ہمیشہ اپنے فائدے پر رہی، عوام کے فائدے پر نہیں۔ آنکھیں نہ نکالئے اور نہ چہرہ سرخ بنائیے جب کبھی آپ میدان میں آئے اس کا اچھا نتیجہ یہی ہوا کہ آپ کی عزت اور آمدنی میں اضافہ ہوا۔ اگر میرے ساتھ بھی آپ وہی چال چل رہے ہوں تو میں آپ کی خاطر کرنے کو تیار ہوں۔ روپئے نہ دوں گا کیونکہ وہ رشوت ہے، آپ کی اہلیہ کے لئے کوئی زیور بنوا دوں گا، ہے منظور؟ اب میں آپ کو سچ کہتا ہوں کہ آپ کو جو خبر ملی ہے وہ غلط ہے، مگر یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اپنے اور سب ہی بھائیوں کی طرح میں بھی اسامیوں سے جرمانہ لیتا ہوں اور سال میں دس پانچ ہزار روپئے میرے ہاتھ لگ جاتے ہیں۔ اگر آپ میرے منہ سے یہ لقمہ چھیننا چاہیں گے تو آپ گھاٹے میں رہیں گے۔ آپ بھی دنیا میں آرام سے رہنا چاہتے ہیں اور میں بھی رہنا چاہتا ہوں۔ اس کا کیا فائدہ کہ آپ انصاف اور فرض کا ڈھونگ کر کے مجھے زیر بار کریں اور خود بھی زیر بار ہوں۔ دل کی بات کہئے۔ میں آپ کا دشمن نہیں ہوں۔ آپ کے ساتھ کتنے ہی بار ایک چوکے میں، ایک میز پر کھا چکا ہوں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ

www.urduchannel.in

آپ تکلیف میں ہیں۔ آپ کی حالت میری حالت سے بھی بدتر ہے۔ ہاں اگر آپ نے سیتنہ ہرش چندر بننے کی قسم کھائی ہے تو آپ کی خوشی۔ اب میں چلتا ہوں۔"

رائے صاحب کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اونکارناتھ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر مصالحانہ انداز سے کہا۔ "نہیں نہیں، ابھی آپ کو بیٹھنا پڑے گا۔ میں اپنی پوزیشن صاف کر دینا چاہتا ہوں۔ آپ نے میرے ساتھ جو سلوک کئے ہیں ان کے لئے میں آپ کا احسان مند ہوں مگر یہاں اصولی بات آگئی ہے اور آپ جانتے ہیں کہ اصول جان سے بھی زیادہ پیارے ہوتے ہیں۔"

رائے صاحب کرسی پر بیٹھ کر ذرا میٹھے لہجے میں بولے۔ "اچھا بھئی جو چاہے لکھو۔ میں تمھارے اصولوں کو توڑنا نہیں چاہتا اور تو کیا ہوگا بدنامی ہوگی ہاں کہاں تک نام کے پیچھے مروں؟ کون ایسا تعلقدار ہے جو اسامیوں کو تھوڑا بہت نہیں ستاتا؟ کتا ہڈی کی حفاظت کرے تو کھائے کیا؟ میں اتنا ہی کر سکتا ہوں کہ آئندہ آپ کو اس طرح کی کوئی شکایت نہ ملے گی۔ اگر آپ کو مجھ پر یقین ہے تو اس دفعہ معاف کیجئے۔ کسی دوسرے ایڈیٹر سے میں ایسی خوشامد نہ کرتا۔ اسے سر بازار پٹوا تا۔ لیکن مجھ سے آپ کی دوستی ہے، پس مجھے دبنا ہی پڑے گا۔ یہ اخباروں کا زمانہ ہے۔ سرکار تک ان سے دبتی ہے، میری ہستی کیا؟ آپ جسے چاہیں بنا دیں اور جسے چاہیں بگاڑ دیں خیر یہ جھگڑا ختم کیجئے۔ کہئے آج کل اخبار کی کیا حالت ہے؟ کچھ گاہک بڑھے؟"

اونکارناتھ نے ناراضا مندی سے کہا۔ "کسی نہ کسی طرح کام چلا جاتا ہے اور موجودہ حالت میں میں اس سے زیادہ امید نہیں رکھتا۔ میں اس

www.urduchannel.in

طرف دولت اور آرام کی خواہش لے کر نہیں آیا تھا۔ اس لئے مجھے کوئی شکایت نہیں ہے۔ میں پبلک کی خدمت کرنے آیا تھا۔ اور وہ حتی الامکان کئے جاتا ہوں۔ ملک و قوم کا بھلا ہو، یہی میری خواہش ہے۔ ایک شخص کے سکھ دُکھ کی کوئی قیمت نہیں۔"

رائے صاحب نے ذرا اور ملائم ہو کر کہا "یہ سب ٹھیک ہی بھائی صاحب، لیکن خدمت کے لئے بھی جینا ضروری ہے۔ مالی افکار میں مبتلا ہوتے ہوئے آپ یکسوئی کے ساتھ خدمت بھی تو نہیں کر سکتے۔ کیا گاہکوں کی تعداد بالکل نہیں بڑھ رہی؟"

" بات یہ ہے کہ میں اپنے اخبار کا معیار کم نہیں کرنا چاہتا۔ اگر میں بھی آج سینما کے اسٹاروں کی تصاویر اور ان کی سوانح عمریاں چھاپنے لگوں تو گاہک بڑھ سکتے ہیں مگر اپنا تو شعار نہیں اور بھی کتنے ہی ایسے ہتھکنڈے ہیں جن سے اخبار کے ذریعہ روپیہ پیدا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن میں انھیں برا سمجھتا ہوں۔"

" اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ آج آپ کی اتنی عزت ہے۔ میں ایک تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں، معلوم نہیں آپ اسے منظور کریں گے یا نہیں۔ آپ میری جانب سے سو آدمیوں کے نام مفت پرچہ جاری کر دیجیے۔ اور قیمت میں دیدوں گا۔"

اودنکارناتھ نے ممنونیت سے سر جھکا کر کہا "میں شکریئے کے ساتھ آپ کا دان قبول کرتا ہوں۔ افسوس یہی ہے کہ اخباروں کی جانب سے لوگوں میں بڑی بے توجہی ہے۔ اسکولوں، کالجوں اور مندروں کے لئے پیسے کی کمی نہیں ہے مگر آج تک ایک بھی ایسا سخی نہ نکلا جو اخباروں کی اشاعت

www.urduchannel.in

کے سلئے دان دیتا۔ حالانکہ تعلیمی مقصد جتنے کم خرچ میں اخباروں سے پورا ہوسکتا ہے اتنا اور کسی طرح نہیں ہوسکتا۔ جیسے تعلیم گاہوں کو مختلف انجمنوں سے امداد ملتی ہے۔ اسی طرح اگر اخبار نویسوں کو بھی ملنے لگے تو ان غریبوں کو اپنا جتنا وقت اور جتنی جگہ اشتہاروں کی نذر کرنا پڑتی ہے وہ کیوں کرنا پڑے۔ میں آپ کا بہت شکر گذار ہوں۔"

رائے صاحب رخصت ہوگئے۔ اوںکارناتھ کے چہرے پر خوشی کی جھلک نہ تھی۔ رائے صاحب نے کسی طرح کی شرط نہ کی تھی۔ کوئی بندش نہ لگائی تھی، مگر اوںکارناتھ آج اتنی بڑی فضیحت پاکر بھی اس امداد کو نامنظور نہ کرسکے۔ حالت ایسی تھی کہ انھیں نجات کی کوئی تدبیر ہی نہ سوجھ رہی تھی۔ پریس کے ملازموں کی تین مہینے کی تنخواہ باقی تھی۔ کاغذ والے کو ایک ہزار سے زیادہ دینا تھا۔ یہی کیا کم تھا کہ انھیں ہاتھ نہیں پھیلانا پڑے۔

ان کی اہلیہ گومتی نے آکر خفگی سے کہا: "کیا ابھی کھانے کا وقت نہیں آیا؟ یا یہ بھی کوئی قاعدہ ہے کہ جب تک ایک نہ بج جائے جگہ سے نہ اٹھو۔ کب تک کوئی چولھا تاکتا رہے؟"

اوںکارناتھ نے غمگین آنکھوں سے بیوی کی طرف دیکھا۔ گومتی کی خفگی غائب ہوگئی۔ وہ ان کی مشکلات کو سمجھتی تھی۔ دوسری عورتوں کے زیور کپڑے دیکھ کر کبھی کبھی اس کے دل میں مخالفت کا جذبہ جاگ اٹھتا تھا اور وہ شوہر کو دوچار کھری کھوٹی سنا جاتی تھی۔ مگر اصل میں یہ غصہ ان پر نہیں بلکہ خود اپنی بدقسمتی پر تھا اور اس کی تھوڑی آنچ خواہ مخواہ اوںکارناتھ تک پہنچ ہی جاتی تھی۔ وہ ان کی ریاضت دیکھ کر دل میں کڑھتی بھی تھی اور ان سے ہمدردی بھی رکھتی تھی۔ بس انھیں تھوڑا سا خبطی سمجھتی تھی۔ ان کا اداس چہرہ دیکھ کر پوچھا۔

www.urduchannel.in

کیوں اداس ہو، پیٹ میں کچھ گڑ بڑ ہے کیا؟"

اذنکار ناتھ کو مسکرانا پڑا۔" کون اداس ہے؟ میں! مجھے تو آج جتنی خوشی ہے اتنی تو اپنے بیاہ کے دن بھی نہ ہوئی تھی۔ آج صبح صبح پندرہ سو کا سودا ہوا ہی، کسی اچھے کا منہ دیکھا تھا۔"

گومتی کو یقین نہ آیا بولی" جھوٹے ہو۔ تمھیں پندرہ سو کہاں سے ملے جاتے ہیں؟ ہاں پندرہ کہو تو مانے لیتی ہوں۔"

نہیں نہیں، تمھارے سر کی قسم، پندرہ سو مارے۔ ابھی رائے صاحب آئے تھے، سو گاہکوں کا چندہ اپنی طرف سے دینے کا وعدہ کر گئے ہیں۔"

گومتی کا چہرہ اتر گیا: "تو مل چکے!"

" نہیں نہیں رائے صاحب وعدے کے پکے ہیں۔"

" میں نے کسی تعلقدار کو وعدے کا پکا دیکھا ہی نہیں۔ دادا ایک تعلقدار کے نوکر تھے۔ سال سال بھر تنخواہ نہ ملتی تھی۔ اسے چھوڑ کر دوسری کی نوکری کی۔ اس نے دو سال تک ایک پائی نہ دی۔ ایک بار دادا گرم ہو پڑے تو مار کر بھگا دیا۔ ان کے وعدوں کا کوئی اعتبار نہیں۔"

میں آج ہی بل بھیجتا ہوں۔"

بھیجا کرو۔ کہہ دیں گے کہ کل آنا۔ کل اپنے علاقے پر چلے جائیں گے اور تین مہینے میں لوٹیں گے۔"

اذنکار ناتھ شک میں پڑ گئے۔ کہیں رائے صاحب بعد کو مکر گئے تو وہ کیا کر لیں گے؟ پھر بھی دل کڑا کر کے بولے" ایسا نہیں ہو سکتا۔ کم سے کم رائے صاحب کو میں اتنا دھوکے باز نہیں سمجھتا۔ میرا ان کے یہاں کچھ باقی نہیں ہی۔"

www.urduchannel.in

گومتی نے اسی تشکوک انداز سے کہا: "اسی سے تو میں تمھیں بدھو کہتی ہوں ذرا کسی نے ہمدردی دکھائی اور تم پھول اٹھے۔ یہ موٹے رئیس ہیں۔ ان کے پیٹ میں ایسے کتنے ہی وعدے ہضم ہو سکتے ہیں۔ جتنے وعدے کرتے ہیں اگر سب پورا کرنے لگیں تو بھیک مانگنے کی نوبت آجائے۔ میرے گاؤں کے ٹھاکر صاحب تو دو دو تین تین سال تک بنیوں کا حساب نہ کرتے تھے۔ نوکروں کی تنخواہ تو برائے نام دیتے تھے۔ سال بھر کام لیا اور جب نوکر نے تنخواہ مانگی تو مار کر نکال دیا۔ کئی بار اسی نادہندگی میں ان کے لڑکوں کے نام اسکول سے کٹ گئے۔ آخر انھوں نے لڑکوں کو بلا لیا۔ ایک بار ریل کا ٹکٹ بھی ادھار مانگا تھا۔ یہ رائے صاحب بھی تو ان ہی کے بھائی بند ہیں۔ چلو کھانا کھاؤ اور چکی پیسو، جو تمھارے بھاگ میں لکھا ہے۔ یہ سمجھ لو کہ یہ بڑے آدمی تمھیں پھٹکارتے رہیں وہی اچھا ہے۔ یہ اگر تمھیں ایک پیسہ دیں گے تو اس کا چوگنا اپنے اسامیوں سے وصول کر لیں گے۔ ابھی ان کے بارے میں جو کچھ چاہتے ہو لکھتے ہو مگر تب تو ٹھکر سہاتی ہی کہنی پڑے گی۔"

پنڈت جی کھا رہے تھے مگر لقمہ منہ میں پھنسا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ آخر دل کا بوجھ ہلکا کئے بغیر کھانا مشکل ہو گیا۔ بولے: "اگر روپئے نہ دئے تو ایسی خبر لوں گا کہ یاد کریں گے۔ ان کی چوٹی میرے ہاتھ میں ہے۔ گاؤں کے لوگ جھوٹی خبر نہیں دے سکتے۔ سچی خبر دیتے تو ان کی جان نکلتی ہے جھوٹی کیا دیں گے؟ رائے صاحب کے خلاف ایک رپورٹ میرے پاس آئی ہے۔ چھاپ دوں تو بچہ کو گھر سے نکلنا مشکل ہو جائے۔ مجھے وہ خیرات نہیں دے رہے ہیں، بڑے دباؤ میں پڑ کر اس راہ میں آئے ہیں۔ پہلے دھمکیاں دے رہے تھے، جب دیکھا کہ یوں کام

www.urduchannel.in

نہ چلے گا تو یہ جارا پھینکا۔ میں نے بھی سوچا کہ ایک ان کے ٹھیک ہو جانے سے تو ملک سے ظلم مٹا جاتا نہیں پھر کیوں نہ اس دان کو قبول کر لوں؟ میں اپنے معیار سے گر گیا ہوں ضرور، لیکن اتنے پر بھی رائے صاحب نے دغا کی تو میں بھی شرارت پر اتر آؤں گا۔ جو غریبوں کو لوٹتا ہی اسے لوٹنے کے لئے اپنے ضمیر کو بہت سمجھانا بجھانا نہ پڑے گا۔

* * *

www.urduchannel.in

(۱۷)

گانؤں میں خبر پھیل گئی کہ رائے صاحب نے پنچوں کو بلا کر خوب ڈانٹا اور لوگوں سے جتنے روپئے وصول کئے تھے وہ سب ان کے پیٹ سے نکال لئے۔ وہ تو ان لوگوں کو جیل بھجوا رہے تھے لیکن ان لوگوں نے ہاتھ پانوں جوڑے، تھوک کر چاٹا، تب جا کر چھٹکارا ملا۔ دھنیا کا کلیجہ ٹھنڈا ہو گیا گانؤں میں گھوم گھوم کر پنچوں کو نادم کرتی پھرتی تھی "آدمی نہ سنے گریبوں کی پکار، بھگوان تو سنتے ہیں۔ لوگوں نے سوچا تھا کہ ان سے ڈانڈلے کر مجے (مزے) سے پھلوریاں کھائیں گے پر بھگوان نے ایسا طمانچہ لگایا کہ پھلوریاں منہ سے باہر نکل پڑیں۔ ایک ایک کے دو دو بھرنے پڑے۔ اب چاٹو میرا گھر لے کر!"

مگر بیلوں کے بغیر کھیتی کیسے ہو! گانؤں میں بوائی شروع ہو گئی کاتک کے مہینے میں کسان کے بیل مر جائیں تو اس کے دونوں ہاتھ کٹ جاتے ہیں۔ ہوری کے دونوں ہاتھ کٹ گئے تھے۔ اور سب لوگوں کے کھیتوں میں ہل چل رہے تھے، بیج ڈالے جا رہے تھے۔ کہیں کہیں گیت کی تانیں سنائی دیتی تھیں مگر ہوری کے کھیت کسی بیکس عورت کے گھر کی طرح سونے پڑے تھے، پنیا کے پاس بھی گوئیں (بیلوں کا جوڑا) تھی، سوبھا کے پاس بھی گوئیں تھی۔ مگر انھیں اپنے کھیتوں کی بوائی سے فرصت کہاں کہ ہوری کے کھیت میں بوئیں؟ ہوری دن بھر ادھر ادھر مارا مارا پھرتا۔ کہیں اس کے کھیت میں جا بیٹھتا کہیں اس کی بوائی کرا دیتا! اس طرح کچھ اناج مل جاتا۔ دھنیا، سونا، روپا بھی

www.urduchannel.in

دوسروں کی بوائی میں لگی رہتی تھیں۔ جب تک بوائی رہی، پیٹ کی روٹیاں ملتی گئیں اور کوئی خاص تکلیف نہ ہوئی۔ دماغی تکلیف تو ضرور ہوتی تھی مگر کھانے بھر کو مل جاتا۔ رات کو روز میاں بیوی میں تھوڑی سی لڑائی ہو جاتی تھی۔

یہاں تک کہ کاتک بیت گیا اور گاؤں میں مزدوری کا ملنا بھی مشکل ہو گیا۔ اب سارا دارومدار ایکھ پر تھا جو کھیتوں میں کھڑی تھی۔

رات کا وقت تھا، سردی خوب پڑ رہی تھی۔ ہوری کے گھر میں آج کچھ کھانے کو نہ تھا۔ دن کو تو تھوڑا سا بھنا ہوا شرل گیا تھا مگر اس وقت چولھا جلنے کا کوئی ڈول نہ تھا۔ روپا بھوک سے بے حال تھی اور دروازے پر الاؤ کے آگے بیٹھی رو رہی تھی۔ گھر میں اناج کا ایک دانہ بھی نہیں ہے۔ تو کیا مانگے کیا کہے؟

جب بھوک نہ برداشت ہوئی تو وہ آگ مانگنے کے بہانے پنیا کے گھر گئی۔ وہ باجرے کی روٹی اور بتھوے کا ساگ پکا رہی تھی۔ مہک سے روپا کے منہ میں پانی بھر آیا۔

پنیا نے پوچھا "کیا ابھی تیرے گھر میں آگ نہیں جلی کیا ری؟"

روپا نے عاجزی سے کہا "آج تو گھر میں کچھ تھا ہی نہیں آگ کہاں سے جلتی"۔

"تو پھر آگ کا ہے کو مانگنے آئی ہے؟"

"دادا تماکھو (تمباکو) پئیں گے"۔

پنیا نے اپلے کی آگ اس طرف پھینک دی مگر روپا نے آگ اٹھائی نہیں اور پاس جا کر بولی "تمہاری روٹیاں مہک رہی ہیں، کاکی! مجھے باجرے کی روٹیاں بڑی اچھی لگتی ہیں"۔

www.urduchannel.in

پنیا نے مسکرا کر پوچھا " کھلئے گی ؟ "

" اماں ڈائیں گی "

" اماں سے کون کہنے جائے گا ؟ "

روپا نے پیٹ بھر کر روٹیاں کھائیں اور جوٹھے منہ بھاگی ہوئی گھر چلی گئی۔

ہوری اداس بیٹھا تھا کہ پنڈت داتا دین نے آکر پکارا۔ ہوری کا سینہ دھڑکنے لگا۔ کیا کوئی نئی مصیبت آنے والی ہے ؟ آگر ان کے پیر چھوئے اور الاؤ کے سامنے ان کے لئے ماچی رکھ دی۔

داتا دین نے بیٹھتے ہوئے ہمدردانہ لہجے میں کہا " اب کی تو تمھارے کھیت پرتی پڑ گئے ہوری۔ تم نے گانوں میں کسی سے کچھ کہا ہی نہیں، نہیں تو بھولا کی کیا مجال تھی کہ تمھارے دوارے سے بیل کھول لے جاتا۔ یہیں لوتھ گر جاتی۔ میں تم سے جنیو ہاتھ میں لے کر کہتا ہوں ہوری، کہ میں نے تمھارے اوپر ڈانڈ لگایا تھا۔ دھنیا مجھے ناحک (ناحق) بدنام کرتی پھرتی ہے۔ یہ سب ٹیٹوری لالہ اور جھنگری سنگھ کی کارستانی ہے۔ میں تو لوگوں کے کہنے سے پنچایت میں بیٹھ بھر گیا تھا۔ وہ لوگ تو اور کڑا ڈنڈ لگا رہے تھے، میں نے کہہ سن کر کم کرایا۔ مگر اب سب لوگ سر پر ہاتھ دھرے رو رہے ہیں۔ سمجھتے تھے کہ یہاں ان ہی کا راج ہے۔ یہ نہ جانتے تھے کہ گانوں کا راجہ کوئی اور ہے۔ تو اب اپنے کھیتوں کی بوائی کا کیا بندوبست کر رہے ہو ؟ "

ہوری نے رندھے گلے سے کہا " کیا بتاؤں مہراج ! پرتی رہیں گے "

" پرتی رہیں گے ! یہ تو بڑا انرتھ ہو گا "

" بھگوان کی یہی مرجی (مرضی) ہے تو اپنا کیا بس ؟ "

www.urduchannel.in

میرے ہوتے تمہارے کھیت کیسے پرتی رہیں گے۔ کل میں تمہاری بوائی کرا دوں گا۔ ابھی کھیتوں میں کچھ تری ہے۔ اگلے دس دن پیچھے ہو گی۔ اس سے سوا اور کوئی بات نہیں۔ ہمارا تمہارا آدھا ساجھا رہے گا۔ اس میں نہ تمہیں کوئی گھاٹا ہے نہ ہمیں۔ میں نے آج بیٹھے بیٹھے سوچا تو جی بڑا دکھی ہوا کہ جتے جتائے کھیت پرتی پڑے جاتے ہیں۔"

ہوری سوچ میں پڑ گیا: "جو ماسا بھر ان کھیتوں میں کھاد ڈالی، جوتا اور آج صرف بوائی کے لئے آدھی فصل دینی پڑ رہی ہے۔ اس پر احسان کیا جا رہا ہے۔ مگر اس سے تو اچھا ہے کہ کھیت پرتی پڑ جائیں اور کچھ نہ ملے گا تو لگان تو نکل ہی آئے گا۔ نہیں، اب کے ادا نہ ہوا تو بے دخلی بیدخلی آئی دھری ہے۔"

اس نے تجویز منظور کر لی۔

داتا دین خوش ہو کر بولے: "تو چلو، میں ابھی بیج تول دوں، جس میں بیرے (سویرے) کا جھنجھٹ نہ رہے۔ روٹی تو کھا لی ہے نا؟"

ہوری نے لجاتے ہوئے آج گھر میں چولھا نہ جلنے کی بات کہی۔

داتا دین نے میٹھے الہنے کے انداز سے کہا: "ارے، تمہارے گھر میں چولھا نہیں جلا تو تم نے مجھ سے کہا بھی نہیں! ہم تمہارے بیری تو نہیں تھے۔ اسی بات پر تم سے میرا جی کڑھتا ہے، ارے بھلے آدمی، اس میں آج شرم کی کونسی بات ہے؟ ہم سب ایک ہی تو ہیں۔ تم شودر ہوتے تو کیا، ہم براہمن ہوئے تو کیا، ہیں تو سب ایک ہی گھر کے۔ دن سب کے برابر نہیں جاتے۔ کون جانے کہ کل میرے ہی اوپر کوئی سنکٹ آ پڑے تو میں تم سے اپنا دکھ نہ کہوں گا تو کس سے کہوں گا؟ اچھا جو ہوا سو ہوا، چلو لوٹی کر

www.urduchannel.in

اناج کے ساتھ تمہیں من دو من کھانے کو بھی تول دوں گا۔"

آدھ گھنٹے میں ہوری من بھر جو کا ٹوکرا سر پر رکھے آیا اور گھر کی چکی چلنے لگی۔ دھنیا روتی تھی اور سونا کے ساتھ پیستی تھی۔ بھگوان اسے کس پاپ کا یہ ڈنڈ دے رہے ہیں۔

دوسرے دن بوائی شروع ہوئی۔ ہوری کا سارا کنبہ اس طرح کام میں لگا ہوا تھا جیسے سب کچھ اپنا ہی ہے۔ کئی دن کے بعد سنچائی بھی اسی طرح ہوئی داتا دین کو مفت کے مزدور مل گئے۔ اب کبھی کبھی ان کا لڑکا ماتادین بھی گھر میں آنے لگا۔ جوان آدمی تھا، بڑا عیاش اور بات چیت کا میٹھا۔ داتا دین جو کچھ چھین جھپٹ کراتے تھے وہ اسے بھنگ بوٹی میں اڑاتا تھا۔ ایک چماری سے اس کی آشنائی ہو گئی تھی اس لئے ابھی تک بیاہ نہ ہوا تھا۔ وہ رہتی الگ تھی مگر سارا گاؤں یہ بھید جانتے ہوئے بھی کچھ بول نہ سکتا تھا۔ ہمارا دھرم ہے کھانا۔ کھانا پاک رہے پھر ہمارے دھرم پر کوئی آنچ نہیں آسکتی۔ روٹیاں ڈھال بن کر بے دھرمی سے ہمیں بچاتی ہیں۔

اب ساجھے کی کھیتی ہونے سے ماتادین کو جھنیا سے گفتگو کرنے کا موقع ملنے لگا۔ وہ ایسے وقت آتا جب جھنیا کے سوا اور کوئی نہ ہوتا، کبھی کسی بہانے سے، کبھی کسی بہانے سے۔ جھنیا شکیل نہ تھی لیکن جوان تھی اور اس کی چماری سی بہتر تھی۔ کچھ دن شہر میں رہ چکی تھی۔ پہننا، اوڑھنا، بول چال وغیرہ سے واقف تھی اور حیادار بھی تھی جو عورت میں سب سے زیادہ کشش کی چیز ہے۔ ماتادین کبھی کبھی اس کے بچے کو گود میں اٹھا لیتا اور پیار کرتا جھنیا خوش ہو جاتی تھی۔

ایک دن اس نے جھنیا سے کہا: تم کیا دیکھ کر گوبر کے ساتھ

www.urduchannel.in

، جھونا؟"

جھنیا نے لجاتے ہوئے کہا: "بھاگ کھینچ لایا مہراج، اور کیا کہوں؟"

ماتادین نے افسوس سے کہا: "بڑا بے وفا آدمی ہے۔ تم جیسی لچھمی کو چھوڑ کر نے کہاں مارا مارا پھر رہا ہے۔ منچلا آدمی ہے اس سے مجھے شک ہوتا ہے کہ کہیں اور س گیا ہو۔ ایسے آدمیوں کو تو گولی مار دینی چاہیے۔ آدمی کی جندگی (زندگی) زادی اور آپ دوسرا گھر جانے لگے۔"

عورت رونے لگی۔ ماتادین نے ادھر ادھر تاک کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا، ر سمجھانے لگا: "تم اس کی کیوں پرواکرتی ہو، جھونا؟ چلا گیا تو چلا جانے دو۔ رے لئے کس بات کی کمی ہے؟ روپیہ پیسہ، گہنا کپڑا، جو چاہو مجھ سے لو۔"

جھنیا نے آہستہ سے ہاتھ چھڑا لیا اور پیچھے ہٹ کر بولی: "سب تمہاری دیا ہے مہراج! میں تو کہیں کی نہ رہی۔ گھر سے بھی گئی اور یہاں سے بھی گئی۔ نہ مایا ملی، نہ رام ہی ملے۔ دنیا کا رنگ ڈھنگ نہ جانتی تھی۔ اس کی میٹھی میٹھی باتیں سن کر جال میں پھنس گئی۔"

ماتادین نے گوبر کی برائی کرنی شروع کی: "وہ تو پورا لفنگا ہے، نہ گھر کا نہ گھاٹ کا! جب دیکھو، ماں باپ سے لڑائی، کہیں پیسہ پا جائے تو فوراً جوا کھیل ڈالے گا، چرس اور گانجے میں اس کی جان بستی ہے۔ سہدوں، لچوں کے ساتھ گھومنا، بہو بیٹیوں کو چھیڑنا، یہی اس کا کام تھا۔ تھانیدار صاحب بدمعاشی میں اس کا چالان کرنے والے تھے، ہم لوگوں نے بڑی بنتی کی تب جا کے چھوڑا۔ دوسروں کے کھیت کھلیان سے اناج اڑا لیا کرتا تھا۔ وہ کئی بار پکڑا گیا پر گاؤں گھر کا سمجھ کر چھوڑ دیا گیا۔"

www.urduchannel.in

ہے۔ سونا نے باہر سے آکر کہا: بھابھی! اماں نے کہا ہے کہ اناج نکال کر دھوپ میں ڈال دو، نہیں تو چوکر بہت نکلے گا۔ پنڈت نے تو جیسے بکھاریں پانی ڈال دیا ہو۔"

ماتادین نے اپنی صفائی دی۔ "معلوم ہوتا ہے کہ تیرے گھر برسات نہیں ہوئی، جو ماسے میں لکڑی تک گیلی ہوجاتی ہے۔ اناج تو اناج ہی ہے۔"

یہ کہتا ہوا وہ باہر چلا گیا۔ سونا نے آکر اس کا کھیل بگاڑ دیا تھا۔

سونا نے جھنیا سے پوچھا: "ماتادین کیا کرنے آئے تھے؟"

جھنیا نے ماتھا سکیڑ کر کہا: "پگہیا (مویشی باندھنے کی رسی) مانگ رہے تھے۔ میں نے کہہ دیا کہ یہاں نہیں ہے۔"

"یہ سب بہانہ ہے۔ بڑا برا آدمی ہے۔"

"مجھے تو بڑا بھلا آدمی لگتا ہے، کیا برائی ہے اس میں؟"

"تم نہیں جانتیں۔ سلیا چمارن کو رکھے ہے۔"

"تو اسی سے برا آدمی ہو گیا؟"

"اور کاہے سے آدمی برا کہا جاتا ہے؟"

"تمہارے بھیا بھی تو مجھے لائے ہیں۔ وہ بھی برے آدمی ہیں؟"

سونا نے اس کا جواب نہ دے کر کہا: "میرے گھر میں پھر کبھی آئے گا تو دھتکار دوں گی۔"

"اور جو اس سے تمہارا بیاہ ہو جائے؟"

سونا شرما گئی: "تم تو بھابی گالی دیتی ہو!"

"کیوں اس میں گالی کی کون بات ہے؟"

"مجھ سے بولے تو منہ جھلس دوں۔"

www.urduchannel.in

"تو کیا تمہارا بیاہ کسی دیوتا سے ہوگا؟ گانوں میں ایسا سُندر سجیلا جوان دوسرا کون ہے؟"

"تو تم چلی جاؤ اس کے ساتھ، سلیا سے لاکھ درجے اچھی ہو۔"

"میں کیوں چلی جاؤں؟ میں تو ایک کے ساتھ چلی آئی، چاہے وہ اچھا ہو یا بُرا۔"

"تو میں بھی جس کے ساتھ بیاہ ہوگا اس کے ساتھ چلی جاؤں گی، اچھا ہو یا بُرا۔"

"اور جو کسی بوڑھے کے ساتھ بیاہ ہوگیا؟"

سونا ہنسی: "میں اس کے لئے نرم نرم روٹیاں بناؤں گی، اس کی دوائیاں کوٹوں چھانوں گی، اسے ہاتھ پکڑ کر اٹھاؤں گی اور جب مرجائے گا تو منہ ڈھانک کے روؤں گی۔"

"اور جو کسی جوان کے ساتھ ہوا؟"

"تب تمہارا سر، ہاں نہیں تو!"

"اچھا بتاؤ، تمہیں بوڑھا اچھا لگتا ہے کہ جوان؟"

"جو اپنے کو چاہے وہی جوان ہے، جو نہ چاہے وہی بوڑھا ہے۔"

"بھگوان کرے کہ تمہارا بیاہ کسی بوڑھے سے ہوجائے تو دیکھوں کہ تم اسے کیسے چاہتی ہو۔ تب تو مناؤ گی کہ یہ نگوڑا کسی طرح مرجائے تو کسی جوان کو لے کر بیٹھ جاؤں۔"

"مجھے تو اس بوڑھے پر دیا آوے۔"

اس سال ادھر شکر کا ایک مِل کھل گیا تھا اس کے کارندے اور دلال گانوں گانوں گھوم کر کسانوں کی کھڑی ایکھ مول لیتے تھے۔ یہ وہی مِل تھا جسے

www.urduchannel.in

مسٹر کھنہ نے کھولا تھا۔ ایک دن کارندہ اس گاؤں میں بھی آیا۔ کسانوں نے جو مول تول کیا تو معلوم ہوا کہ گڑ بنانے میں کوئی بچت نہیں ہے۔ جب گھر میں ایکھ بھی یہی دام بکتے ہیں، تو پیلنے کی زحمت کیوں اٹھائی جائے۔ سارا گاؤں کھڑی ایکھ بیچنے کو تیار ہو گیا۔ اگر کچھ کم ہی ملے تو پرواہ نہیں، فوراً تو ملے گا۔ کسی کو لینا تھا، کسی کو لگان دینا تھا اور کوئی مہاجن سے گلا چھڑانا چاہتا تھا۔ ہوری کو بیل لینے تھے۔ اب کے ایکھ کی پیداوار اچھی نہ تھی، پس یہ بھی اندیشہ تھا کہ مال نہ پڑے گا اور جب گڑ کے بھاؤ مِل کی چینی ملے گی تو گڑ لے گا ہی کون؟ سب بچانے سے لئے۔ ہوری کو کم از کم ایک سو روپئے کی امید تھی۔ اتنے میں ایک معمولی جوڑ آجائے گی۔ لیکن مہاجنوں کو کیا کرے؟ داتادین، منگرو، دلاری، جھنگری سب ہی تو جان کھا رہے ہیں۔ اگر مہاجنوں کو دینے لگے گا تو سو روپئے سود کو بھی نہ ہوں گے۔ کوئی ایسی حکمت نہ سوجھتی تھی کہ ایکھ کے روپئے آجائیں اور کسی کو خبر نہ ہو۔ جب گھر آجائیں گے تب کوئی کیا کرے گا؟ گاڑی تلے گی تو سارا گاؤں دیکھے گا تول پر جو روپے ملیں گے وہ سب کو معلوم ہو جائیں گے ممکن ہے منگرو اور داتادین ہمارے ساتھ ساتھ رہیں۔ ادھر روپئے ملے اور ادھر انہوں نے گردن دبائی

شام کو گردھر نے پوچھا "تمہاری اوکھ کب تک جائے گی ہوری کاکا؟"

ہوری نے جھانسہ دیا "ابھی تک تو کچھ ٹھیک نہیں ہے بھائی، تم کب تک لے جاؤ گے؟"

گردھر نے بھی جھانسہ دیا "ابھی تو میرا بھی کچھ ٹھیک نہیں ہے کاکا؟"

اور لوگ بھی اسی طرح کی باتیں کرتے تھے، کسی کو کسی پر اعتبار نہ تھا۔ جھنگری سنگھ کے سبھی قرضدار تھے۔ اور سب یہی چاہتے تھے کہ اس کے ہاتھ روپئے نہ جانے پائیں ورنہ ورنہ وہ سب کا ہضم کر جائے گا۔ اور جب دوسرے دن اسامی پھر روپیہ مانگنے

www.urduchannel.in

جائے گا تو نیا کاغذ، نیا نذرانہ اور نئی تحریر!

دوسرے دن سوبھا آکر بولا: "دادا کوئی ایسی تدبیر کرو کہ جھنگری کو مرگی آجائے۔ ایسا گرے کہ پھر نہ اٹھے۔"

ہوری نے مسکرا کر کہا: "کیوں، اس کے بال بچے نہیں ہیں؟"

"اس کے بال بچوں کو دیکھیں کہ اپنے بال بچوں کو؟ وہ تو دو دو عورتوں کو آرام سے رکھتا ہے اور یہاں تو ایک ہی کو روکھی روٹی بھی نہیں ملتی۔ ساری جمع لے گا، ایک پیسہ بھی نہ گھر لانے دے گا۔"

"میری تو حالت اور بھی بری ہے بھائی۔ اگر روپئے ہاتھ سے نکل گئے تو مٹ جاؤں گا۔ گوئیں کے بنا تو کام نہ چلے گا۔"

"ابھی تو دو تین دن ادکھ ڈھوتے لگیں گے۔ جوں ہی ساری ادکھ پہنچ جائے، جمعدار سے کہیں کہ بھیا کچھ لے لے کر ادکھ جھٹ پٹ تول لے، دام پیچھے دینا۔ ادھر جھنگری سے کہہ دیں گے کہ ابھی روپئے نہیں ملے۔"

ہوری نے سوچ کر کہا: "جھنگری ہم سے تم سے کئی گنا چالاک ہے سوبھا۔ جا کر منیم سے ملے گا اور اسی سے روپیہ لے لے گا۔ ہم تم تاکتے ہی رہ جائیں گے۔ جن کھنا بابو کا مل ہے ان ہی کے مہاجنی کوٹھی بھی ہے۔ دونوں ایک ہیں۔"

سوبھا نراس ہو کر بولا: "بجلانے ان مہاجنوں سے کبھی پنڈ چھوٹے گا کہ نہیں؟"

ہوری بولا: "اس جنم میں تو کوئی آس نہیں ہے بھائی! ہم راج پاٹ، سکھ چین، نہیں چاہتے، ہاں موٹا جھوٹا پہننا اور موٹا جھوٹا کھانا اور مرجاد کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ وہ بھی نہیں ہوتا۔"

سوبھا نے شیطنت سے کہا: "میں تو دادا ان سبھوں کو اب کی چکمہ (چقمہ) دوں گا۔ جمعدار کو کچھ دے دلا کر اس بات پر راضی کرلوں گا کہ روپئے کے لئے

www.urduchannel.in

ہمیں خوب دوڑائیں۔ جھنگری کہاں تک دوڑیں گے؟"

ہوری نے ہنس کر کہا "یہ سب کچھ نہ ہوگا بھیا۔ کسل اسی میں ہے کہ جھنگری کے ہاتھ پاؤں جوڑو۔ ہم جال میں پھنسے ہوئے ہیں، جتنا ہی پھڑپھڑائیں گے اتنا ہی اور پھنستے جائیں گے۔"

تم تو دادا، بوڑھوں کی سی باتیں کر رہے ہو، کٹگھرے میں پھنسے بیٹھے رہنا تو مردی نہیں ہے۔ پھندا اور جکڑ جائے تو جکڑ جائے پر گلا چھڑانے کے لئے بل تو لگانا ہی پڑے گا۔ یہی تو ہوگا کہ جھنگری گھر دوار نیلام کرالیں گے، کرالیں نیلام! میں تو چاہتا ہوں کہ ہمیں کوئی روپیہ نہ دے، ہمیں بھوکوں مرنے دے، لاتیں کھانے دے، ایک پیسہ بھی ادھار نہ دے! لیکن پیسہ والے ادھار نہ دیں تو بیاج کہاں سے پاویں؟ ایک ہمارے اوپر دعویٰ کرتا ہے تو دوسرا ہمیں کچھ کم بیاج پر روپیہ دے کر اپنے جال میں پھنسا لیتا ہے۔ میں تو اسی دن روپئے لینے جاؤں گا جس دن جھنگری کہیں چلا گیا ہوگا۔"

ہوری کا دل بھی پھر گیا، بولا "ہاں یہ ٹھیک ہے۔"

"اوکھ تلوا دیں گے، پھر روپیہ اپنی گھات دیکھ کر لائیں گے۔"

"بس یہی یہی چال چلو۔"

دوسرے دن بڑے سویرے گانوں کے کئی آدمیوں نے اوکھ کاٹنا شروع کیا۔ ہوری بھی اپنے کھیت میں گنڈاسہ لے کر پہنچا۔ ادھر سے سوبھا بھی اس کی مدد کو آگیا۔ پنیا، جھنیا، دھنیا، سونا، سب ہی کھیت میں پہنچ گئیں۔ کوئی اوکھ کاٹتا تھا، کوئی چھیلتا تھا، کوئی گٹھے باندھتا تھا۔ مہاجنوں نے جو اوکھ کٹتی دیکھا تو پیٹ میں چوہے دوڑنے لگے۔ ایک طرف سے دُلاری دوڑی، دوسری طرف سے منگرو شاہ تیسری طرف سے داتادین اور پٹیشوری اور جھنگری کے پیادے۔ دُلاری ہاتھ میں

www.urduchannel.in

میں موٹے موٹے چاندی کے ٹکڑے پہنے، کانوں میں سونے کے جھومکے ڈالے، آنکھوں میں کاجل لگائے، بوڑھے شباب کو رنگے اور سنوارے ہوئے آکر بولی "پہلے میرے روپئے دیدو تب ادکھ کاٹنے دوں گی۔ میں جتنا ہی تم سے غم کھاتی ہوں اتنا ہی تم سیر (شیر) ہوتے ہو۔ دو سال سے ایک دھیلا بیاج نہیں دیا، پچاس تو میرے بیاج ہی کے ہوتے ہیں۔"

ہوری نے گھگھیا کر کہا: "بھابی ادکھ کاٹ لینے دو، اس کے روپئے ملتے ہیں تو جتنا ہو سکے گا تمھیں بھی دوں گا۔ نہ گاؤں چھوڑ کر بھاگا جاتا ہوں۔ نہ اتنی جلدی مرا جاتا ہوں۔ کھیت میں کھڑی کھڑی تو ادکھ روپئے نہ دے گی۔"

دُلاری نے اس کے ہاتھ سے گنڈاسا چھین کر کہا: "نیت اتنی کھوٹی ہو گئی ہے تم لوگوں کی، تب ہی تو برکت نہیں ہوتی۔"

آج پانچ سال ہوئے، ہوری نے دلاری سے تیس روپئے لئے تھے، تین سال میں تیس کے سو ہو گئے، اس وقت اسٹامپ لکھا گیا۔ دو سال میں اس پر پچاس روپئے سود چڑھ گیا تھا۔

ہوری بولا: "سیٹھانی، نیت تو کبھی نہیں بگاڑی، اگر بھگوان چاہیں گے تو پائی پائی چکا دوں گا۔ ہاں آج کل تنگ ہو گیا ہوں، جو چاہے کہہ لو۔"

سیٹھانی کو جاتے دیر نہ ہوئی تھی کہ منگرو ساہ آ پہنچے۔ سیاہ رنگ۔ توند کمر کے نیچے لٹکتی ہوئی، دو بڑے بڑے دانت سامنے جیسے کاٹ کھانے کو نکلے ہوئے، سر پر ٹوپی، گلے میں چادر، عمر ابھی پچاس سے زیادہ نہیں۔ مگر لاٹھی کے سہارے چلتے تھے۔ گٹھیا کا عارضہ تھا۔ کھانسی بھی آتی تھی۔ لاٹھی ٹیک کر کھڑے ہو گئے اور ہوری کو ڈانٹ بتائی "پہلے ہمارے روپئے دیدو ہوری، تب ادکھ کاٹو۔ ہم نے روپئے ادھار دیئے تھے۔ دان نہیں دیا تھا۔ تین تین سال

www.urduchannel.in

ہو گئے نہ سود نہ بیاج۔ مگر یہ نہ سمجھنا کہ تم میرے روپئے ہجم (ہضم) کر جاؤ گے۔ میں تمھارے مردے سے بھی وصول کر لوں گا۔"

سوبھا سخر اٹھا بولا: "تب کاہے کو گھبراتے ہو ساہ جی؟ ان کے مرتے سے وصول کر لینا۔ نہیں ایک دو سال کے آگے پیچھے دونوں ہی سرگ میں پہنچ گ تب وہیں بھگوان کے آگے اپنا حساب چکا لینا۔"

منگرو نے سوبھا کو بہت برا بھلا کہا، جمع مار، بے ایمان وغیرہ۔ لینے کی بیر تو دم ہلاتے ہو اور جب دینے کی باری آتی ہی تو گراتے (غراتے) ہو۔ گھر بکوا لوں گا، بیل بدھئے نیلام کرا لوں گا۔"

سوبھا نے پھر جھیڑا: "اچھا ایمان سے بتاؤ ساہ جی، کتنے روپئے دئے تھے جس کے اب تین سو ہو گئے ہیں؟"

"جب تم سال کا سال سود نہ دو گے تو آپ ہی بڑھیں گے۔"

"پہلے پہل کتنے روپئے دئے تھے تم نے؟ پچاس ہی تو!"

"کتنے دن ہوئے یہ بھی تو دیکھ۔"

"پانچ چھ سال ہوئے ہوں گے۔"

"دس سال ہو گئے پورے! گیارہواں جا رہا ہے۔"

"پچاس روپئے سے تین سو روپئے لیتے ہو، تمھیں تنک بھی سرم نہیں آتی؟"

"سرم کیسی؟ روپئے دئے ہیں کہ کھیرات (خیرات) مانگتے ہیں۔"

ہوری نے انھیں منت سماجت کر کے رخصت کیا۔ داتا دین نے ہوری کی شرکت میں کھیتی کی تھی۔ بیج دیکر آدھی فصل لے لیں گے۔ اس وقت کچھ چھیڑ چھاڑ کرنا مصلحت کے خلاف تھا۔ جھنگری سنگھ نے بل کے منیجر سے پہلے ہی سب کچھ کہہ سن رکھا تھا۔ ان کے پیادے گاڑیوں پر اوکھ لدوا کر ناؤ پر پہنچا رہے تھے

www.urduchannel.in

ندی گاؤں سے نصف میل پر تھی۔ ایک گاڑی دن بھر میں سات آٹھ چکر کر لیتی تھی اور ناؤ ایک کھیوے میں پچاس گاڑیوں کا بوجھ لاد لیتی تھی۔ اس طرح بڑی کفایت ہوتی تھی۔ اس سہولت کا بندوبست کر کے جھنگری سنگھ نے سارے علاقے کو اپنا ممنون بنا لیا تھا۔

تول شروع ہوتے ہی جھنگری نے مل کے پھاٹک پر آسن جما لیا۔ ہر ایک کی ایکھ تولاتے تھے، قیمت کا پُرزہ لیتے تھے، خزانچی سے روپیئے وصول کرتے تھے اور اپنی یافتی کاٹ کر آسامی کو دے دیتے تھے۔ اسامی کتنا ہی روئے چیخے مگر وہ کسی کی نہ سنتے تھے، مالک کا یہی حکم تھا، ان کا کیا بس؟

ہوری کو ایک سو بیس روپیئے ملے۔ اس میں سے جھنگری نے اپنے کل روپیئے مع سود کاٹ کر کوئی پچیس روپیئے ہوری کے حوالے کیئے۔

ہوری نے روپیئے کی طرف بے غرضانہ انداز سے دیکھ کر کہا: "یہ لیکر میں کیا کروں گا ٹھاکر؟ یہ بھی تم ہی لے لو۔ میرے لیئے مجوری بہت ملے گی۔"

جھنگری نے پچیسوں روپیئے زمین پر پھینک کر کہا: لو یا پھینک دو، تمھاری خوشی۔ تمھارے کارن مالک کی گھڑکیاں کھائیں اور ابھی رائے صاحب سر پر سوار ہیں کہ ڈنڈ کے روپیئے ادا کرو۔ تمھاری گریبی (غریبی) پر ترس کھا کر اتنے روپیئے چھوڑے ہوں، نہیں ایک دھیلا بھی نہ دیتا۔ اگر رائے صاحب نے کڑائی کی تو اپنے گھر سے دینے پڑیں گے۔"

ہوری نے چپکے سے روپیئے اٹھا لیئے اور باہر نکلا کہ نوکھے رام نے للکارا۔ ہوری نے جا کر پچیسوں روپیئے ان کے ہاتھ میں رکھ دیئے اور بلا کچھ کہے فوراً بھاگ گیا۔ اس کا سر چکرا رہا تھا۔

سوبھا کو بھی اتنے ہی روپیئے ملے تھے وہ باہر نکلا تو پٹیشوری نے آ گھیرا۔

www.urduchannel.in

سوبھا بدل پڑا، بولا: "میرے پاس روپے نہیں ہیں، تمھیں جو کچھ کرنا ہو کرلو۔"

پٹیشوری نے گرم ہو کر کہا: "ادکھ بیچی ہے کہ نہیں؟"

"ہاں بیچی تو۔"

"تمھارا یہی تو وعدہ تھا کہ ادکھ بیچ کر روپیہ دوں گا؟"

"ہاں تھا تو۔"

"پھر کیوں نہیں دیتے؟ اور سب لوگوں کو دئے ہیں کہ نہیں؟"

"ہاں دئے ہیں۔"

"تو مجھے کیوں نہیں دیتے؟"

"میرے پاس اب جو کچھ بچا ہے وہ بال بچوں کے لئے ہے۔"

پٹیشوری نے دھمکا کر کہا: "تم تو روپئے دو گے سوبھا، اور ہاتھ جوڑ کر اور آج ہی۔ ابھی جتنا چاہو بہک لو۔ ایک رپٹ میں جاؤ گے چھ مہینے کو، پورے چھ مہینے کو، نہ ایک دن کم نہ جیادہ (زیادہ) یہ جو روج (روز) جوا کھیلتے ہو، وہ ایک رپٹ میں نکل جائے گا۔ میں جمیندار (زمیندار) یا مہاجن کا نوکر نہیں ہوں، میں سرکار بہادر کا نوکر ہوں، جس کا دنیا بھر میں راج ہے اور جو تمھارے مہاجن جمیندار دونوں کا مالک ہے۔"

پٹیشوری لال آگے بڑھ گئے۔ سوبھا اور ہوری کچھ دور چپ چاپ چلے گویا اس دھمکی نے انھیں بدحواس کر دیا ہو۔ پھر ہوری نے کہا: "سوبھا اس کے روپئے دے دو، سمجھ لو کہ ادکھ میں آگ لگ گئی۔ میں نے بھی یہی سوچ کر جی کو سمجھا لیا ہے۔"

سوبھا نے چوٹ کھائے ہوئے لہجے سے کہا: "ہاں دے دوں گا دادا، نہ دوں گا تو جاؤں گا کہاں؟"

سامنے سے گردھر تاڑی پئے ہوئے جھومتا چلا آتا تھا۔ دونوں کو دیکھ کر بولا: "جھنگریا نے سب کا سب لے لیا، ہوری کا کا۔ چبینا کو بھی ایک پیسہ نہ چھوڑا۔

www.urduchannel.in

ہتیارا کہیں کا! رو دیا، گڑگڑایا مگر اس پاپی کو دیا نہ آئی۔"

سوبھا نے کہا: "تاڑی تو پیئے ہوئے ہو، اس پر کہتے ہو کہ ایک پیسہ چھوڑا"

گردھر نے پیٹ دکھا کر کہا "سانجھ ہو گئی، جو پانی کی بوند بھی گلے کے نیچے گئی ہو! ایک دنی منہ میں دبالی تھی سوا سی کی تاڑی پی لی۔ سوچا کہ سال بھر پسینہ بہایا ہے تو ایک دن تاڑی تو پی لوں۔ مگر سچ کہتا ہوں کہ نشہ نہیں ہے۔ ایک آنے میں نشہ کیا ہوگا؟ ہاں جھوم رہا ہوں جس میں لوگ سمجھیں کہ بہت پیئے ہوئے ہے، بڑا اچھا ہوا کا کا! بیبا کی (بیباقی) ہو گئی۔ بیس لیئے تھے جس کے ایک سو ساٹھ بھرے، کچھ حد ہے!"

ہوری گھر پہنچا تو روپا پانی لے کر دوڑی، سونا چلم بھر لائی، دھنیا نے چربن اور نمک لاکر رکھ دیا اور سب ہی آس بھری آنکھوں سے اس کی طرف تاکنے لگیں۔ جھنیا بھی چوکھٹ پر آکھڑی ہوئی تھی۔ ہوری اداس بیٹھا تھا، کیسے منہ ہاتھ دھوئے کیسے چربن چبائے؟ ایسا نادم اور ملول تھا گویا خون کر کے آیا ہو۔

دھنیا نے پوچھا: "کتنے کی تول ہوئی؟"

"ایک سو بیس ملے۔ پر سب وہیں لٹ گئے۔ دھیلا بھی نہ بچا۔"

دھنیا سر سے پیر تک جل گئی۔ دل میں ایسا اشتعال ہوا کہ اپنا منہ نوچ ڈالے۔ بولی: "تم جیسا بدھو آدمی بھگوان نے کیوں بنایا؟ کہیں ملتے تو ان سے پوچھتی تمہارے ساتھ ساری جندگی (زندگی) مٹی ہو گئی۔ بھگوان موت بھی نہیں دیتے کہ اس جنجال سے جی چھوٹے۔ اٹھا کر سب روپئے اپنے بہنوئیوں کو دے دئے، اب اور کون آمدنی ہے جس سے گوئیں آدے گی؟ ہل میں کیا مجھے جوتو گے یا آپ جتو گے؟ میں کہتی ہوں کہ تم بڈھے ہوتے، اور تمہیں اتنی اکل (عقل) بھی نہیں آئی کہ گوئیں بھر کے تو روپئے نکال لیتے۔ کوئی تمہارے ہاتھ سے چھین تھوڑی لیتا۔ پوس کی یہ سردی ہے اور کسی کے تن پر تاگا نہیں ہے، لے جاؤ سب کو ندی میں

www.urduchannel.in

ذبادو! رو رو کر مرنے سے تو ایک دن مرجانا اچھا ہی۔ کب تک پُوال میں گھس کر رات کاٹیں گے؟ اور پُوال میں گھس بھی رہیں تو پُوال کھا کر رہا تو نہ جائے گا۔ تمھاری اِچھا ہو گھاس ہی کھاؤ پر ہم سے گھاس نہ کھائی جائے گی۔"

یہ کہتے کہتے وہ مسکرا پڑی۔ اتنی دیر میں اس کی سمجھ میں یہ بات آنے لگی تھی کہ مہاجن جب سر پر سوار ہو جائے اور لپے ہاتھ میں روپئے ہوں اور مہاجن جانتا ہو کہ اس کے پاس روپئے ہیں تو آسامی اپنی جان کیسے بچا سکتا ہی؟

ہوری سر جھکائے اپنی قسمت کو رو رہا تھا۔ دھنیا کا مسکرانا اسے نہ دکھائی دیا بولا: "مجوری تو ملے گی۔ مجوری کر کے کھائیں گے۔"

دھنیا نے پوچھا: "کہاں ہی اس گانو میں مجوری؟ اور کون منہ لے کر مجوری کروگے؟ مہتو نہیں کہلاتے!"

ہوری نے حقے کے کئی کش لگا کر کہا: "مجوری کرنا کوئی پاپ نہیں ہی۔ مجور بن جائے تو کسان ہو جاتا ہی اور کسان بگڑ جائے تو مجور ہو جاتا ہی۔ مجوری کرنا بدا نہ ہوتا تو یہ سب بپت کیوں آتی؟ کیوں گائے مرتی؟ کیوں لڑکا نالایک نکل جاتا؟"

دھنیا نے بہو بیٹیوں کی طرف دیکھ کر کہا: "تم سب کی سب کیوں گھیرے کھڑی ہو؟ جاکر اپنا کام دیکھو۔ وہ اور ہیں جو باہر سے آتے ہیں تو بال بچوں کے لئے دو چار پیسے کا کچھ لئے آتے ہیں۔ یہاں تو یہ لالچ لگ رہا ہوگا کہ روپیہ اڑا دیں کیسی؟ ایک کم نہ ہو جائے گا! اسی سے ان کی کمائی میں برکت نہیں ہوتی جو کھرچ (خرچ) کرتے ہیں انھیں ملتا ہی۔ جو نہ کھا سکیں، نہ پہن سکیں انھیں روپیہ ملے ہی کیوں؟ دھرتی میں گاڑنے کے لئے؟"

ہوری نے ہنس کر پوچھا: "کہاں ہے وہ گڑی ہوئی جمع؟"

"جہاں رکھی ہی، وہیں ہوگی۔ رونا تو یہی ہی کہ یہ جانتے ہوئے بھی پیسے

www.urduchannel.in

کے لئے مرتے ہو! چار پیسے کا کچھ لا کر بچوں کے ہاتھ پر رکھ دیتے تو پانی میں پڑ جاتے (ملیتے)
جھنگری سے تم کہہ دیتے کہ ایک روپیہ مجھے دیدو، نہیں تو میں تمھیں ایک پیسہ
نہ دوں گا، جا کر عدالت میں لینا، تو وہ جبرور (ضرور) دیتا۔"

ہوری شرمندہ ہو گیا۔ اگر وہ جھلا کر پچیسوں روپئے نوکھے رام کو نہ دے
دیتا تو وہ کیا کر لیتے؟ بہت ہوتا تو لقایا پر دو چار آنہ سود لے لیتے۔ مگر اب تو
بھول ہو گئی۔

جھنیا نے اندر جا کر سونا سے کہا: "مجھے تو دادا پر بڑی دیا آتی ہے۔ بیچارے
دن بھر کے تھکے ماندے گھر آئے تو اماں کوسنے لگیں۔ مہاجن گلا دبائے تھا تو کیا کرتے؟"

"تو بیل کہاں سے آتے بن گے؟"

"مہاجن اپنے روپئے چاہتا ہے۔ اسے تمھارے گھر کے دکھڑوں سے کیا مطلب؟"

"اماں وہاں ہوتیں تو مہاجن کو مجا (مزہ) چکھا دیتیں۔ ابھا گارو کر رہ جاتا۔"

جھنیا نے مذاق کیا۔ "تو یہاں روپیوں کی کون کمی ہے؟ تم مہاجن سے
تنک ہنس کر بول دو پھر دیکھو کہ سارے روپئے چھوڑ دیتا ہے کہ نہیں۔ سچ کہتی ہوں
کہ دادا کا سب دکھ دلدر دور ہو جائے۔"

سونا نے دونوں ہاتھوں سے اس کا منہ دبا کر کہا: "بس چپ ہی رہنا
نہیں کہے دیتی ہوں۔ ابھی جا کر اماں سے ماتادین کی ساری بات کھول دوں تو
رونے لگو۔"

جھنیا نے پوچھا: "کیا کہہ دوں گی اماں سے؟ کہنے کی کوئی بات بھی ہو۔
جب وہ کسی بہانے سے گھر میں آ جاتے ہیں تو کیا کہہ دوں کہ نکل جاؤ؟ پھر مجھ
سے کچھ لے تو نہیں جاتے، کچھ اپنا ہی دے جاتے ہیں۔ سوائے میٹھی میٹھی باتوں
کے وہ جھنیا سے کچھ نہیں پا سکتے۔ اور اپنی میٹھی باتوں کو مہنگے داموں بیچنا بھی

www.urduchannel.in

مجھے آتا ہے۔ میں ایسی نادان نہیں ہوں کہ کسی کے بھانسے میں آجاؤں۔ ہاں جب جان لوں گی کہ تمھارے بھیانے وہاں کسی کو رکھ لیا ہے تب کی نہیں چلاتی۔ تب میرے اور کسی کا کوئی بندھن نہ رہے گا۔ ابھی تو مجھے بسواس ہے کہ وہ میرے ہیں، اور میرے ہی کارن انھیں گلی گلی ٹھوکر کھانا پڑ رہا ہے۔ ہنسنے بولنے کی بات اور ہے پر میں ان سے بسواس گھات نہ کروں گی۔ جو ایک سے دو کا ہوا وہ کسی کا نہیں رہتا۔"

سوبھا نے آکر ہوری کو پکارا اور بٹیشوری کے روپئے اس کے ہاتھ میں رکھ کر بولا: "بھیا، تم جاکر یہ روپئے لالہ کو تھما دو۔ مجھے اس گھڑی نہ جانے کیسا ہو گیا تھا۔"

ہوری روپئے لے کر اٹھا ہی تھا کہ سنکھ کی آواز کانوں میں آئی۔ گاؤں کے دوسرے سرے پر دھیان سنگھ نامی ایک ٹھاکر رہتے تھے۔ فوج میں نوکر تھے اور کئی دن ہوئے کہ دس سال بعد رخصت لے کر آئے تھے۔ بغداد، عدن، سنگاپور، برما، چاروں طرف گھوم چکے تھے۔ اب بیاہ کرنے کی فکر تھی۔ اسی لئے پوجا پاٹ کرکے برہمنوں کو خوش رکھنا چاہتے تھے۔

ہوری نے کہا: "معلوم ہوتا ہے کہ ساتوں ادھیائے پورے ہو گئے۔ آرتی ہو رہی ہے۔"

سوبھا بولا: "ہاں معلوم تو ہوتا ہے، چلو آرتی لے لیں۔"

ہوری نے متفکرانہ لہجے میں کہا: "تم جاؤ۔ میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں"

دھیان سنگھ جس دن آئے تھے۔ سب کے گھر سیر سیر بھر مٹھائی بائن میں بھیجی تھی۔ ہوری سے جب کبھی راستے میں مل جاتے تو خیر عافیت پوچھتے۔ ان کی کتھا میں جاکر آرتی میں کچھ نہ دینا ذلت کی بات تھی۔

www.urduchannel.in

آرتی کا تھال ان ہی کے ہاتھ میں ہوگا۔ ان کے سامنے ہوری کیسے خالی آرتی لے گا۔ اس سے تو کہیں اچھا ہے کہ وہ کتھا میں جائے ہی نہیں۔ اتنے برسوں میں انھیں کیا یاد آئے گی کہ ہوری نہیں آیا۔ کوئی رجسٹر لئے تو بیٹھا نہیں کہ کون آیا۔ وہ جاکر چارپائی پر لیٹ رہا۔

مگر وہ دل مسوس مسوس کر رہ جاتا تھا۔ اس کے پاس ایک پیسہ بھی نہیں ہے، تانبے کا ایک پیسہ! آرتی کے پن اور مہاتم کا اسے بالکل دھیان نہ تھا۔ بات تھی صرف بیوہار کی۔ ٹھاکر جی کی آرتی ہو تو وہ صرف اتنی بھگتی کی بھینٹ دے سکتا تھا، مگر رواج کیسے توڑے؟ سب کی نگاہوں میں پوچ کیسے بنے؟

دفعتاً وہ اُٹھ بیٹھا۔ کیوں رواج کی غلامی کرے؟ رواج کے لئے آرتی کا پُن کیوں چھوڑے؟ لوگ ہنسیں گے تو ہنس لیں، اسے پروا نہیں ہے۔ بھگوان اسے بُرے کاموں سے بچائے رکھیں، اور وہ کچھ نہیں چاہتا۔

وہ ٹھاکر کے گھر کی طرف چل پڑا۔

www.urduchannel.in

(۱۸)

کھنّا اور گوبندی میں نہیں پٹتی۔ کیوں نہیں پٹتی، یہ بتلانا مشکل ہے۔ نجو نقطۂ خیال سے ان کے ستاروں میں کوئی مخالفت ہے، حالانکہ شادی وقت ان سب کی پوری مطابقت کرلی گئی تھی۔ کوک شاستر کے حساب سے اس ان بَن کا کوئی اور بھید ہوسکتا ہے اور نفسیات والے کچھ اور سبب کھوج سکتے ہیں۔ ہم اتنا ہی جانتے ہیں کہ ان میں نہیں بنتی۔ کھنّا دو۔ ہیں، حُسن پرست ہیں، ملنسار ہیں۔ شکیل ہیں، خاصے پڑھے لکھے ہیں، اور شہر کے خاص لوگوں میں ہیں۔ گوبندی حور نہ ہو مگر خوب صورت ضرور ہے۔ گندمی رنگ شرمیلی آنکھیں جو سامنے ایک بار اٹھ کر پھر جھک جاتی ہیں، رخساروں پر سرخی نہ ہو مگر چکناہٹ ہے، نازک بدن، اعضار کا تناسب درست، گول گول بازو، چہرہ پر ایک طرح کی بدمزگی جس میں کچھ غرور کی جھلک بھی ہے، گویا دنیا کے کاروبار کو ہیچ سمجھتی ہے۔ کھنّا کے پاس عیش کے ظاہری سامانوں کی کمی نہیں۔ اعلیٰ درجے کا بنگلہ ہے، اعلیٰ درجے کا فرنیچر، اعلیٰ درجے کا موٹر اور بے انتہا دولت، مگر گوبندی کی نظر میں گویا ان اشیار کی کوئی وقعت نہیں۔ اس کھارے سمندر میں وہ پیاسی پڑی رہتی ہے۔ بچوں کی پرورش و پرداخت اور گرستی کے چھوٹے موٹے کام ہی اس کے لئے سب کچھ ہیں۔ وہ ان میں اتنی منہمک رہتی ہے کہ عیش و عشرت کی طرف اس کا دھیان ہی نہیں جاتا۔ کشش کیا چیز ہے اور وہ کیسے پیدا ہوسکتی ہے اس پر اس نے کبھی غور نہیں کیا۔ وہ مرد کا کھلونا نہیں، نہ اس کی لطف آفرینی کی چیز ہے، پھر کیوں دل کش بننے کی کوشش کرے؟ اگر مرد اس کا اصلی حسن

www.urduchannel.in

دیکھنے کے لئے آنکھیں نہیں رکھتا، حسینوں کے پیچھے مارا مارا پھرتا ہے تو یہ اس کی بدقسمتی ہے۔ وہ اسی محبت اور اسی لگن سے شوہر کی خدمت کئے جاتی ہے گو نفرت اور رغبت کے جذبات کو مغلوب کر لیا ہو۔ اور یہ بے انتہا دولت تو جیسے اس کی روح کو کچلتی رہتی ہے، دباتی رہتی ہے۔ اس نمود و نمائش سے چھٹکارا پانے کے لئے اس کا جی ہمیشہ للچایا کرتا ہے۔ اپنی سادہ اور قدرتی زندگی میں وہ کتنا خوش رہ سکتی ہے۔ اس کا وہ ہمیشہ خواب دیکھتی رہتی ہے۔ تب کیوں مالتی اس کی راہ میں آکر حائل ہو جاتی، کیوں طوائفوں کے مجرے ہوتے کیوں یہ شک اور تصنع اور بے اطمینانی اس کی زندگی کے راستے میں کانٹا بنتے؟ بہت پہلے جب وہ بالکا ودیالیہ میں پڑھتی تھی۔ اسے شاعری کا روگ لگ گیا تھا جس میں درد و غم ہی زندگی کا ماحصل ہے۔ دولت اور عشرت تو صرف اس لئے ہیں کہ ان کی ہولی جلائی جائے، جو انسان کو لغویت اور پریشانی کی طرف لے جاتی ہیں۔ وہ اب بھی کبھی کبھی شعر کہتی تھی مگر سنائے کسے؟ اس کی نظم صرف دل کی لہر اور تخیل کی اڑان نہ تھی بلکہ اس کے ایک ایک لفظ میں اس کی زندگی کا درد اور اس کے آنسوؤں کی ٹھنڈی جلن بھری ہوتی تھی۔ کسی ایسی جگہ جا بسنے کی خواہش تھی جہاں وہ ان ظاہر داریوں اور غیبتوں سے دور رہ کر اپنی پُرسکون کٹی میں قدرتی مسرت کا لطف اٹھائے۔ کھنا اس کے اشعار دیکھتے تو تمسخر اڑاتے اور کبھی کبھی پھاڑ کر پھینک بھی دیتے۔ اور دولت کی یہ دیوار روز بروز بلند ہوتی جاتی تھی اور دونوں کو ایک دوسرے سے دور اور جدا کرتی جاتی تھی کھنا اپنے گاہکوں کے ساتھ جتنا ہی میٹھا اور نرم تھا، گھر میں اتنا ہی تلخ اور سخت۔ اکثر غصے میں گووندی کو بری بات کہہ بیٹھتا، خوش خلقی اس کے

www.urduchannel.in

لئے صرف دنیا کو ٹھگنے کا ایک ذریعہ تھی، انسانی سرشت نہیں۔ ایسے موقعوں پر گوبندی اپنے سونے کے کمرے میں جا بیٹھتی اور رات کی رات رویا کرتی اور کھنا دیوان خانے میں مجرے سنتا یا کلب میں جا کر شراب کی بوتلیں خالی کرتا۔ لیکن یہ سب کچھ ہونے پر بھی کھنا اس کے سب کچھ تھے۔ وہ پامال اور ذلیل ہو کر بھی کھنا کی لونڈی تھی۔ ان سے لڑے گی، جلے گی، روٹھے گی، مگر رہے گی ان ہی کی۔ ان سے جداگانہ زندگی کا وہ کوئی خیال ہی نہ کر سکتی تھی۔

آج مسٹر کھنا کسی بُرے کا منہ دیکھ کر اٹھے تھے۔ سویرے ہی اخبار کھولا تو ان کے کئی اسٹاکوں کا نرخ گھٹ گیا تھا جس میں انھیں کئی ہزار کا نقصان ہوتا تھا۔ شکرمل کے مزدوروں نے ہڑتال کر دی تھی اور فساد کرنے پر آمادہ تھے۔ نفع کی امید پر چاندی خریدی تھی مگر اس کا بھاؤ آج اور بھی زیادہ گر گیا تھا۔ رائے صاحب سے جو سودا ہو رہا تھا اور جس میں انھیں بڑے نفع کی اُمید تھی وہ کچھ دنوں کے لئے ٹلتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ پھر رات کو زیادہ پی جانے کے سبب اس وقت دردِ سر اور اعضا شکنی کا غلبہ تھا۔ ادھر شوفر نے موٹر کے انجن میں کچھ خرابی پیدا ہو جانے کی بات کہی تھی اور لاہور میں ان کے بینک پر ایک دیوانی مقدمہ دائر ہو جانے کی خبر بھی ملی تھی۔ بیٹھے ہوئے دل میں جھنجلا رہے تھے کہ اسی وقت گوبندی نے کہا: "بھیشم کا بخار آج بھی نہیں اترا، کسی ڈاکٹر کو بلا لو۔"

بھیشم ان کا سب سے چھوٹا لڑکا تھا اور پیدائشی کمزور ہونے کے سبب اسے روز ہی ایک نہ ایک شکایت رہا کرتی تھی۔ آج کھانسی ہے تو کل بخار کبھی پسلی چل رہی ہے، کبھی ہرے پیلے دست آ رہے ہیں۔ دس مہینے کا ہو گیا تھا مگر لگتا تھا پانچ چھ مہینے کا ہی۔ کھنا نے سوچ لیا تھا کہ یہ لڑکا بچے گا نہیں، اس لئے اس

www.urduchannel.in

کی طرف سے بے پروا رہتے تھے مگر گوبندی اسی وجہ سے اس کو اور سب بچوں سے زیادہ چاہتی تھی۔

کھنّا نے پدرانہ شفقت ظاہر کرتے ہوئے کہا: "بچوں کو دواؤں کا عادی بنا دینا ٹھیک نہیں اور تمھیں دوا دیتے رہنے کا مرض ہے۔ ذرا کچھ ہوا اور ڈاکٹر بلا لاؤ۔ ایک روز اور دیکھو، آج تیسرا ہی دن تو ہے، شاید آج خود بخود اتر جائے۔"

گوبندی نے اصرار کیا: "تین دن سے نہیں اترا۔ خانگی دوائیں کر کے ہار گئی۔"

کھنّا نے پوچھا: "اچھی بات ہے، بلائے دیتا ہوں۔ کسے بلاؤں؟"

"بلالو ڈاکٹر ناگ کو۔"

"اچھی بات ہے ان ہی کو بلاتا ہوں، مگر یہ سمجھ لو کہ نام ہو جانے ہی سے کوئی اچھا ڈاکٹر نہیں ہو جاتا۔ ناگ فیس خواہ جتنی لے لیں مگر ان کی دوا سے کسی کو شفا پاتے نہیں دیکھا۔ وہ تو مریضوں کو جنت ہی بھیجنے کے لئے مشہور ہیں۔"

"تو جسے چاہو اسے بلالو۔ میں نے تو ناگ کو اس لئے کہا تھا کہ وہ کئی بار آ چکے ہیں۔"

"مس مالتی کو کیوں نہ بلاؤں؟ فیس بھی کم اور بچوں کا حال لیڈی ڈاکٹر جیسا سمجھے گی ویسا کوئی مرد ڈاکٹر نہیں سمجھ سکتا۔"

گوبندی نے جل کر کہا: "میں مس مالتی کو ڈاکٹر نہیں سمجھتی۔"

کھنّا نے تیز تیز دیکھتے ہوئے کہا: "تو وہ انگلستان گھاس کھودنے گئی تھیں اور آج ہزاروں آدمیوں کی جان بچا رہی ہیں یہ سب کچھ چیز نہیں

www.urduchannel.in

ہے ؟"

"ہوگا۔ مجھے اُن پر بھروسہ نہیں ہے۔ وہ مردوں کے دل کا علاج کریں۔ اور کسی کی دوا ان کے پاس نہیں ہے۔" بس ٹھن گئی۔ کھنّا گرج اٹھے۔ گوبندی برس پڑی۔ ان کے درمیان میں مالتی کا نام آجانا ہی گویا اعلان جنگ تھا۔

کھنّا نے سارے کا غذات زمین پر پھینک کر کہا "تمھارے ساتھ زندگی تلخ ہوگئی۔"

گوبندی نے چبھتی ہوئی آواز میں کہا "تو مالتی سے بیاہ کرلونا! ابھی کیا بگڑا ہی، اگر وہاں دال گلے ؟"

"تم مجھے کیا سمجھتی ہو؟"

"یہی کہ مالتی تم جیسوں کو اپنا غلام بنا کر رکھنا چاہتی ہے، مالک بنا کر نہیں۔"

تمھاری نگاہ میں میں اتنا ذلیل ہوں!"

اور انھوں نے اس کے خلاف ثبوت دینا شروع کیا۔ مالتی جتنی اُن کی عزت کرتی ہے اتنی شاید ہی کسی کی کرتی ہو۔ رائے صاحب اور راجہ صاحب کو منہ تک نہیں لگاتی، مگر ان سے ایک دن بھی ملاقات نہ ہو تو شکایت کرتی ہے ....

گوبندی نے ان ثبوتوں کو ایک پھونک میں اڑا دیا "اسی لئے کہ وہ تمھیں سب سے زیادہ آنکھوں کا اندھا سمجھتی ہے، دوسروں کو اتنی آسانی سے بیوقوف نہیں بنا سکتی۔"

کھنّا نے ڈینگ ماری "چاہوں تو آج مالتی سے بیاہ کرسکتا ہوں آج، ابھی ...."

www.urduchannel.in

مگر نبدی کو بالکل یقین نہیں ہے۔" تم سات جنم تک ناک رگڑو تو بھی وہ تم سے محبت نہ کرے گی۔ تم اس کے ٹٹو ہو، گھاس کھلائے گی، کبھی کبھی تمھارا منہ سہلائے گی، تمھارے پٹھوں پر ہاتھ پھیرے گی، مگر اسی لئے کہ تمھارے اوپر سواری کسے۔ تم جیسے ایک ہزار احمق اس کی جیب میں ہیں۔"

گونبدی آج بہت بڑھی جاتی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ آج وہ ان سے لڑنے کو تیار ہو کر آئی ہے۔ ڈاکٹر کے بلانے کا تو صرف حیلہ تھا۔ کھنا اپنی قابلیت، اہلیت اور مردیت پر اتنا بڑا حملہ کیسے سہ سکتے تھے، بولے "میرے خیال میں، احمق اور نادان ہوں تو یہ ہزاروں کیوں میرے دروازے پر ناک رگڑتے ہیں؟ کون راجہ یا تعلقدار ہے جو مجھے سجدہ نہیں کرتا۔ سینکڑوں کو الو بنا کر چھوڑ دیا۔"

"یہی تو مالتی کی خصوصیت ہے کہ جو اوروں کو سیدھے استرے سے مونڈتا ہے اسے وہ الٹے چھرے سے مونڈتی ہے۔"

"تم مالتی کی چاہے جتنی برائی کرو، تم اس کے پاؤں کی دھول بھی نہیں ہو۔"

"میری نظر میں تو وہ بیسواؤں سے گئی گذری ہے کیونکہ وہ پردے کی آڑ سے شکار کھیلتی ہے۔"

دونوں نے اپنے اپنے آتشیں تیر سر کئے۔ کھنا نے گونبدی کو کوئی دوسری سخت سے سخت بات کہی ہوتی تو اسے اتنی بری نہ لگتی، مگر مالتی سے اس کا یہ نفرت انگیز مقابلہ اس کی برداشت کے باہر تھا۔ گونبدی نے بھی کھنا کو خواہ جو کچھ کہا ہوتا وہ اتنے گرم نہ ہوتے لیکن مالتی کی یہ تحقیر وہ نہیں سہ سکتے تھے۔ وہ ایک دوسرے کے کمزور

www.urduchannel.in

مقامات سے واقف تھے۔ دونوں کے نشانے ٹھیک بیٹھے اور دونوں تڑپ اٹھے۔ کھنّا کی آنکھیں سُرخ ہوگئیں۔ گوبندی کا چہرہ سُرخ ہوگیا۔ کھنّا جو میں اُٹھے اور اس کے دونوں کان پکڑ کر زور سے مل دئے، اور پھر تین چار طمانچے بھی لگا دئے۔ گوبندی روتی ہوئی اندر چلی گئی۔

ذرا دیر میں ڈاکٹر ناگ آئے اور سول سرجن مسٹر ڈاڈ آئے اور ویدراج نیلکنٹھ شاستری آئے۔ مگر گوبندی اپنے بچے کو لئے کمرے میں رہی۔ کس نے کیا کہا، کیا تشخیص کی، اسے معلوم نہیں۔ جس مصیبت کا وہ خیال کر رہی تھی وہ آج اس پر آگئی۔ کھنّا نے گویا آج اس سے ناتا توڑ لیا جیسے اسے گھر سے نکال کر دروازے بند کرلئے۔ جو حسن کا بازار لگا کر بیٹھی ہے، جس کا سایہ بھی وہ اپنے اوپر نہیں پڑنے دینا چاہتی وہ......

.... وہ اس کے در پردہ حکومت کرے، یہ نہ ہوگا! کھنّا اس کے شوہر ہیں، ان کو اسے سمجھانے کا حق ہے۔ ان کی مار بھی وہ سہہ سکتی ہے، مگر مالتی کی حکومت! ناممکن! لیکن بچے کا بخار جب تک اتر نہ جائے وہ ہل نہیں سکتی۔ خودداری کو بھی فرض کے سامنے سر جھکانا پڑے گا۔

دوسرے روز بچے کا بخار اتر گیا تھا۔ گوبندی نے ایک ٹانگہ منگوایا اور گھر سے نکلی۔ جہاں اس کی اتنی بے عزتی ہو وہاں وہ اب نہیں رہ سکتی۔ صدمہ اتنا سخت تھا کہ بچوں کی محبت بھی دور ہوگئی تھی۔ ان کے متعلق اس کا جو فرض تھا اسے وہ پورا کر چکی ہے، باقی جو کچھ ہے وہ کھنّا کا فرض ہے۔ ہاں، گود کے بچے کو وہ کسی طرح نہیں چھوڑ سکتی۔ وہ اس کی جان کے ساتھ ہے۔ اور وہ اس گھر سے صرف اپنی جان لے کر نکلے گی اور کوئی چیز

www.urduchannel.in

اس کی نہیں ہے۔ انھیں یہ دعویٰ ہے کہ اس کی پرورش کرتے ہیں، گوبندی دکھا دے گی کہ ان کے آسرے سے الگ ہو کر بھی زندہ رہ سکتی ہے۔ تینوں بچے اس وقت کھیلنے گئے تھے۔ گوبندی کا جی چاہا کہ ایک مرتبہ انھیں پیار کرے۔ مگر وہ کہیں بھاگی تو نہیں جاتی، بچوں کو اس سے محبت ہو گی تو اس کے پاس جائیں گے، اس کے گھر میں کھیلیں گے۔ جب وہ ضرورت سمجھے گی تو خود بچوں کو دیکھ جایا کرے گی۔ صرف کھنّا کا سہارا نہیں لینا چاہتی۔

شام ہو گئی تھی۔ پارک میں خوب چہل پہل تھی۔ لوگ ہری گھاس پر لیٹے ہوئے ہوا خوری کا لطف اٹھا رہے تھے۔ گوبندی حضرت گنج ہوتی ہوئی چڑیا گھر کی طرف مڑی تھی کہ موٹر پر مالتی اور کھنّا سامنے سے آتے ہوئے دکھائی دئے۔ اسے معلوم ہوا کہ کھنّا نے اس کی طرف اشارہ کر کے کچھ کہا اور مالتی مسکرائی۔ نہیں، شاید یہ اس کا وہم ہو۔ کھنّا مالتی سے اس کی ہجو نہ کریں گے۔ مگر کتنی بے شرم ہے سنا ہے کہ اس کی اچھی پریکٹس ہے، گھر کی بھی مال دار ہے، پھر بھی یوں خود فروخت کرتی پھرتی ہے۔ نہ جانے کیوں بیاہ نہیں کر لیتی؟ مگر اس سے بیاہ کرے ہی گا کون؟ نہیں، یہ بات نہیں۔ مردوں میں ایسے بہت سے گدھے ہیں جو اسے پاکر خود کو خوش نصیب سمجھیں گے، لیکن مالتی خود تو کسی کو پسند کرے۔

اور بیاہ میں کون سا سکھ رکھا ہوا ہے؟ بہت اچھا کرتی ہے جو بیاہ نہیں کرتی۔ ابھی سب ان کے غلام ہیں تب وہ ایک کی لونڈی ہو کر رہ جائے گی۔ بہت اچھا کر رہی ہے ابھی تو یہ حضرت بھی ان کے تلوے

www.urduchannel.in

چاٹتے ہیں، اگر کہیں ان سے بیاہ کرنے تو اس پر حکومت کرنے لگیں۔ مگر ان سے وہ بیاہ کرے گی! اور سوسائٹی میں دو چار ایسی عورتیں بھی رہیں تو اچھا مردوں کے کان تو گرم کرتی رہیں گی۔

آج گوبندی کے دل میں مالتی سے بڑی ہمدردی پیدا ہو گئی وہ مالتی پر حملہ کر کے اس کے ساتھ بے انصافی کر رہی ہے۔ کیا میری حالت دیکھ کر اس کی آنکھیں نہ کھلی ہوں گی؟ ازدواجی زندگی کی دُرگت اپنی آنکھوں دیکھ کر اگر وہ اس جال میں نہیں پھنستی تو کیا بُرا کرتی ہے؟

چڑیا گھر میں چاروں طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ گوبندی نے ٹانگہ روک دیا اور بچے کو لئے ہوئے ہری دُوب کی طرف چلی۔ مگر دو ہی تین قدم چلی کہ چپل پانی میں تر ہو گئے۔ ابھی ذرا ہی دیر پہلے لان سینچا گیا تھا اور گھاس کے نیچے پانی بہہ رہا تھا۔ عجلت میں اس نے نیچے نہ مڑ کر ایک قدم اور آگے رکھا تو پیر کیچڑ میں سَن گئے۔ اس نے پیر کی طرف دیکھا اب یہاں دھونے کو پانی کہاں ملے گا؟ اس کی ساری پریشانی کافور ہو گئی اور پیر دھو کر صاف کرنے کی نئی فکر پیدا ہو ئی۔ اس کے خیالات کا سلسلہ رک گیا، جب تک پیر نہ صاف ہو جائیں وہ کچھ سوچ نہیں سکتی۔

دفعتاً اسے ایک لمبا پائپ گھاس میں چھپا نظر آیا جس میں سے پانی نکل رہا تھا۔ اس نے جاکر پیر دھوئے، چپل دھوئے، ہاتھ منہ دھویا، تھوڑا سا پانی چلو میں لے کر پیا اور پائپ کے اُس پار خشک زمین پر جا بیٹھی۔ اداسی میں موت کی یاد فوراً آجاتی ہے۔ کہیں وہ یہیں بیٹھے بیٹھے مرجائے تو کیا ہو؟ ٹانگہ والا فوراً جاکر کھنا کو خبر دے گا۔ کھنا سنتے ہی خوش ہو جائیں گے مگر دنیا کو دکھانے کے لئے آنکھوں پر رومال رکھ لیں گے

www.urduchannel.in

بچوں کے لئے کھلونے اور تماشے ماں سے زیادہ عزیز ہیں۔ یہ ہے اس کی زندگی، جس کے لئے کوئی دو بوند آنسو بہانے والا بھی نہیں! پھر اسے وہ دن یاد آیا جب اس کی ساس زندہ تھی اور گھنا بدراہ نہ ہوئے تھے۔ اس وقت اسے ساس کا بات بات پر بگڑنا بُرا لگتا تھا۔ آج اسے ساس کی اس خفگی میں محبت کی مٹھاس گھلی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ اس وقت وہ ساس سے روٹھ جاتی تھی اور ساس اسے دُلار سے مناتی تھی۔ آج وہ مہینوں روٹھی پڑی رہے تو کسے پروا؟ یکایک اس کا من اڑ کر ماں کے چرنوں میں جا پہنچا۔ ہائے، آج اماں ہوتیں تو کیوں اس کی یہ درگت ہوتی؟ ان کے پاس اور کچھ نہ تھا تو محبت بھری گود تو تھی، پیار بھرا آنچل تو تھا، جس میں منہ ڈال کر وہ رو لیتی! لیکن نہیں وہ روئے گی نہیں۔ اُس دیوی کو سُرگ (بہشت) میں دُکھی نہ بنا دے گی۔ میرے لئے وہ جو کچھ زیادہ سے زیادہ کر سکتی تھیں وہ کر گئیں، میرے نصیبے کا ساتھی ہونا تو ان کے بس کی بات نہ تھی اور وہ کیوں روئے؟ وہ اب کسی کی ماتحت نہیں ہے، وہ اپنے گزر بسر کے لئے کما سکتی ہے۔ وہ کل ہی گاندھی آشرم سے چیزیں لے کر بیچنا شروع کر دے گی۔ شرم کس بات کی؟ یہی تو ہوگا کہ لوگ انگلی اٹھا کر کہیں گے کہ وہ جا رہی ہے گھنا کی بیوی! لیکن اس شہر میں رہوں کیوں؟ کسی دوسرے شہر میں کیوں نہ چلی جاؤں جہاں مجھے کوئی جانتا ہی نہ ہو؟ دس بیس روپئے کما لینے ایسا کیا مشکل ہے۔ اپنے پسینے کی کمائی تو کھاؤں گی، پھر تو کوئی مجھ پر رعب نہ جمائے گا۔ یہ حضرت تو اسی لئے اتنا مزاج کرتے ہیں کہ وہ میری پرورش کرتے ہیں۔ میں

www.urduchannel.in

میں خود اب اپنی پرورش کروں گی۔

دفعتاً اس نے مہتا کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ اسے الجھن ہوئی اس وقت تو بالکل تنہا رہنا چاہتی تھی۔ کسی سے بولنے کی طبیعت نہ تھی۔ مگر یہاں بھی ایک صاحب آ ہی گئے۔ اُس پر بچہ بھی رونے لگا تھا۔

مہتا نے پاس جا کر تعجب سے کہا: "آپ اس وقت یہاں کیسے آگئیں؟"

گوبندی نے بچے کو چپ کرتے ہوئے کہا: "اسی طرح جیسے آپ آگئے۔"

مہتا نے مسکرا کر کہا: "میری بات نہ چلائیے، دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔ لائیے میں بچے کو چپ کرا دوں۔"

"آپ نے یہ ہنر کب سیکھا؟"

"مشق کرنا چاہتا ہوں، اس کا امتحان جو ہوگا۔"

"اچھا، امتحان کے دن قریب آگئے؟"

"یہ تو میری تیاری پر ہے۔ جب تیار رہوں گا، بیٹھ جاؤں گا چھوٹی چھوٹی سندوں کے لئے ہم پڑھ پڑھ کر آنکھیں پھوڑ لیا کرتے ہیں، پھر یہ تو زندگی کے کاروبار کا امتحان ہے۔"

اچھی بات ہے، میں بھی دیکھوں گی کہ آپ کس ڈویژن میں پاس ہوتے ہیں۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے بچے کو ان کی گود میں دے دیا۔ انھوں نے اُسے کئی بار اچھالا تو وہ چپ ہو گیا۔ بچوں کی طرح ڈینگ مارتے

www.urduchannel.in

ہوئے بولے :"دیکھا آپ نے، کیسا منتر کے زور سے چپ کر دیا! اب میں بھی کہیں سے ایک بچہ لاؤں گا۔"

گوبندی نے مذاق کیا: "بچہ ہی لائیے گا یا اس کی ماں بھی؟"

مہتا نے مذاقیہ مایوسی سے سر ہلا کر کہا: "ایسی عورت تو کہیں ملتی ہی نہیں۔"

"کیوں، مس مالتی نہیں ہیں؟ خوب صورت، تعلیم یافتہ، ہنرمند دلفریب! اور آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"مس مالتی میں ایک بات بھی نہیں ہے جو میں اپنی اہلیہ میں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

گوبندی نے اس مذمت کا مزہ لیتے ہوئے کہا: "ان میں کیا بُرائی ہے، سنوں تو۔ بھونرے ہمیشہ منڈلاتے رہتے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ آج کل مردوں کو ایسی ہی عورتیں پسند آتی ہیں۔"

مہتا نے بچہ کے ہاتھوں سے اپنی مونچھیں بچاتے ہوئے کہا: "میری بیوی کچھ اور ہی قماش کی ہوگی۔ وہ ایسی ہوگی جس کی میں پوجا کر سکوں گا۔"

گوبندی اپنی ہنسی نہ روک سکی۔ "تو آپ عورت نہیں کوئی مورت چاہتے ہیں۔ عورت تو ایسی آپ کو شاید ہی کہیں ملے۔"

"جی نہیں، ایسی ایک دیوی تو اسی شہر میں ہے۔"

"سچ! ذرا میں بھی اس کے درشن کرتی، اور اسی طرح بننے کی کوشش کرتی۔"

www.urduchannel.in

آپ اُسے خوب جانتی ہیں۔ وہ ایک لکھ پتی کی بیوی ہے مگر عیش و عشرت کو ہیچ سمجھتی ہے، جو بے رُخی اور بے عزّتی سہ کر بھی اپنے فرض سے منحرف نہیں ہوتی، جو مادریت کی قربان گاہ پر خود کو چڑھا دیتی ہے، جس کے لئے ایثار ہی سب سے بڑا حق ہے اور جو اس قابل ہے کہ اس کی مورت بنا کر پُوجی جائے۔"

گوبندی کے دل میں خوشی کی لہر اٹھی۔ سمجھ کر بھی نہ سمجھنے کا بہانہ کرتی ہوئی بولی: "ایسی عورت کی آپ تعریف کرتے ہیں مگر میری سمجھ میں تو وہ رحم کے قابل ہے!"

مہتا نے تعجب سے کہا: "رحم کے قابل! آپ اس کی توہین کرتی ہیں۔ وہ مکمل عورت ہے، اور جو مکمل عورت ہو سکتی ہے وہی مکمل بیوی بھی ہو سکتی ہے۔"

"لیکن وہ معیار موجودہ زمانے کے لئے نہیں ہے۔"

"وہ معیار ابدی ہے اور لافانی ہے۔ انسان اسے مٹا کر خود کو مٹا رہا ہے۔"

گوبندی کا دل شگفتہ ہوا جا رہا تھا۔ ایسی لرزشیں وہاں کبھی نہ ہوئی تھیں۔ جن لوگوں سے اس کا تعارف تھا ان میں مہتا کا درجہ سب سے اونچا تھا۔ ان کی زبان سے یہ حوصلہ افزائی پا کر وہ متوالی ہوئی جا رہی تھی۔ اسی نشہ میں بولی: "تو چلئے مجھے ان کے درشن کرا دیجئے۔"

مہتا نے بچے کے رخساروں میں منہ چھپا کر کہا: "وہ یہیں بیٹھی ہوئی ہیں۔"

"کہاں؟ میں تو نہیں دیکھ رہی ہوں۔"

www.urduchannel.in

"میں اسی دیوی سے بول رہا ہوں۔"

"گوبندی نے زور سے قہقہہ لگایا۔" آپ نے آج مجھے بنانے کی ٹھان لی ہے، کیوں ؟"

مہتا نے عقیدت سے کہا۔" دیوی جی! آپ میرے ساتھ ناانصافی کررہی ہیں۔ اور مجھ سے زیادہ خود اپنے ساتھ۔ دنیا میں ایسے بہت کم لوگ ہیں جن سے میری دلی عقیدت ہو۔ ان ہی میں ایک آپ ہیں۔ آپ کا تحمل ایثار، اخلاق، سب بے نظیر ہیں۔ میں اپنی زندگی میں سب سے بڑے سکھ کا جو تصور کرسکتا ہوں۔ وہ آپ جیسی کسی دیوی کے چرنوں کی سیوا ہے۔ جس نسائیت کو میں مکمل مانتا ہوں آپ اس کی زندہ مثال ہیں۔"

گوبندی کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو نکل پڑے۔ اس عقیدت کی زرہ کو پہن کر وہ کس آفت کا مقابلہ نہ کرسکے گی ؟۔ اس کے روئیں روئیں سے جیسے ایک میٹھے گیت کا راگ جاری ہوگیا۔

اس نے اپنی نسوانی خوشی کو ضبط کرکے کہا۔" آپ فلسفی کیوں ہوئے مہتا جی! آپ کو شاعر ہونا چاہیئے تھا۔"

مہتا سادگی سے ہنس کر بولے۔" کیا آپ سمجھتی ہیں کہ فلسفی ہوئے بغیر ہی کوئی شاعر ہوسکتا ہے؟ فلسفہ تو محض ایک درمیانی منزل ہے۔"

" تو ابھی آپ شاعری کی راہ میں ہیں۔ مگر آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ شاعر کو دنیا میں کبھی آرام نہیں ملتا ؟"

"جسے دنیا رنج کہتی ہے وہی شاعر کے لئے راحت ہے۔ دولت

www.urduchannel.in

اور شہرت، حسن اور طاقت، علم اور عقل، یہ برکتیں دنیا کو خواہ کتنا ہی فریفتہ کرلیں مگر شاعر کے لئے ان میں ذرا بھی کشش نہیں ہے۔ اس کی کشش و مسرت کی چیز تو مری ہوئی امیدیں، مٹی ہوئی یادگاریں اور ٹوٹے ہوئے دلوں کے آنسو ہیں۔ جس دن ان چیزوں سے اسے محبت نہ رہے گی، اس دن وہ شاعر نہ رہ جائے گا۔ فلسفہ زندگی کے ان بھیدوں سے صرف کھیلتا ہے، مگر شاعر ان میں جذب ہو جاتا ہے۔ میں نے آپ کی دو چار نظمیں پڑھی ہیں اور ان میں جتنا سرور، جتنی لرزش، جتنا میٹھا درد اور جتنی رلانے والی دیوانگی ملی ہے وہ میں ہی جانتا ہوں۔ قدرت نے ہمارے ساتھ کتنی بے انصافی کی ہے کہ اس نے آپ جیسی کوئی دوسری دیوی نہیں بنائی۔"

گووندی نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔ "نہیں مہتاجی! یہ آپ کا خیال ہے۔ ایسی عورتیں یہاں آپ کو جگہ جگہ ملیں گی اور میں تو ان سب سے گئی گزری ہوں۔ جو عورت اپنے مرد کو خوش نہ رکھ سکے، خود کو اس کی طبیعت کے موافق نہ بنا سکے، وہ بھی کوئی عورت ہے۔ میں تو کبھی کبھی سوچتی ہوں کہ مالتی سے یہ ہنر سیکھوں۔ جہاں میں ناکامیاب ہوں وہاں وہ کامیاب ہے۔ میں اپنے کو بھی اپنا نہیں بنا سکتی، وہ دوسروں کو بھی اپنا بنا لیتی ہے۔ کیا یہ اس کے لئے فخر کی بات نہیں ہے؟"

مہتا نے منہ بنا کر کہا۔ "شراب اگر لوگوں کو پاگل کر دیتی ہے تو اسی لئے کیا اُسے پانی سے بہتر سمجھا جائے، جو پیاس بجھاتا ہے، جلاتا ہے اور تسکین دیتا ہے؟"

گووندی نے مذاق سے کہا۔ "کچھ بھی ہو، میں تو کہتی ہوں کہ پانی مارا مارا پھرتا ہے اور شراب کے لئے گھربار بک جاتا ہے اور پھر شراب جتنی ہی

www.urduchannel.in

تیز اور نشیلی ہو، اتنی ہی اچھی! میں تو سنتی ہوں کہ آپ کو بھی شراب کا شوق ہے۔"

گوبندی مایوسی کی اُس حالت میں پہنچ گئی تھی جب انسان کو سچائی اور دھرم میں بھی شبہ ہونے لگتا ہے مگر مہتا کا دھیان ادھر نہ گیا۔ ان کا دھیان تو آخری فقرے سے جیسے چپک کر رہ گیا تھا۔ اپنی شراب نوشی پر انھیں جتنی ندامت و پشیمانی آج ہوئی اتنی بڑی بڑی نصیحتوں سے بھی نہ ہوئی تھی۔ دلائل کا ان کے پاس جواب تھا اور دنداں شکن، مگر اس میٹھی چٹکی کا انھیں کوئی جواب نہ سوجھا وہ پچھتائے کہ کہاں سے کہاں انھیں شراب کی بات سوجھی۔ بھی انہوں نے خود ماتی کی مشابہت شراب سے کی تھی گران کا دارالٹ کر ... کے سر پڑا۔ نادم ہو کر بولے "ہاں دیوی جی میں مانتا ہوں کہ مجھ میں بھی وہ شوق ہے۔ میں اپنے لئے اُس کی ضرورت بتا کر اور اس کے تخیل افزا اوصاف کا ثبوت دے کر عذر گناہ نہ کروں گا، جو گناہ سے بھی بدتر ہے۔ البتہ آج آپ کے سامنے عہد کرتا ہوں کہ اب شراب کا ایک قطرہ بھی حلق کے نیچے نہ جانے دوں گا۔"

گوبندی نے سناٹے میں آکر کہا: "یہ آپ نے کیا کیا مہتا جی؟ ایشور گواہ ہے کہ میرا یہ مطلب نہ تھا۔ مجھے اس کا افسوس ہے۔"

"نہیں، آپ کو خوش ہونا چاہیئے کہ آپ نے ایک شخص کا ادھار کر دیا۔"

"میں نے آپ کا ادھار کر دیا! میں تو خود آپ سے اپنے ادھار کی التجا کرنے جا رہی ہوں۔"

"مجھ سے؟ زہے نصیب!"

www.urduchannel.in

گوبندی نے رقت سے کہا "ہاں آپ کے سوا مجھے کوئی ایسا نظر نہیں آتا جسے میں اپنی کہانی سناؤں۔ دیکھئے یہ بات اپنے ہی تک رکھئے گا، آپ سے ایسا کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے اب اپنی زندگی ناقابل برداشت ہوگئی ہے۔ مجھ سے اب تک جتنی تپسیا ہوسکی وہ میں نے کی، لیکن اب نہیں سہا جاتا۔ مالتی مجھے ہر طرح مٹائے ڈالتی ہے۔ میں اپنے کسی ہتھیار سے اُس پر فتح نہیں پاسکتی۔ آپ کا اُس پر بہت کچھ اثر ہے۔ وہ جتنا آپ کی عزت کرتی ہے، شاید اور کسی مرد کی نہیں کرتی۔ اگر آپ کسی طرح مجھے اس کے پنجے سے چھڑادیں تو عمر بھر آپ کا احسان مانوں گی، اس کے ہاتھوں میرا سہاگ کٹا جارہا ہے۔ آپ اگر مجھے بچا سکتے ہیں تو بچائیے۔ میں آج گھر سے یہ سوچ کر چلی تھی کہ پھر واپس نہ جاؤں گی۔ میں نے بڑا زور مارا کہ موت کی ساری بندشوں کو توڑ کر پھینک دوں لیکن عورت کا دل بڑا کمزور ہے مہتا جی! محبت اس کی جان ہے۔ زندہ رہتے ہوئے محبت کا توڑنا اس کے لئے ناممکن ہے۔ میں نے آج تک اپنا دکھ اپنے ہی دل میں رکھا مگر میں آج آپ سے آنچل پھیلا کر بھیک مانگتی ہوں۔ مالتی سے چھٹکارا دلائیے۔ میں اس جادوگرنی کے ہاتھوں مٹی جارہی ہوں......"

اس کی آواز آنسوؤں میں ڈوب گئی۔ وہ زار و قطار رونے لگی۔

مہتا اپنی نظروں میں کبھی اتنا اونچے نہ اٹھے تھے۔ اس وقت بھی نہیں، جب ان کی تصنیف کو فرانس کی اکیڈمی نے موجودہ صدی کی بہترین تصنیف قرار دیا تھا اور اُنھیں مبارک باد دی تھی۔ جس مورت کی وہ سچے دل سے پوجا کرتے تھے، جسے دل میں وہ اپنی عبادت کی دیوی

www.urduchannel.in

سمجھے ہوئے تھے اور زندگی کے ناقابلِ فہم معاملات میں جس سے ہدایت پانے کی امید رکھتے تھے وہ آج ان سے بھیک مانگ رہی تھی! انھیں اپنے میں ایسی طاقت کا احساس ہوا کہ وہ پہاڑ کو بھی چکنا چور کر سکتے ہیں۔ اور سمندر کو بھی تیر کر پار کر سکتے ہیں۔ اُن پر نشہ سا چھا گیا جیسے بچہ کسی چوبی گھوڑے پر چڑھ کر یہ سمجھ رہا ہو کہ وہ ہوا میں اڑا جا رہا ہے۔ کام کتنا مشکل ہے، اس کی خبر نہ رہی۔ اپنے اصولوں کا کتنا خون کرنا پڑے گا، اس کا بالکل خیال نہ رہا۔ تسکین کے لہجے میں بولے "آپ مالتی کی طرف سے بے فکر رہیں وہ آپ کی راہ سے ہٹ جائے گی۔ مجھے نہ معلوم تھا کہ آپ اس کے سبب اتنی دکھی ہیں۔ میری عقل کا قصور، آنکھوں کا قصور، خیال کا قصور، اور کیا کہوں؟ ورنہ آپ کو اتنی تکلیف کیوں سہنی پڑتی۔"

گووندی کو شک ہوا۔ بولی "مگر شیرنی سے اس کا شکار چھیننا سہل نہیں ہے، یہ سمجھ لیجیے۔"

مہتا نے استقلال سے کہا "عورت کا دل زمین کی طرح ہے جس سے شیرینی بھی مل سکتی ہے اور تلخی بھی، اس کے اندر پڑنے والے تخم میں جیسی تاثیر ہو۔"

"آپ پچھتا رہے ہوں گے کہ کہاں سے کہاں آج اس سے بھینٹ ہو گئی؟"

میں اگر کہوں کہ مجھے آج ہی زندگی کا حقیقی لُطف ملا ہے تو شاید آپ کو یقین نہ آئے۔"

"میں نے آپ کے سر پر اتنا بڑا بار رکھ دیا۔"

مہتا نے عقیدت کے لہجے میں کہا "آپ مجھے شرمندہ کر رہی ہیں،

www.urduchannel.in

دیوی جی! میں کہہ چکا ہوں کہ میں آپ کا خادم ہوں۔ آپ کے فائدے کے لئے میری جان بھی چلی جائے تو میں اپنی خوش نصیبی سمجھوں گا۔ اسے شاعرانہ جذبہ نہ سمجھئے۔ یہ میری زندگی کی سچائی ہے۔ میری زندگی کا کیا معیار ہے، آپ سے یہ بتا دینے کی خواہش میں ضبط نہیں کر سکتا۔ میں قدرت کا پجاری ہوں اور انسان کو اس کی قدرتی شکل میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ جو خوش ہو کر ہنستا ہے، غمگین ہو کر روتا ہے۔ اور غصے میں آ کر مار ڈالتا ہے۔ جو دکھ اور سکھ دونوں کو دباتے ہیں، جو رونے کو کمزوری اور ہنسنے کو ہلکی بات سمجھتے ہیں ان سے میرا کوئی لگاؤ نہیں۔ زندگی میرے لئے خوشی بھرا کھیل ہے، سادہ اور کھلا ہوا، جہاں برائی حسد اور جلن کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔ میں ماضی کی فکر نہیں کرتا اور نہ مستقبل کی پرواہ کرتا ہوں میرے لئے حال ہی میں سب کچھ ہے۔ مستقبل کی فکر ہمیں بزدل بنا دیتی ہے، ماضی کا بوجھ ہماری کمر توڑ دیتا ہے۔ ہم میں زندگی کی طاقت اتنی کم ہے کہ ماضی اور مستقبل میں پھیلا دینے سے وہ اور بھی کمزور ہو جاتی ہے ہم مفت کا بوجھ اپنے اوپر لاد کر رواجوں اور عقیدوں اور تاریخوں کے ملبے کے نیچے دبے پڑے ہیں، اٹھنے کا نام نہیں لیتے۔ وہ طاقت ہی نہیں رہی، جو طاقت، جو عقل، انسانی فرائض کے پورے کرنے میں لگنی چاہیئے تھی، باہمی امداد میں اور بھائی چارے میں، وہ پرانی عداوتوں کا بدلہ لینے اور آبا و اجداد کا فرض ادا کرنے میں تمام ہو جاتی ہے۔ اور جو یہ ایشور اور مکتی کا چکر ہے اس پر تو مجھے ہنسی ہی آتی ہے۔ یہ مکتی اور بھگتی تو انتہائی خودی ہے، جو ہماری انسانیت کو تباہ کئے ڈالتی ہے۔ جہاں زندگی ہے، کھیل ہے، چہک ہے، پریم ہے، وہیں ایشور ہے، اور زندگی کو سکھی بنانا ہی عبادت ہے، اور نجات ہے!

گیان والا کہتا ہے کہ ہونٹوں پر مسکراہٹ نہ آئے۔ آنکھوں میں آنسو نہ آئے۔

www.urduchannel.in

میں کہتا ہوں اگر تم ہنس نہیں سکتے اور رو نہیں سکتے تو تم انسان نہیں ہو، پتھر ہو۔ وہ گیان جو انسانیت کو ہی ڈالے گیان نہیں ہے کولھو ہے۔ مگر معاف کیجیے میں تو ایک پورا لیکچر ہی دے گیا۔ اب دیر ہو رہی ہے، چلئے میں آپ کو پہنچا دوں بچہ بھی میری گود میں سو گیا۔

"گوبندی نے کہا۔" میں تو ٹانگہ لائی ہوں۔"

"ٹانگے کو یہیں سے رخصت کئے دیتا ہوں۔"

مہتا تانگے کے پیسے دے کر لوٹے تو گوبندی نے کہا۔ لیکن آپ مجھے کہاں لے جائیں گے؟"

مہتا نے چونک کر پوچھا: کیوں، آپ کے گھر پہنچا دوں گا۔"

"وہ میرا گھر نہیں ہے، مہتا جی!"

"اور کیا مسٹر کھنا کا ہے؟"

یہ بھی کیا پوچھنے کی بات ہے۔ اب وہ گھر میرا نہیں رہا۔ جہاں بے عزتی اور فضیحت ہو اسے میں اپنا گھر نہیں سمجھتی اور نہ سمجھ سکتی ہوں۔"

مہتا نے درد بھری آواز میں جس کا ایک ایک حرف ان کے دل سے نکل رہا تھا، کہا نہیں دیوی جی، وہ گھر آپ کا ہے اور سدا رہے گا۔ اس گھر کو آپ نے بنایا ہے، اس کے رہنے والوں کو آپ نے رچا ہے، اور جس طرح جان جسم کو چلاتی ہے ویسے ہی آپ نے اسے چلایا ہے۔ جان نکل جائے تو جسم کی کیا حالت ہوگی؟ ماں کا درجہ بہت بڑی عظمت کا ہے، دیوی جی! اور ویسے درجے کی بے عزتی اور فضیحت کہاں نہیں ہوئی؟ ماں کا کام حیات افزائی ہے جس کے ہاتھوں میں ایسی بے مثل طاقت ہے اسے اس کی کیا پروا کہ اس سے کون روٹھتا ہے یا کون بگڑتا ہے؟ جان کے بغیر جیسے جسم

www.urduchannel.in

نہیں رہ سکتا ویسے ہی جان کے لئے جسم ہی موزوں ترین مسکن ہے۔ میں آپ کو دھرم اور تیاگ کا کیا اپدیش دوں؟ آپ تو اس کی جیتی جاگتی مورت ہی ہیں۔ میں تو یہی کہوں گا۔۔۔۔۔۔۔"

گوبندی نے بے صبری سے کہا: "لیکن میں صرف ماں تو ہوں نہیں بلکہ عورت بھی ہوں۔"

مہتا نے ایک منٹ تک چپ رہنے کے بعد کہا: ہاں، ہیں! لیکن میں سمجھتا ہوں کہ عورت صرف ماں ہے اور اس کے علاوہ وہ جو کچھ ہے وہ سب اسی کا محض ابتدائی ظہور ہے۔ ماں ہونا دنیا کی سب سے بڑی ریاضت سب سے بڑا ایثار اور سب سے بڑی فتح ہے۔ میں ایک لفظ میں اسی زندگی کا، شخصیت کا اور نسائیت کا جذبہ ہوجانا کہوں گا۔ آپ مسٹر کھنا کے بارے میں اتنا ہی سمجھ لیں کہ وہ اپنے ہوش میں نہیں ہیں۔ وہ جو کچھ کہتے یا کرتے ہیں وہ جنون کی حالت میں۔ مگر اس جنون کے رفع ہونے میں بہت دن نہ لگیں گے اور وہ وقت بہت جلد آئے گا جب وہ آپ کو اپنی پرستش کی چیز سمجھیں گے۔"

گوبندی نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ آہستہ آہستہ موٹر کی طرف چلی، مہتا نے بڑھ کر موٹر کا دروازہ کھول دیا اور گوبندی اندر جا بیٹھی۔ موٹر چلا مگر دونوں خاموش تھے۔

گوبندی جو اپنے دروازے پر پہنچ کر گاڑی سے اتری تو مہتا نے برقی روشنی میں دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہیں۔

بچے گھر سے نکل آئے اور "اماں اماں" کہتے ہوئے ماں سے لپٹ گئے۔ گوبندی کے چہرہ پر مادرانہ عظمت کا نور چمک اٹھا۔

www.urduchannel.in

اس نے مہتا سے کہا: اس تکلیف کے لئے آپ کا بہت بہت شکریہ" سر نیچا کر لیا۔ آنسو کا ایک قطرہ اس کے رخسار پر ڈھلک آیا تھا۔

مہتا کی آنکھیں بھی اشک آلود ہو گئیں، اس شان و شوکت اور عیش و عشرت کے سامانوں کے درمیان میں بھی اس عورت کا دل کتنا مغموم ہے!۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

www.urduchannel.in

(۱۹)

مرزا خورشید کا احاطہ کلب بھی ہے، کچہری بھی اور اکھاڑا بھی۔ دن بھر بھیڑ لگی رہتی ہے۔ محلے میں اکھاڑے کے لئے کہیں جگہ نہ ملتی تھی۔ مرزا نے ایک چھپر ڈلوا کر اکھاڑا بنوا دیا ہے۔ وہاں روز سو پچاس کشتی باز جمع ہو جاتے ہیں۔ مرزا بھی ان کے ساتھ زور آزمائی کرتے ہیں۔ محلے کی پنچایتیں بھی یہیں ہوتی ہیں۔ میاں بیوی، ساس بہو اور بھائی بھائی کے جھگڑوں بکھیڑوں کا یہیں نپٹارا ہوتا ہے۔ محلے کی سوشل زندگی کا یہی مرکز ہے اور سیاسی تحریک کا بھی۔ آئے دن سبھائیں ہوتی رہتی ہیں۔ یہیں والنٹیر ٹھہرتے ہیں یہیں ان کا پروگرام بنتا ہے، یہیں سے شہر کی سیاسی تحریک چلائی جاتی ہے۔ پچھلے جلسے میں مالتی شہری کانگریس کمیٹی کی صدر چن لی گئی ہے جب سے اس مقام کی رونق اور بڑھ گئی ہے۔

گوبر کو یہاں رہتے سال بھر ہو گیا ہے۔ اب وہ سیدھا سادا دیہاتی نوجوان نہیں ہے۔ اس نے بہت کچھ دنیا دیکھ لی ہے۔ اس کے رنگ ڈھنگ ہی کچھ کچھ سمجھنے لگا ہے۔ اصل میں تو وہ اب بھی دیہاتی ہے، پیسے کو دانت سے پکڑتا ہے، مطلب کو کبھی نہیں چھوڑتا اور محنت سے جی نہیں چراتا، نہ کبھی ہمت ہارتا ہے مگر شہر کی ہوا بھی اسے لگ گئی ہے۔ اس نے پہلے مہینے میں تو صرف مزدوری کی اور آدھے پیٹ کھا کر تھوڑے روپئے بچا لئے۔ پھر وہ کچالو اور دہی بڑے کے خوانچے لگانے لگا۔ ادھر زیادہ منافع دیکھا تو نوکری چھوڑ دی۔ گرمیوں میں شربت

www.urduchannel.in

اور برف کی دوکان بھی کھول دی۔ لین دین میں کھرا تھا۔ پس اس کی ساکھ جم گئی۔ جاڑا آیا تو اس نے شربت کی دوکان بند کردی اور گرم چائے پلانے لگا۔ اب اس کی روزانہ آمدنی ڈھائی تین سو روپئے سے کم نہیں ہے۔ اس نے انگریزی فیشن کے بال کٹا لئے ہیں۔ باریک دھوتی اور پمپ شو پہنتا ہے، ایک سرخ اونی چادر خرید لی ہے اور پان سگریٹ کا بھی شوق ہو گیا ہے۔ جلسوں میں آنے جانے سے اسے کچھ کچھ سیاسی واقفیت بھی ہو چلی ہے۔ قوم اور فرقہ کا مطلب سمجھنے لگا ہے۔ سوشل رواجوں کا خیال اور دنیوی ملامت کا خوف اب اسے بہت کم رہ گیا ہے۔ آئے دن کی پنچایتوں نے اسے نڈر بنا دیا ہے جس بات کے پیچھے وہ یہاں گھر سے دور منہ چھپائے پڑا ہوا ہے اسی طرح کی بلکہ اس سے بھی زیادہ بری باتیں یہاں روز ہوا کرتی ہیں۔ اور کوئی کہیں بھاگتا نہیں۔ پھر وہی کیوں اتنا ڈرے اور منہ چرائے؟

اتنے دنوں میں اس نے ایک پیسہ بھی گھر نہیں بھیجا۔ وہ والدین کو روپے پیسے کے معاملے میں اتنا ہوشیار نہیں سمجھتا۔ وہ لوگ تو روپئے پاتے ہی آسمانوں میں اڑنے لگیں گے۔ دادا کو فوراً آگیا کرنے کی اور اماں کو گہنے بنوانے کی دھن سوار ہو جائے گی۔ ایسے فضول کاموں کے لئے اس کے پاس روپئے نہیں ہیں۔ اب وہ چھوٹا موٹا مہاجن ہے پڑوس کے یکے اور گاڑی والوں اور دھوبیوں کو سود پر روپیہ قرض دیتا ہے۔ ان دس گیارہ مہینوں ہی میں اس نے اپنی محنت اور کفایت سے اپنی جگہ بنا لی ہے اور اب وہ جھنیا کو یہیں لاکر رکھنے کی

www.urduchannel.in

بات سوچ رہا ہے۔

تیسرے پہر کا وقت ہے، وہ سڑک کے نل پر نہا کر آیا ہے اور شام کے لئے آلو ابال رہا ہے کہ مرزا خورشید آکر دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ گوبر اب ان کا نوکر نہیں ہے۔ مگر ادب اسی طرح کرتا ہے اور ان کے لئے جان دینے کو تیار رہتا ہے۔ دروازے پر آکر پوچھا "کیا حکم ہے سرکار؟"

مرزا نے کھڑے کھڑے کہا: تمھارے پاس کچھ روپئے ہوں تو دے دو۔ آج تین دن سے بوتل خالی پڑی ہے۔ طبیعت بہت بےچین ہو رہی ہے۔"

گوبر نے اس سے پہلے بھی دو تین بار مرزا کو روپئے دئے تھے مگر اب تک وصول نہ کر سکا تھا۔ تقاضا کرتے ڈرتا تھا مگر مرزا صاحب روپیہ لے کر دینا نہ جانتے تھے۔ ان کے ہاتھ میں روپیہ رکتا ہی نہ تھا۔ اِدھر آیا اور اُدھر غائب۔ یہ تو نہ کہہ سکا کہ میں روپئے نہ دوں گا یا میرے پاس روپئے نہیں ہیں۔ شراب کی بُرائی کرنے لگا: "آپ اسے چھوڑ کیوں نہیں دیتے سرکار؟ کیا اس کے پینے سے کچھ فائدہ (فائدہ) ہوتا ہے؟"

مرزا نے کوٹھری کے اندر آکر چارپائی پر بیٹھتے ہوئے کہا: تم سمجھتے ہو کہ میں چھوڑنا نہیں چاہتا اور شوق سے پیتا ہوں۔ میں، اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ تم اپنے روپیوں کے لئے نہ ڈرو، میں ایک ایک کوڑی ادا کر دوں گا۔"

گوبر مستقل رہا: "میں سچ کہتا ہوں مالک، میرے پاس اس سمے روپیہ

www.urduchannel.in

نہیں ہیں۔ روپیہ ہوتا تو آپ سے انکار نہ کرتا۔"

"دو روپئے بھی نہیں دے سکتے؟"

"اس سمے تو نہیں ہیں۔"

"میری انگوٹھی گرو رکھ لو۔"

گوبر کا جی للچا اٹھا مگر بات کیسے بدلے؟ بولا: "یہ آپ کیا کہتے ہیں مالک، روپئے ہوتے تو آپ کو دے دیتا، انگوٹھی کی کون بات تھی؟"

مرزا نے عاجزانہ اصرار سے کہا: "میں تم سے پھر کبھی نہ مانوں گا گوبر۔ مجھ سے کھڑا نہیں ہوا جا رہا۔ اس شراب کی بدولت میں نے لاکھوں کی حیثیت بگاڑ دی اور بھکاری بن گیا۔ اب مجھے بھی ضد پڑ گئی ہے کہ خواہ بھیک ہی مانگنی پڑے مگر اسے چھوڑوں گا نہیں۔"

جب گوبر نے اب کے بھی انکار کر دیا تو مرزا مایوس ہو کر چلے گئے شہر میں ان کے ہزاروں ملنے والے تھے۔ کتنے ہی ان کی بدولت بن گئے تھے۔ کتنوں ہی کی آڑے وقت پر انھوں نے مدد کی تھی مگر ایسوں سے ملنا بھی پسند نہ کرتے تھے۔ انھیں ہزاروں لٹکے معلوم تھے جن سے وہ وقتاً فوقتاً روپیوں کے ڈھیر لگا سکتے تھے مگر روپئے کی ان کی نگاہ میں کوئی وقعت نہ تھی۔ ان کے ہاتھ میں روپئے جیسے کاٹتے تھے۔ کسی نہ کسی بہانے اڑا کر ہی ان کا دل سکون پاتا تھا۔

گوبر آلو چھیلنے لگا۔ سال ہی بھر کے اندر وہ اتنا چالاک ہو گیا تھا اور پیسے جوڑنے میں اتنا ہوشیار، کہ تعجب ہوتا تھا۔ جس کوٹھری میں وہ رہتا ہے وہ مرزا صاحب ہی نے دی ہے۔ اس کوٹھری اور برآمدے

www.urduchannel.in

کا کرایہ بڑی آسانی سے پانچ روپیہ مل سکتا ہے۔ گوبر تقریباً سال بھر سے اسی میں رہتا ہے، لیکن نہ کبھی مرزا نے کرایہ مانگا نہ اس نے دیا۔ انھیں شاید یہ خیال بھی نہ تھا کہ اس کوٹھری کا کچھ کرایہ بھی مل سکتا ہے۔

ذرا دیر میں ایک یکّے والا روپیہ مانگنے آیا۔ الہ دین نام تھا، سر منڈا ہوا، ڈاڑھی کھچڑی اور کانا۔ اس کی لڑکی رخصت ہو رہی تھی اور پانچ روپئے کی اسے ضرورت تھی۔ گوبر نے ایک آنہ روپیہ سود پر روپئے دے دئے۔

الہ دین نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا: "بھیّا اب بال بچوں کو بلا لو۔ کب تک ہاتھ سے ٹھونکتے رہوگے؟"

گوبر نے شہر کے خرچ کا رونا رویا۔ تھوڑی آمدنی میں گرستی کیسے چلے گی؟"

الہ دین بیڑی جلاتے ہوئے بولا: "آمدنی اللہ دے گا، بھیّا! سوچو، کتنا آرام ملے گا۔ میں تو کہتا ہوں کہ جتنا تم اکیلے خرچ کرتے ہو اسی میں گرستی چل جائے گی۔ عورت کے ہاتھ میں بڑی برکت ہوتی ہے، خدا قسم، جب میں اکیلا یہاں رہتا تھا تو چاہے جتنا ہی کماؤں مگر سب کھا پی کر برابر ہو جاتا تھا۔ بیڑی تماکھو کو بھی پیسہ نہ رہتا۔ اس پر حیرانی الگ۔ تھکے ماندے آؤ تو گھوڑے کو ٹہلاؤ اور کھلاؤ، پھر نانبائی کی دوکان پر دوڑو ناک میں دم آگیا۔ جب سے بیوی آگئی ہے، اُسی کمائی میں اس کی روٹیاں بھی نکل آتی ہیں اور آرام بھی ملتا ہے۔ آخر آدمی آرام ہی کے لئے تو کماتا ہے جب جان کھپا کر بھی آرام نہ ملا تو زندگی ہی برباد ہوگئی۔ میں تو کہتا ہوں کہ تمھاری کمائی بڑھ جائے گی بھیّا۔ جتنی دیر میں آلو اور مٹر اُبالتے ہو اتنی

www.urduchannel.in

وہیں دو چار پیالے چلتے پینے لگے۔ اب جاڑے بارہوں مہینے چلتی ہے، رات کو لیٹو گے تو عورت پاؤں دبائے گی۔ ساری تھکاوٹ مٹ جائے گی۔"

یہ بات گوبر کے دل نشین ہوگئی۔ جی اچاٹ ہوگیا۔ اب تو وہ جھنیا کو لاکر ہی رہے گا۔ آلو جو تھے پر چڑھے رہ گئے اور اس نے گھر جانے کی تیاری کردی۔ مگر یاد آیا کہ ہولی آرہی ہے، اس لئے ہولی کا سامان بھی لیتا چلے۔ بخیلوں میں خوشی کے موقعوں پر دل کھول کر خرچ کرنے کی جو ایک عادت ہوتی ہے اس نے گوبر کو بھی اکسایا۔ آخر اسی دن کے لئے تو کوڑی کوڑی جوڑ رہا تھا۔ وہ ماں، بہنوں اور جھنیا سب کے لئے ایک ایک جوڑ ساڑی لے جائے گا۔ ہوری کے لئے ایک دھوتی اور ایک چادر۔ سونا کے لئے ایک شیشی تیل لے جائے گا اور ایک جوڑ چپل۔ روپا کے لئے جاپانی گڑیاں اور جھنیا کے لئے ایک پٹاری جس میں تیل، سیندورا اور آئینہ ہوگا۔ بچے کے لئے ٹوپ اور فراک جو بازار میں تیار ملتا ہے۔ اس نے روپئے نکالے اور بازار چلا۔ دوپہر تک سب چیزیں آگئیں۔ بستر بھی بندھ گیا۔ محلے والوں کو خبر ہوگئی کہ گوبر گھر جارہا ہے۔ کئی مرد عورت اسے رخصت کرنے آئے۔ گوبر نے انھیں اپنا گھر سپرد کرتے ہوئے کہا۔ "تمہیں لوگوں پر گھر چھوڑے جاتا ہوں۔ بھگوان نے چاہا تو ہولی کے دوسرے دن آجاؤں گا۔

ایک نوجوان عورت نے مسکرا کر کہا۔ "مہریا کو لئے بنا نہ آنا نہیں گھر میں نہ گھسنے پاؤگے۔"

دوسری زیادہ عمر والی نے نصیحت کی۔ "ہاں اور کیا، بہت دنوں تو

www.urduchannel.in

چولھا پھونک چکے ٹھکانے سے روٹی تو لے گی۔"

گوبر نے سب کو "رام رام" کیا۔ ہندو بھی تھے، مسلمان بھی، سب ہی میں دوستانہ تھا۔ سب ایک دوسرے کے دُکھ درد میں شریک تھے روزہ رکھنے والے روزہ رکھتے تھے۔ ایکادشی رکھنے والے ایکادشی۔ کبھی کبھی مذاق میں ایک دوسرے پر چھینٹے بھی اڑا لیتے تھے۔ گوبر الہ دین کی نماز کو "اٹھا بیٹھی" کہتا تو الہ دین پیپل کے نیچے والے سینکڑوں چھوٹی بڑی شیو کی مورتوں کو "بٹکھرے" بناتا، مگر فرقہ وارانہ تعصب کا نام بھی نہ تھا۔ گوبر گھر جا رہا ہے اور سب ہنسی خوشی سے رخصت کرنا چاہتے ہیں۔

اتنے میں بھورے یکّہ لے کر آگیا۔ ابھی دن بھر کا گشت لگا کر آیا تھا. خبر ملی کہ گوبر گھر جا رہا ہے، ویسے ہی یکہ اِدھر پھیر دیا۔ گھوڑے نے احتجاج کیا۔ اسے کئی چابک لگائے۔ گوبر نے یکہ پر سامان رکھا۔ یکہ بڑھا بھیجنے والے گلی کے موڑ تک پہنچانے گئے، تب گوبر نے سب کو "رام رام" کیا اور یکے پر بیٹھ گیا۔ سڑک پر یکہ سرپٹ دوڑا جا رہا تھا، گوبر گھر جانے کی خوشی میں مست تھا، بھورے اسے گھر پہنچانے کی خوشی میں مست تھا۔ اور گھوڑا تھا پانی دار، اُڑا چلا جا رہا تھا۔ بات کی بات میں اسٹیشن آگیا۔

گوبر نے خوش ہو کر ایک روپیہ کمر سے نکال کر بھورے کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: "لو، گھر والی کے لئے مٹھائی لیتے جانا۔"

بھورے نے تشکرانہ حقارت سے اس کی طرف دیکھا: "تم مجھے غیر سمجھتے ہو بھیا؟ ایک دن یکے پر بیٹھ گئے تو میں تم سے انعام

www.urduchannel.in

لوں گا! جہاں تمہارا پسینہ گرے وہاں اپنا لہو گرانے کو تیار رہوں۔ اتنا چھوٹا دل نہیں پایا ہے اور بے بھی لوں تو گھر والی مجھے جیتا چھوڑے گی؟"

گوبر نے پھر کچھ نہ کہا، شرمندہ ہو کر اپنا اسباب اتارا اور ٹکٹ لینے چلا۔

❁ ❁ ❁

www.urduchannel.in

(۲۰)

پھاگن اپنی جھولی میں نئی زندگی کی پونجی لے کر آ پہنچا تھا۔ آم کے پیڑ دونوں ہاتھوں سے بور کی مہک بکھیر رہے تھے اور کوئل آم کی ڈالیوں میں چھپی ہوئی اپنے راگوں کو خفیہ خیرات تقسیم کر رہی تھی۔

گاؤں میں ایکھ کی بوائی شروع ہو گئی تھی۔ ابھی دھوپ نہیں نکلی مگر ہوری کھیت میں پہنچ گیا ہے۔ دھنیا، سونا، رُوپا تینوں تلیا سے ایکھ کے بھیگے ہوئے گٹھے نکال نکال کر کھیت میں لا رہی ہیں اور ہوری گنڈاسے سے ایکھ کے ٹکڑے کر رہا ہے۔ اب وہ داتا دین کی مزدوری کرنے لگا ہے۔ کسان نہیں، مزدور ہے۔ داتا دین سے اب اس کا زبردست اور ججمان کا ناتا نہیں، بلکہ مالک اور مزدور کا رشتہ ہے۔

داتا دین نے اکڑ ڈانٹا: "ہاتھ اور پھرتی سے چلاؤ ہوری! اس طرح تو تم دن بھر میں نہ کاٹ سکو گے۔"

ہوری نے زخم کھائے ہوئے تکبر کے ساتھ کہا: "چلا ہی تو رہا ہوں مہاراج، بیٹھا تو نہیں ہوں۔"

داتا دین نے مزدوروں سے کس کر کام لیتے تھے۔ اسی لئے کوئی مزدور ان کے ہاں ٹھہرتا نہ تھا۔ ہوری ان کے مزاج سے واقف تھا مگر جاتا کہاں؟

پنڈت اس کے سامنے کھڑے ہو کر بولے: "چلانے چلانے میں بڑا فرق ہے۔ ایک چلانا وہ ہے کہ گھڑی بھر میں کام تمام، دوسرا چلانا وہ ہے کہ دن بھر میں بھی ایک بوجھ نہ کٹے۔"

www.urduchannel.in

ہوری نے زہر کا گھونٹ پی کر زیادہ تیزی سے ہاتھ چلانا شروع کیا۔ ادھر مہینوں سے اسے پیٹ بھر کھانا نہ ملتا تھا۔ عموماً ایک وقت تو چربن ہی پر کٹتا تھا۔ اور دوسرے وقت بھی کبھی آدھے پیٹ کھانا ملا، کبھی فاقہ ہو گیا۔ کتنا ہی چاہتا تھا کہ ہاتھ اور جلد جلد اٹھے، مگر ہاتھ جواب دے رہا تھا۔ اس پر داتا دین سر پر سوار تھے۔ لمحہ بھر دم لینے پاتا تو تازہ ہو جاتا مگر دم کیسے لے؟ جھڑکیاں پڑنے کا ڈر تھا۔

دھنیا اور دونوں لڑکیاں ایکھ کے گٹھے لئے بھیگی ساڑیوں سے لت پت، کیچڑ میں سنی ہوئی آئیں اور گٹھے ٹیک کر ذرا ستانے لگیں کہ داتا دین نے ڈانٹ بتائی "یہاں تماسا (تماشا) کیا دیکھتی ہے دھنیا، جا اور اپنا کام کر۔ پیسے سینت میں نہیں آتے۔ پہر بھر میں تو ایک گٹھا لائی ہے، اس حساب سے تو دن بھر میں ادکھ نہ ڈھل پائے گی"

دھنیا نے تیوری بدل کر "کیا تنک دم بھی نہ لینے دو گے مہراج؟ ہم بھی تو آدمی ہیں۔ تمھاری مجوری (مزدوری) کرنے سے بیل تو نہیں ہو گئے۔ جرا (ذرا) کھوپڑی پر ایک گٹھا لاد کر لاؤ تو پتہ چلے"

داتا دین بگڑ اٹھے "پیسے دیتے ہیں کام کرنے کے لئے، دم لینے کے لئے نہیں۔ دم لینا ہے تو گھر جا کر دم لو"

دھنیا کچھ کہنے ہی جا رہی تھی کہ ہوری نے ڈانٹا "تو جاتی کیوں نہیں دھنیا، کیوں حجت کر رہی ہے؟"

دھنیا نے بندھنے کو اٹھاتے ہوئے کہا "جا تو رہی ہوں، پر چلتے ہوئے بیل کو اوگی (چابک) نہ لگانا چاہیئے"

داتا دین نے سرخ آنکھیں نکال کر کہا "معلوم ہوتا ہے کہ ابھی مجاج

www.urduchannel.in

(مزاج) ٹھنڈا نہیں ہوا، تب ہی دانے دانے کو ترستی ہو۔"

دھنیا بھلا کیوں چپ رہنے لگی، بولی "تمہارے دوارے پر بھیک مانگنے تو نہیں جاتی؟"

داتا دین نے تیز لہجے میں کہا "اگر یہی حال ہے تو بھیک بھی مانگوں گی۔"

دھنیا کے پاس جواب تیار تھا مگر سونا اسے کھینچ کر لیا کی طرف لے گئی ورنہ بات بڑھ جاتی۔ لیکن آواز کی پہنچ کے باہر جا کر اس نے دل کی بھڑاس نکالی "بھیک مانگو تم جو بھکمنگوں کی جات (ذات) ہو، ہم تو مجور (مزدور) ٹھیرے جہاں کام کریں گے وہیں چار پیسے پائیں گے۔"

سونا نے حقارت سے کہا "اماں، جانے بھی دو۔ تم تو بکھت (وقت) نہیں دیکھتیں، بات بات پر لڑنے لگ جاتی ہو۔"

ہوری پاگلوں کی طرح سر سے اوپر گنڈاسہ اٹھا اٹھا کر اکھ کے ٹکڑے ڈھیر کرتا جاتا تھا۔ اس کے اندر جیسے آگ سی لگی ہوئی تھی۔ اس میں غیر قدرتی طاقت آگئی تھی۔ اس میں جو پشتہا پشت سے بہتا ہوا پانی تھا وہ اس وقت گویا بھاپ بن کر اس کو مشین کی سی کورانہ طاقت دے رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں اندھیرا چھانے لگا۔ سر چکرانے لگا۔ پھر اس کے ہاتھ مشین کی رفتار سے بلا تھکے اور بلا رُکے اٹھ رہے تھے۔ اس کے بدن سے پسینہ ٹپک رہا تھا، منہ سے جھاگ نکل رہا تھا اور سر میں دھماکے کی آواز ہو رہی تھی، مگر اس پر جیسے کوئی بھوت سوار ہو گیا ہو۔

دفعتاً اس کی آنکھوں میں بالکل اندھیرا چھا گیا۔ معلوم ہوا کہ وہ زمین میں دھنسا جا رہا ہے۔ اس نے سنبھلنے کی کوشش میں خالی ہاتھ پھیلا دئے اور بیہوش ہو گیا۔ گنڈاسہ ہاتھ سے چھوٹ گیا اور وہ اوندھے منہ زمین پر گر پڑا۔ اسی وقت

www.urduchannel.in

دھنیا ایکھ کا گٹھا لیئے آئی، دیکھا تو کئی آدمی ہوری کو گھیرے کھڑے ہیں۔ ایک ہلواہا داتادین سے کہہ رہا تھا: "مالک! تمھیں ایسی بات نہ کہنی چاہیئے جو آدمی کو لگ جائے۔ پانی مرتے ہی مرتے تو مرے گا!"

دھنیا ایکھ کا گٹھا پٹک کر پاگلوں کی طرح دوڑی ہوئی ہوری کے پاس گئی اور اس کا سر اپنی جانگھ پر رکھ کر زور زور سے رونے چلّانے لگی۔ "تم مجھے چھوڑ کر کہاں جاتے ہو؟ اری سونا، دوڑ کر پانی لا اور جاکر سوبھا سے کہہ دے کہ دادا بے حال ہیں ہائے رام! اب میں کہاں جاؤں۔ اب کس کی ہو کر رہوں گی؟ کون مجھے دھنیا کہہ کر پکارے گا۔۔۔۔۔؟"

لالہ پٹیشوری بھاگے ہوئے آئے اور محبت بھری سختی سے بولے "کیا کرتی ہے دھنیا، ہوش سنبھال! ہوری کو کچھ نہیں ہوا ہے۔ گرمی سے بیہوش ہو گئے ہیں۔ ابھی ہوش آیا جاتا ہے۔ دل اتنا کچا کرے گی تو کیسے کام چلے گا؟"

دھنیا نے پٹیشوری کے پیر پکڑ لیئے اور روتی ہوئی بولی: "کیا کروں لالہ جی نہیں مانتا۔ بھگوان نے سب کچھ ہر لیا۔ میں صبر کر گئی۔ اب دھیرج نہیں ہوتا ہائے میرا ہیرا!"

سونا پانی لائی۔ پٹیشوری نے ہوری کے منہ پر پانی کے چھینٹے دیئے۔ کئی آدمی اپنے اپنے انگوچھوں سے ہوا دے رہے تھے۔ ہوری کا بدن سرد پڑ گیا تھا پٹیشوری کو بھی تشویش ہوئی، مگر دھنیا کو وہ برابر دلاسا دیئے جاتے تھے۔

دھنیا نے بے صبری سے کہا: "ایسا کبھی نہیں ہوا تھا لالہ، کبھی نہیں!"

پٹیشوری نے پوچھا: "رات کچھ کھایا تھا؟"

دھنیا بولی: "ہاں روٹیاں بنائی تھیں، پر آج کل ہمارے اوپر جو بیت رہی ہے وہ کیا تم سے چھپا ہے؟ مہینوں سے پیٹ بھر روٹی نہیں نصیب ہوئی کتنا

www.urduchannel.in

سمجھاتی ہوں کہ جان رکھ کر کام کرو لیکن آرام تو ہمارے بھاگ میں لکھا ہی نہیں ہے۔"

دفعتاً ہوری نے آنکھیں کھول دیں اور اڑتی ہوئی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھا۔

دھنیا جیسے جی اٹھی۔ بے قرار ہو کر اس کے گلے سے لپٹ کر بولی: "اب کیسا جی ہے تمھارا؟ میری تو جان نہوں (ناخونوں) میں آگئی تھی۔"

ہوری نے کمزور آواز میں کہا: "اچھا ہوں۔ نہ جانے کیسا جی ہو گیا تھا۔"

دھنیا نے محبت بھرے شکوے سے کہا: "دیہہ (بدن) میں دم تو ہے نہیں اور کام کرتے ہو جان ہوم کر! لڑکوں کا بھاگ تھا کہ بچ گئے، انہیں تو تم لے ہی ڈوبے تھے۔"

پٹیشوری نے ہنس کر کہا: "دھنیا تو رو پیٹ رہی تھی۔"

ہوری نے بے صبری سے پوچھا: "سچ سچ تو رو رہی تھی دھنیا؟"

دھنیا نے پٹیشوری کو پیچھے ڈھکیل کر کہا: "انھیں بکنے دو تم۔ پوچھو کہ یہ کانگڑا کاغذ چھوڑ کر گھر سے دوڑے آئے تھے۔"

پٹیشوری نے چڑھایا: "تمھیں ہیرا ہیرا کہہ کر رو تی تھی۔ اب لاج کے مارے مکرتی ہے۔ چھاتی پیٹ رہی تھی۔"

ہوری نے دھنیا کو آنسو بھری آنکھوں سے دیکھ کر کہا: "پگلی ہے اور کیا! اب نہ جانے کون سا سکھ دیکھنے کے لئے مجھے جلائے رکھنا چاہتی ہے۔"

دو آدمی ہوری کو سہارا دے کر گھر لے گئے اور چارپائی پر لٹا دیا۔ داتا دین تو کڑھ رہے تھے کہ بوائی میں دیر ہوئی جاتی ہے، مگر داتا دین اتنا بے رحم نہیں تھا وہ دوڑ کر گھر سے گرم دودھ لایا اور ایک شیشی میں گلاب کا عرق بھی۔ دودھ پی کر ہوری میں جان سی آگئی۔

www.urduchannel.in

اسی وقت گوبر ایک مزدور کے سر پر اپنا سامان رکھے ہوئے آتا دکھائی دیا۔

گاؤں کے کتّے پہلے تو بھونکتے ہوئے اس کی طرف دوڑے، پھر دُم ہلانے لگے۔ روپا نے کہا "بھیّا آئے، بھیّا آئے" اور تالیاں بجاتی ہوئی دوڑی سونا بھی دو تین قدم آگے بڑھی مگر اپنی خوشی کو ضبط کر گئی۔ ایک سال میں اس کا شباب کچھ اور شرمیلا ہو گیا تھا۔ جھنیا بھی گھونگٹ نکالے دروازے پر کھڑی ہو گئی۔

گوبر نے والدین کے پیر چھوئے، اور روپا کو گود میں اٹھا کر پیار کیا۔ دھنیا نے اسے آسیس دی اور اس کا سر اپنے سینے سے لگا کر گویا اپنے ماں ہونے کا صلہ پا گئی۔ اس کا دل غرور سے اُمڈا پڑتا تھا۔ آج تو وہ رانی ہے۔ اس پھٹے حال میں بھی رانی ہے! کوئی اس کا منہ دیکھے، اس کی آنکھیں دیکھے، اس کا دل دیکھے، اس کی رفتار دیکھے! رانی بھی لجا جائے گی۔ گوبر کتنا بڑا ہو گیا ہے اور پہن اوڑھ کر کیسا بھلا آدمی سا لگتا ہے۔ دھنیا کے دل میں کبھی بدشگونی کا اندیشہ نہ ہوا تھا اس کا دل کہتا تھا کہ گوبر خیریت سے ہے اور خوش ہے۔ آج اسے آنکھوں دیکھ کر گویا اس کی زندگی کی خاک میں گم شدہ جواہر مل گیا۔ مگر ہوری نے منہ پھیر لیا تھا۔

گوبر نے پوچھا "دادا کو کیا ہوا ہے، امّاں!"

دھنیا گھر کا حال سنا کر اسے رنجیدہ نہ کرنا چاہتی تھی، بولی: "کچھ نہیں ہے بیٹا، ذرا سر میں درد ہے۔ چلو، کپڑے اتارو، ہاتھ منہ دھوؤ۔ کہاں تھے تم اتنے دن؟ بھلا اس طرح کوئی گھر سے بھاگتا ہے؟ اور کبھی ایک چٹھی تک نہ بھیجی۔ آج سال بھر کے پیچھے جا کے سُدھ لی ہے۔ تمھاری راہ دیکھتے دیکھتے آنکھیں پھوٹ گئیں یہی آسرا لگا رہتا تھا کہ کب وہ دن آوے گا اور کب تمھیں دیکھوں گی۔ کوئی

www.urduchannel.in

کہتا تھا کہ مرج بھاگ گیا اور کوئی ڈمرا ٹاپو بتا تا تھا۔ میری تو سُن سُن کر جان سوکھی جاتی تھی۔ کہاں رہے اتنے دن؟"

گوبر نے شرماتے ہوئے کہا" کہیں دور نہیں گیا تھا اماں، یہیں لکھنؤ میں تو تھا۔"

"اور اتنے پاس ہو کر بھی کبھی چھٹی نہ لکھی۔"

ادھر سونا اور روپا اندر گوبر کا سامان کھول کر چیزوں کو آپس میں بانٹنے لگی تھیں۔ مگر جھنیا دور کھڑی تھی۔ اس کے چہرے پر آج رکھائی کا شوخ رنگ جھلک رہا ہے۔ گوبر نے اس کے ساتھ جو برتاؤ کیا ہے آج وہ اس کا بدلہ لے گی اسامی کو دیکھ کر مہاجن اس سے وہ روپئے وصول کرنے کو بھی بے چین ہو رہا ہے جو اس نے بٹے کھاتے میں ڈال دئے تھے۔ بچہ ان چیزوں کی طرف لپک رہا تھا اور چاہتا تھا کہ سب کی سب ایک ساتھ منہ میں بھر لے۔ مگر جھنیا اسے گود سے نہ اتارتی تھی۔

سونا بولی" بھیا تمہارے لئے آئینہ اور کنگھی لائے ہیں، بھابی۔"

جھنیا نے رکھائی سے کہا" مجھے آئینہ کنگھی نہ چاہیئے، اپنے پاس رکھے رہیں۔"

روپا نے بچے کی چمکدار ٹوپی نکالی" اوہو! یہ تو چنو کی ٹوپی ہے!" اور اسے بچے کے سر پر رکھ دیا۔

جھنیا نے ٹوپی اتار کر پھینک دی اور یکایک گوبر کو اندر آتے دیکھ کر وہ بچے کو لئے ہوئے اپنی کوٹھری میں چلی گئی۔

گوبر نے دیکھا کہ سارا سامان کھلا پڑا ہے۔ اس کا جی تو چاہتا ہے کہ پہلے جھنیا سے مل کر اپنا قصور معاف کرا لے مگر اندر جانے کی ہمت نہیں پڑتی۔

www.urduchannel.in

دہیں بیٹھ گیا۔ اور چیزیں نکال نکال کر ہر ایک کو دینے لگا۔ مگر رُوپا اس لئے پھول گئی کہ اس کے لئے چپل کیوں نہیں آئے، اور سونا اسے چڑھانے لگی "تو کیا کرے گی چپل لے کر؟ اپنی گڑیا کھیل۔ ہم تو تیری گڑیا دیکھ کر نہیں روتے، پھر تو میرا چپل دیکھ کر کیوں روتی ہے؟"

مٹھائی بانٹنے کی ذمہ داری دھنیا نے اپنے اوپر لی۔ اتنے دنوں کے بعد لڑکا کسل سے گھر آیا ہے۔ وہ گانوں بھر میں بائن بنٹائے گی۔ ایک گلاب جامن رُوپا کے لئے اونٹ کے منہ میں زیرے کی طرح تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ ہانڈی اس کے سامنے رکھ دی جائے اور وہ کود کود کر کھائے۔

اب صندوق کھلا اور اس میں سے ساڑیاں نکلنے لگیں۔ سب ہی کناری دار تھیں جیسی پٹیشوری لالہ کے گھر میں پہنی جاتی ہیں۔ مگر ہیں بڑی ہلکی۔ ایسی باریک ساڑیاں بھلا کتنے دن چلیں گی؟ بڑے آدمی چاہے جتنی باریک ساڑیاں پہنیں، ان کی عورتوں کو بیٹھنے اور سونے کے سوا اور کون کام ہے۔ یہاں تو کھیت کھلیان سب ہی کچھ ہے۔ اچھا، ہوری کے لئے دھوتی ہے سوا ایک دوپٹہ بھی ہے۔

دھنیا خوش ہو کر بولی "یہ تم نے بڑا اچھا کیا بیٹا۔ ان کا دوپٹہ بالکل تار تار ہو گیا تھا۔"

گوبر کو اتنی دیر میں گھر کی حالت کا اندازہ ہو گیا تھا۔ دھنیا کی ساڑی میں کئی پیوند لگے ہوئے تھے۔ سونا کی ساڑی سر پر پھٹی ہوئی تھی اور اس میں سے بال دکھائی دے رہے تھے۔ رُوپا کی دھوتی میں چاروں طرف جھالر سی لٹک رہی تھی سب ہی کے چہرے روکھے سوکھے تھے، چکنا ہٹ کا بدن پر کہیں نام نہ تھا۔ جدھر دیکھو، افلاس کا دور دورہ تھا۔

لڑکیاں تو ساڑیوں میں مگن تھیں، دھنیا کو لڑکے کے لئے کھانے کی

www.urduchannel.in

فکر ہوئی گھر میں تھوڑا سا جَو کا آٹا شام کے لئے رکھا ہوا تھا۔ اس وقت تو چربن پر گزر ہوتا تھا، مگر گوبر اب وہ گوبر تھوڑے ہی ہے۔ اس سے جَو کا آٹا کھایا بھی جائے گا پردیس میں نہ جانے کیا کیا کھاتا پیتا رہا ہوگا۔ جاکر دلاری کی دوکان سے گیہوں کا آٹا، چاول اور گھی ادھار لائی۔ ادھر مہینوں سے دلاری ایک پیسے کی چیز بھی ادھار نہ دیتی تھی مگر آج اس نے ایک بار بھی نہ پوچھا کہ پیسے کب دو گی۔

اس نے پوچھا: گوبر تو کھوب (خوب) کما کر آیا ہے نا؟"

دھنیا بولی: ابھی تو کچھ نہیں کھلا دیدی۔ ابھی میں نے بھی کچھ کہنا ٹھیک نہیں سمجھا۔ ہاں سب کے لئے کنارے دار ساڑیاں لایا ہے۔ تمھاری اسیس سے اچھی طرح لوٹ آیا، میرے لئے تو یہی بہت ہے۔"

دلاری نے دعا دی: بھگوان کریں وہ جہاں رہے کُسل سے رہے بال باپ کو اور کیا چاہیئے؟ لڑکا سمجھدار ہے، اور لڑکوں کی طرح اڑاؤ نہیں ہے۔ ہمارے روپے ابھی نہ ملیں تو بیاج تو دیدو۔ دن دن بوجھ بڑھ ہی تو رہا ہے۔

ادھر سونا چنو کو اس کا فراک اور ٹوپ اور جوتا پہنا کر "راجہ" بنا رہی تھی۔ بچہ ان چیزوں کو پہننے سے زیادہ ہاتھ میں لے کر کھیلنا اور رکھنا پسند کرتا تھا، اندر گوبر اور جھنیا میں روٹھنے اور منانے کا ناٹک ہو رہا تھا۔

جھنیا نے حقارت سے دیکھ کر کہا "مجھے لاکر یہاں بٹھادیا، آپ پردیس کی راہ لی۔ پھر نہ کھوج نہ کھبر (خبر) کہ مرتی ہے یا جیتی ہے۔ سال بھر بعد اب جاکر تمھاری نیند ٹوٹی ہے۔ کتنے بڑے کپٹی ہو تم۔ میں تو سوچتی ہوں کہ میرے پیچھے پیچھے آتے ہی ہوگے اور آپ اڑے تو سال بھر کے پیچھے لوٹے۔ مردوں کا بسواس ہی کیا کہیں اور تاک لی ہوگی۔ سوچا ہوگا کہ ایک گھر کے لئے ہے، ایک باہر کے لئے بھی ہو جائے۔"

www.urduchannel.in

گوبر نے صفائی دی "جھنیا، میں بھگوان کو ساکھی دیکر کہتا ہوں جو میں نے کبھی کسی کی طرف تاکا بھی ہو۔ لاج اور ڈر کے مارے گھر سے بھاگا تو، مگر تیری یاد ایک منٹ کے لئے بھی من سے نہ اترتی تھی۔ اب تو میں نے طے کر لیا ہے کہ تجھے بھی لیتا جاؤں گا۔ اسی لئے آیا ہوں۔ تیرے گھر والے تو بہت بگڑے ہوں گے۔"

"دادا تو میری جان ہی لینے پر اتارو تھے۔"

"سچ!"

"تینوں آدمی یہاں چڑھ آئے تھے۔ پر اماں نے ایسی پھٹکار بتائی کہ منہ لے کر رہ گئے۔ ہاں ہمارے دونوں بیل کھول لے گئے۔"

"اتنی بڑی جبردستی (زبردستی) اور دادا کچھ بولے نہیں؟"

"دادا اکیلے کس کس سے لڑتے؟ گاؤں کے لوگ تو نہیں لے جانے دیتے تھے پر دادا ہی اپنی بھلمنسی میں آگئے تو اور لوگ کیا کرتے؟"

"تو آج کل کھیتی باڑی کیسے ہو رہی ہے؟"

"کھیتی باڑی سب ٹوٹ گئی۔ تھوڑی سی پنڈت مہراج کے ساجھے میں ہے۔ اوکھ بوہی نہیں گئی۔"

گوبر کی کمر میں اس وقت دو سو روپئے تھے۔ اس کی گرمی یوں ہی کم نہ تھی۔ یہ حال سن کر تو اس کے بدن میں آگ ہی لگ گئی بولا "تو پھر پہلے میں ان ہی سے جا کر سمجھتا ہوں۔ ان کی یہ مجال کہ میرے دوارے پر سے بیل کھول لے جائیں! یہ ڈاکہ ہے، کھلا ہوا ڈاکہ! تین تین سال کو چلے جائیں گے تینوں یوں نہ دیں گے تو عدالت سے لوں گا۔ سارا گھمنڈ توڑ دوں گا۔"

وہ اسی جوش میں چل پڑا تھا کہ جھنیا نے پکڑ لیا اور بولی "تو چلے جانا، ابھی ایسی جلدی کا ہے کی ہے؟ کچھ آرام کر لو، کچھ کھا پی لو۔ سارا دن تو پڑا ہے،

www.urduchannel.in

یہاں بڑی بڑی پنچایت ہوئی۔ پنچایت نے اسّی روپئے تاوان لگایا اور تین من اناج
اوپر سے۔ اسی سے تو اور تباہی آگئی۔"

سونا بچے کو کپڑے اور جوتے پہنا کر لائی۔ کپڑے پہن کر وہ جیسے سچ
مچ راجہ ہو گیا تھا۔ گوبر نے اسے گود میں لے لیا۔ مگر اس وقت بچے کے پیار میں
اسے خوشی نہ ہوئی۔ اس کا خون اُبل اٹھا اور کمر کے روپئے آنچ کو زیادہ تیز کر رہے
تھے۔ وہ ایک ایک سے سمجھے گا۔ پنچوں کو اس پر تاوان لگانے کا حق (حق)
ہی کیا ہے؟ کون ہوتا ہے کوئی اس کے بیچ میں بولنے والا؟ اس نے ایک
عورت رکھ لی تو پنچوں کے باپ کا کیا بگڑا؟ اگر اسی بات پر وہ پھوجداری
(فوجداری) میں دعویٰ کر دے تو گوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑی پڑ جائیں۔ ساری
گرستی تہس نہس ہو گئی۔ کیا سمجھ لیا ہے اسے ان لوگوں نے؟

"بچہ اس کی گود میں ذرا سا مسکرایا، پھر زور سے چیخ اٹھا جیسے کوئی
ڈراؤنی چیز دیکھ لی ہو۔

جھنیا نے بچے کو اس کی گود سے لیا اور بولی:۔ اب جا کر نہا دھو لو۔
کس سوچ میں پڑ گئے؟ یہاں سب سے لڑنے لگو تو ایک دن نباہ نہ ہو۔ جس
کے پاس پیسہ ہے وہی بڑا آدمی ہے، وہی بھلا آدمی ہے۔ پیسہ نہ ہو تو اس
پر سب ہی رعب جماتے ہیں۔"

میرا گدھا پن تھا کہ گھر سے بھاگا، نہیں تو دیکھتا کہ کیسے کوئی ایک
دھیلا ڈنڈ لیتا ہے۔"

"شہر کی ہوا کھا آئے تب یہ باتیں سوجھنے لگی ہیں، نہیں گھر سے بھاگتے
ہی کیوں؟"

یہی جی چاہتا ہے کہ لاٹھی اٹھاؤں اور پٹیشوری، داتا دین، جھنگری،

www.urduchannel.in

سب سالوں کو مار کر گرا دوں اور ان کے پیٹ سے روپے نکال لوں۔"

"روپئے بہت گرمی چڑھی ہوئی ہے سایت (شاید) لاؤ نکالو، دیکھوں تو کہ اتنے دن میں کیا کما لاتے ہو۔"

اس نے گوبر کی کمر میں ہاتھ لگایا۔ گوبر کھڑا ہو کر بولا: "ابھی کیا کمایا؟ ہاں اب تم چلو گی تو کماؤں گا۔ سال بھر تو سہر کے رنگ ڈھنگ پہچاننے ہی میں لگ گئے۔"

"اماں جانے دیں گی تب تو۔"

"اماں کیوں نہ جانے دیں گی، ان سے مطلب؟"

"واہ، میں ان کی راجی (راضی) بنا کہیں نہ جاؤں گی۔ تم تو چھوڑ کر چلتے بنے اور میرا کون تھا یہاں؟ وہ اگر گھر میں نہ گھسنے دیتیں تو میں کہاں جاتی؟ جب تک جیوں گی ان کا حسن گاؤں گی اور تم بھی کیا پردیس ہی کرتے رہو گے؟"

اور یہاں بیٹھ کر کیا کروں گا؟ کماؤ اور بھرو، اس کے سوائے یہاں اور کیا دھرا ہے؟ تھوڑی سی سمجھ ہو اور آدمی کام کرنے سے نہ ڈرے تو وہاں بھوکوں نہیں مر سکتا۔ یہاں تو سمجھ کچھ کام ہی نہیں کرتی۔ دادا کیوں مجھ سے منہ پھلائے ہوئے ہیں؟"

"اپنا بھاگ سراہو کہ منہ پھلا کر رہے جاتے ہیں۔ تم نے اُپدرو تو اتنا بڑا کیا تھا کہ اسی رس میں پا جاتے تو منہ لال کر دیتے۔"

"تو تمھیں بھی بہت گالیاں دیتے ہوں گے؟"

"کبھی نہیں، بھول کے بھی نہیں! اماں تو پہلے بگڑی تھیں، پر دادا نے تو کبھی کچھ نہیں کہا۔ جب بلاتے ہیں تو بڑے پیار سے۔ میرا سر بھی دکھتا ہے تو بے چین ہو جاتے ہیں۔ اپنے باپ کو دیکھتے تو میں انھیں دیوتا سمجھتی ہوں۔

www.urduchannel.in

اماں کو سمجھایا کرتے ہیں کہ بہو کو کچھ نہ کہنا۔ تمھارے اوپر سینکڑوں بار بگڑ چکے ہیں کہ اسے گھر میں بٹھا کر آپ نہ جانے کہاں بھاگ گیا۔ آج کل پیسے پیسے کی تنگی، اوکھ کے روپیئے باہر ہی باہر اڑ گئے۔ اب تو مجوری (مزدوری) کرنی پڑتی ہے آج بیچارے کھیت میں کام کرتے کرتے بیہوس ہو گئے۔ رونا پٹنا پڑ گیا۔ تب سے پڑے ہیں۔"

گوبر منہ ہاتھ دھوکر اور بالوں کو خوب سنوار کر گانوں فتح کرنے نکلا۔ دونوں چچاؤں کے گھر جاکر "رام رام" کرآیا۔ پھر اور دوستوں سے ملا۔ گانوں میں کوئی خاص تبدیلی نہ تھی۔ ہاں پٹیشوری کی نئی بیٹھک بن گئی تھی اور جھنگری سنگھ نے دروازے پر نیا کنواں کھدوا لیا تھا۔ گوبر کے دل میں مخالفت اور بھی خم ٹھونکنے لگی۔ جس سے ملا اس نے اس کی خاطر کی اور نوجوانوں نے تو اسے اپنا ہیرو بنا لیا اور اس کے ساتھ لکھنؤ جانے کو تیار ہو گئے۔ سال ہی بھر میں وہ کیا سے کیا ہو گیا تھا۔

دفعتاً جھنگری سنگھ اپنے کنوئیں پر نہاتے ہوئے مل گئے۔ گوبر نکلا مگر نہ سلام کیا نہ بولا۔ وہ ٹھاکر کو دکھا دینا چاہتا تھا کہ میں تمھیں کچھ نہیں سمجھتا۔

جھنگری سنگھ نے خود ہی پوچھا: "کب آئے گوبر؟ مجے (مزے) میں تو رہے؟ کہیں نوکر تھے لکھنؤ میں؟"

گوبر نے رعونت سے کہا: "لکھنؤ گلامی (غلامی) کرنے نہیں گیا تھا نوکری ہی تو گلامی۔ میں بیوپار کرتا تھا۔"

ٹھاکر نے تعجب سے اس کو سر سے پیر تک دیکھا: "کتنا روج (روز) کماتے تھے؟"

گوبر نے چھڑی کو بھالا بنا کر ان کے اوپر چلایا: "یہی کوئی ڈھائی تین روپئے

www.urduchannel.in

مل جاتے تھے۔ کبھی چمک گئی تو چار بھی مل گئے۔ اس سے بیسی نہیں۔"

جھنگری بہت نوچ کھسوٹ کرکے بھی پچیس تیس سے زیادہ نہ کما پاتے تھے اور یہ گنوار لونڈا سو روپے کمانے لگا۔ ان کا سر جھک گیا۔ اب وہ کس دعوے سے اس پر رعب جما سکتے ہیں؟ ذات میں وہ ضرور اونچے ہیں مگر ذات کون دیکھتا ہے؟ اس سے مقابلہ کرنے کا یہ وقت نہیں، اب تو اس کی منت ہی کرکے کچھ کام نکالا جا سکتا ہے بولے "اتنی کمائی کم نہیں ہے بیٹا، جو کھرچ (خرچ) کرتے بنے۔ گاؤں میں تو تین آنے بھی نہیں ملتے۔ بھوانی (ان کے بڑے لڑکے کا نام تھا) کو بھی کہیں کوئی کام دلا دو تو بھیج دوں۔ نہ پڑھے نہ لکھے، ایک نہ ایک جھگڑا کھڑا کئے رہتا ہے۔ کہیں منیمی خالی ہو تو کہنا نہیں تو ساتھ ہی لیتے جانا۔ تمہارا تو ساتھی ہے۔ طلب تھوڑی ہو، کچھ بات نہیں، ہاں چار پیسے کی اوپری گنجائش ہو۔"

گوبر نے گھمنڈ بھری ہنسی کے ساتھ کہا "یہی اوپری آمدنی کی چاٹ تو آدمی کو بگاڑ دیتی ہے، ٹھاکر! پر ہم لوگوں کی عادت کچھ ایسی بگڑ گئی ہے کہ جب تک بے ایمانی نہ کریں، پیٹ ہی نہیں بھرتا۔ لکھنؤ میں منیمی مل سکتی ہے مگر ہر ایک مہاجن ایماندار اور چوکس آدمی چاہتا ہے۔ میں بھوانی کو کسی کے گلے باندھ تو دوں پر پیچھے انھوں نے کہیں ہاتھ لپکایا تو میری گردن پکڑے گا۔ دنیا میں علم کی پوچھ نہیں ہے، ایمان کی پوچھ ہے!"

یہ طمانچہ لگا کر گوبر آگے بڑھ گیا۔ جھنگری دل مسوس کر رہ گئے۔ "لونڈا کتنے گھمنڈ کی باتیں کرتا ہے جیسے دھرم کا اوتار ہی ہو۔"

اسی طرح گوبر نے داتادین کو بھی رگڑا۔ وہ کھانا کھانے جا رہے تھے۔ کہ گوبر کو دیکھ کر خوش ہو کر بولے "تب مجے (مزے) میں تو رہے گوبر؟ سنا کہ

www.urduchannel.in

وہاں کوئی اچھی جگہ پا گئے ہو۔ ماتا دین کو بھی کہیں حیلے سے لگا دو نا؟ بھنگ پی کر پڑے رہنے کے سوائے یہاں اور کون کام ہے؟"

گوبر نے بتایا: "تمہارے گھر میں کس بات کی کمی ہے مہراج؟ جس ججمان کے یہاں جا کر کھڑے ہو جاؤ، کچھ نہ کچھ مار ہی لاؤ گے۔ پیدا ہونے میں لو، مرنے میں لو، سادی (شادی) میں لو، گمی (غمی) میں لو، کھیتی کرتے ہو، لین دین کرتے ہو، دلالی کرتے ہو، کسی سے کچھ بھول چوک ہو جائے تو ڈانڈ باندھ لگا کر اس کا گھر لوٹ لیتے ہو، اتنی کمائی میں پیٹ نہیں بھرتا؟ کیا کرو گے بہت سا دھن جوڑ کر؟ کہ ساتھ لے جانے کی کوئی جگت (تدبیر) نکالی ہے؟"

داتا دین نے دیکھا کہ گوبر کتنی ڈھٹائی سے بول رہا ہے، ادب لحاظ جیسے بالکل بھول سا گیا ہو۔ ابھی شاید نہیں جانتا کہ باپ میری مجوری کر رہا ہے۔ سچ ہے، چھوٹی ندی کو امنڈتے دیر نہیں لگتی۔ مگر چہرے پر کدورت نہ آنے دی۔ جیسے بڑے بوڑھے بچوں سے مونچھیں اکھڑوا کر بھی ہنستے ہیں، انھوں نے بھی اس طعنے کو ہنسی میں لیا اور ہنستے ہوئے کہا: "لکھنؤ کی ہوا کھا کے تو بڑا چنٹ ہو گیا ہے گوبر! لا، کیا کما کے لایا ہے؟ کچھ نکال! سچ کہتا ہوں گوبر تمہاری یاد بہت آتی تھی۔ اب تو رہو گے کچھ دن؟"

"ہاں، ابھی تو رہوں گا کچھ دن، ان پنچوں پر دعویٰ کرنا ہے جنھوں نے ڈنڈ کے بہانے میرے ڈیڑھ سو روپئے ہڑپ لئے ہیں۔ دیکھوں، کون میرا حکہ (حقہ) پانی بند کرتا ہے، اور کون برادری مجھے جات (ذات) باہر کرتی ہے۔"

یہ دھمکی دے کر وہ آگے بڑھا۔ اس کی تمکنت نے اس کے نوجوان عقیدت مندوں کو مرعوب کر دیا تھا۔

ایک نے کہا: "کر دو دعویٰ گوبر بھیا! بڈھا کالا سانپ ہے، جس کے

www.urduchannel.in

سے کا منتر نہیں۔ تم نے اچھی ڈانٹ بتائی۔ پٹواری کے کان بھی جرا (ذرا) گرم کردو ابا جی ہو۔ باپ بیٹے میں آگ لگا دے، بھائی بھائی میں آگ لگا دے۔ کارندے مل کر اسامیوں کا گلا کاٹتا ہے۔ اپنے کھیت پیچھے جوتو، پہلے اس کے کھیت جوت دو۔ اپنی سینچائی پیچھے کرو، پہلے اس کی سینچائی کر دو۔"

گوبر نے مونچھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا: "مجھ سے کیا کہتے ہو بھائی سال بھر میں بھول تھوڑے ہی گیا ہوں۔ یہاں مجھے رہنا ہی نہیں ہے، نہیں تو ایک ایک کو نچا کر چھوڑتا۔ اب کے ہولی دھوم دھام سے مناؤ اور ہولی کا سوانگ بنا کر ان سبھوں کے خوب بھگو بھگو کر لگاؤ۔"

ہولی کا پروگرام بننے لگا۔ خوب بھنگ گھٹے، دودھیا بھی اور نمکین بھی۔ اور رنگوں کے ساتھ کالکھ بھی بنے اور مکھیوں کے منہ پر کالکھ ہی پوتی جائے، ہولی میں بول ہی کیا سکتا ہے؟ پھر سوانگ نکلے اور پنچوں کی خوب بھد کیجائے۔ روپے پیسے کی کوئی پروا نہیں، گوبر بھائی کما کر آئے ہیں۔

گوبر کھانا کھا کر بھولا سے ملنے چلا۔ جب تک اپنی جوڑی لا کر اپنے دروازے پر نہ باندھ دے، اسے چین نہیں۔ وہ لڑنے مرنے پر آمادہ تھا۔

ہوری نے عاجزانہ لہجے میں کہا: "جھگڑا مت بڑھاؤ بیٹا! بھولا گوئیں لے گئے، بھگوان ان کا بھلا کرے! پر روپئے تو آتے ہی تھے۔"

گوبر نے بھڑک کر کہا: "دادا، تم بیچ میں نہ بولو، ان کی گائے پچاس کی تھی۔ ہماری جوڑی ڈیڑھ سو میں آئی تھی۔ تین سال ہم نے جوتی۔ پھر بھی سو کی تو تھی ہی۔ وہ اپنے روپئے کے لئے دعویٰ کرتے، ڈگری کراتے یا جو چاہتے کرتے، ہمارے دوارے سے جوڑی کیوں کھول لے گئے؟ اور تمھیں کیا کہوں؟ ادھر گوئیں کھو بیٹھے اور ادھر ڈیڑھ سو روپئے تاوان کے بھرے۔

www.urduchannel.in

یہ ہے سدھائی کا پھل! میرے سامنے جوڑی لے جاتے تو دیکھتا۔ تینوں کو یہیں دھرتی پر سلا دیتا اور پنچوں سے تو بات تک نہ کرتا۔ دیکھتا کہ کون مجھے برادری سے الگ کئے دیتا ہے۔ مگر تم بیٹھے تاکتے رہے۔"

ہوری نے خطادار کی طرح سر جھکا لیا مگر دھنیا یہ زیادتی کیسے دیکھ سکتی تھی؟ بولی: "بیٹا تم بھی تو اندھیر کرتے ہو۔ حقہ پانی بند ہو جاتا تو گاؤں میں نباہ ہوتا؟ جوان لڑکی بیٹھی ہے، اس کا بھی کہیں ٹھکانا لگانا ہے کہ نہیں؟ مرنے جینے میں آدمی برادری..........."

گوبر نے بات کاٹی: "حقہ پانی سب تو تھا۔ برادری آدر بھی تھا، پھر میرا بیاہ کیوں نہیں ہوا؟ بولو۔ اس لئے کہ گھر میں روٹی نہ تھی۔ روپیے ہوں تو نہ حقہ پانی کا کام ہے نہ بھائی برادری کا۔ دنیا پیسے کی ہے، اور کوئی کچھ نہیں پوچھتا۔"

دھنیا تو بچے کا رونا سن کر اندر چلی گئی اور گوبر بھی گھر سے نکلا۔ ہوری بیٹھا سوچ رہا تھا کہ لڑکے کی سمجھ جیسے کھل گئی ہے۔ کیسی بے لاگ بات کہتا ہے۔ اس کی الٹی سمجھ نے ہوری کے ایمان و اخلاق کو مغلوب کر دیا تھا۔

دفعتاً ہوری نے اس سے پوچھا۔" میں بھی چلوں؟"

"میں لڑائی کرنے نہیں جاتا، دادا! ڈرو نہیں۔ میری طرف تو کانون (قانون) ہے! میں کیوں لڑائی کرنے لگا؟"

"میں بھی چلوں تو کوئی ہرج ہے؟"

"ہاں بڑا ہرج ہے، تم بنی بات بگاڑ دوگے۔"

ہوری چپ ہو گیا اور گوبر چل دیا۔

پانچ منٹ بھی نہ ہوتے ہوں گے کہ دھنیا بچے کو لئے ہوئے باہر نکلی اور بولی:" کیا گوبر چلا گیا، اکیلے؟ میں کہتی ہوں کہ تمھیں بھگوان کبھی بدھی (سمجھ) دینگے

www.urduchannel.in

دیں گے یا نہیں۔ بھولا کیا یوں ہی گوئیں سا دے گا؟ تینوں اس پر ٹوٹ پڑیں گے، باج (باز) کی طرح۔ بھگوان ہی کسل کریں۔ اب کس سے کہوں کہ دوڑ کر گوبر کو پکڑ ے تم سے تو میں ہار گئی۔"

ہوری نے کونے سے ڈنڈا اٹھایا اور گوبر کے پیچھے دوڑا۔ گانوں کے باہر آکر اس نے نظر دوڑائی، ایک ہلکی سی لکیر افق سے ملی ہوئی دکھائی دی۔ اتنی ہی دیر میں گوبر اتنی دور کیسے نکل گیا۔ ہوری کا دل اسے ملامت کرنے لگا۔ اس نے ں گوبر کو روکا نہیں؟ اگر وہ ڈانٹ کر کہہ دیتا کہ بھولا کے گھر مت جاؤ تو گوبر کبھی نہ جاتا۔ اور اب اس سے دوڑا بھی تو نہیں جاتا۔ وہ ہار کر وہیں بیٹھ گیا اور بولا "اس کی رچھا کرو مہابیر سوامی!"

گوبر اس گانوں میں پہنچا تو کچھ لوگ برگد کے نیچے بیٹھے ہوئے جوا کھیل رہے تھے۔ اسے دیکھ کر لوگوں نے سمجھا کہ پولیس کا سپاہی ہے۔ کوڑیاں سمیٹ کر بھاگے کہ دفعتاً جنگی نے پہچان کر کہا: "ارے یہ تو گوبر دھن ہے۔"

گوبر نے دیکھا کہ جنگی پیڑ کی آڑ میں کھڑا جھانک رہا ہے۔ بولا "ڈرو مت جنگی بھیا، میں ہوں۔ رام رام! آج ہی آیا ہوں۔ سوچا کہ چل کر سب سے ملتا آؤں، پھر نہ جانے کب آنا ہو۔ میں تو بھیا تمھارے آسیرباد سے بڑے مجے (مزے) میں نکل گیا۔ جس راجا کی نوکری میں ہوں اس نے مجھ سے کہا ہے کہ ایک دو آدمی مل جائیں تو لیتے آنا۔ چوکیداری کے لئے چاہیئے۔ میں نے کہا، سرکار! ایسے آدمی دوں گا کہ چاہے جان چلی جائے پر وہ میدان سے ہٹنے والے نہیں۔ چاہو تو میرے ساتھ چلو۔ اچھی جگہ ہے۔"

گوبر نے بڑے یقین سے کہا: "اس کی کچھ چنتا مت کرو۔ سب کچھ اپنے ہی ہاتھ میں ہے، جو چاہو گے ہو جائے گا۔ ہم نے سوچا کہ جب گھر ہی میں

www.urduchannel.in

آدمی ہے تو باہر کیوں جائیں؟"

"کام چاہے چوکیداری کرو چاہے تگادے (تقاضے) پر جاؤ۔ تگادے کا کام سب سے اچھا ہے۔ اسامی سے گنٹھ گئے اور ادھر مالک سے آکر کہدیا گھر پر ملا نہیں۔ چاہو تو روپے آٹھ آنے روج بنا سکتے ہو۔"

"رہنے کو جگہ بھی ملتی ہے؟"

جگہ کی کون کمی؟ پورا محل پڑا ہے، پانی کا نل، بجلی کی بتی کسی بات کی کمی نہیں۔ کاکا ہیں کہ کہیں گئے ہیں؟"

دودھ لے کر گئے ہیں۔ مجھے کوئی ہاٹ جانے نہیں دیتا۔ کہتے ہیں کہ تم تو گانجہ پی جاتے ہو۔ میں اب بہت کم پیتا ہوں بھیا! پر دو پیسے روج (روز) تو چاہیئے، تم کاکا سے کچھ نہ کہنا۔ میں تمھارے ساتھ چلوں گا۔"

"ہاں ہاں، بے کھٹکے چلو۔ ہولی کے بعد۔"

"تو پکی رہی۔"

دونوں باتیں کرتے ہوئے بھولا کے دروازے پر جا پہنچے۔ بھولا بیٹھے ہوئے سُتلی کات رہے تھے۔ گوبر نے لپک کر ان کے پیر چھوئے اور اس وقت اس کا گلا واقعی بھر آیا بولا۔" کاکا، مجھ سے جو کچھ بھول چوک ہوئی ہو وہ چھما کرو۔"

بھولا نے سُتلی کا تنا بند کر دیا اور پتھریلی آواز میں بولا۔" کام تو تم نے ایسا ہی کیا تھا گوبر کہ تمھارا سر کاٹ لوں۔ تو بھی پاپ نہ لگے، مگر اپنے دوارے پر آئے ہو تو اب کیا کہوں۔ جاؤ جیسا میرے ساتھ کیا اس کا ڈنڈ بھگوان دیں گے۔ کب آئے؟"

گوبر نے خوب نمک مرچ لگا کر اپنی تقدیر کے چمکنے کا حال کہہ سُنایا

www.urduchannel.in

اور جنگی کو اپنے ساتھ لے جانے کی منظوری چاہی۔ بھولا کو جیسے بے مانگے بردان مل گیا۔ جنگی گھر پر ایک نہ ایک فساد کرتا رہتا تھا۔ باہر چلا جائے گا تو چار پیسے پیدا کرے گا۔ نہ کسی کو کچھ دے، اپنا بوجھ تو اٹھالے گا۔

گوبر نے کہا: نہیں کاکا، بھگوان نے چاہا اور ان سے رہتے بنا تو سال دو سال میں آدمی ہو جائیں گے۔"

"ہاں جب ان سے رہتے بنے۔"

"سر پر آ پڑتی ہے تو آدمی آپ سنبھل جاتا ہے۔"

"تو کب تک جانے کا ارادہ ہے؟"

ہولی کر کے چلا جاؤں گا۔ یہاں کھیتی باڑی کا سلسلہ بھر جما دوں تو بے پھکر (بے فکر) ہو جاؤں گا۔"

"ہوری سے کہو کہ اب بیٹھ کے رام رام جپیں۔"

"کہتا ہوں، لیکن جب ان سے بیٹھے رہا جائے۔"

"وہاں کسی بید سے تو تمھاری جان پہچان ہو گی۔ کھانسی بہت آرہی ہے ہو سکے تو کوئی دوائی بھیج دینا۔"

ایک نامی بید تو میرے پڑوس ہی میں رہتے ہیں، ان سے حال کہہ کے اور دوا بنوا کے بھیج دوں گا۔ کھانسی رات کو تنگ کرتی ہے کہ دن کو؟"

"نہیں بیٹا، رات کو آنکھ نہیں لگتی۔ نہیں وہاں کوئی ڈول ہو تو میں بھی وہیں چل کر رہوں۔ یہاں تو کچھ پتہ نہیں پڑتا۔"

"روجگار (روزگار) کا تو مجا (مزہ) وہاں ہے کاکا، یہاں کیا ہوگا؟ یہاں روپئے کا دس سیر دودھ بھی کوئی نہیں پوچھتا، حلوائیوں کے گلے لگانا پڑتا ہے۔ وہاں پانچ چھ سیر کے بھاؤ سے چاہو تو ایک گھڑی میں منوں دودھ بیچ لو۔"

www.urduchannel.in

جنگی گوبر کے لئے دودھیا شربت بنانے چلا گیا تھا۔ بھولا نے تخلیہ دیکھ کر کہا: "اور بھیا، اب اس جنجال سے جی اُوب گیا ہے۔ جنگی کا حال دیکھتے ہی ہو۔ کامتا دودھ لے کر چلا جاتا ہے۔ چارا پانی، کھولنا باندھنا سب مجھے کرنا پڑتا ہے۔ اب تو یہی چاہتا ہوں کہ سکھ سے کہیں ایک روٹی کھاؤں اور پڑا رہوں۔ کہاں تک بلئے ہائے کروں۔ روج (روز) لڑائی جھگڑا کس کس کے پاؤں سہلاؤں؟ کھانسی آتی ہے، رات کو اٹھا نہیں جاتا، پر کوئی ایک لوٹا پانی کو بھی نہیں پوچھتا۔ پگہی ٹوٹ گئی ہے پر کسی کو اس کی سدھ نہیں ہے جب میں بتاؤں گا تبھی بنے گی۔"

گوبر نے یگانگت کے ساتھ کہا: "تم چلو لکھنؤ کاکا، پانچ سیر کا دودھ بیچو نگد (نقد)، کتنے ہی بڑے بڑے آدمیوں سے میری جان پہچان ہے۔ من بھر دودھ کی نکاسی کا جمہ (ذمہ) تو میں لیتا ہوں۔ میری چائے کی دوکان بھی ہے۔ دس سیر دودھ تو میں ہی روج لیتا ہوں۔ تمھیں کسی طرح کی تکلیپھ (تکلیف) نہ ہوگی۔"

جنگی شربت لے آیا۔ گوبر نے ایک گلاس پی کر کہا: "تم تو سانجھ بیری چائے کی دوکان ہی پر بیٹھ جاؤ کاکا تو ایک روپیہ کہیں نہیں گیا۔"

بھولا نے ایک منٹ بعد ذرا شرماتے ہوئے کہا: "گسّے (غصّے) میں بیٹا آدمی اندھا ہو جاتا ہے۔ میں تمہاری گوئیں کھول لایا تھا سو لیتے جانا۔ یہاں کون کھیتی باڑی ہوتی ہے۔"

"میں نے تو ایک نئی گوئیں ٹھیک کر لی ہے، کاکا۔"

"نہیں نہیں، نئی گوئیں لے کر کیا کرو گے؟ یہی لیتے جاؤ۔"

"تو میں تمہارے روپئے بھجوا دوں گا۔"

www.urduchannel.in

"روپئے کہیں باہر تھوڑے ہی ہیں بٹیا، گھر ہی میں تو ہیں۔ برادری کا ڈھکوسلا ہے، نہیں تم میں اور ہم میں کون پھرک (فرق) ہے۔ سچ پوچھو تو مجھے سکھی ہونا چاہیئے تھا کہ جھنیا بھلے گھر میں ہے اور سکھ سے ہے، اور میں اس کے کھون (خون) کا پیاسا بن گیا تھا۔"

شام کو گوبر یہاں سے چلا تو گوئیں اس کے ساتھ تھی اور جنگی دہی کی دو ہانڈیاں لئے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔

www.urduchannel.in

(۲۱)

دیہاتوں میں سال کے چھ مہینے کسی نہ کسی جشن میں ڈھول مجیرے بجتے ہی رہتے ہیں۔ ہولی کے ایک ماہ قبل سے ایک ماہ بعد تک پھاگ ہوتا رہتا ہے، اساڑھ لگتے ہی آلھا شروع ہو جاتا ہے۔ اور ساون بھادوں میں کجلیاں ہوتی ہیں۔ کجلیوں کے بعد رامائن شروع ہو جاتی ہے۔ بسری بھی ان مشاغل سے مستثنیٰ نہیں مہاجن کی دھمکیاں اور کارندوں کی گالیاں اس جشن میں خلل نہیں ڈال سکتیں گھر میں غلّہ نہیں ہے، بدن پر کپڑا نہیں ہے، گانٹھ میں پیسہ نہیں ہے، تو کوئی پروا نہیں۔ زندگی کی تفریحی رغبتیں تو دبائی نہیں جا سکتیں، بلا ہنسے ہوئے تو رہا نہیں جا سکتا

یوں تو ہولی میں گانے بجانے کا خاص مقام نوکھے رام کی چوپال تھی وہیں بھنگ چھنتی تھی، وہیں رنگ اڑتا تھا، وہیں ناچ ہوتا تھا۔ اس جشن میں کارندے صاحب کے دس پانچ روپئے خرچ ہو جاتے تھے۔ اور کس میں یہ سکت تھی کہ اپنے دروازے پر جلسہ کراتا۔

مگر اب کے گوبر نے گانوں کے سارے نوجوانوں کو اپنے یہاں کھینچ لیا ہے اور نوکھے رام کی چوپال خالی پڑی ہے۔ گوبر کے دروازے پر بھنگ گھٹ رہی ہے، پان کے بیڑے لگ رہے ہیں، رنگ گھولا جا رہا ہے، فرش بچھا ہوا ہے، گانا ہو رہا ہے اور چوپال میں بالکل سناٹا ہے۔ بھنگ رکھی ہوئی ہے۔ مگر پیسے کون؟ ڈھول مجیرا سب موجود ہے مگر گائے بجائے کون؟ جسے دیکھو گوبر کے دروازے کی طرف دوڑا چلا جا رہا ہے۔ یہاں بھنگ میں گلاب' زعفران' اور بادام کی بہار ہے۔ ہاں سیر بھر بادام گوبر خود لایا ہے۔ پیتے ہی کلیجہ تر ہو جاتا ہے اور آنکھیں کھل جاتی ہیں

www.urduchannel.in

یہ تمبا کو بھی لایا ہے، خاص بسواں کی۔ رنگ میں بھی کیوڑہ ڈالا گیا ہے۔ وہ روپئے کمانا بھی جانتا ہے اور خرچ کرنا بھی۔ گاڑ کر رکھ لو تو کون دیکھتا ہے؟ دولت کی یہی تو زیبائش ہے! اور صرف بھنگ ہی نہیں ہے بلکہ جتنے گوئیے ہیں ان سب کا نیوتہ بھی ہے۔ اور گانوں میں نہ ناچنے والوں کی کمی ہے، نہ گانے والوں کی اور نہ سوانگ بھرنے والوں کی۔ سوجھا ہی لنگڑوں کی ایسی نقل کرتا ہے کہ کوئی کیا کرے گا، اور آواز کی نقل میں تو اس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ جس کی بولی کہو اس کی بولے، انسان کی بھی اور حیوان کی بھی! گردھر بھی نقل کرنے میں بے نظیر ہے۔ وکیل کی نقل وہ کرے، پٹواری کی نقل وہ کرے، تھانیدار، چپراسی، سیٹھ، سب ہی کی نقل وہ کر سکتا ہے۔ ہاں غریب کے پاس ویسا ساز و سامان نہیں ہے مگر اب کے گوبر نے اس کے لئے سب ہی سامان منگا دیا ہے اور اس کی نقلیں دیکھنے کے قابل ہوں گی۔

یہ چرچا اتنا پھیلا کہ شام ہی سے تماشائیوں کا ہجوم ہونے لگا۔ قرب و جوار کے گانوں سے دیکھنے والوں کی ٹولیاں آنے لگیں اور دس بجتے بجتے تین چار ہزار آدمیوں کا مجمع ہو گیا۔ اور جب گردھر، جھنگری سنگھ کا روپ بھرے ہوئے اپنی منڈلی کے ساتھ اکھڑا ہوا تو لوگوں کو کھڑے ہونے کی جگہ بھی نہ ملتی تھی۔ وہی بے بالوں کا سر وہی بڑی بڑی مونچھیں اور وہی بڑھا اور لٹکتا ہوا پیٹ بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں اور پہلی ٹھکرائن بیٹھی پنکھا جھل رہی ہے۔

ٹھاکر ٹھکرائن کو عاشقانہ انداز سے دیکھ کر کہتے ہیں "اب بھی تمہاری اور پر وہ جوبن ہے کہ کوئی جوان بھی دیکھ لے تو تڑپ جائے" اور ٹھکرائن پھول کر جواب دیتی ہے کہ جب ہی تو نئی نویلی لائے۔

"اُسے تو لایا ہوں تمہاری، سیوا کرنے کے لئے وہ تمہاری کیا برابری کرے گی؟"

دوسری بیوی یہ بات سُن لیتی ہے اور منہ پھلا کر چلی جاتی ہے۔

www.urduchannel.in

دوسرے منظر میں ٹھاکر چارپائی پر لیٹے ہیں اور چھوٹی بیوی منہ پھیرے ہوئے زمین پر بیٹھی ہے۔ ٹھاکر بار بار اس کا منہ اپنی طرف کرنے کی بیکار کوشش کرتے ہوئے کہتے ہیں "مجھ سے کیوں روٹھی ہو میری لاڈلی ؟"

تمہاری لاڈلی جہاں ہو وہاں جاؤ۔ میں تو لونڈی ہوں، دوسروں کی سیوا ٹہل کرنے کے لئے آئی ہوں۔"

"تم میری رانی ہو، تمہاری سیوا کرنے کے لئے وہ بڑھیا ہے۔"

پہلی ٹھکرائن سن لیتی ہے اور جھاڑو لے کر گھر میں گھستی ہے اور کئی جھاڑو انھیں رسید کرتی ہے۔ ٹھاکر جان بچا کر بھاگتے ہیں۔

پھر دوسری نقل ہوئی جس میں ٹھاکر نے دس روپے کا تمسک لکھا کر پانچ روپے دئے، بقیہ نذرانہ، تحریر، دستوری اور سود میں کاٹ لئے۔

کسان آکر ٹھاکر کے پیروں پر گر کر رونے لگتا ہے۔ بڑی مشکل سے ٹھاکر روپے دینے پر راضی ہوئے ہیں۔ جب کاغذ لکھ جاتا ہے اور اسامی کے ہاتھ میں پانچ روپے رکھ دئے جاتے ہیں تو وہ چکرا کر پوچھتا ہے "یہ تو پانچ ہی ہیں، مالک!"

"پانچ نہیں دس ہیں، گھر جا کر گننا۔"

"نہیں سرکار پانچ ہیں!"

"ایک روپیہ نجرانے (نذرانہ) کا ہوا کہ نہیں؟"

"ہاں سرکار!"

"ایک لکھائی کا؟"

"ہاں سرکار!"

"ایک کاگد (کاغذ) کا؟"

"ہاں سرکار!"

www.urduchannel.in

"ایک دستوری کا!"

"ہاں سرکار!"

"ایک سود کا؟"

"ہاں سرکار!"

"پانچ نگد (نقد) دس ہوئے کہ نہیں؟"

"ہاں سرکار! اب یہ پانچوں بھی میری طرپھ (طرف) سے رکھ لیجئے!"

"کیسا پاگل ہے؟"

"نہیں سرکار! ایک روپیہ چھوٹی ٹھکرائن کا نجرانہ ہے اور ایک روپیہ بڑی ٹھکرائن کا۔ ایک روپیہ چھوٹی ٹھکرائن کے پان کھانے کو اور ایک روپیہ بڑی ٹھکرائن کے پان کھانے کو۔ رہا ایک روپیہ، سو وہ آپ کے کریہ کرم کے لئے!"

اسی طرح نوکھے رام، ہنیٹوری، دانا دین، سب کی باری باری سے خبر لی گئی اور پھبتیوں میں خواہ کوئی جدت نہ ہو اور نقلیں چاہے پرانی ہوں، مگر گردھر کا ڈھنگ ایسا ہنسانے والا تھا اور دیکھنے والے اتنے سادہ دل تھے کہ وہ بے بات کی بات میں بھی ہنس پڑتے تھے۔ ساری رات یہ نقلیں ہوتی رہیں اور ستائے ہوئے دل اس خیالی بدلہ سے خوش ہوتے رہے۔ آخری نقل ختم ہوئی تو کوے بول رہے تھے۔

سویرا ہوتے ہی جسے دیکھو، اسی کے زبان پر وہی رات کے گانے، وہی نقل وہی فقرے، گانوں کے نکھٹے تماشا بن گئے۔ جدھر نکلتے ہیں ادھر ہی دو چار لڑکے پیچھے لگ جاتے ہیں اور وہی فقرے کستے ہیں۔ جھنگری سنگھ تو دل لگی باز آدمی تھے اسے محض مذاق سمجھے۔ مگر ہنیٹوری میں چڑھنے کی بُری عادت تھی اور پنڈت دانا دین تو اتنے تنک مزاج تھے کہ ذرا سی بات میں فوراً لڑنے پر آمادہ ہو جاتے تھے۔ وہ سب سے آدر پانے کے عادی تھے۔ کارندے کی تو بات ہی کیا، رائے صاحب تک

www.urduchannel.in

انھیں دیکھتے ہی سر جھکا دیتے تھے۔ ان کی ایسی ہنسی اڑائی جائے اور اسی گانوں میں، یہ ان کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ اگر ان میں برہمہ تیج "(برہمنی جلال) ہوتا تو ان ڈشٹوں کو بھسم کر دیتے، ایسا سراپ (بددعا) دیتے کہ سب کے سب ڈہیں بھسم ہو جاتے مگر اس کلجگ میں تو سراپ کا اثر ہی جاتا رہا بس انھوں نے بھی کلجگ ہی والا ہتھیار نکالا ہوری کے دروازے پر گئے اور آنکھیں نکال کر بولے "کیا آج بھی تم کام کرنے نہ چلو گے ہوری؟ اب تو تم اچھے ہو گئے۔ میرا کتنا نکسان (نقصان) ہو گیا، یہ تم نہیں سوچتے!"

گوبر دیر میں سویا تھا۔ ابھی ابھی اٹھا تھا اور آنکھیں ملتا ہوا باہر آ رہا تھا کہ داتا دین کی آواز کان میں پڑی۔ پالاگن کرنا تو دور رہا اٹھے اور سکڑی دکھا کر بولا۔ "اب وہ تمھاری مجوری نہ کریں گے۔ ہمیں اپنی ادکھ بھی تو بونا ہے۔"

داتا دین نے تمبا کو پھانکتے ہوئے کہا: "کام کیسے نہیں کریں گے؟ سال کے بیچ میں کام نہیں چھوڑ سکتے۔ جیٹھ میں چھوڑنا ہو تو چھوڑ دیں۔ کرنا ہو تو کریں اسکے پہلے نہیں چھوڑ سکتے۔"

گوبر نے جماہی لیتے ہوئے کہا: "انھوں نے تمھاری گلامی نہیں لکھی ہے، جب تک من تھا کام کیا اب من نہیں ہے، نہیں کریں گے اس میں کوئی جبردستی (زبردستی) نہیں کر سکتا۔"

"تو ہوری کام نہیں کریں گے؟"

"نا!"

"تو ہمارے روپئے سود سمیت دیدو۔ تین سال کا سود ہوتا ہے سو روپیہ۔ اصل ملا کر دو سو ہوتے ہیں۔ ہم نے سمجھا تھا کہ تین روپیہ مہینہ سود میں کٹتے جائیں گے پر تمھارا من نہیں ہے تو مت کرو۔ میرے روپئے دیدو۔ دھنا سیٹھ بنتے ہو تو دھنا سیٹھ کا کام کرو۔"

ہوری نے عاجزی سے کہا: "تمھاری چاکری سے میں کب انکار کرتا ہوں

www.urduchannel.in

مہراج ؟ پر ہماری او کھبی تو بونے کو پڑی ہے۔"

گوبر نے باپ کو ڈانٹا "کیسی چاکری اور کس کی چاکری ؟ یہاں کوئی کسی کا چاکر نہیں، سب ہی برابر ہیں ! اچھی دل لگی ہے ! کسی کو سو روپئے ادھار دیئے اور سُود میں عمر بھر کام لیتے رہے ! اصل جیوں کا تیوں ! یہ مہاجنی نہیں ہے کھون (خون) چوسنا ہے !"

"تو روپئے دیدو بھیّا، لڑائی کاہے کی ہے ؟ میں آنہ روپیہ بیاج لیتا ہوں تمھیں گاؤں گھر کا سمجھ کر آدھ آنے روپیہ کر دیا تھا۔"

"ہم تو روپیہ سینکڑہ دیں گے، ایک کوڑی بیسی نہیں۔ تمھیں لینا ہو تو لو، نہیں عدالت سے لینا۔ ایک روپیہ سینکڑہ بیاج کم نہیں ہوتا۔"

معلوم ہوتا ہے کہ روپئے کی گرمی ہو گئی ہے۔"

"گرمی انھیں ہوتی ہے جو ایک کے دس لیتے ہیں۔ ہم تو مجور ہیں، ہماری گرمی پسینے کی راہ بہ جاتی ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ تم نے بیل کے لئے تیس روپئے دئے تھے۔ اس کے سو ہوئے۔ اور اب سو کے دو سو ہو گئے۔ اسی طرح تم لوگوں نے کسانوں کو لوٹ لوٹ کر مجور بنا ڈالا اور آپ ان کی جمین (زمین) کے مالک بن بیٹھے۔ تیس کے دو سو ! کچھ ٹھکانا ہے ! کتنے دن ہوئے ہوں گے دادا ؟"

ہوری نے غمگین لہجے میں کہا "یہی آٹھ نو سال ہوئے ہوں گے۔"

گوبر نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "نو سال میں تیس روپئے کے دو سو۔ ایک روپئے کے حساب سے کتنا ہوتا ہے ؟" اس نے زمین پر ایک ٹھیکرے سے حساب لگا کر کہا : "دس سال میں چھتیس روپئے ہوتے ہیں اصل ملا کر چھاچھٹھ کے ستر روپئے لے لو۔ اس سے بیسی میں ایک کوڑی نہ دوں گا۔"

داتا دین نے ہوری کو بیچ میں ڈال کر کہا : "سنتے ہو ہوری، گوری کا بتاؤ ؟ میں اپنے دو سو روپئے چھوڑ کر ستر لے لوں، نہیں عدالت کروں ! اس طرح کا برتاؤ

www.urduchannel.in

ہوا تو سنسار کے دن چلے گا؟ اور تم بیٹھے سُن رہے ہو! پر یہ سمجھ لو کہ میں براہمن ہوں، میرے روپئے ہجم (ہضم) کر کے تم چین نہ پاؤ گے۔ میں نے یہ ستّر روپئے بھی چھوڑے اور عدالت بھی نہ جاؤں گا، جاؤ۔ اگر میں براہمن ہوں تو اپنے پورے دو سو روپئے لے کر دکھا دوں گا اور تم میرے دوارے پر جاؤ گے اور ہاتھ جوڑ کر دے آؤ گے۔"

داتا دین جھلاتے ہوئے لوٹ پڑے۔ گوبر اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ مگر ہوری کے پیٹ میں دھرم کی ہلچل مچی ہوئی تھی۔ اگر ٹھاکر یا بنئے کے روپئے ہوتے اُسے زیادہ فکر نہ ہوتی، مگر برہمن کے روپئے! اس کی ایک پائی بھی دب گئی تو ہڈی توڑ کر نکلے گی ایشور نہ کرے کہ برہمن کا گسّہ (غصہ) کسی پر گرے۔ گھرانے میں کوئی چلّو بھر پانی دینے والا، گھر میں دیا جلانے والا بھی نہیں رہ جاتا اس کا مذہب پرست دل دہل اٹھا۔ اس نے دوڑ کر پنڈت جی کے پیر پکڑ لئے اور درد بھری آواز میں بولا: "مہراج جب تک میں جیتا ہوں میں تمھاری ایک ایک پائی چکاؤں گا۔ لڑکوں کی باتوں پر مت جاؤ۔ معاملہ تو ہمارے تمھارے بیچ میں ہوا ہے، وہ کون ہوتا ہے؟"

داتا دین ذرا نرم پڑے۔ "جرا (ذرا) اس کی جبردستی دیکھو، کہتا ہے کہ دو سو روپئے کے ستّر لو یا عدالت جاؤ۔ ابھی عدالت کی ہوا نہیں کھائی، تب ہی۔ ایک بار کسی کے پلّے پڑ جائیں گے تو پھر یہ تاؤ نہ رہے گا۔ چار دن سہر میں کیا رہے تا تا سا ہو گئے۔"

"میں تو کہتا ہوں مہراج کہ میں تمھاری ایک ایک پائی چکاؤں گا۔"

"تو کل سے ہمارے ہاں کام کرنے آنا پڑے گا۔"

"اپنی اوکھ بونا ہے مہراج، نہیں تو تمھارا ہی کام کرتا۔"

داتا دین چلے گئے تو گوبر نے حقارت سے دیکھ کر کہا: "گئے تھے دیوتا کو منانے! تمھیں لوگوں نے تو ان کا بھاؤ بگاڑ دیا ہے۔ تیس روپئے دئے

www.urduchannel.in

اب دو سوے گا، اور ڈانٹ اوپر سے بتا دے گا اور تم سے مجوری کرا دے گا اور کام کرتے کرتے مار ڈالے گا؟"

ہوری نے اپنے خیال سے سچائی کا پہلو لے کر کہا: "دھرم نہ چھوڑنا چاہیئے بٹیا، اپنی اپنی کرنی اپنے اپنے ساتھ ہے۔ ہم نے جس بیاج پر روپیئے لئے وہ تو دینے ہی پڑیں گے۔ پھر باہمن ٹھہرے، ان کا پیسہ ہمیں پچے گا؟ ایسا مال تو ان ہی لوگوں کو پچتا ہے۔"

گوبر نے تیوریاں چڑھائیں: "دھرم چھوڑنے کو کون کہہ رہا ہے اور کون کہہ رہا ہے کہ باہمن کے پیسے دبا لو؟ میں تو یہی کہتا ہوں کہ اتنا بیاج ہم نہیں دیں گے بنک والے بارہ آنے بیاج لیتے ہیں۔ تم ایک روپیہ لے لو، اور کیا کسی کو لوٹ لوگے"

"ان کا رویاں جو دکھی ہو گا۔"

"ہوا کرے۔"

"بٹیا، جب تک میں جیتا ہوں، مجھے اپنے رستے چلنے دو۔ جب میں مر جاؤں تو تمھارے جی میں جو آئے وہ کرنا۔"

"تو پھر تمھیں دینا۔ میں تو اپنے ہاتھوں اپنے پاؤں میں کلہاڑی نہ ماروں گا میرا گدھا پن تھا کہ تمھارے بیچ میں بولا۔ تم نے کھایا ہے تو بھرو، میں کیوں اپنی جان دوں؟"

یہ کہتا ہوا گوبر اندر چلا گیا۔ جھنیا نے پوچھا: "آج سویرے سویرے دادا سے کیوں الجھ پڑے؟"

گوبر نے سارا ماجرا کہہ سنایا اور آخر میں بولا: "ان کے اوپر رن (قرض) کا بوجھ اسی طرح بڑھتا جائے گا۔ میں کہاں تک بھروں گا؟ انھوں نے کما کما کر دوسروں کا گھر بھرا ہے۔ میں کیوں ان کی کھودی ہوئی کھائی (خندق) میں پڑوں؟

www.urduchannel.in

انھوں نے مجھ سے تو پوچھ کر رن نہیں لیا اور نہ میرے واسطے لیا، میں اس کا دیندار نہیں ہوں۔" اُدھر مکھیوں میں گوبر کو نیچا دکھانے کے لئے سازش ہو رہی تھی۔ یہ لونڈا شکنجے میں نہ کسا گیا تو گاؤں میں اُدھم مچا دے گا۔ پیادے سے فرزیں ہو گیا ہے نا، ٹیڑھے تو چلے گا۔ نہ جانے کہاں سے اتنا قانون سیکھ آیا ہے، کہتا ہے کہ روپیہ سینکڑہ سود سے بیسی نہ دوں گا۔ لینا ہو تو لو نہیں عدالت جاؤ۔ رات اس نے ساری گاؤں کے لونڈوں کو اکٹھا کر کے کتنا ازدھا کیا۔ مگر مکھیوں میں بھی حسد کی کمی نہ تھی۔ سب ہی اپنے برابر والوں کے مٹکے پر خوش تھے۔ پٹیشوری اور نوکھے رام میں باتیں ہو رہی تھیں۔ پٹیشوری نے کہا: "مگر سبھوں کو گھر گھر کا رتی رتی حال معلوم ہے۔ جھنگری سنگھ کو تو سبوں نے ایسا رگڑا کہ کچھ نہ پوچھو۔ دونوں ٹھکرانیوں کی باتیں سُن سُن کر لوگ ہنستے ہنستے لوٹ گئے۔"

نوکھے رام نے قہقہہ لگا کر کہا: "مگر نکل (نقل) اچھی تھی۔ میں نے کئی بار ان کی چھوٹی بیگم کو دروازے پر کھڑے ہوئے لونڈوں سے ہنسی کرتے دیکھا ہے۔"

"اور بڑی رانی جی کاجل اور سیندور اور مہاور لگا کر جوان بنی رہتی ہیں۔"

"دونوں میں رات دن چھری رہتی ہے۔ جھنگری پکا بے حیا ہے کوئی دوسرا ہوتا تو پاگل ہو جاتا۔"

"سنا کہ تمھاری بڑی بھدی نکل کی۔ چماری کے گھر میں بند کرا کے پٹوایا۔"

"میں تو بچہ پر لگان کا دعویٰ کر کے ٹھیک کر دوں گا۔ وہ بھی کیا یاد کرے گا کہ کسی سے پالا پڑا تھا!"

"لگان تو اس نے چکا دیا ہے نا؟"

"پر رسید تو میں نے نہیں دی۔ ثبوت کیا ہے کہ لگان چکا دیا؟ اور یہاں

www.urduchannel.in

کون حساب کتاب دیکھتا ہے؟ آج ہی پیادہ بھیج کر بلاتا ہوں۔"

ہوری اور گوبر دونوں اکھ بونے کے لئے کھیت سینچ رہے تھے۔ ایکھ کی کھیتی ہونے کی امید تو تھی نہیں اس لئے کھیت پرتی پڑا ہوا تھا اب بیل آگئے ہیں تو ایکھ کیوں نہ بوئی جائے۔

مگر دونوں گویا چھتیس کا ہندی عدد (۳۶) بنے ہوئے تھے۔ نہ بولتے تھے نہ تاکتے تھے۔ ہوری بیلوں کو ہانک رہا تھا اور گوبر پرُلے رہا تھا۔ سونا اور روپا کھیت میں پانی دوڑا رہی تھیں کہ ان میں جھگڑا ہو گیا۔ جھگڑا یہ تھا کہ جھنگری سنگھ کی چھوٹی ٹھکرائن پہلے خود کھا کر تب ٹھاکر کو کھلاتی ہیں یا ٹھاکر کو کھلا کر تب خود کھاتی ہیں۔ سونا کہتی تھی کہ پہلے وہ آپ کھاتی ہیں۔ روپا کی رائے اس کے خلاف تھی۔

روپا نے جرح کی: "اگر وہ آپ پہلے کھاتی ہیں تو کیوں موٹی نہیں ہیں؟ ٹھاکر کیوں موٹے ہیں؟ اگر ٹھاکر ان پر گر پڑیں تو وہ پس جائیں۔"

سونا نے اختلاف کیا: "تو سمجھتی ہے کہ اچھا کھانے سے لوگ موٹے ہو جاتے ہیں۔ اچھا کھانے سے لوگ بلوان ہوتے ہیں، موٹے نہیں ہوتے۔ موٹے ہوتے ہیں ساگ پات کھانے سے۔"

"تو ٹھکرائن ٹھاکر سے بلوان ہیں؟"

"اور کیا؟ ابھی اس دن دونوں میں لڑائی ہوئی تو ٹھکرائن نے ٹھاکر کو ایسا ڈھکیلا کہ گھٹنے پھوٹ گئے۔"

"تو تو پہلے آپ کھا کر تب جیجا کو کھلائے گی؟"

"اور کیا؟"

"اماں تو پہلے دادا کو کھلاتی ہیں۔"

www.urduchannel.in

"تب ہی تو جب دیکھو تب دادا ڈانٹ دیتے ہیں۔ میں بلوان ہو کر اپنے آدمی کو بس میں رکھوں گی۔ تیرا آدمی تجھے پیٹے گا۔ تیری ہڈی توڑ کر رکھ دے گا۔"

رُوپا رونی صورت بنا کر بولی "کیوں پیٹے گا؟ میں مار کھانے کا کام ہی نہ کروں گی۔"

وہ کچھ نہ سنے گا۔ تو نے تنک بھی کچھ کہا اور وہ مار چلے گا۔ مارتے مارتے تیری کھال ادھیڑ دے گا۔"

رُوپا نے بگڑ کر سونا کی ساڑی کو دانتوں سے پھاڑنے کی کوشش کی اور ایسا نہ کر سکنے پر چٹکیاں کاٹنے لگی۔ سونا نے اور چڑھایا "وہ تیری ناک بھی کاٹ لے گا۔"

اس پر رُوپا نے بہن کو دانت سے کاٹ لیا۔ سونا کا بازو لہولہان ہو گیا۔ اس نے رُوپا کو زور سے دھکیل دیا۔ وہ گر پڑی اور اُٹھ کر رونے لگی۔ سونا بھی دانتوں کے نشان دیکھ کر رو پڑی۔

ان دونوں کا چلانا سُن کر گوبر غصے میں بھرا ہوا آیا اور دونوں کو دو دو گھونسے لگا دیئے۔ دونوں روتی ہوئی کھیت سے نکل کر گھر چل دیں۔ سینچائی کا کام رک گیا۔ اس پر باپ بیٹے میں ایک جھڑپ ہو گئی۔ ہوری نے کہا "پانی کون چلائے گا دوڑے دوڑے گئے اور دونوں کو بھگا آئے۔ اب جا کر منا کیوں نہیں لاتے

"تم ہی نے ان سب کو بگاڑ رکھا ہے۔"

"اس طرح مارنے سے اور بھی بے سرم ہو جائیں گی۔"

"دو جُون کھانا بند کر دو، آپ ٹھیک ہو جائیں گی۔"

"میں ان کا باپ ہوں، کسائی (قصائی) نہیں ہوں۔"

پیر میں ایک بار ٹھوکر لگ جانے کے بعد کسی سبب سے بار بار ٹھوکر

www.urduchannel.in

لگتی ہے اور کبھی کبھی انگوٹھا پک جاتا ہے اور مہینوں تکلیف دیتا ہے۔ باپ بیٹے کی باہمی خلوص کو آج اسی طرح کی چوٹ لگ گئی تھی اور اب اس پر یہ تیسری چوٹ پڑی۔

گوبر نے گھر جا کر کھیت میں پانی دینے کے لئے جھنیا کو ساتھ لیا۔ جھنیا بچے کو لے کر کھیت میں گئی۔ دھنیا اور اس کی دونوں لڑکیاں بیٹھی تاکتی رہیں۔ ساس کو بھی گوبر کی یہ حرکت بری لگی تھی۔ رو پا کو مارتا تو برا نہ مانتی، مگر جوان لڑکی کو مارنا، یہ اس کی برداشت کے باہر تھا۔

آج ہی رات کو گوبر نے لکھنؤ لوٹ جانے کا تہیہ کر لیا۔ یہاں اب وہ نہیں رہ سکتا۔ جب گھر میں اس کی کوئی پوچھ نہیں تو وہ کیوں رہے۔ وہ لین دین کے معاملے میں بول نہیں سکتا۔ لڑکیوں کو ذرا تنک مار دیا تو لوگ ایسے جامے سے باہر ہو گئے جیسے وہ باہر کا آدمی ہے۔ تب وہ اس گھر میں نہ رہے گا۔

دونوں کھانا کھا کر باہر آئے تھے کہ نوکھے رام کے پیادے نے آ کر کہا "چلو، کارندے صاحب نے بلایا ہے۔"

ہوری نے گھمنڈ سے کہا: "رات کو کیوں بلاتے ہیں، میں تو لگان دے چکا ہوں۔"

پیادہ بولا: "مجھے تو تمھیں بلا لانے کا حکم ملا ہے اور جو کچھ کہنا ہو وہیں چل کر کہنا۔"

ہوری کا جی نہ چاہتا تھا مگر جانا پڑا۔ گوبر بے تعلقی سے بیٹھا رہا۔ آدھ گھنٹے میں ہوری لوٹا اور چلم بھر کر پینے لگا۔ اب گوبر سے نہ رہا گیا پوچھا: "کس مطلب سے بلایا تھا؟"

ہوری نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا: "میں نے پائی پائی لگان چکا دیا اور وہ کہتے ہیں کہ تمھارے اوپر دو سال کی باکی (باقی) ہے۔ ابھی جس دن بیچے

www.urduchannel.in

اوکھ بنچی تو پچیس روپئے انھیں وہیں دے دیئے اور آج وہ دو سال کی باکی نکالتے ہیں۔ میں نے کہہ دیا کہ میں ایک دھیلا نہ دوں گا۔"

گوبر نے پوچھا: "تمھارے پاس رسید تو ہوگی؟"

"رسید کہاں دیتے ہیں۔"

"تو تم بنا رسید لئے روپئے کیوں دیتے ہو؟"

"میں کیا جانتا تھا کہ یہ لوگ بے ایمانی کریں گے۔ یہ سب تمھاری کرنی کا پھل ہے۔ تم نے رات کو اُن کی ہنسی کی، یہ اسی کا ڈنڈ ہے۔ پانی میں رہ کر مگر سے بیر نہیں کیا جاتا۔ سود لگا کر ستر روپئے باکی نکال دیئے۔ یہ کس کے گھر سے آدیں؟

گوبر نے اپنی صفائی دیتے ہوئے کہا: "تم نے رسید لے لی ہوتی تو میں لاکھ ان کی ہنسی اڑاتا پر وہ تمھارا بال بیکا نہ کر سکتے تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ لین دین میں تم چوکسی سے کیوں کام نہیں لیتے؟ یوں رسید نہیں دیتے تو روپیہ ڈاک سے بھیجو۔ یہی تو ہوگا کہ ایک آدھ روپیہ محصول پڑ جائیگا پر اس طرح کی دھاندلی تو نہ ہوگی۔"

"تم نے یہ آگ نہ لگائی ہوتی تو کچھ نہ ہوتا۔ اب تو سب ہی مکھیا بگڑے ہوئے ہیں۔ بید کھلی (بیدخلی) کی دھمکی دے رہے ہیں۔ رام جانے کیسے بیڑا پار لگے گا۔"

"میں جا کر ان سے پوچھتا ہوں۔"

"تم جا کر اور آگ لگا دو گے۔"

"اگر آگ لگانی پڑے گی تو آگ بھی لگا دوں گا۔ وہ بے دکھلی کرتے ہیں تو کریں۔ میں ان کے ہاتھ میں گنگا جلی رکھ کر عدالت میں کسم (قسم) کھلاؤں گا

www.urduchannel.in

تم دم دبا کر بیٹھے رہو۔ میں اس کے پیچھے جان لڑا دوں گا۔ میں کسی کا ایک پیسہ دبانا نہیں چاہتا، نہ اپنا ایک پیسہ کھونا چاہتا ہوں۔"

وہ اسی وقت اٹھا اور نوکھے رام کی چوپال میں جا پہنچا۔ دیکھا تو سب ہی لیڈروں کی مجلس لگی ہوئی ہے۔ گوبر کو دیکھ کر سب کے سب ہوشیار ہو گئے۔ فضا میں سازش کی سی بو بھری ہوئی تھی۔

گوبر نے کڑک کر پوچھا: "یہ کیا بات ہے کارندہ صاحب کہ آپ کو دادا نے حال تک کا لگان چکا دیا اور آپ دو سال کی باکی (باقی) نکال رہے ہیں۔ یہ کیسا گول مال ہے؟"

نوکھے رام نے مسند پر لیٹ کر رعب دکھاتے ہوئے کہا "جب تک ہوری ہی ہیں تم سے لین دین کی کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔"

گوبر نے چوٹ کھائی ہوئی آواز میں کہا: "تو میں گھر میں کچھ نہیں ہوں۔"

"تم اپنے گھر میں سب کچھ ہوگے۔ مگر یہاں تم کچھ بھی نہیں ہو۔"

"اچھی بات ہے، آپ بید کھلی کیجئے، اب میں عدالت میں تم سے گنگا جلی اٹھوا کر روپئے دوں گا۔ اسی گاؤں سے ایک سو گواہی دلا کر ثابت کر دوں گا کہ تم رسید نہیں دیتے۔ سیدھے سادھے کسان ہیں، کچھ بولتے نہیں، تو تم نے سمجھ لیا کہ سب کاٹھ کے الو ہیں۔ رائے صاحب وہیں رہتے ہیں جہاں میں رہتا ہوں۔ گاؤں کے سب لوگ انھیں ہوا سمجھتے ہوں گے میں نہیں سمجھتا۔ رتی رتی حال کہوں گا اور دیکھوں گا کہ تم کیسے مجھ سے دوبارہ روپئے وصول کئے لیتے ہو۔"

اس کی بات میں سچائی کا بل تھا۔ بزدل لوگوں میں سچائی بھی گو نگی

www.urduchannel.in

ہو جاتی ہے۔ وہی سیمنٹ جو اینٹ پر چڑھ کر پتھر بن جاتا ہے اگر مٹی پر چڑھا دیا جائے تو مٹی ہو جائے گا۔ گوبر کی بے باکانہ صاف گوئی نے وہ بدنیتی کی زرہ توڑ ڈالی جسے پہن کر نوکھے رام کا کمزور دل خود کو طاقت ور سمجھ رہا تھا۔

نوکھے رام نے جیسے کچھ یاد کرنے کی کوشش کرکے کہا: تم اتنا گرم کیوں ہو رہے ہو؟ اس میں گرم ہونے کی کون بات ہے؟ اگر ہوری نے روپئے دئے ہیں تو کہیں نہ کہیں تو لکھے ہوں گے۔ میں کل کاگد (کاغذ) نکال کر دیکھوں گا۔ اب مجھے کچھ کچھ یاد آرہا ہے کہ شاید ہوری نے روپئے دئے تھے۔ تم کھاطر (خاطر) جمع رکھو۔ اگر روپئے یہاں آگئے ہیں تو کہیں جا نہیں سکتے۔ تم تھوڑے سے روپیوں کے لئے جھوٹ تھوڑے ہی بولو گے اور نہ میں ہی اتنے روپیوں سے امیر ہو جاؤں گا۔"

گوبر نے چوپال سے آکر ہوری کو ایسا لتاڑا کہ بے چارہ بوڑھا آبدیدہ ہو گیا: تم تو بچوں سے بھی گئے بیتے، ہو جو بلی کی میاؤں سن کر رو پڑتے ہو۔ میں کہاں کہاں تمھیں بچاتا پھروں گا؟ میں تمھیں ستر روپئے دئے جاتا ہوں داتا دین لیں تو دے کر پورے کی رسید لکھا لینا۔ اس کے اوپر تم نے ایک پیسہ بھی دیا تو مجھ سے ایک پیسہ بھی نہ پاؤ گے۔ میں پردیس میں اس لئے نہیں پڑا ہوں کہ تم اپنے کو لٹواتے رہو۔ اور میں کما کما کر بھرتا رہوں۔ میں کل چلا جاؤں گا۔ پر اتنا کہے دیتا ہوں کہ اب کسی سے ایک پیسہ ادھار نہ لینا اور نہ کسی کو کچھ دینا۔ منگرو، دلاری، داتادین سب ہی سے ایک روپیہ سینکڑہ سود کرانا ہوگا۔"

دھنیا بھی کھانا کھا کر باہر نکل آئی تھی، بولی: ابھی کیوں جاتے ہو

www.urduchannel.in

بیٹا؟ دو چار دن اور رہ کر ادکھ کی بونی کراؤ اور کچھ لین دین کا حساب بھی ٹھیک کر لو تب جانا۔"

گوبر نے شان جماتے ہوئے کہا: میرا دو تین روپئے روج (روز) کا گھاٹا ہو رہا ہے، یہ بھی سمجھتی ہو؟ یہاں میں بہت بہت کر کے چار آنے کی مجوری ہی تو کرتا ہوں! اور اب کی میں جھنیا کو بھی لیتا جاؤں گا۔ وہاں مجھے کھانے پینے کی بڑی تکلیپھ (تکلیف) ہوتی ہے۔"

دھنیا نے ڈرتے ڈرتے کہا: جیسی تمھاری اچھا، مگر وہاں وہ کیسے اکیلے گھر سنبھالے گی۔ کیسے بچے کی دیکھ بھال کرے گی۔"

اب بچے کو دیکھوں کہ اپنا سبھیتا دیکھوں۔ مجھ سے چولھا نہیں پھونکا جاتا۔"

لے جانے کو میں نہیں روکتی، مگر پردیس میں بال بچوں کو لے کر، نہ کوئی آگے نہ پیچھے، سوچو کتنا جھنجھٹ ہے۔"

"پردیس میں بھی ساتھی نکل ہی آتے ہیں اماں! اور یہ تو مطلب کی دنیا ہے۔ جس کے ساتھ چار پیسے گم کھاؤ وہی اپنا۔ کھالی (خالی) ہاتھ تو ماں باپ بھی نہیں پوچھتے۔"

دھنیا اس جملے کو سمجھ گئی۔ وہ سر سے پاؤں تک جل اٹھی۔ بولی۔

"ماں باپ کو بھی تم نے انھیں پیسے کے یاروں میں سمجھ لیا۔"

"آنکھوں دیکھ رہا ہوں۔"

"نہیں دیکھ رہے ہو۔ ماں باپ کا دل اتنا کڑا نہیں ہوتا، ہاں لڑکے البتہ جہاں چار پیسے کمانے لگے کہ ماں باپ سے آنکھیں پھیر لیں۔ اسی گاؤں میں ایک دو نہیں، دس بیس کو دکھا دوں۔ ماں باپ ادھار

www.urduchannel.in

پالتے ہیں تو کس کے لئے؟ لڑکوں، لڑکیوں ہی کے لئے کہ اپنے آرام میں اڑانے کے لئے۔"

کیا جانے تم نے کس کے لئے ادھار لیا۔ میں نے تو ایک پیسہ بھی نہیں جانا۔"

"نیا پالے ہی اتنے بڑے ہو گئے؟"

"پالنے میں تمھارا لگا ہی کیا؟ جب تک بچہ تھا دودھ پلا دیا۔ پھر لاوارث کی طرح چھوڑ دیا۔ جو سب نے کھایا وہی میں نے کھایا۔ میرے لئے دودھ نہیں آتا تھا، مکھن نہیں آتا تھا اور اب تم بھی چاہتی ہو اور دادا بھی چاہتے ہیں کہ میں سارا دن (قرض) چکاؤں، لگان دوں اور لڑکیوں کا بیاہ کروں۔ جیسے میری جندگی (زندگی) تمھارا دینا بھرنے کے لئے ہے۔ میرے بھی تو بال بچے ہیں۔"

دھنیا سناٹے میں آگئی۔ ایک ہی لمحے میں اس کی زندگی کا میٹھا سپنا ٹوٹ سا گیا۔ اب تک وہ دل میں خوش تھی کہ اب اس کا دکھ دلدر سب دور ہو گیا۔ جب سے گوبر گھر آیا اس کے چہرے پر ہنسی کچھ کھیلتی سی رہتی تھی۔ اس کے کلام میں مٹھاس اور برتاؤ میں فراخ دلی آگئی تھی۔ بھگوان نے اس پر دیا کی تھی تو اسے سر جھکا کر چلنا چاہیئے۔ اندر کا سکون باہر کی شرافت بن گیا تھا۔ یہ الفاظ جلتے ہوئے بالو کی طرح دل پر پڑے اور چنے کی طرح سارے ارمان جھلس گئے۔ اس کا سارا گھمنڈ چور چور ہو گیا۔ اتنا سُن لینے کے بعد اب زندگی میں کیا لطف رہ گیا۔ جس کشتی پر بیٹھ کر زندگی کے سمندر کو پار کرنا چاہتی تھی، جب وہی ٹوٹ گئی تو کس سکھ کے لئے جئے؟

لیکن نہیں، اس کا گوبر اتنا مطلبی نہیں ہے۔ اس نے کبھی ماں کی

www.urduchannel.in

بات کا جواب نہیں دیا، کبھی کسی بات کے لئے ہٹ نہیں کی؛ جو کچھ رد کھا سوکھا مل گیا وہی کھا لیتا تھا۔ وہی بھولا بھالا پریم کا پتلا آج کیوں ایسی دل توڑنے والی باتیں کہہ رہا ہے؟ اس کی طبیعت کے خلاف تو کسی نے کچھ نہیں کہا۔ ماں باپ دونوں ہی اس کا منہ تاکتے رہتے ہیں۔ اس نے آپ ہی لین دین کی بات چلائی، ورنہ اس سے کون کہتا ہے کہ تو ماں باپ کا قرض ادا کر؟ ماں باپ کے لئے یہی کیا کم ہے کہ وہ عزت آبرو کے ساتھ پہلے لوگوں کی طرح کماتا کھاتا ہے۔ اس سے کچھ ہو سکے تو ماں باپ کی مدد کرے، نہیں ہو سکتا تو ماں باپ اس کا گلا نہ دبائیں گے، جھنیا کو لے جانا چاہتا ہے تو خوشی سے لے جائے دھنیا نے تو صرف اس کی بھلائی کے خیال سے کہا تھا کہ جھنیا کو وہاں لیجانے میں اسے جتنا آرام ملے گا۔ اس سے کہیں زیادہ جھنجھٹ بڑھ جائے گا۔ اس میں ایسی کون سی لگنے والی بات تھی کہ وہ اتنا بگڑ اٹھا۔ ہو نہ ہو یہ آگ جھنیا نے لگائی ہے۔ وہی بیٹھے بیٹھے اسے یہ منتر پڑھا رہی ہے۔ یہاں بناؤ سنگار کرنے کو نہیں ملتا، گھر کا کچھ نہ کچھ کام بھی کرنا پڑتا ہے، وہاں روپے پیسے ہاتھ میں آئیں گے تو آرام سے اچھا کھائے گی، اچھا پہنے گی اور پاؤں پھیلا کر سوئے گی۔ دو آدمیوں کی روٹی پکانے میں کیا لگتا ہے۔ وہاں تو پیسہ چاہیئے۔ سنا ہے کہ ہاٹ میں پکی پکائی روٹیاں مل جاتی ہیں۔ یہ سارا بکھیڑا اسی نے کھڑا کیا ہے سہر میں کچھ دنوں تو رہ بھی چکی ہے، وہاں کا دانہ پانی منہ لگا ہوا ہے، یہاں کوئی پوچھتا نہ تھا۔ یہ بھوندو مل گیا تو اسے پھنسا لیا۔ جب یہاں پانچ مہینے کا پیٹ لے کر آئی تھی تب کیسا میاؤں میاؤں کرتی تھی۔ تب یہاں ٹھکانا نہ ملا ہوتا تو آج کہیں بھیک مانگتی پھرتی۔ یہ اسی نیکی کا بدلہ ہے! اسی چڑیل کے پیچھے ڈنڈ دینا پڑا، برادری میں بدنامی ہوئی،

www.urduchannel.in

کھیتی ٹوٹی، ساری درگت ہوئی، آج یہ چڑیل جس تِل میں کھاتی ہے۔ اسی میں چھید کر رہی ہے۔ پیسے دیکھے تو آنکھ ہو گئی۔ تب ہی اینٹھی اینٹھی پھرتی ہے، مجاج نہیں ملتا۔ آج لڑکا چار پیسے کمانے لگا ہے نا۔ اتنے دنوں بات نہیں پوچھی تو ساس کے پاؤں دبانے کے لئے تیل لئے دوڑتی تھی۔ ڈائن، اس کی جندگی کی پونجی کو اس کے ہاتھ سے چھین لینا چاہتی ہے۔

دکھ بھری آواز میں بولی: "یہ منتر تمہیں کون دے رہا ہے بیٹا؟ تم تو ایسے نہ تھے۔ ماں باپ تمہارے ہی ہیں، بہنیں تمہاری ہی ہیں، گھر تمہارا ہی ہے، یہاں باہر کا کون ہے؟ اور ہم کیا بہت دن بیٹھے رہیں گے؟ گھر کی آبرو بنائے رہو گے تو تم ہی کو سکھ ہوگا۔ آدمی گھر والوں ہی کے لئے پیسہ کماتا ہے کہ اور کسی کے لئے۔ اپنا پیٹ تو سور بھی پال لیتی ہے۔ میں نہ جانتی تھی کہ جھنیا ناگن بن کر ہم ہی کو ڈسے گی۔"

گوبر نے بگڑ کر کہا: "اماں، میں نادان نہیں ہوں کہ جھنیا مجھے منتر پڑھائے۔ تم اسے ناحک (ناحق) کوس رہی ہو۔ تمہاری گرستی کا میں سارا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ مجھ سے جو کچھ ہو سکے گا تمہاری مدد کروں گا۔ پر اپنے پاؤں بیڑیاں نہیں ڈال سکتا۔"

جھنیا بھی کوٹھری سے نکل کر بولی: "اماں، جلا ہے کا گتہ (غصہ) ڈاڑھی پر نہ اتارو۔ کوئی بچہ نہیں ہے کہ میں پھوڑ لوں گی۔ اپنا برا بھلا سب سمجھتے ہیں آدمی اس لئے جنم لیتا ہے کہ عمر بھر تپسیا کرتا رہے۔ اور ایک دن خالی ہاتھ مر جائے۔ سب جینے کا سکھ چاہتے ہیں۔ سب کا جی چاہتا ہے کہ ہاتھ میں چار پیسے ہوں۔"

دھنیا نے دانت پیس کر کہا: "بہت گیان نہ بگھار! آج تو بھی اپنا

www.urduchannel.in

بھلا برا سوچنے لایک (لائق) ہو گئی ہے ۔ یہاں آکر میرے پانوں پر سر رکھ کر رو رہی تھی تب اپنا بھلا برا نہیں سوجھا تھا؟ اس گھڑی ہم بھی اپنا بھلا بُرا سوچنے لگتے تو آج تیرا پتہ نہیں ہوتا ۔"

اس کے بعد جنگ چھڑ گئی ۔ طعنے مہنے، گالی گلوج، تکا فضیحت، کوئی بات نہ بچی ۔ گوبر بھی بیچ بیچ میں ڈنک مارتا جاتا تھا ۔ ہوری بر دٹھے میں بیٹھا سب کچھ سن رہا تھا ۔ سونا اور روپا آنگن میں سر جھکائے کھڑی تھیں ۔ دلاری، پنیا اور کئی عورتیں بیچ بچاؤ کرنے آ پہنچی تھیں ۔ گرج کہ درمیان میں کبھی کبھی بوندیں بھی پڑ جاتی تھیں ۔ دونوں ہی اپنے اپنے بھاگ کو رو رہی تھیں ۔ دونوں ہی ایشور کو کوس رہی تھیں اور دونوں ہی اپنا اپنا بے قصور ہونا ثابت کر رہی تھیں ۔ جھنیا گڑے مردے اکھاڑ رہی تھی ۔ آج اسے ہیرا اور سوبھا سے خاص ہمدردی ہو گئی تھی ۔ جنہیں دھنیا نے کہیں کا نہ رکھا تھا ۔ دھنیا کی آج تک کسی سے نہیں پٹی تو جھنیا سے کیسے پٹ سکتی ہے؟ دھنیا اپنی صفائی دینے کی کوشش کر رہی تھی مگر نہ جانے کیا بات تھی کہ لوگوں کی رائے جھنیا کی طرف تھی ۔ شاید اس لئے کہ جھنیا ضبط کو ہاتھ سے نہ جانے دیتی تھی اور دھنیا آپے سے باہر تھی، شاید اس لئے بھی جھنیا اب کمانے والے مرد کی بیوی تھی ۔ اور اسے خوش رکھنا زیادہ قرین مصلحت تھا ۔

تب ہوری نے آنگن میں آکر کہا: "میں تیرے پاؤں پڑتا ہوں دھنیا، چپ رہ! میرے منہ میں کالکھ نہ لگا ۔ ہاں ابھی جی نہ بھرا ہو تو اور سُن ۔"

دھنیا پھنکارتی ہوئی ادھر دوڑی: "تم بھی موٹی ڈال پکڑنے چلے ہو، میں ہی دوکھی ہوں، وہ تو میرے اوپر پھول برسا رہی ہے ۔"

جنگ کا میدان بدل گیا ۔

www.urduchannel.in

"جو چھوٹوں کے منہ لگے وہ چھوٹا۔"
دھنیا کس دلیل سے جھنیا کو چھوٹا مان لے۔

ہوری نے سنجیدگی سے کہا "اچھا وہ چھوٹی نہیں بڑی سہی۔ جو آدمی نہیں رہنا چاہتا تو کیا اسے باندھ کر رکھے گی؟ ماں باپ کا دھرم ہے لڑکے کو پال پوس کر بڑا کر دینا۔ وہ ہم کر چکے۔ ان کے ہاتھ پاؤں ہو گئے۔ اب تو کیا چاہتی ہے کہ وہ دانہ چارا لا کر تجھے کھلا دیں؟ ماں باپ کا دھرم سولہوں آنے لڑکوں کے ساتھ ہے، لڑکوں کا ماں باپ کے ساتھ ایک آنہ بھی دھرم نہیں ہے۔ جو جاتا ہے اسے اسیس دے کر بدا (رخصت) کر دے۔ ہمارا بھگوان مالک ہے۔ جو کچھ بھوگنا بدا ہے بھوگیں گے۔ چالیس سات، سینتالیس اسی طرح روتے دھوتے کٹ گئے، دس پانچ سال ہیں سو وہ بھی یوں ہی کٹ جائیں گے۔"

ادھر گوبر جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ اب اس گھر کا پانی بھی اس کے لئے حرام ہے۔ ماں ہو کر جب اسے ایسی باتیں کہے تو اب وہ اس کا منہ بھی نہ دیکھے گا۔

دیکھتے ہی دیکھتے اُس کا بستر بندھ گیا۔ جھنیا نے بھی چوندری پہن لی، منو بھی ٹوپ اور فراک پہن کر، "راجہ" بن گیا۔

ہوری نے بھرے گلے سے کہا: "بیٹا، تم سے کچھ کہنے کا منہ تو نہیں ہے، پر جی نہیں مانتا۔ کیا جرا (ذرا) جا کر اپنی ابھاگنی ماتا کے پاؤں چھو لوگے تو کچھ برا ہو گا؟ جس ماتا کی کوکھ (بطن) سے جنم لیا اور جس کا لوہو (لہو) پی کر پلے ہو کیا اس کے ساتھ اتنا بھی نہیں کر سکتے؟"

گوبر نے منہ پھیر کر کہا "میں اسے اپنی ماتا نہیں سمجھتا۔"
ہوری نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا "جیسی تمہاری اچھا۔ جہاں رہو سکھی رہو۔"

www.urduchannel.in

جھنیا نے ساس کے پاس جاکر اس کے پیروں کو آنچل سے چھوا۔ دھنیا کے منہ سے دعا کا ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ اس نے آنکھ اٹھا کر دیکھا بھی نہیں گوبر بچے کو گود میں لئے آگے آگے تھا اور جھنیا بستر بغل میں دبائے پیچھے پیچھے۔ ایک چمار کا لڑکا صندوق لئے ہوئے تھا۔ گاؤں کے کئی عورت مرد گوبر کو پہنچانے گاؤں کے باہر تک گئے۔

اور دھنیا بیٹھی رو رہی تھی، جیسے کوئی اس کے دل کو آرے سے چیر رہا ہو۔ اس کی ممتا اس گھر کے مانند ہو رہی تھی، جس میں آگ لگ گئی ہو اور اب کچھ جل کر خاک ہو گیا ہو۔ بیٹھ کر رونے کے لئے بھی جگہ نہ بچی ہو۔

www.urduchannel.in

(۲۲)

ادھر کچھ دنوں سے رائے صاحب کی لڑکی کے بیاہ کی بات چیت ہو رہی تھی۔ چناؤ بھی سر پر آ پہنچا تھا مگر ان سب سے زیادہ ضروری انھیں دیوانی کا ایک مقدمہ دائر کرنا تھا۔ جس کی کورٹ فیس ہی پچاس ہزار ہوتی تھی۔ اور اوپر سے خرچ الگ۔ رائے صاحب کے سالے جو اپنی ریاست کے واحد مالک تھے عین شباب میں موٹر کے لڑ جانے سے فوت ہو گئے تھے اور رائے صاحب اپنے کنوارے لڑکے کی طرف سے اس ریاست پر قبضہ پانے کے لئے قانون کی پناہ لینا چاہتے تھے۔ ان کے چچا زاد سالوں نے ریاست پر قبضہ کر رکھا تھا اور رائے صاحب کو اس میں سے کوئی حصہ دینے پر تیار نہ تھے۔ رائے صاحب نے بہت چاہا کہ باہمی مفاہمت و مصالحت ہو جائے اور ان کے چچا زاد سالے معقول گزارے لے کر ہٹ جائیں، حتیٰ کہ وہ ریاست کی نصف آمدنی چھوڑ دینے پر راضی تھے۔ مگر ان کے سالوں نے کسی طرح کا سمجھوتہ منظور نہ کیا اور صرف طاقت کے زور سے ریاست میں تحصیل وصول شروع کر دی۔ رائے صاحب کو عدالت جانے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ مقدمے میں لاکھوں کا خرچ تھا مگر ریاست بھی بیس لاکھ سے کم مالیت کی نہ تھی۔ وکلا نے یقینی طور سے کہہ دیا تھا کہ آپ کی شرطیہ ڈگری ہو گی۔ ایسا موقع کون چھوڑ سکتا تھا؟ مشکل یہی تھی کہ یہ تینوں کام ایک ساتھ آ پڑے تھے اور انھیں کسی طرح ٹالا نہ جا سکتا تھا۔ لڑکی کی عمر اٹھارہ برس کی ہو گئی تھی اور صرف ہاتھ میں روپیہ نہ رہنے کے سبب اس کا بیاہ ٹلتا جاتا تھا خرچ کا اندازہ ایک لاکھ تھا۔ جس کے پاس جاتے وہی بڑا سامنہ کھولتا،

www.urduchannel.in

حال میں ایک بڑا اچھا موقع ہاتھ آگیا تھا۔ کنور دگ وجے سنگھ کی بیوی تپ دق کی نذر ہو چکی تھی اور کنور صاحب اپنے اجڑے گھر کو جلد سے جلد آباد کر لینا چاہتے تھے۔ سودا بھی کفایت سے طے ہو گیا اور کہیں شکار ہاتھ سے نکل نہ جائے اسی لئے اسی لگن میں بیاہ ہونا نہایت ضروری تھا۔ کنور صاحب نفس پرستیوں کے غلام تھے۔ شراب، گانجا، افیون، مدک، چرس، ایسا کوئی نشا نہ تھا جس کے عادی نہ ہوں اور عیاشی تو رئیس کی زینت ہی ہے۔ وہ رئیس ہی کیا جو عیاش نہ ہو؟ روپیہ اور خرچ ہی کیسے کیا جائے؟ مگر ان سب بری عادتوں کے ہوتے ہوئے بھی ان میں وہ قابلیت تھی کہ بڑے بڑے علماء اُن کا لوہا مانتے تھے۔ موسیقی، ناٹک، ہاتھ دیکھنا، جوتش، لاٹھی، کشتی نشانہ بازی وغیرہ فنوں میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی بڑے دبدبے والے اور بیخوف تھے۔ قومی تحریکوں میں دل کھول کر مدد دیتے تھے، مگر پوشیدہ طریقے پر۔ حکام سے یہ بات چھپی نہ تھی پھر بھی ان کی بڑی عزت تھی اور سال میں دو ایک بار گورنر صاحب بھی ان کے مہمان ہوتے تھے۔ عمر تیس بتیس سال سے زیادہ نہ تھی۔ اور صحت تو ایسی تھی کہ تنہا ایک بکرا کھا کر ہضم کر ڈالتے تھے۔ رائے صاحب نے سمجھا کہ بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا۔ ابھی کنور صاحب سوہلاں وغیرہ سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ رائے صاحب نے گفتگو شروع کر دی۔ کنور صاحب کے لئے بیاہ صرف اپنا اثر اور زور بڑھانے کا ذریعہ تھا۔ رائے صاحب کونسل کے ممبر تھے ہی، یوں بھی با اثر تھے۔ قومی جنگ میں اپنا تیاگ دکھلا کر عقیدت عامہ کے مستحق بھی بن چکے تھے۔ بیاہ طے ہونے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو سکتی تھی اور وہ طے بھی ہو گیا۔

رہا چناؤ، وہ سونے کی کٹار تھی جسے نہ اُگلتے بنتا تھا نہ نگلتے۔ اب تک وہ

www.urduchannel.in

دو مرتبہ چنے جا چکے تھے اور دونوں ہی مرتبہ ان پر ایک ایک لاکھ کی چپت پڑ چکی تھی مگر اب کے ایک راجہ صاحب اسی علاقے سے کھڑے ہو گئے تھے اور ڈنکے کی چوٹ یہ اعلان کر دیا تھا کہ چاہے ایک ایک دوٹر کو ایک ایک ہزار ہی کیوں نہ دینا پڑے اور چاہے پچاس لاکھ کی ریاست برد ہو جائے مگر لسٹ صاحب امر پال سنگھ کو کونسل میں نہ جانے دوں گا اور ان سے حکام نے اپنی امداد کا وعدہ بھی کر رکھا تھا۔ رائے صاحب فہیم تھے، چالاک تھے اور اپنا نفع نقصان سمجھتے تھے مگر راجپوت تھے اور رئیس تھے، یہ چیلنج پا کر میدان سے کیسے ہٹ جائیں؟ یوں ان راجہ سورج پرتاب سنگھ نے آکر کہا ہوتا کہ بھائی صاحب آپ تو دوبارہ کونسل میں جا چکے، اب کے مجھے جانے دیجئے تو شاید رائے صاحب نے ان کا خیر مقدم کیا ہوتا۔ کونسل کا لالچ اب انھیں نہ تھا مگر اس چیلنج کے سامنے خم ٹھوکنے کے سوا اور کوئی چارا نہ تھا۔ ایک مصلحت اور تھی۔ مسٹر تنخا نے انھیں یقین دلا دیا تھا کہ آپ کھڑے ہو جائیں۔ پھر بعد کو راجہ صاحب سے ایک لاکھ کی تھیلی لے کر بیٹھ جائے گا۔ انھوں نے یہاں تک کہا تھا کہ راجہ صاحب بڑی خوشی سے ایک لاکھ دے دیں گے، میری ان سے بات چیت ہو چکی ہے۔ مگر اب معلوم ہوا کہ راجہ صاحب رائے صاحب کو ہرانے کا افتخار نہیں چھوڑنا چاہتے اور اس کا خاص سبب تھا۔ رائے صاحب کی لڑکی کی شادی کا کنور صاحب سے طے ہونا۔ دو با اثر گھرانوں کا میل، وہ اپنی شان کے لئے مضر سمجھتے تھے۔ ادھر رائے صاحب کو سسرالی جائداد ملنے کی قوی امید تھی، راجہ صاحب کے پہلو میں یہ کانٹا بھی بری طرح کھٹک رہا تھا کہیں وہ جائداد انھیں مل گئی اور قانون رائے صاحب کے موافق تھا ہی، تب تو راجہ صاحب کا ایک مدمقابل کھڑا ہو جائے گا۔ پس ان کا یہ فرض تھا کہ

www.urduchannel.in

وہ رائے صاحب کو کچل ڈالیں اور ان کی عزت خاک میں ملا دیں۔

بیچارے رائے صاحب بڑے سنکٹ میں پڑ گئے تھے۔ انھیں یہ شک ہونے لگا تھا کہ مسٹر تنخا نے صرف اپنا مطلب نکالنے کے لئے انھیں دھوکا دیا یہ خبر بھی ملی تھی کہ اب وہ راجہ صاحب کے پیروکار ہو گئے ہیں۔ یہ رائے صاحب کے زخم پر نمک تھا۔ انھوں نے کئی بار تنخا کو بلایا تھا مگر وہ یا تو گھر پر ملتے ہی نہ تھے یا آنے کا وعدہ کر کے بھول جاتے تھے۔ آخر آج وہ خود ان سے ملنے کا ارادہ کر کے ان کے یہاں جا پہنچے۔ اتفاق سے تنخا گھر پر مل گئے۔ مگر رائے صاحب کو پورے گھنٹہ بھر تک ان کا انتظار کرنا پڑا۔ یہ وہی تنخا ہیں جو رائے صاحب کے دروازے پر روزانہ ایک بار حاضری دیا کرتے تھے۔ آج اتنا مزاج ہو گیا ہے، چلے بیٹھے تھے۔ جیوں ہی مسٹر تنخا آراستہ پیراستہ ہو کر منہ میں سگار دبائے ہوئے کمرے میں آئے اور ہاتھ بڑھایا کہ رائے صاحب نے بم چھوڑ دیا۔

"میں گھنٹہ بھر سے یہاں بیٹھا ہوا ہوں اور آپ نکلتے نکلتے اب نکلے ہیں! میں اسے اپنی توہین سمجھتا ہوں۔"

تنخا نے ایک صوفے پر بیٹھ کر بے پروائی سے دھواں اڑاتے ہوئے کہا: "مجھے اس کا افسوس ہے۔ میں ایک ضروری کام میں لگا ہوا تھا۔ آپ کو فون کر کے مجھ سے وقت طے کر لینا چاہیئے تھا۔"

آگ میں گھی پڑ گیا، مگر رائے صاحب نے غصہ کو ضبط کیا۔ وہ لڑنے نہ آئے تھے۔ اس توہین کو پی ہی جانے کا موقع تھا، بولے: "ہاں یہ غلطی ہوئی آج کل آپ کو بہت کم فرصت رہتی ہے شاید؟"

"جی ہاں بہت کم، ورنہ میں ضرور آتا۔"

"میں اسی معاملے کے بارے میں آپ سے پوچھنے آیا تھا۔ سمجھوتے

www.urduchannel.in

کی تو کوئی امید نہیں معلوم ہوتی۔ ادھر تو لڑائی کی تیاریاں بہت زوروں سے ہو رہی ہیں۔"

راجہ صاحب کو تو آپ جانتے ہیں، جھگڑا آدمی ہیں۔ پورے سنکی! کوئی نہ کوئی دھن سوار رہتی ہے۔ آج کل یہی دھن ہے کہ رائے صاحب کو نیچا دکھا کر رہیں گے اور انھیں جب ایک دھن سوار ہو جاتی ہے تو پھر کسی کی نہیں سنتے، خواہ کتنا ہی نقصان اٹھانا پڑے۔ کوئی چالیس لاکھ کا بار سر پر ہے پھر بھی وہی دم خم ہے۔ وہی آنا پ شناپ خرچ ہے۔ پیسے کو تو کچھ سمجھتے ہی نہیں۔ نوکروں کی تنخواہ چھ چھ مہینے سے پڑی ہے۔ مگر ہیرا محل بن رہا ہے سنگ مرمر کا تو فرش ہے۔ پچی کاری ایسی ہوئی ہے کہ آنکھ نہیں ٹھہرتی۔ افسروں کے پاس روز ڈالیاں جاتی رہتی ہیں۔ سنا ہے کہ کوئی انگریز منیجر رکھنے والے ہیں۔"

"پھر آپ نے کیسے کہہ دیا تھا کہ آپ کوئی سمجھوتہ کرا دیں گے؟"

"مجھ سے جو کچھ ہو سکتا تھا وہ میں نے کیا۔ اس کے سوا میں اور کیا کر سکتا تھا؟ اگر کوئی شخص اپنے دو چار لاکھ روپئے پھونکنے ہی پر تلا ہوا ہے تو میرا کیا بس؟"

رائے صاحب اب غصّے کو ضبط نہ کر سکے، بولے: "خصوصاً جب اس دو چار لاکھ میں سے دس بیس ہزار آپ کے ہتّے چڑھنے کی بھی اُمید ہو۔"

"تو آپ کیوں دیتے؟" بولے: "رائے صاحب! اب صاف صاف نہ کہلوائیے۔ یہاں نہ میں سنیاسی ہوں نہ آپ۔ ہم سب ہی کچھ نہ کچھ کمانے نکلے ہیں۔ آنکھ کے اندھے اور گانٹھ کے پورے کی تلاش آپ کو بھی اتنی ہی ہے جتنی مجھ کو۔ آپ سے میں نے کھرے ہونے کو کہا۔ آپ ایک لاکھ کے لالچ سے کھرے ہو گئے۔ اگر گوٹی لال ہو جاتی تو آج آپ ایک لاکھ کے مالک ہوتے اور بلا ایک پائی قرض لئے

www.urduchannel.in

بتر صاحب سے رشتہ بھی قائم ہوجاتا اور مقدمہ بھی دائر ہوجاتا۔ مگر آپ بدقسمتی سے وہ چال پٹ پڑگئی۔ جب وہی یوں رہ گئے تو مجھے کیا ملتا؟ آخر میں نے جھک مار کر اُن کی دم پکڑی۔ کسی نہ کسی طرح اس بَیترنی کو تو پار کرنا ہی ہے۔"

رائے صاحب کو ایسا غصّہ آرہا تھا کہ اس بدمعاش کو گولی مار دیں اسی نے سبز باغ دکھا کر کھڑا کیا اور اب اپنی صفائی دے رہا ہے، پیٹھ میں دھول بھی لگنے دیتا! مگر اب موقع و محل دیکھ کر زبان بند کئے ہوئے تھے۔

"تو اب آپ کے کئے کچھ نہیں ہوسکتا۔"

"ایسا ہی سمجھئے۔"

"میں پچاس ہزار پر بھی سمجھوتہ کرنے کو تیار ہوں۔"

"راجہ صاحب کسی طرح نہ مانیں گے۔"

"پچیس ہزار پر تو مان جائیں گے۔"

"کوئی امید نہیں۔ وہ صاف کہہ چکے ہیں۔"

"وہ کہہ رہے ہیں یا آپ کہہ رہے ہیں"؟

"آپ مجھے جھوٹا سمجھتے ہیں۔"

رائے صاحب نے انکسار سے کہا "میں آپ کو جھوٹا نہیں سمجھتا، مگر اتنا ضرور سمجھتا ہوں کہ آپ چاہتے تو معاملہ ہوجاتا۔"

"تو آپ کا خیال ہے کہ میں نے معاملہ ہونے نہیں دیا۔"

"نہیں میرا مطلب نہیں ہے۔ میں اتنا ہی کہنا چاہتا ہوں کہ آپ چاہتے تو کام ہوجاتا اور میں اس پریشانی میں نہ پڑتا۔"

www.urduchannel.in

منّا نے گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "تو رائے صاحب اگر آپ صاف کہلانا چاہتے ہیں تو سنئے۔ اگر آپ نے دس ہزار کا چیک میرے ہاتھ میں رکھ دیا ہوتا تو آج یقیناً ایک لاکھ کے مالک ہوتے۔ آپ شاید چاہتے ہوں گے کہ جب آپ کو راجہ صاحب سے روپئے مل جاتے تو آپ مجھے ہزار دو ہزار دے دیتے۔ تو میں ایسی کچی گولیاں نہیں کھیلتا۔ آپ راجہ صاحب سے روپئے لے کر سیف (آہنی صندوق) میں رکھتے اور مجھے انگوٹھا دکھا دیتے۔ پھر میں آپ کا کیا بنا لیتا، بتلائیے؟ کہیں نالش فریاد بھی تو نہ کر سکتا تھا!"

رائے صاحب نے جیسے چوٹ کھائی ہوئی نگاہوں سے دیکھا۔

"آپ مجھے اتنا بے ایمان سمجھتے ہیں؟"

منّا نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا: "اسے بے ایمانی کون سمجھتا ہے آج کل یہی چالاکی ہے کہ کیسے دوسروں کو اُلّو بنایا جائے۔ یہی کامیاب طریقہ ہے اور آپ اس کے اُستادِ کامل ہیں۔"

رائے صاحب نے مٹھی باندھ کر کہا "میں"؟

"جی ہاں، آپ! پہلے چناؤ میں میں نے دل و جان سے آپ کی پیروی کی تو آپ نے بڑی مشکل سے رو دھو کر پانچ روپئے دیئے۔ پھر دوسرے چناؤ میں آپ نے ایک سڑا گلا، ٹوٹا پھوٹا، موٹر دے کر اپنا گلا چھڑایا۔ دودھ کا جلا چھاچھ بھی پھونک کر پیتا ہے۔"

وہ کمرے سے نکل گئے اور موٹر لانے کا حکم دیا۔

رائے صاحب کا خون کھول رہا تھا۔ اس بدتہذیبی کی بھی کوئی حد ہے ایک تو گھنٹہ بھر انتظار کرایا اور اب اتنی بے مروتی سے پیش آکر انھیں

www.urduchannel.in

جبراً گھر سے نکال رہا ہے۔ اگر انھیں یقین ہوتا کہ وہ مسٹر ٹنخا کو پٹک سکتے ہیں تو کبھی نہ چوکتے۔ مگر ٹنخا قد و قامت میں ان سے سوا گنا تھے۔ جب ٹنخا نے ہارن بجایا تو یہ بھی آکر اپنے موٹر میں بیٹھے اور سیدھے مسٹر کھنّا کے پاس پہنچے۔

نو بج رہے تھے مگر کھنّا صاحب خواب شیریں کے مزے لے رہے تھے وہ دو بجے رات کے پہلے کبھی نہ سوتے تھے اور پھر قدرتاً نو بجے دن تک سوتے رہتے تھے۔ یہاں بھی رائے صاحب کو آدھ گھنٹے بیٹھنا پڑا۔ اس لئے جب کوئی ساڑھے نو بجے مسٹر کھنّا مسکراتے ہوئے نکلے تو رائے صاحب نے ڈانٹ بتائی" اچھا اب سرکار کی آنکھ کھلی ہے، ساڑھے نو بجے! روپئے جمع کر لئے ہیں نا، جبھی بے فکری ہے۔ میری طرح تعلقدار ہوتے تو آپ بھی کسی کے دروازے پر کھڑے ہوتے۔ بیٹھے بیٹھے سر میں چکر آجاتا۔"

کھنّا نے سگرٹ کیس ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا:" رات سونے میں بڑی دیر ہوگئی۔ اس وقت کدھر سے آرہے ہیں؟"

رائے صاحب نے تھوڑے سے لفظوں میں اپنی ساری مشکلیں بیان کر دیں۔ دل میں کھنّا کو گالیاں دیتے تھے جو ان کا ہم سبق ہو کر بھی ہمیشہ اُنھیں ٹھگنے کی فکر میں رہتا تھا، مگر سامنے اس کی خوشامد کرتے تھے۔

کھنّا نے ایسی شکل بنائی گویا اُنھیں بڑی تشویش ہوگئی۔ بولے" میری تو صلاح ہے کہ آپ چناؤ کو گولی ماریں اور اپنے سالوں پر مقدمہ دائر کریں رہا بیاہ وہ تو تین دن کا تماشا ہے۔ جس کے لئے زیر بار ہونا مناسب نہیں۔ کنور صاحب میرے دوستوں میں ہیں۔ پس لینے دینے کا کوئی سوال نہ اٹھنے پائے گا۔"

www.urduchannel.in

راۓ صاحب نے طنز سے کہا: "آپ یہ بھولے جاتے ہیں، مسٹر کھنّا میں بینکر نہیں، تعلقدار ہوں۔ کنور صاحب جہیز نہیں مانگتے انہیں ایشور نے سب کچھ دیا ہے لیکن سب جانتے ہیں کہ یہ میری اکیلی لڑکی ہے اور اس کی ماں مر چکی ہے۔ وہ آج زندہ ہوتی تو شاید سارا گھر لٹا کر بھی اس کا جی نہ بھرتا، اس وقت میں شاید اُسے ہاتھ روک کر خرچ کرنے کا حکم دیتا۔ لیکن اب تو میں ماں بھی ہوں، باپ بھی ہوں۔ اور اگر مجھے اپنے دل کا خون بھی نکال کر دینا پڑے تو میں خوشی سے دوں گا۔ اس مجرد زندگی میں میں نے اولاد کی محبت ہی میں اپنے دل کی پیاس بجھائی ہے، دونوں بچوں کے پیار ہی میں میں نے متوفیہ کے متعلق اپنی وفا شعاری کو نبھایا ہے۔ میرے لئے ناممکن ہے کہ اس مبارک موقع پر اپنے دل کے ارمان نہ نکالوں۔ میں اپنے دل کو تو سمجھا سکتا ہوں مگر جسے میں متوفیہ کا حکم سمجھتا ہوں اُسے نہیں ٹال سکتا۔ اور چناؤ کے میدان سے بھاگنا بھی میرے لئے ناممکن ہے۔ میں جانتا ہوں کہ میں ہاروں گا، راجہ صاحب سے میرا کوئی مقابلہ نہیں ہے، پھر راجہ صاحب کو اتنا ضرور دکھا دینا چاہتا ہوں کہ امرپال سنگھ کوئی ملائم چارہ نہیں ہے۔"

اور مقدمہ دائر کرنا تو ضروری ہی ہے۔"

"اسی پر تو سارا دارومدار ہے۔ اب آپ بتایئے کہ آپ میری کیا مدد کر سکتے ہیں۔؟"

"میرے ڈائرکٹروں کا اس بارے میں جو حکم ہے، آپ جانتے ہی ہیں۔ اور راجہ صاحب بھی ہمارے ڈائرکٹر ہیں، یہ بھی آپ کو معلوم ہی ہے پچھلا روپیہ وصول کرنے کے لئے بار بار تاکید ہو رہی ہے، کوئی نیا معاملہ تو شاید ہی ہو سکے۔"

www.urduchannel.in

رائے صاحب نے اُداس ہوکر کہا "آپ تو میری ناؤ ہی ڈبائے دیتے ہیں مسٹر کھنّا!"

"میرے پاس جو کچھ اپنا ہے وہ آپ کا ہے، مگر بینک کے معاملے میں تو مجھے مالکوں کا حکم ہی ماننا پڑے گا!"

اگر یہ جائداد ہاتھ آگئی، جس کی مجھے پوری اُمید ہے تو میں پائی پائی ادا کر دوں گا۔"

"آپ بتلا سکتے ہیں اس وقت آپ پر کتنا قرض ہے؟"

رائے صاحب نے ہچکتے ہوئے کہا "پانچ لاکھ سمجھئے، کچھ کم ہی ہوگا!"

کھنّا نے بے اعتباری سے کہا "یا تو آپ کو یاد نہیں یا آپ چھپا رہے ہیں۔"

رائے صاحب نے زور دے کر کہا "جی نہیں، میں نہ بھولا ہوں اور نہ چھپا رہا ہوں۔ میری جائداد اس وقت کم از کم پچاس لاکھ کی ہے اور سسرال کی جائداد بھی اس سے کم نہیں ہے۔ اتنی جائداد پر دس پانچ لاکھ کا بار کچھ نہ ہونے کے برابر ہے۔"

"مگر یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ سسرال والی جائداد پر قرض نہیں ہے؟"

"جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ بالکل بے داغ ہے۔"

"اور مجھے یہ خبر ملی ہے کہ اس پر دس لاکھ سے کم کا بار نہیں ہے۔ اُس جائداد پر تو اب کچھ ملنے سے رہا اور آپ کی جائداد پر بھی میرے خیال میں دس لاکھ سے کم قرض نہیں ہے۔ اور وہ جائداد اب پچاس لاکھ کی نہیں بلکہ مشکل سے پچیس لاکھ کی ہے۔ ایسی حالت میں کوئی بینک آپ کو قرض نہیں دے سکتا۔ یوں سمجھ لیجئے کہ آپ آتش فشاں پہاڑ کے دہانے پر کھڑے ہیں۔ ایک ہلکی سی ٹھوکر آپ کو تحت الثریٰ میں پہنچا سکتی ہے۔ آپ کو اس وقت بہت سنبھل کر چلنا چاہئے۔"

www.urduchannel.in

رائے صاحب نے ان کا ہاتھ اپنی طرف کھینچ کر کہا "میرے دوست! یہ سب میں خوب سمجھتا ہوں! مگر زندگی کی ٹریجیڈی اس کے سوا اور کیا ہے کہ آپ کا دل جو کام نہیں کرنا چاہتا وہ آپ کو کرنا پڑے۔ آپ کو اس موقع پر میرے لئے کم سے کم دو لاکھ کا بندوبست کرنا پڑے گا۔"

کھنّا نے لمبا سانس لے کر کہا "مائی گاڈ، دو لاکھ! غیر ممکن، بالکل غیر ممکن!

"میں تمہارے دروازے پر سر پٹک کر جان دے دوں گا کھنّا، اتنا سمجھ لو، میں نے تمہارے بھروسے یہ سارے منصوبے باندھے ہیں۔ اگر تم نے مایوس کر دیا تو شاید مجھے زہر کھا لینا پڑے۔ میں سورج پرتاپ سنگھ کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیک سکتا۔ لڑکی کا بیاہ ابھی دو چار مہینے ٹل سکتا ہے، مقدمہ دائر کرنے کے بھی ابھی کافی وقت ہے، مگر چناؤ سر پر آگیا اور مجھے سب سے بڑی فکر یہی ہے۔"

کھنّا نے حیرت سے کہا "تو آپ چناؤ میں دو لاکھ لگا دیں گے؟"

چناؤ کا سوال نہیں ہے بھئی، یہ عزت کا سوال ہے۔ کیا آپ کی رائے میں میری عزت دو لاکھ کی بھی نہیں؟ میری ساری ریاست بک جائے اس کا غم نہیں، مگر سورج پرتاپ سنگھ کو میں آسانی سے جیتنے نہ دوں گا۔"

کھنّا نے ایک منٹ تک دھواں اڑانے کے بعد کہا "بینک کی جو حالت ہے وہ میں نے آپ کے سامنے رکھ دی۔ بینک نے ایک طرح سے لین دین کا کام بند کر دیا ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ آپ کے ساتھ خاص رعایت کی جائے مگر کاروبار تو کاروبار ہی ہے، یہ آپ کو معلوم ہے۔ میرا کمیشن کیا رہے گا؟ مجھے آپ کے لئے خاص طور پر سفارش کرنی پڑے گی۔ راجہ صاحب کا دوسرے ڈائرکٹروں پر کتنا اثر ہے، یہ بھی آپ جانتے ہیں۔ مجھے ان کے خلاف

www.urduchannel.in

پارٹی بندی کرنی پڑے گی۔ یوں سمجھ لیجئے کہ میری ذمّہ داری پر معاملہ ہوگا۔"

رائے صاحب کا چہرہ اُتر گیا۔ کھنّا ان کے خاص دوستوں میں تھے۔ ساتھ کے پڑھے ہوئے، ساتھ کے بیٹھنے والے۔ ورنہ آن سے کمیشن کی اُمید رکھتے ہیں اتنی بے مروتی! آخر وہ جو اتنے دنوں سے کھنّا کی خوشامد کرتے آتے ہیں۔ تو کس دن کے لئے؟ باغ میں پھل ہوں۔ ترکاریاں ہوں، سب سے پہلے کھنّا کے یہاں بھیجتے ہیں۔ کوئی جشن ہو، کوئی جلسہ ہو، سب سے پہلے کھنّا کو مدعو کرتے ہیں۔ اس کا یہ جواب ہے!

اُداس ہو کر بولے "آپ کی جو مرضی ہو، مگر میں آپ کو اپنا بھائی سمجھتا تھا۔"

کھنّا نے ممنونیت کے لہجے سے کہا "یہ آپ کی مہربانی ہے۔ میں نے بھی ہمیشہ آپ کو اپنا بڑا بھائی سمجھا ہے اور اب بھی سمجھتا ہوں۔ کبھی آپ سے کوئی پردہ نہیں رکھا۔ مگر کاروباری فضا ایک اور ہی فضا ہے۔ جہاں کوئی کسی کا دوست نہیں، کوئی کسی کا بھائی نہیں۔ جس طرح میں بھائی کے ناتے آپ سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے دوسروں سے زیادہ کمیشن دیجئے۔ اسی طرح آپ کو بھی میرے کمیشن میں رعایت کے لئے اصرار نہ کرنا چاہئے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں جتنی رعایت آپ کے ساتھ کر سکتا ہوں اتنی کروں گا۔ آپ دفتر کے وقت آئیں اور لکھا پڑھی کر دیں۔ بس معاملہ ختم! آپ نے کچھ اور سنا؟ مہتا صاحب آج کل مالتی پر بے طرح ریجھے ہوئے ہیں۔ ساری فلاسفری نکل گئی۔ دن میں ایک دو بار ضرور ہی حاضری دے آتے ہیں۔ اور شام کو اکثر دونوں ساتھ ساتھ گھومنے نکلتے ہیں۔ یہ تو میری ہی شان تھی کہ کبھی مالتی کے دروازے پر سلام کرنے نہ گیا۔ شاید اب اسی کی کسر نکال رہی ہے۔ کہاں تو یہ حال تھا کہ جو کچھ ہیں مسٹر کھنّا کے پاس دوڑی آتیں۔ جب روپیوں کی ضرورت پڑتی تو کھنّا کے نام رقعہ آتا۔ اور کہاں اب مجھے دیکھ کر منہ پھیر لیتی

www.urduchannel.in

ہیں۔ میں نے خاص ان ہی کے لئے فرانس سے ایک گھڑی منگوائی تھی۔ بڑے شوق سے لے کر گیا مگر نہیں لی۔ ابھی کل میووں کی ڈالی بھیجی تھی۔ کشمیر سے منگوائے تھے۔ واپس کر دی مجھے تو تعجب ہوتا ہے کہ آدمی اتنی جلدی کیسے بدل جاتا ہے۔

رائے صاحب دل میں تو اُن کی بے قدری پر خوش ہوئے مگر ہمدردی دکھا کر بولے "کہ اگر یہ بھی مان لیں کہ مہتا سے انھیں محبت ہو گئی تو قطع مراسم کی تو کوئی وجہ نہیں ہے۔"

کھنّا نے افسوس سے کہا "یہی تو رنج ہے۔ بھائی صاحب! یہ تو میں شروع ہی سے جانتا تھا کہ وہ میرے ہاتھ نہیں آ سکتیں۔ میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ میں کبھی اس کے دھوکے میں نہیں پڑا کہ مالتی کو مجھ سے محبت ہے۔ محبت جیسی چیز اُن سے مل سکتی ہے، اس کی میں نے کبھی امید ہی نہیں کی۔ میں تو صرف اُن کے روپ کا پجاری ہوں۔ سانپ میں زہر ہے، یہ جانتے ہوئے بھی ہم اُسے دودھ پلاتے ہیں۔ طوطے سے زیادہ بے مروت جانور اور کون ہوگا؟ لیکن صرف اس کی شکل اور اس کی آواز پر گرویدہ ہو کر لوگ اُسے پالتے ہیں اور سونے کے پنجرے میں رکھتے ہیں۔ میرے لئے بھی مالتی اسی طوطے کی طرح تھی۔ افسوس یہی ہے کہ میں پہلے کیوں نہ ہوشیار ہو گیا۔ اس کے لئے میں نے ہزاروں روپئے برباد کر دیئے۔ بھائی صاحب۔ جب اس کا پرزہ پہنچا میں نے فوراً روپئے بھیجے۔ میرا موٹر آج بھی اس کی سواری میں ہے۔ اس کے پیچھے میں نے اپنا گھر چوپٹ کر دیا۔ بھائی صاحب، دل میں جتنا رس تھا وہ اُدھر کی طرف اتنی زور سے بہا کہ دوسری طرف کا باغ بالکل خشک ہی رہ گیا۔ برسوں ہو گئے کہ میں نے گوبندی سے دل کھول کر بات بھی نہیں کی۔ اُس کی خدمت اور محبت اور قربانی سے مجھے اسی طرح بدمزگی ہو گئی تھی جیسے بدہضمی کے مریض کو حلوے سے

www.urduchannel.in

ہو جاتی ہے۔ مالتی مجھے اسی طرح نچاتی تھی۔ جیسے مداری بندر کو نچاتا ہے، اور میں خوشی سے ناچتا تھا۔ وہ میری توہین کرتی تھی اور میں خوش ہو کر ہنستا تھا وہ مجھ پر حکومت کرتی تھی اور میں سر جھکاتا تھا۔ اس نے کبھی منہ نہیں لگایا یہ میں مانتا ہوں، اس نے کبھی میری حوصلہ افزائی نہیں کی، یہ بھی سچ ہے۔ پھر بھی میں پتنگے کی طرح اس کے چہرے کی چمک پر جان دیتا تھا۔ اور اب وہ مجھ سے اخلاق کا برتاؤ بھی نہیں کر سکتی! لیکن صاحب، میں کہے دیتا ہوں کہ کھنّا چپ بیٹھنے والا آدمی نہیں ہے۔ اس کے رقعے میرے پاس محفوظ ہیں۔ میں اس سے ایک ایک پائی وصول کر لوں گا۔ اور ڈاکٹر مہتا کو تو میں لکھنؤ سے نکال کر دم لوں گا ان کا یہاں رہنا ناممکن کر دوں گا۔ . . .“

اسی وقت ہارن کی آواز آئی اور ایک لمحے میں مسٹر مہتا آ کر کھڑے ہو گئے گورا چٹّا رنگ، صحت کی سرخی گالوں پر چمکتی ہوئی، لمبی اچکن، چوڑی دار پاجامہ اور سنہری عینک، شرافت کے اوتار سے معلوم ہوتے تھے۔ کھنّا نے اٹھ کر ہاتھ ملایا ”آیئے مسٹر مہتا، آپ ہی کا ذکر ہو رہا تھا“

مہتا نے دونوں صاحبوں سے ہاتھ ملا کر کہا، ”بڑی اچھی ساعت گھر سے چلا تھا کہ آپ دونوں صاحبوں سے ایک ہی جگہ ملاقات ہو گئی۔ آپ نے اخباروں میں دیکھا ہو گا کہ یہاں عورتوں کے لئے ایک ورزش گاہ بنانے کی تجویز ہو رہی ہے مس مالتی اس کمیٹی کی صدر ہیں۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ اس کی تعمیر میں دو لاکھ روپئے لگیں گے۔ شہر میں اب اس کی کتنی ضرورت ہے، یہ آپ لوگ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ چندہ دینے والوں میں آپ دونوں صاحبوں کا نام سب سے اوپر ہو۔ مس مالتی خود آنے والی تھیں، مگر آج ان کے والد کی طبیعت اچھی نہیں ہے۔ اس لئے نہیں آسکتیں۔“

www.urduchannel.in

انھوں نے چندے کی فہرست رائے صاحب کے ہاتھ میں رکھ دی پہلا نام راجہ سورج پرتاب سنگھ کا تھا۔ سامنے پانچ ہزار روپئے کی رقم درج تھی اس کے بعد کنور وگ وجے سنگھ کے تین ہزار روپئے تھے۔ اس کے بعد اور کئی رقمیں اتنی ہی یا کچھ کم تھیں۔ مالتی نے پانچ سو روپئے دئے تھے۔ اور ڈاکٹر مہتا نے ایک ہزار

رائے صاحب نے شرما کر کہا "کوئی چالیس ہزار تو آپ لوگوں نے کر ہی لئے "

مہتا فخر سے بولے "یہ سب آپ لوگوں کی مہربانی ہے، اور یہ صرف تین گھنٹے کی محنت کا نتیجہ ہے۔ راجہ سورج پرتاب سنگھ نے شاید ہی کسی رفاہ کے کام میں حصہ لیا ہو۔ مگر آج تو انھوں نے بلا کہے سُنے چک لکھ دیا۔ ملک میں بیداری ہے۔ پبلک کسی بھی نیک کام میں مدد دینے کو تیار ہے۔ صرف اُسے یقین ہونا چاہئے کہ اس کی خیرات کا جائز استعمال ہوگا۔ آپ سے مجھے بڑی اُمید ہے، مسٹر کھنّا!"

کھنّا نے بے پروائی سے کہا "ایسے فضول کاموں میں نہیں پڑتا نہ جانے آپ لوگ مغرب کی غلامی میں کہاں تک بڑھتے جائیں گے۔ یوں ہی عورتوں کو خانہ داری سے نفرت ہو رہی ہے، ورزش کی دھن سوار ہوئی تو وہ اور بھی کہیں کی نہ رہیں گی۔ جو عورت گھر کا کام کرتی ہے۔ اُس کے لئے ورزش کی ضرورت نہیں، اور جو گھر کا کوئی کام نہیں کرتی اور صرف عیش و آرام میں محو ہے اس کی ورزش کے لئے چندہ دینا میں اَدھرم سمجھتا ہوں "

مہتا ذرا بھی بے دل نہیں ہوتے۔ ایسی حالت میں آپ سے کچھ مانگوں گا بھی نہیں۔ جس تجویز میں ہمارا یقین نہ ہو اس میں کسی طرح کی امداد دینا

www.urduchannel.in

واقعی ادھرم ہے۔ آپ تو مسٹر کھنّا سے متفق نہیں ہیں، رائے صاحب؟"

رائے صاحب بڑے سوچ میں پڑے ہوئے تھے۔ سورج پرتاب کے پانچ ہزار ان کا حوصلہ پست کئے ڈالتے تھے۔ چونک کر بولے "آپ نے مجھ سے کچھ کہا"؟

"میں نے کہا کہ آپ تو اس کام میں امداد دینا اَدھرم نہیں سمجھتے۔؟"

"جس کام میں آپ شریک ہیں وہ دھرم ہے یا اَدھرم اس کی میں پروا نہیں کرتا"

"میں چاہتا ہوں آپ خود غور کریں اور اگر آپ اس تجویز کو سماج کے لئے مفید سمجھیں تو اس میں مدد دیں"

مسٹر کھنّا کا طرز عمل مجھے پسند آیا"

کھنّا بولے "میں تو صاف کہتا ہوں اسی لئے بدنام ہوں"

رائے صاحب نے کمزور مسکراہٹ کے ساتھ کہا "مجھ میں تو سوچنے کی سکت نہیں ہے۔ شرفا کی تقلید کرنا ہی میں اپنا دھرم سمجھتا ہوں"

"تو لکھئے کوئی اچھی رقم"

"جو کہئے وہ لکھ دوں"

"جو آپ کی خوشی"

"آپ جو کہئے وہ لکھ دوں"

"تو دو ہزار سے کم کیا لکھئے گا"

رائے صاحب نے مجروح لہجے میں کہا "تو آپ کی نگاہ میں میری یہی حیثیت ہے"؟

انھوں نے قلم اٹھایا اور اپنا نام لکھ کر اس کے آگے پانچ ہزار لکھ دیئے۔ مہتا نے فہرست ان کے ہاتھ سے لے لی؛ مگر انھیں اتنا رنج ہوا کہ

www.urduchannel.in

رآئے صاحب کا شکریہ بھی ادا کرنا بھول گئے۔ رائے صاحب کو چندے کی فہرست دکھا کر انھوں نے بے جا کیا، یہ سوچ کر انھیں افسوس ہوا۔

مسٹر کھنّا نے رائے صاحب کو ترحمانہ نظر سے گویا کہہ رہے ہوں "کتنے بڑے گدھے ہو تم!"

دفعتاً مہتا، رائے صاحب کے گلے سے لپٹ گئے۔ اور زور سے بولے "رائے صاحب کے لئے تالیاں! ہپ ہپ ہُرّا"!

کھنّا نے کھسیا کر کہا: "یہ لوگ راجے مہراجے ٹھہرے، یہی ان کاموں میں دان نہ دیں تو کون دے؟"

مہتا بولے "میں تو آپ کو راجاؤں کا راجہ سمجھتا ہوں۔ آپ اُن پر حکومت کرتے ہیں۔ اُن کی چوٹی آپ کے ہاتھ میں ہے۔"

رائے صاحب خوش ہو گئے: "یہ آپ نے بڑے معرکے کی بات کہی، مہتا جی، اصلی راجہ تو ہمارے بینکر لوگ ہیں۔"

مہتا نے کھنّا کی خوشامد کا پہلو اختیار کیا: "مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں ہے، کھنّا جی۔ آپ ابھی اس کام میں نہیں شریک ہونا چاہتے تو نہ سہی، لیکن کبھی نہ کبھی آپ ضرور شرکت کریں گے۔ امیروں کی بدولت ہی ہماری بڑی بڑی تحریکیں چل رہی ہیں۔ قومی تحریک کو دو تین سال تک اس دھوم دھام سے کس نے چلایا؟ اتنے دھرم شالے اور پاٹھ شالے کون بنوا رہا ہے؟ آج دنیا کی حکومت کی باگ ڈور بینکروں کے ہاتھ میں ہے۔ سرکاریں ان کے ہاتھ کا کھلونا ہیں۔ میں ابھی آپ سے نا اُمید نہیں ہوں۔ جو شخص قوم کے لئے جیل جا سکتا ہے اُس کے لئے دو چار ہزار خرچ کر دینا کوئی بڑی بات نہیں۔ ہم نے طے کیا ہے کہ اس عمارت کا بنیادی پتھر گوبندی دیوی کے ہاتھوں رکھا جائے۔ ہم دو تو جلد ہی

www.urduchannel.in

گورنر صاحب سے بھی ملیں گے اور مجھے یقین ہے کہ ہمیں ان کی مدد مل جائے گی۔ لیڈی ولسن کو نسوانی تحریکوں سے کتنی ہمدردی ہے، یہ آپ جانتے ہیں راجہ صاحب اور دیگر اصحاب اور دیگر اصحاب کی بھی رائے تھی کہ لیڈی ولسن ہی سے سنگ بنیاد رکھا جائے مگر بالآخر یہی طے ہوا کہ یہ سبھ کام کسی اپنی ہی بہن کے ہاتھوں ہونا چاہیئے۔ آپ کم از کم اس موقع پر تشریف لائیں گے ضرور؟"

کھنا نے مضحکہ اڑایا "ہاں جب لارڈ ولسن آئیں گے تو میرا پہنچنا لازمی ہی ہے۔ اس طرح آپ بہت سے رئیسوں کو پھنسا لیں گے۔ آپ لوگوں کو ٹھگنے بھی خوب سوجھتے ہیں۔ اور ہمارے رئیس بھی ہیں اسی لائق۔ انھیں اُلّو بنا کر مونڈا جا سکتا ہے"۔

" جب روپیہ ضرورت سے زیادہ ہو جاتا ہے تو اپنے لئے نکلنے کا راستہ تلاش کرتا ہے۔ یوں نہ نکل پائے گا تو قمار بازی میں جائے گا۔ گھوڑ دوڑ میں جائے گا، اینٹ پتھر میں جائے گا یا عیاشی میں جائے گا"۔

گیارہ بجنے کو تھے۔ کھنا صاحب کے دفتر کا وقت آ گیا۔ مہتا چلے گئے۔ رائے صاحب بھی اُٹھے کہ کھنا نے ان کا ہاتھ پکڑ کر بٹھالیا "نہیں، آپ ذرا بیٹھئے۔ آپ دیکھ رہے کہ مہتا نے مجھے اس بری طرح پھانسا ہے کہ نکلنے کی کوئی سبیل ہی نہیں رہی۔ گوبندی سے سنگ بنیاد رکھائیں گے۔ ایسی حالت میں میرا الگ رہنا مضحکہ انگیز ہے یا نہیں؟ گوبندی کیسے رضامند ہو گئی، یہ میری سمجھ میں نہیں آتا، اور مالتی نے اسے کیسے برداشت کر لیا یہ سمجھنا اور بھی مشکل ہے آپ کا کیا خیال ہے، اس میں کوئی راز ہے یا نہیں؟"

رائے صاحب نے اپنا دعوا جتایا "ایسے معاملوں میں عورت کو ہمیشہ خاوند سے صلاح لے لینی چاہیئے"۔

www.urduchannel.in

کھنّا نے رائے صاحب کو تشکرانہ نگاہوں سے دیکھا۔ "ان ہی باتوں پر گوبندی سے میرا جی جلتا ہے اور اس پر لوگ مجھی کو برا کہتے ہیں۔ آپ ہی سوچئے کہ مجھے ان جھگڑوں سے کیا واسطہ؟ ان میں تو وہ پڑے جس کے پاس فالتو روپیہ ہو، فالتو وقت ہو، اور نام و نمود کی ہوس ہو۔ ہوتا یہی ہے کہ دو چار لوگ سکریٹری اور انڈر سکریٹری اور پریسیڈنٹ اور وائس پریسیڈنٹ بن کر افسروں کو دعوت دیں گے، ان کے منظورِ نظر بنیں گے۔ اور یونیورسٹی کی چھوکریوں کو جمع کر کے گلچھرے اڑائیں گے۔ ورزش تو صرف دکھانے کے دانت ہیں۔ ایسی تحریکوں میں ہمیشہ یہی ہوتا ہے اور یہی ہوگا، اور اُلّو بنیں گے ہم اور ہمارے بھائی جو دولتمند کہلاتے ہیں، اور یہ سب گوبندی کے سبب"!

وہ ایک بار کرسی سے اٹھے اور پھر بیٹھ گئے۔ گوبندی پر ان کا غصّہ بڑھ رہا تھا۔ انھوں نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر کہا۔ "میں نہیں سمجھتا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

رائے صاحب نے ہاں میں ہاں ملائی۔ "کچھ نہیں، آپ گوبندی دیوی سے صاف کہہ دیں کہ تم مہتا کو انکار کا خط لکھ دو، چلو چھٹی ہوتی ہیں تو لاگ ڈانٹ میں پھنس گیا۔ آپ کیوں پھنسیں؟

کھنّا نے لمحہ بھر اس تجویز پر غور کر کے کہا۔ "لیکن سوچئے تو کہ کتنا مشکل کام ہے، لیڈی ولسن سے اس کا ذکر آچکا ہوگا، سارے شہر میں خبر پھیل گئی ہوگی اور شاید آج اخباروں میں بھی نکل جائے۔ یہ سب مالتی کی شرارت ہے۔ اُسی نے مجھے زچ کرنے کا یہ ڈھنگ نکالا ہے۔"

"ہاں معلوم تو یہی ہوتا ہے۔"

"وہ مجھے ذلیل کرنا چاہتی ہے۔"

www.urduchannel.in

"آپ بنیاد رکھنے کے ایک روز قبل باہر چلے جائیے گا۔"

"مشکل ہے، راشٹے صاحب۔ کہیں منہ دکھانے کی جگہ نہ رہے گی۔ اس دن تو مجھے ہیضہ بھی ہو جائے تو وہاں جانا پڑے گا۔"

راشٹے صاحب آس باندھے ہوئے کل آنے کا وعدہ کرکے جیوں ہی باہر نکلے کہ کھنّا نے اندر جاکر گوبندی کو آڑے ہاتھوں لیا۔ "تم نے اس ورزش گاہ کی بنیاد رکھنا کیوں منظور کیا۔"

گوبندی کیسے کہے کہ یہ وقار پاکر وہ دل میں کتنا خوش ہو رہی تھی۔ اس موقع کے لئے کتنی توجہ سے اپنی تقریر لکھ رہی تھی اور ایک جوشیلی نظم بھی تیار کی تھی۔ اس نے دل میں سمجھا تھا کہ یہ تجویز منظور کرکے وہ کھنّا کو خوش کر دے گی۔ اس کی توقیر تو اس کے شوہر ہی کی توقیر ہے۔ کھنّا کو اس میں کوئی اعتراض ہو سکتا ہے، اس کا اسے شان گمان بھی نہ تھا۔ ادھر کئی دنوں سے شوہر کو کچھ مہربان دیکھ کر اس کا حوصلہ بڑھنے لگا تھا۔ وہ اپنی تقریر سے اور اپنی نظم سے لوگوں کو محو بنا دینے کا خواب دیکھ رہی تھی۔

یہ سوال سنا اور کھنّا کی صورت دیکھی تو اس کا دل دھڑک اٹھا جتلاوار کی طرح بولی "ڈاکٹر مہتا نے اصرار کیا تو میں نے منظور کر لیا۔"

"ڈاکٹر مہتا تمھیں کنوئیں میں گرنے کو کہیں تو شاید اتنی خوشی سے نہ تیار ہو گی۔"

گوبندی کی زبان بند!

"تمھیں جب ایشور نے عقل نہیں دی تو کیوں مجھ سے نہیں پوچھ لیا؟ مہتا اور مالتی دونوں یہ چال چل کر مجھ سے دو چار ہزار اینٹھنے کی فکر میں ہیں اور میں نے ٹھان لی ہے کہ ایک کوڑی بھی نہ دوں گا۔ تم آج ہی مہتا کو انکار کا خط لکھ دو۔"

www.urduchannel.in

گوبندی نے ایک لمحہ سوچ کر کہا "تمھیں لکھ لونا"
"میں کیوں لکھوں؟ بات کی تم نے، اور لکھوں میں"!
"ڈاکٹر صاحب سبب پوچھیں گے تو کیا بتاؤں گی"؟
"بتانا اپنا سر اور کیا! میں اس عشرت گاہ کو ایک کوڑی بھی نہیں دینا چاہتا"
"تو تمھیں کچھ دینے کو کون کہتا ہے؟"
"کھنّا نے ہونٹ چبا کر کہا "تم بیوقوفوں کی سی باتیں کرتی ہو۔ تم وہاں بنیاد رکھوگی اور کچھ دوگی نہیں تو دنیا کیا کہے گی"؟
"گوبندی نے جیسے سنگین کی نوک پر کہا" اچھی بات ہے لکھ دوں گی"
"آج ہی لکھنا ہوگا"
"کہہ تو دیا لکھ دوں گی"
کھنّا باہر آئے اور ڈاک دیکھنے لگے۔ انھیں دفتر جانے میں دیر ہو جاتی تھی تو چپراسی گھر ہی پر ڈاک دے جاتا تھا۔ شکر گراں ہوگئی ہے۔ کھنّا کا چہرہ کھل اٹھا۔ دوسرا خط کھولا، اِکھ کا نرخ مقرر کرنے کے لئے جو کمیٹی بنی تھی اس نے طے کر دیا کہ ایسی بندش نہیں کی جا سکتی۔ وہ تو میرے کی! وہ پہلے ہی یہی بات کہہ رہے تھے۔ مگر اس اگنہوتری نے غل مچا کر جبراً کمیٹی بنائی۔ آخر چپہ کے منہ پر تھپڑ لگا۔ یہ مل والوں اور کسانوں کے درمیان کا معاملہ ہے۔ سرکار اس میں دخل دینے والی کون؟
دفعتاً مس مالتی موٹر سے اتری، کنول کی طرح شگفتہ، چراغ کی طرح روشن، زندہ دلی اور خوشی کی مورت سی، بے خوف، بے فکر، گویا اسے یقین ہے کہ دنیا میں اس کے لئے عزت و راحت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ کھنّا نے

www.urduchannel.in

برآمدے میں آکر خیر مقدم کیا۔

مالتی نے پوچھا "کیا یہاں مہتا آئے تھے؟"

"ہاں آئے تو تھے۔"

"کچھ کہا، کہاں جارہے ہیں؟"

"یہ تو کچھ نہیں کہا۔"

جانے کہاں غوطہ لگا گئے۔ میں چاروں طرف گھوم آئی۔ آپ نے ورزش گاہ کے لئے کتنا دیا؟"

کھنّا نے خطاوارانہ کہا "میں نے ابھی اس معاملے کو سمجھا ہی نہیں۔"

مالتی نے بڑی بڑی آنکھوں سے ان کی طرف تیز تیز دیکھا گویا سوچ رہی تھی کہ ان پر رحم کرے یا غصہ۔ بولی "اس میں سمجھنے کی کیا بات تھی؟ اور سمجھ لیتے تو آگے پیچھے، اس وقت تو کچھ دینے کی بات تھی۔ میں نے مہتا کو جبراً یہاں بھیجا۔ بیچارے ڈر رہے تھے کہ آپ نہ جانے کیا جواب دیں۔ آپ کے اس بخل کا کیا نتیجہ ہوگا، آپ جانتے ہیں؟ یہاں کی تجارت پیشہ جماعت سے کچھ نہ ملے گا۔ آپ نے شاید مجھے ذلیل کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ سب کی رائے تھی کہ لیڈی ولسن بنیادی پتھر رکھیں۔ میں نے گوبندی دیوی کی جانبداری کی اور لڑ کر سب کو راضی کیا۔ اب آپ فرماتے ہیں کہ آپ نے اس معاملے کو سمجھا ہی نہیں! آپ بینک کی پیچیدگیاں سمجھتے ہیں مگر اتنی موٹی بات آپ کی سمجھ میں نہ آئی۔ اس کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ آپ مجھے شرمندہ کرنا چاہتے ہیں۔ اچھی بات ہے یہی سہی۔"

مالتی کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ کھنّا گھبرائے۔ ساری اکڑ جاتی رہی مگر اس کے ساتھ انھیں یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر وہ کانٹوں میں الجھ گئے ہیں تو

www.urduchannel.in

مالتی دلدل میں پھنس گئی، اگر ان کی ہتھیلیوں پر سنکٹ آ پڑا ہے تو مالتی کی عزت پر جو ہتھیلیوں سے زیادہ قیمتی چیز ہے۔ تب ان کا دل مالتی کی اس دُرگت پر کیوں نہ خوش ہو؟ انھوں نے مالتی کو ادب میں ڈال دیا تھا۔ اور اگرچہ وہ اسے ناراض کر دینے کی ہمت کھو چکے تھے مگر دو چار کھری کھری باتیں کہہ سنانے کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہتے تھے۔ یہ بھی دکھا دینا چاہتے تھے کہ میں بالکل احمق نہیں ہوں۔ اس کا راستہ روک کر بولے "تم مجھ پر اتنی مہربان ہو گئی ہو اس پر مجھے حیرت ہو رہی ہے، مالتی!"

مالتی نے ابروؤں کو سکیڑ کر کہا: "میں اس کا مطلب نہیں سمجھی۔"

"کیا اب میرے ساتھ تمھارا وہی برتاؤ ہے جو کچھ دنوں پہلے تھا؟"

"میں تو اس میں کوئی فرق نہیں دیکھتی۔"

"لیکن میں تو زمین آسمان کا فرق دیکھ رہا ہوں۔"

"اچھا مان لو کہ تمھارا قیاس ٹھیک ہے تو پھر؟ میں تم سے ایک نیک کام میں مدد مانگنے آئی ہوں۔ اپنے سلوک کی آزمائش کے لئے نہیں اور اگر تم سمجھتے ہو کہ کچھ چندہ دے کر تم نیک نامی اور شکریئے کے سوا کچھ اور پا سکتے ہو تو یہ تمھاری خام خیالی ہے۔"

کھنا ہار گئے۔ وہ ایسے تنگ گوشے میں پھنس گئے تھے۔ جہاں ادھر اُدھر ہلنے کی بھی گنجائش نہ تھی۔ کیا وہ اس سے یہ کہنے کی جرأت رکھتے ہیں کہ میں نے اب تک تمھارے اوپر ہزاروں روپئے لٹا دئے تو کیا اس کا یہی صلہ ہے؟ شرم سے ان کا منہ ذرا سا نکل آیا جیسے سکڑ گیا ہو جھینپتے ہوئے بولے "میرا مطلب یہ نہ تھا، مالتی! تم بالکل غلط سمجھیں۔"

مالتی نے ہنستے ہوئے کہا: "خدا کرے کہ میں نے غلط سمجھا ہو۔ کیونکہ

www.urduchannel.in

اگر میں اسے سچ سمجھوں گی تو تمہارے سایے سے بھی بھاگوں گی۔ میں خوب صورت ہوں۔ تم بھی میرے بہت سے چاہنے والوں میں ایک ہو۔ یہ میری مہربانی تھی کہ جہاں میں اوروں کے تحفے لوٹا دیتی تھی وہاں تمہاری معمولی سے معمولی چیزیں بھی شکریے کے ساتھ قبول کر لیتی تھی۔ اور ضرورت پڑنے پر تم سے روپئے بھی مانگ لیتی تھی اگر تم نے اپنے روپئے کے نشے میں اس کا کوئی دوسرا مطلب نکال لیا تو میں تمھیں معاف کر دوں گی، یہ مردوں کی سرشت ہے اور تم اس سے مستثنیٰ نہیں ہو۔ مگر یہ سمجھ لو کہ روپئے نے آج تک کسی عورت کے دل پر فتح نہیں پائی اور نہ کبھی پائے گا۔"

کھنّا ایک ایک لفظ پر گویا گز گز بھر نیچے دھنستے جا رہے تھے، اب اور زیادہ چوٹ سہنے کی ان میں سکت نہ تھی۔ شرمندہ ہو کر بولے "مالتی! میں تمھارے پیروں پڑتا ہوں، اب اور ذلیل نہ کرو۔ اور نہ سہی تو دوستانہ برتاؤ تو قائم رہنے دو۔"

یہ کہتے ہوئے انھوں نے دراز سے چکوں کی کتاب نکالی اور ایک ہزار کا چک لکھ کر ڈرتے ڈرتے مالتی کی طرف بڑھا دیا۔

مالتی نے چک لے کر بے دردانہ طنز سے کہا "یہ میرے سلوک کی قیمت ہے یا ورزش گاہ کا چندہ ہے؟"

کھنّا آبدیدہ ہو کر بولے "اب میری جان بخشو، مالتی! کیوں میرے منہ میں کالکھ لگا رہی ہو۔"

مالتی نے زور کا قہقہہ لگایا "دیکھا، ڈانٹ بھی بتائی اور ایک ہزار روپئے بھی وصول کیے! اب تم کبھی شرارت نہ کرو گے؟"

"کبھی نہیں، جیتے جی کبھی نہیں!"

www.urduchannel.in

"کان پکڑو۔"

"کان پکڑتا ہوں۔ مگر اب تم مجھ پر رحم کر کے چلی جاؤ اور مجھے تخلئے میں بیٹھ کر سوچنے اور رونے دو۔ تم نے آج میری زندگی کی ساری خوشی ......"

مالتی اور زور سے ہنسی "دیکھو کھنا، تم میری بڑی توہین کر رہے ہو، اور تم جانتے ہو کہ حسن توہین نہیں سہ سکتا۔ میں نے تو تمھارے ساتھ نیکی کی اور تم اسے بدی سمجھ رہے ہو۔"

کھنا احتجاج کی نگاہوں سے دیکھ کر بولے "تم نے میرے ساتھ نیکی کی ہے یا الٹی چھری سے میرا گلا کاٹا ہے؟"

"کیوں؟ میں تمھیں لوٹ لوٹ کر اپنا گھر بھر رہی تھی۔ تم اس لوٹ سے بچ گئے۔"

کیوں زخم پر نمک چھڑک رہی ہو مالتی؟ میں بھی آدمی ہوں۔"

مالتی نے اس طرح کھنا کی طرف دیکھا، گویا یقین کرنا چاہتی تھی کہ وہ آدمی ہیں یا نہیں؟ بولی "ابھی تو مجھے اس کی کوئی علامت نظر نہیں آتی۔"

"تم بالکل معمہ ہو، آج یہ ثابت ہو گیا۔"

"ہاں تمھارے لئے معما ہوں اور معما ہی رہوں گی۔"

یہ کہتی ہوئی وہ چڑیا کی طرح ایک دم اڑ گئی اور کھنا سر پر ہاتھ رکھ کر سوچنے لگے کہ یہ صرف دکھاوا ہے یا اس کا سچا روپ!

www.urduchannel.in

(۲۳)

گوبر اور جھنیا کے چلے جانے پر گھر سنسان رہنے لگا۔ دھنیا کو ہر دم چنو کی یاد آتی رہتی ہے۔ بچے کی ماں تو جھنیا تھی مگر اس کی پرورش دھنیا ہی کرتی تھی۔ وہی اُسے اُبٹن ملتی، کاجل لگاتی، اُسلاتی اور جب کام کاج سے فرصت ملتی تو پیار کرتی۔ محبت کا یہ نشہ ہی اس کی تکلیفوں کو بھلاتا رہتا۔ اسی کا بھولا بھالا کھن سا چہرہ دیکھ کر وہ اپنی ساری فکر بھول جاتی اور محبت بھرے گھمنڈ سے اس کا دل پھول اٹھتا۔ وہ زندگی کا سہارا اب نہ تھا۔ اس کا سونا کھٹولا دیکھ کر وہ رو اٹھتی۔ وہ تعویذ جو تمام پریشانیوں اور نا امیدیوں سے اسے بچاتا تھا، اس سے چھن گیا تھا۔ وہ بار بار سوچتی کہ اس نے جھنیا کے ساتھ ایسی کون سی برائی کی تھی جس کی اس نے یہ سزا دی۔ ڈاین نے آکر اس کا سونے کا سا گھر مٹی میں ملا دیا۔ گوبر نے تو کبھی اس کی بات کا جواب بھی نہ دیا تھا۔ اسی رانڈ نے اسے پھوڑا اور اب وہاں لے جا کر نہ جانے کون کون سا ناچ نچائے گی۔ یہیں وہ بچے کی کون بہت پروا کرتی تھی۔ اسے تو اپنے مسّی کاجل اور مانگ چوٹی ہی سے چھٹی نہ ملتی تھی۔ بچے کی دیکھ بھال کیا کرے گی؟ بچارا اکیلا دھرتی پر پڑا روتا ہوگا۔ بچارا ایک دن بھی تو سکھ سے نہیں رہنے پاتا۔ کبھی کھانسی، کبھی دست، کبھی کچھ، کبھی کچھ، یہ سوچ سوچ کر اسے جھنیا پر غصہ آتا۔ گوبر کے لئے اب بھی اس کے دل میں وہی ممتا تھی۔ اسی چڑیل نے اسے کچھ کھلا پلا کر اپنے بس میں کر لیا۔ ایسی جادو ٹونا دان نہ ہوتی تو یہ ٹونا ہی کیسے کرتی؟ کوئی بات نہ پوچھتا تھا۔ بھوجائیوں کی لاتیں کھاتی تھی۔ یہ بدھو مل گیا تو آج

www.urduchannel.in

رانی ہوگئی۔

ہوری نے چڑھ کر کہا "جب دیکھو تب جھنیا ہی کو دکھ دیتی رہتی ہے یہ نہیں سمجھتی کہ اپنا سونا کھوٹا تو سنار کا کیا دوش؟ گوبر اسے نہ لے جاتا تو کیا آپ سے آپ چلی جاتی؟ شہر کا دانا پانی لگنے سے لونڈے کی آنکھ بدل گئی۔ ایسا کیوں نہیں سمجھ لیتی؟"

دھنیا گرج اٹھی "اچھا چپ رہو۔ تم ہی نے رانڈ کو سر پر چڑھا رکھا تھا۔ نہیں میں پہلے ہی دن جھاڑو مار کر نکال دیتی۔"

کھلیان میں کٹا ہوا اناج جمع ہوگیا تھا۔ ہوری بیلوں کو لئے اسے مانڈنے جا رہا تھا۔ منہ پھیر کر بولا: "ان سے کہ ہوتے گوبر کو چھوڑ ہی لیا تو تو اتنا کڑھتی کیوں ہے؟ جو ساری دنیا کرتی ہے وہی گوبر نے بھی کیا۔ اب اس کے بال بچے ہوئے تو میرے بال بچوں کے لئے کیوں اپنی جان آپت (آفت) میں ڈالے؟ کیوں ہمارے سر کا بوجھ اپنے سر پر اٹھائے؟"

"تمہیں سارے بکھیڑے کی جڑ ہو۔"

"تو مجھے نکال دے۔ لے جا بیلوں کو، اناج مانڈ۔ میں حکہ (حقہ) پیتا ہوں۔"

"تم چل کر چکی پیسو، میں اناج مانڈوں۔"

مذاق میں غم دور ہوگیا۔ یہی اس کی دوا ہے۔ دھنیا خوش ہو کر روپا کے بال گوندنے بیٹھ گئی جو بالکل الجھ کر رہ گئے تھے اور ہوری کھلیان چلا۔ کیف آفریں سنت نکہت، فرحت، اور جان بخشی کا سرمایہ لٹا رہی تھی دونوں ہاتھوں سے دل کھول کر۔ کوئی آم کی ڈالیوں میں چھپی اپنی رسیلی، میٹھی اور دل پر اثر ڈالنے والی آواز

www.urduchannel.in

مینوں کی برات سی سجی بیٹھی تھی نیم اور سرسا اور کروندے اپنی خوشبو میں نشہ سا گھول رہے تھے۔ ہوری آموں کے باغ میں پہنچا تو پیڑوں کے نیچے تارے کھلے تھے۔ اس کا رنج و مایوسی سے بھرا ہوا دل بھی اس عالمگیر رونق اور رنگینی میں جیسے ڈوب سا گیا۔ وہ ترنگ میں آکر گانے لگا:۔

"جیا جرت رہت دن رین!
آم کی ڈریا کوئل بولے تنک آوت چین!"

سامنے سے دلاری گلابی ساڑی پہنے چلی آرہی تھی۔ پاؤں میں موٹے نقرئی کڑے، گلے میں موتی طلائی ہنسلی، چہرہ خشک مگر دل میں تازگی۔ ایک وقت تھا جب ہوری کھیت کھلیان میں اسے چھیڑا کرتا تھا۔ وہ بھابی تھی، اور ہوری دیور تھا۔ اس ناتے سے دونوں میں مذاق ہوتا رہتا تھا۔ جب سے سیٹھ جی مر گئے دلاری نے گھر سے نکلنا چھوڑ دیا۔ سارے دن دکان پر بیٹھی رہتی اور وہیں سے سارے گاؤں کی خبر لیتی رہتی تھی۔ کہیں آپس میں جھگڑا ہو جائے تو سیٹھانی وہاں بیچ بچاؤ کرنے کے لئے ضرور پہنچے گی۔ ایک آنہ روپیہ سود سے کم پر قرض نہ دیتی تھی اور اگرچہ سود کے لالچ میں اصل بھی ہاتھ نہ آتا تھا مگر اس کے سود کی شرح جیوں کی تیوں بنی ہوئی تھی۔ بیچاری کیسے وصول کرے؟ نالش فریاد کرنے سے رہی، تھانہ پولیس کرنے سے رہی، صرف زبان کا زور تھا! مگر جوں جوں عمر کے ساتھ زبان کی تیزی بڑھتی جاتی تھی، تیوں تیوں اس کی کاٹ گھٹتی جاتی تھی۔ اب اس کی گالی پر لوگ ہنس دیتے تھے اور مذاق میں کہتے "کیا کرے گی روپیے لے کر کاکی؟ ساتھ تو ایک کوڑی بھی نہ لے جا سکے گی۔ غریبوں کو کھلا پلا کر جتنی اسیس مل سکے، لے لے۔ یہی پرلوک میں کام آئے گا۔" اور دلاری پرلوک کے نام سے جلتی تھی۔

www.urduchannel.in

ہوری نے چھیڑا" آج تو بھابھی تم سچ مچ جوان لگتی ہو"

سیٹھانی مگن ہو کر بولی "آج منگل کا دن ہے، دیکھ نہ لگا دینا۔ اسی سے میں کچھ پہنتی اوڑھتی نہیں۔ گھر سے نکلو تو سب ہی گھورنے لگتے ہیں، جیسے کبھی کوئی مہریا دیکھی ہی نہ ہو۔ پٹیشوری لالا کی پرانی بان ابھی تک نہیں چھوٹی ہے"

ہوری رک گیا۔ بڑی دل لگتی بات چھیڑ دی تھی۔ بیل آگے نکل گئے تھے بولا "وہ تو آج کل بڑے بھگت ہو گئے ہیں"

"دیکھتی نہیں ہو کہ ہر پورنما کو ستیہ نرائن کی کتھا سنتے ہیں اور دونوں جون مندر میں درسن کرنے جاتے ہیں"

"ایسے بدچلن جتنے ہوتے ہیں، وہ سب ہی بوڑھے ہو کر بھگت بن جاتے ہیں۔ کُکرم (بد اعمالی) کا پرائسچت (کفارہ) تو کرنا ہی پڑتا ہے۔ پوچھو میں اب بڑھیا ہوئی، مجھ سے ہنسی کیسی؟"

"تم ابھی بڑھیا کیسے ہو گئیں، بھابھی؟ مجھے تو اب بھی......"

"اچھا چپ ہی رہنا، نہیں تو ڈیڑھ سو گالی دوں گی۔ لڑکا پردیس کمانے لگا اور ایک دن نیوتا بھی نہ کھلایا، سینت میت میں بھابی بنانے کو تیار!" مجھ سے سوگند لے لو بھابی، جو میں نے اس کی کمائی کا ایک پیسہ بھی چھوا ہو۔ نہ جانے کیا لایا، کہاں اٹھایا۔ مجھے کچھ بھی پتہ نہیں، بس ایک جوڑا دھوتی اور ایک منڈاسہ (صافہ) میرے ہاتھ لگا"

"اچھا کمانے تو لگا، آج نہیں تو کل گھر سنبھالے ہی گا۔ بھگوان اسے سکھی رکھیں۔ ہمارے روپئے بھی تھوڑا تھوڑا دیتے چلو، سود ہی تو بڑھ رہا ہے"

"تمہاری ایک ایک پائی دوں گا بھابھی، ہاتھ میں پیسے آنے دو اور کھا ہی جائیں گے تو کوئی باہر کے تو نہیں ہیں، ہیں تو تمہارے ہی!"

www.urduchannel.in

سیٹھانی ایسی مذاقیہ خوشامد سے ہنستی سی ہوتی جاتی تھی۔ مسکرائی ہوئی اپنی راہ چلی گئی۔ ہوری لپک کر بیلوں کے پاس گیا اور اناج مانڈنے لگا۔ ساری گاؤں کا ہی ایک کھلیان تھا۔ کہیں اناج مانڈا جاتا تھا، کہیں اُسایا جا رہا تھا اور کوئی تُل رہا تھا۔ نائی باری۔ بڑھئی، لوہار، پروہت، بھاٹ، بھکاری، سب ہی اپنے اپنے "جیورے" لینے کے لئے جمع ہو گئے تھے۔ ایک پیڑ کے نیچے جھنگری سنگھ کھاٹ پر بیٹھے اپنی "سوائی" وصول کر رہے تھے۔ کئی بنئے کھڑے ہوئے اناج کا مول تول کر رہے تھے۔ سارے کھلیان میں منڈی کی سی رونق تھی۔ ایک کھٹکن بیر اور رکوے بیچ رہی تھی، اور ایک خوانچہ والا تیل کے سیو اور جلیبیاں لئے گھوم رہا تھا۔ پنڈت داتا دین بھی ہوری سے اناج تُلوانے کے لئے آ پہنچے تھے اور جھنگری سنگھ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔

داتا دین نے تمباکو کو ملتے ہوئے کہا: "کچھ سنا، سرکار بھی مہاجنوں سے کہہ رہی ہے کہ بیاج کی در گھٹا دو، نہیں ڈگری نہ ملے گی۔"

جھنگری تمباکو پھانک کر بولے: "پنڈت، میں تو ایک بات جانتا ہوں، تمھیں گرج (غرض) پڑے گی تو سو بار ہم سے روپئے ادھار لینے آؤگے اور ہم جو بیاج چاہیں گے، لیں گے۔ سرکار اگر اسامیوں کو روپیہ اُدھار دینے کا کوئی بندوبست کرے گی تو ہمیں اس کانون (قانون) سے کچھ نہ ہوگا۔ ہم در کم لکھا دیں گے، اگر سینکڑے میں پچیس پہلے ہی کاٹ لیں گے۔ اس میں سرکار کیا کر سکتی ہے؟"

"یہ تو ٹھیک ہے، پھر سرکار بھی ان باتوں کو کھوب (خوب) سمجھتی ہے۔ وہ اس کی بھی کوئی روک نکالے گی، دیکھ لینا۔"

"اس کی روک ہو ہی نہیں سکتی۔"

www.urduchannel.in

"اچھا، اگر وہ کر دے کہ جب تک اسامی پرگاؤں کے مکھیا یا کارندے کی گواہی نہ ہو، وہ پکا نہ ہوگا۔ تب کیا کرو گے؟"

"اسامی کو سوبار گرج ہوگی تو مکھیا کو ہاتھ پاؤں جوڑ کر لادے گا اور گواہی کرادے گا۔ ہم تو ایک چوتھائی کاٹ ہی لیں گے۔"

"اور جو پھنس جاؤ؟ جعلی حساب لکھا اور گئے چودہ سال کو۔"

جھنگری سنگھ زور سے ہنسے "تم کیا کہتے ہو پنڈت؟ کیا تب سنسار بدل جائے گا؟ کانون اور نیاؤ اس کا ہی جس کے پاس پیسہ ہے۔ کانون تو ہی مہاجن کسی آسامی سے کڑائی نہ کرے، کوئی جمیندار (زمیندار) کسی کاسکار (کاشتکار) کے ساتھ کڑائی نہ کرے، پر ہوتا کیا ہے، یہ تو نت ہی دیکھتے ہو۔ جمیندار مسک بندھوا کے پٹوا تا ہے اور مہاجن لات جوتے سے بات کرتا ہے۔ ہاں جو کسان پوڑھا (مضبوط) ہے اس سے نہ جمیندار بولتا ہے نہ مہاجن، ایسے کسانوں سے ہم مل جاتے ہیں۔ اور ان کی مدد سے دوسروں کی گردن دباتے ہیں۔ تمھارے ہی اوپر رائے صاحب کے پانچ سو روپئے نکلتے ہیں۔ پر نوکھے رام میں ہے اتنی ہمت کہ تم سے کچھ بولیں؟ وہ جانتے ہیں کہ تم سے میل ہی کرنے میں ان کی بھلائی ہے۔ کس اسامی میں اتنا بوتا ہے کہ نت (روز) عدالت دوڑے؟ سب کاروبار اسی طرح چلا جائے گا۔ جیسے چل رہا ہے۔ کچہری، عدالت اسی کے ساتھ ہے جس کے پاس پیسہ ہے۔ ہم لوگوں کے گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔"

یہ کہہ کر انھوں نے کھلیان کا ایک چکر لگایا اور پھر آکر کھاٹ پر بیٹھتے ہوئے بولے: ہاں ہتی کے بیاہ کا کیا ہوا؟ ہماری صلاح تو یہ ہے کہ اس کا بیاہ کر ڈالو۔ اب تو بڑی بدنامی ہو رہی ہے۔"

داتا دین کو جیسے بھڑ نے کاٹ کھایا۔ اس کہنے کا کیا مطلب تھا، وہ خوب

www.urduchannel.in

سمجھتے تھے۔ گرم ہوکر بولے: "پیٹھ پیچھے آدمی جو چاہے بکے، ہمارے منہ پر کوئی کچھ کہے تو اس کی مونچھیں اکھاڑ لوں۔ کوئی ہماری طرح نیمی (مذہب کا پابند) بن تو لے۔ کتنوں کو جانتا ہوں جو کبھی سندھیا پوجا نہیں کرتے، نہ انھیں دھرم سے مطلب نہ کرم سے۔ نہ کتھا سے مطلب، نہ پران سے۔ وہ بھی اپنے کو براہمن کہتے ہیں۔ ہمارے اوپر کیا ہنسے گا کوئی جس نے اپنی عمر میں ایک ایکادسی کبھی نہیں چھوڑی، کبھی بنا اسنان دھیان کئے منہ میں پانی نہیں ڈالا۔ نیم کا نباہنا کٹھن ہے۔ کوئی بتا دے کہ ہم نے آٹ کی کوئی چیج (چیز) کھائی ہو یا کسی دوسرے کے ہاتھ کا پانی پیا ہو، تو اس کی ٹانگ کی راہ نکل جاؤں۔ سلیا ہماری چوکھٹ نہیں نانگھنے پاتی، برتن بھانڈے چھونا تو بڑی بات ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ متی کوئی اچھا کام کر رہا ہے، پر جب ایک بار ایک بات ہوگئی تو یہ ادھرم کا کام ہے کہ عورت کو چھوڑ دے، میں تو کھلم کھلا کہتا ہوں اس میں چھپانے کی کوئی بات نہیں۔ استری جات پوتر ہے۔"

داتا دین خود اپنی جوانی میں بڑے عیاش رہ چکے تھے مگر اپنے نیم دھرم سے کبھی نہیں چوکے، ماتا دین بھی لائق لڑکے کی طرح ان ہی کے نقش قدم پر چل رہا تھا۔ دھرم کا اصلی جزو ہے پوجا پاٹ، کتھا برت اور چوکا چولھا۔ جب باپ بیٹے دونوں ہی اصلیت کو پکڑے ہوئے ہیں، تو کس کی مجال ہے کہ انھیں ادھرمی کہہ سکے؟

جھنگری سنگھ نے قائل ہوکر کہا: "میں نے تو بھائی جو سنا تھا، وہ تم سے کہہ دیا۔"

داتا دین نے مہابھارت اور پرانوں سے اُن برہمنوں کی ایک لمبی فہرست پیش کر دی، جنھوں نے دوسری ذات کی لڑکیوں سے تعلق پیدا کر لیا تھا اور ساتھ ہی یہ ثابت کر دیا کہ ان سے جو اولاد ہوئی وہ برہمن کہلائی اور آج کل کے جو براہمن ہیں وہ اسی اولاد کی اولاد ہیں۔ یہ رواج شروع ہی سے چلا آرہا ہے اور اس میں کوئی شرم کی بات نہیں۔

www.urduchannel.in

جھنگری سنگھ نے ان کی قابلیت پر خوش ہو کر کہا۔ "تب کیوں آج کل لوگ باجپئی اور شکل بنے پھرتے ہیں۔"

"یہ بیتے کا رواج ہے اور کیا؟ کسی میں اتنا تیج تو ہو۔ بس کھا کر اسے بچانا تو چاہیئے۔ وہ رت جگ کی بات ہے، ست جگ کے ساتھ گئی۔ اب تو اپنا بیاہ برادری کے ساتھ حل کر رہنے میں ہے۔ مگر کروں کیا، کوئی لڑکی والا آتا ہی نہیں، تم سے بھی کہا اوروں سے بھی کہا، پر جب کوئی نہیں سنتا تو کیا میں لڑکی بناؤں؟"

جھنگری سنگھ نے ڈانٹا: "جھوٹ مت بولو، پنڈت! میں دو آدمیوں کو پھانس کر لایا تم منہ پھیلانے لگے تو دونوں کان کھڑے کر کے نکل بھاگے آخر کس برتے پر چار (ہزار) پانچ سو مانگتے ہو تم؟ دس بیگھے کے سوا تمہارے پاس اور کیا ہے؟"

داتادین کے گھمنڈ کو چوٹ لگی۔ داڑھی پر ہاتھ پھیر کر بولے: "میرے پاس کچھ نہ سہی، میں ہی بھیک مانگتا ہوں، پر میں نے اپنی لڑکیوں کے بیاہ میں پانچ پانچ سو دیئے ہیں۔ پھر لڑکے کے لئے سو کیوں نہ مانگتا؟ کسی نے سینت میں میری لڑکی بیاہ لی ہوتی تو میں بھی سینت میں اپنا لڑکا بیاہ لیتا۔ رہی حیثیت کی بات، سو تم جمانی کو بھیک سمجھو، پر میں تو اسے جمینداری سمجھتا ہوں، بنک گھر، جمینداری مٹ جائے، بنک گھر ٹوٹ جائے، پر جمانی تو انت (آخر) تک بنی رہے گی۔ جب تک ہندو جات رہے گی تب تک باہمن بھی رہیں گے اور جمانی بھی رہے گی۔ بھاگ میں آرام سے گھر بیٹھے سو دو سو پھٹکار لیتے ہیں۔ کبھی بھاگ لڑ گیا تو چار پانچ سو مار لئے۔ کپڑے، برتن، کھانا اوپر سے۔ کہیں نہ کہیں نت ہی کام بنا رہتا ہے۔ کچھ نہ ملے تب بھی ایک دو تھال اور دو چار آنے دچھنا کے مل جاتے ہیں۔ ایسا چین نہ جمینداری

www.urduchannel.in

میں سب ہے نہ ساہوکاری میں اور پھر میرا تو سلیا سے جتنا کام نکلتا ہے اتنا باھمن کی کنیا سے کیا ہوگا۔ وہ تو پوجا ہی بیٹھی رہے گی۔ بہت ہوگا تو روٹی بنا دے گی یہاں سلیا اکیلی تین آدمیوں کا کام کرتی ہے اور میں اسے روٹی کے سوا اور کیا دیتا ہوں بہت ہوا تو سال میں ایک دھوتی دے دی۔"

دوسرے پیڑ کے نیچے داتا دین کا بھی "پیرا" (اناج ماندنے کی جگہ) تھا۔ چار بیلوں سے منڈائی ہو رہی تھی۔ دھنیا چمار بیلوں کو ہانک رہا تھا۔ سلیا پیری سے اناج نکال نکال کر اُسارہی تھی اور داتا دین دوسری طرف بیٹھا ہوا اپنی لاٹھی پر تیل مل رہا تھا۔

سلیا سانولی سلونی اور چھریری لڑکی تھی جو شکیل نہ ہونے پر بھی دلکش تھی اس کی ہنسی میں، چتون میں، اس کی حرکتوں میں مسرت کا جنون تھا جس سے اس کا عضو عضو ناچتا رہتا تھا۔ سر سے پیر تک بھس کے ذروں سے آلودہ، پسینے سے تر سر کے بال آدھے کھلے، دوڑ دوڑ کر اناج اُسارہی تھی، گویا دل و جان سے کسی کھیل میں معروف تھی۔

ماتا دین نے کہا "آج سانجھ تک اناج باکی (باقی) نہ رہے سلیا تو تھک گئی ہو تو میں آؤں۔"

سلیا خوش ہو کر بولی "تم کاہے کو آؤ گے پنڈت! میں سانجھ تک سب اساڑالوں گی"

"اچھا تو میں اناج ڈھو ڈھو کر رکھ آؤں، تو اکیلی کیا کیا کرلے گی۔"

"تو تم گھبراتے کیوں ہو؟ میں اُسا بھی دوں گی اور ڈھو کر رکھ بھی آؤں گی پہر رات تک یہاں ایک دانہ بھی نہ رہے گا۔"

دُلاری آج اپنی بانتی وصول کر رہی تھی۔ سلیا اس کی دوکان سے ہولی کے دن دو پیسے کا گلابی رنگ لائی تھی اور ابھی تک پیسے نہیں دئے تھے۔ وہ سلیا

www.urduchannel.in

کے پاس جاکر بولی "کیوں ری سلیاؔ، مہینہ بھر رنگ لائے ہو گیا اور ابھی تک پیسے نہیں دیئے۔ مانگتی ہوں تو مٹک کر چلی جاتی ہے۔ آج میں بنا پیسے لئے نہ جاؤں گی۔"
ماتادینؔ چپکے سے کھسک گیا۔ سلیاؔ کا سب کچھ لے کر بھی وہ بدلے میں کچھ نہ دینا چاہتا تھا۔ سلیا اب اس کی نگاہ میں صرف کام کرنے کی مشین تھی اور نہیں اس کی محبت کو وہ بڑی چالاکی سے بچاتا رہتا تھا۔
سلیاؔ نے آنکھ اٹھاکر دیکھا، ماتادین وہاں نہ تھا۔ بولی "چلاؤ مت سیٹھانی یہ لے لو دو کی جگہ چار پیسے کا اناج۔ اب کیا جان لوگی؟ میں مری تھوڑے ہی جاتی تھی۔"
اس نے اندازہ سے کوئی سیر بھر اناج ڈھیر میں سے نکال کر سیٹھانی کے پھیلے ہوئے آنچل میں ڈال دیا۔ اسی وقت ماتادینؔ پیڑ کی آڑ سے جھلایا ہوا نکلا اور دلاری کا آنچل پکڑ کر بولا "اناج سیدھے سے رکھ دو سیٹھانی، لوٹ نہیں ہے۔"
پھر اس نے سُرخ سُرخ آنکھوں سے سلیا کو دیکھ کر ڈانٹا "تو نے اناج کیوں دیا؟ کس سے پوچھ کر دیا؟ تو کون ہوتی ہے میرا اناج دینے والی؟"
سیٹھانی نے اناج ڈھیر میں ڈال دیا اور سلیاؔ متحیر ہو کر ماتادینؔ کا منہ تاکنے لگی۔ ایسا معلوم ہوا کہ جس ڈال پر وہ بے فکری سے بیٹھی ہوئی تھی وہ ٹوٹ گئی ہے اور اب وہ بلا سہارے کے نیچے گری جا رہی ہے۔ کھسیائے ہوئے منہ سے آنسو بھر کر دلاری سے بولی "تمھارے پیسے میں بھر دے دوں گی، سیٹھانی جی، آج مجھ پر دیا کرو۔"
سیٹھانی نے اسے رحم کی نگاہوں سے دیکھا اور ماتادینؔ کو ملامت بھری نگاہوں سے دیکھتی ہوئی چلی گئی۔ تب سلیاؔ نے اناج اساتے ہوئے چوٹ کھائے ہوئے گھمنڈ سے پوچھا "تمھاری چیج (چیز) پر میرا کچھ اِکھیتار (اِختیار)

www.urduchannel.in

نہیں ہے ؟"

ماتادین آنکھیں نکال کر بولا : "نہیں، تیرا کوئی اکھیتار نہیں ہے، کام کرتی ہے کھاتی ہے، جو تو چاہے کھا بھی اور لٹا بھی تو یہ نہ ہوگا۔ اگر تجھے یہاں پرتہ نہ پڑتا ہو تو کہیں اور جا کے کام کر۔ مجوروں کی کمی نہیں ہے۔ سینت میں کام نہیں لیتے، کھانا کپڑا دیتے ہیں۔"

سلیا نے اُس چڑیا کی طرح جسے مالک نے پر کاٹ کر پنجرے سے نکال دیا ہو، ماتادین کی طرف دیکھا۔ اس کی چتون میں درد زیادہ تھا یا شکوہ، یہ کہنا مشکل ہے۔ مگر اُسی چڑیا کی طرح اس کا دل پھڑپھڑا رہا تھا۔ اور اونچی ڈال پر اس آزاد فضا میں اڑنے کی سکت نہ پا کر اسی پنجرے میں جا بیٹھنا چاہتا تھا، خواہ اسے بے آب و دانہ رہ کر پنجرے کی تیلیوں سے سر ٹکراتے ہوئے مر ہی کیوں نہ جانا پڑے۔ سلیا سوچ رہی تھی کہ اب اس کے لئے دوسری کون سی جگہ ہے وہ بیاہتا (منکوحہ) نہ ہو کر بھی فطرتاً اور عملاً بیاہتا تھی اور اب ماتادین چاہے اسے مارے یا کاٹے اسے دوسرا سہارا نہیں ہے۔ اسے وہ دن یاد آئے اور ابھی دو سال بھی تو نہیں ہوئے۔ جب یہی ماتادین اس کے تلوے چاٹتا تھا، جب اس نے جنیؤ ہاتھ میں لے کر کہا تھا "سلیا! جب تک دم میں دم ہے، تجھے بیاہتا کی طرح رکھوں گا۔" جب وہ بے قرار ہو کر جنگل اور باغ میں اور ندی کے کنارے اس کے پیچھے پیچھے دیوانوں کی طرح پھرا کرتا تھا۔ اور آج اس کا یہ بے دردانہ سلوک! مٹھی بھر اناج کے لئے اس کا پانی اتار لیا!

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ حلق میں نمک کی ایک ڈلی سی محسوس کرتی ہوئی زخمی دل اور سست ہاتھوں سے پھر کام کرنے لگی۔

اسی وقت اُس کے ماں باپ، دونوں بھائی اور کئی چماروں نے

www.urduchannel.in

نہ جانے کدھر سے آکر ماتادین کو گھیر لیا۔ سلیا کی ماں نے آتے ہی اس کے ہاتھ سے اناج کی ٹوکری چھین کر پھینک دی اور گالی دے کر بولی "رانڈ جب تجھے مجوری ہی کرنی تھی تو گھر کی مجوری چھوڑ کر یہاں کیوں مرنے آئی؟ جب بامھن کے ساتھ رہتی ہے تو بامھن کی طرح رہ۔ ساری برادری کی ناک کٹوا کر بھی چمارن بنا تھا تو یہاں کیا گھی کا لونڈا لینے آئی تھی؟ چلو بھر پانی میں ڈوب نہیں مرتی!"

جھنگری سنگھ اور ماتادین دونوں دوڑے اور چماروں کے بدلے ہوئے تیور دیکھ کر انھیں مطمئن کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ جھنگری نے سلیا کے باپ سے پوچھا: کیا بات ہے چودھری؟ کس بات کا جھگڑا ہے؟"

سلیا کا باپ ہرکھو ساٹھ سال کا بوڑھا تھا۔ کالا، دبلا اور سوکھی مرچ کی طرح پچکا ہوا، مگر اتنا ہی تلخ و تیز! بولا "جھگڑا کچھ نہیں ہے ٹھاکر، ہم آج یا تو ماتادین کو چمار بنا کر چھوڑیں گے یا ان کا اور اپنا رگت (خون) ایک کر دینگے سلیا کینا جات ہے، کسی نہ کسی کے گھر تو جائے گی ہی، اس پر ہمیں کچھ نہیں کہنا پر اسے جو کوئی بھی رکھے۔ وہ ہمارا ہو کر رہے۔ تم ہمیں بامھن نہیں بنا سکتے مدا (مگر) ہم تمھیں چمار بنا سکتے ہیں۔ ہمیں بامھن بنا دو، ہماری ساری برادری بننے کو تیار ہے۔ جب یہ سامرتھ (سکت) نہیں تو تم بھی چمار بنو، ہمارے ساتھ کھاؤ پیو، ہمارے ساتھ اٹھو بیٹھو۔ ہماری اجت (عزت) لیتے ہو تو اپنا دھرم ہمیں دو۔"

داتادین نے لاٹھی گھما کر کہا "منہ سنبھال کر باتیں کر ہرکھو! تیری لڑکی وہ کھڑی ہے، لے جا، جہاں چاہے۔ ہم نے اسے باندھ نہیں رکھا ہے۔ کام کرتی تھی مجوری لیتی تھی۔ یہاں مجوروں کی کمی نہیں ہے۔"

سلیا کی ماں انگلی مٹکا کر بولی "واہ واہ پنڈت، اچھا نیاؤ کرتے ہو تمھاری

www.urduchannel.in

لڑکی کسی چمار کے ساتھ نکل گئی ہوتی اور تم اس طرح کی باتیں کرتے تو دیکھتی۔ ہم چمار ہیں اس لئے ہماری کوئی اجت نہیں! ہم سلیا کو اکیلی نہ لے جائیں گے، اس کے ساتھ ماتا دین کو بھی لے جائیں گے جس نے اس کی اجت بگاڑی ہے۔ تم بڑے نیمی دھرمی ہو۔ اس کے ساتھ سوؤ گے، پر اس کے ہاتھ کا پانی نہ پیو گے! دہی چڑیل ہے کہ یہ سب سہتی ہے۔ میں تو ایسے آدمی کو سنکھیا دے دیتی۔"

ہرکھو نے اپنے ساتھیوں کو للکارا۔"سن لی ان لوگوں کی بات کہ نہیں؟ اب کیا کھڑے منہ تاکتے ہو۔"

اتنا سننا تھا کہ دو چماروں نے لپک کر ماتا دین کے ہاتھ پکڑے اور تیسرے نے جھپٹ کر اس کا جنیو توڑ ڈالا اور اس کے قبل کہ داتا دین اور جھنگری سنگھ اپنی اپنی لاٹھیاں سنبھال سکیں دو چماروں نے ماتا دین کے منہ میں ایک بڑی ہڈی کا ٹکڑا ڈال دیا۔ ماتا دین نے دانت جکڑ لئے پھر بھی وہ گھن کی چیز اس کے ہونٹوں میں تو لگ ہی گئی، انھیں متلی ہوئی اور منہ خود بخود کھل گیا۔ اور ہڈی حلق تک جا پہنچی اتنے میں کھلیان کے سب آدمی جمع ہو گئے مگر تعجب تو یہ ہے کہ کوئی ان دھرم کے لیڈروں سے مزاحم نہ ہوا۔ ماتا دین کا برتاؤ سب ہی کو ناپسند تھا۔ وہ گانوں کی بہو بیٹیوں کو تاکا کرتا تھا۔ پس دل میں سب ہی اس کی دُرگت پر خوش تھے۔ ہاں ظاہرا لوگ چماروں پر رعب جما رہے تھے۔

ہوری نے کہا:"اچھا اب بہت ہوا ہرکھوا، بھلا چاہتے ہو تو یہاں سے چلے جاؤ۔"

ہرکھو نے بے خوفی سے جواب دیا:"تمھارے گھر میں بھی لڑکیاں ہیں ہوری مہتو! اتنا سمجھ لو۔ اس طرح گانوں کی مرجاد بگڑنے لگی تو کسی کی آبرو نہ بچے گی"

ایک لمحے میں دشمن پر پوری فتح پا کر حملہ آوروں نے وہاں سے ٹل جانا

www.urduchannel.in

ہی مناسب سمجھا۔ لوگوں کی رائے بدلتے دیر نہیں لگتی، اس سے بچے رہنا ہی اچھا ہے۔
ماتادین قے کر رہا تھا۔ داتادین نے اس کی پیٹھ سہلاتے ہوئے کہا: "ایک ایک کو
پانچ پانچ سال کے لئے بڑے گھر نہ بھجوایا تو کہنا۔ پانچ پانچ سال تک چکی پسواؤنگا۔"

ہرکھو نے ہیکڑی سے جواب دیا: "اس کا یہاں کوئی گم (غم) نہیں ہے
کون تمہاری طرح بیٹھے موج کرتے ہیں؟ جہاں کام کریں گے وہیں آدھا پیٹ
دانہ مل جائے گا۔"

ماتادین قے کر چکنے کے بعد مردہ سا زمین پر پڑ رہا گویا کمر ٹوٹ گئی ہو،
گویا ڈوب مرنے کے لئے چلو بھر پانی کی تلاش ہو۔ جس عزت کے بل بوتے پر اس
کی رنگین مزاجی اور رعونت اور مردیت اکڑتی پھرتی تھی وہ مٹ چکی تھی۔

اس ہڈی کے ٹکڑے نے صرف اس کے منہ کو نہیں بلکہ اس کی روح
کو بھی ناپاک کر دیا تھا۔ اس کا دھرم اسی کھانے پینے اور چھوت اچھوت کے
سمجھنے پر قائم تھا۔ آج اس دھرم کی جڑ کٹ گئی۔ اب وہ لاکھ پرائشچت (کفارہ)
کرے، لاکھ گوبر کھائے اور گنگا جل پیئے، لاکھ دان پن اور تیرتھ برت کرے،
اس کا مرا ہوا دھرم جی نہیں سکتا۔ اگر تنہائی کی بات ہوتی تو چھپا لی جاتی۔ مگر یہاں تو
سب کے سامنے اس کا دھرم لٹا۔ اب اس کا سر ہمیشہ کے لئے نیچا ہو گا۔ آج
سے وہ اپنے ہی گھر میں اچھوت سمجھا جائے گا۔ اس کی ممتا بھری ماں بھی اس
سے گھن کرے گی اور سنسار سے دھرم ایسا اٹھ گیا کہ اتنے آدمی کھڑے سب ہی
تماشا دیکھتے رہے، کسی نے چوں تک نہ کی۔ ایک لمحہ پہلے جو لوگ اسے دیکھتے
ہی پالاگن کرتے تھے اب اسے دیکھ کر منہ پھیر لیں گے۔ وہ کسی مندر میں بھی نہ جا
سکے گا، نہ کسی کے برتن چھو سکے گا۔ اور یہ سب اس ابھاگنی سلیا کے کارن۔
سلیا جہاں اناج اسا رہی تھی وہیں سر جھکائے کھڑی تھی جیسے یہ اسی

www.urduchannel.in

کی دُرگت ہو رہی ہو۔ یکایک اس کی ماں نے آکر ڈانٹا "کھڑی تاکتی کیا ہے؟ چل سیدھے گھر! نہیں تو بوٹی بوٹی کاٹ ڈالوں گی۔ باپ دادا کا نام تو کھوب (خوب) اجاگر کر چکی اب اور کیا کرنے پر لگی ہے؟"

سلیا بُت بنی کھڑی رہی۔ ماں باپ اور بھائیوں پر اُسے غصہ آرہا تھا یہ لوگ کیوں اس کے بیچ میں بولتے ہیں؟ وہ جیسے چاہتی ہے رہتی ہے، دوسروں سے کیا مطلب؟ کہتے ہیں کہ یہاں تیری ہتک ہوتی ہے۔ تب کیا کوئی بامھن اس کا پکایا کھائے گا یا اس کے ہاتھ کا پانی پی لے گا؟ ابھی ذرا دیر پہلے اس کا دل مانا دین کے برتاؤ سے بیزار ہو رہا تھا، مگر اپنے گھر والوں اور برادری کی اس زیادتی نے اُس نفرت کو گہری رغبت میں تبدیل کر دیا۔ احتجاج کے لہجے سے بولی "میں کہیں نہ جاؤں گی۔ تو کیا یہاں بھی مجھے جینے نہ دے گی؟"

بڑھیا نے کڑی آواز میں کہا "تو نہ چلے گی؟"

"نہیں۔"

"چل سیدھے سے۔"

"نہیں جاتی۔"

فوراً دونوں بھائیوں نے اس کے ہاتھ پکڑ لئے اور اسے گھسیٹتے ہوئے لے چلے۔ سلیا زمین پر بیٹھ گئی۔ بھائیوں نے اس پر بھی نہ چھوڑا، گھسیٹتے ہی رہے۔ اس کی ساڑی پھٹ گئی۔ پیٹھ اور کمر کی کھال چھل گئی، پھر بھی وہ جانے پر راضی نہ ہوئی۔

تب ہرکھو نے لڑکوں سے کہا "اچھا اب اسے چھوڑ دو، سمجھ لیں گے کہ مر گئی۔ مگر اب جو کبھی میرے دوارے پر آئی تو لہو پی جاؤں گا۔"

سلیا جان پر کھیل کر بولی "ہاں جب تمہارے دوارے پر جاؤں تو

www.urduchannel.in

پی لینا۔"

بڑھیا نے غصّے کے جنون میں سلیا کو کئی لاتیں جمائیں اور ہرکھو نے اسے ہٹا نہ دیا ہوتا تو شاید جان ہی لے کر چھوڑتی۔

بڑھیا پھر جھپٹی تو ہرکھو نے اسے دھکے دے کر پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا "تو بڑی ہتیارنی ہے، کلیا! کیا اسے مار ہی ڈالے گی؟"

سلیا باپ کے پیروں سے لپٹ کر بولی: "مار ڈالو دادا، سب لوگ مل کر مار ڈالو! ہائے اماں، تم اتنی بے درد ہو، اسی لئے دودھ پلا کر پالا تھا؟ پیدا ہوتے ہی کیوں نہ گلا گھونٹ دیا؟ ہاں میرے پیچھے پنڈت کو بھی تم نے بھرشٹ کر دیا۔ اُس کا دھرم لے کر تمہیں کیا ملا؟ اب تو وہ نہ پوچھے گا، مگر پوچھے یا نہ پوچھے رہوں گی تو اسی کے ساتھ، وہ مجھے چاہے بھوکوں رکھے چاہے مار ڈالے، پر اس کا ساتھ نہ چھوڑوں گی۔ ان کی اتنی دُرگت کرا کے کیسے چھوڑوں؟ مر جاؤں گی، پر ہرجائی نہ بنوں گی۔ ایک بار جس نے بانہہ پکڑ لی اسی کی رہوں گی۔"

کلیا نے ہونٹ چبا کر کہا۔ "جانے دو رانڈ کو۔ سمجھتی ہے کہ وہ اس کا نباہ کرے گا مگر آج ہی مار کر بھگا نہ دے تو منہ نہ دکھاؤں۔"

بھائیوں کو بھی رحم آگیا۔ سلیا کو وہیں چھوڑ کر سب کے سب چلے گئے تب وہ آہستہ سے اٹھ کر لنگڑاتی اور کراہتی ہوئی کھلیان میں جا کر بیٹھ گئی اور آنچل سے منہ ڈھانک کر رونے لگی۔

داتا دین نے جُلاہے کا غصہ داڑھی پر اتارا۔ "ان کے ساتھ چلی کیوں نہیں گئی سلیا؟ اب کیا کرانے پر لگی ہوئی ہے؟ میرا ستیا ناس کرا کے بھی پیٹ نہیں بھرا؟"

سلیا نے آنسو بھری آنکھیں اوپر اٹھائیں۔ اُن میں نور کی جھلک تھی،

www.urduchannel.in

بولی: "ان کے ساتھ کیوں جاؤں؟ جس نے بانہہ پکڑی ہے اسی کے ساتھ رہونگی"

پنڈت جی نے دھمکایا: "میرے گھر میں پاؤں رکھا تو لاتوں سے بات کروں گا۔"

سلیا نے گستاخانہ کہا: "مجھے جہاں وہ رکھیں گے وہاں رہوں گی پیڑ تلے رکھیں، چاہے محل میں رکھیں۔"

ماتا دین بدحواس سا بیٹھا تھا۔ دوپہر ہونے کو تھی۔ دھوپ پتیوں سے چھن چھن کر اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی، ماتھے سے پسینہ ٹپک رہا تھا مگر وہ خاموش بلا حس و حرکت بیٹھا ہوا تھا۔"

دفعتاً جیسے اس نے ہوش میں آ کر کہا: "میرے لئے اب کیا کہتے ہو دادا؟"

داتا دین نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر ڈھارس دیتے ہوئے کہا: "تمہارے لئے ابھی میں کیا کہوں بیٹا؟ چل کر نہاؤ، کھاؤ، پھر پنڈتوں کی جیسی رائے ہوگی کیا جائے گا۔ ہاں ایک بات ہے، سلیا کو اب چھوڑنا پڑے گا۔"

ماتا دین نے سلیا کی طرف خون بھری آنکھوں سے دیکھا: "میں اب کبھی اس کا منہ نہ دیکھوں گا۔ مگر پراسچت ہو جانے پر پھر تو کوئی دوکھ نہ رہے گا؟"

"پراسچت ہو جانے پر کوئی دوکھ پاپ نہیں رہتا۔"

"تو آج ہی پنڈتوں کے پاس جاؤ۔"

"آج ہی جاؤں گا بیٹا!"

"مگر پنڈت کہیں کہ اس کا پراشچت نہیں ہو سکتا تب؟"

"وہ جو کچھ کہیں۔"

www.urduchannel.in

"تو تم مجھے گھر سے نکال دو گے؟"

داتا دین نے پدرانہ محبت سے بے قرار ہو کر کہا: "ایسا کہیں ہو سکتا ہے بیٹا؟ دھن جائے، دھرم جائے، مرجاد جائے، پر تمھیں نہیں چھوڑ سکتا۔"

ماتا دین نے لاٹھی اٹھائی اور باپ کے پیچھے پیچھے گھر چلا۔ سلیا بھی اٹھی اور لنگڑاتی ہوئی اس کے پیچھے ہو لی۔ ماتا دین نے پیچھے پھر کر بے دردی سے کہا: "میرے ساتھ مت آ۔ میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں۔ اتنی دُرگت کروا کے بھی تیرا پیٹ نہیں بھرا؟"

سلیا نے گستاخانہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا: "واسطہ کیسے نہیں ہے؟ اسی گاؤں میں تم سے دھنی، تم سے سندر، تم سے اجّت دار لوگ ہیں، میں ان کا ہاتھ کیوں نہیں پکڑتی؟ تمھاری یہ دُرگت ہی آج کیوں ہوئی؟ جو رسّی تمھارے گلے میں پڑ گئی ہے اسے تم لاکھ چاہو پر توڑ نہیں سکتے۔ اور نہ میں تمھیں چھوڑ کر کہیں جاؤں گی، مجوری کروں گی، بھیک مانگوں گی، پر تمھیں چھوڑوں گی نہیں۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے ماتا دین کا ہاتھ چھوڑ دیا اور پھر کھلیان میں جا کر اناج اُسانے لگی۔ ہوری ابھی تک وہاں غلّہ مانڈ رہا تھا۔ دھنیا اسے کھانا کھانے کو بلانے آئی تھی۔ ہوری نے بیلوں کو پیرے سے باہر نکال کر ایک درخت سے باندھ دیا۔ اور سلیا سے بولا: "تو بھی جا، کھا پی آ سلیا۔ دھنیا یہاں بیٹھی ہے، تیری پیٹھ پر کی ساڑی تو لہو سے رنگ گئی ہے رے! کہیں گھاؤ پک نہ جائے۔ تیرے گھر والے بڑے کسائی (قصائی) ہیں۔"

سلیا نے ان کی طرف غمگین آنکھوں سے دیکھا: "یہاں کسائی کون نہیں ہے دادا؟ میں نے تو کسی کو دیاوان نہیں پایا۔"

www.urduchannel.in

"کیا کہا پنڈت نے؟"

"کہتے ہیں کہ میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں۔"

"اچھا ایسا کہتے ہیں!"

"سمجھتے ہوں گے کہ اس طرح اپنے منہ کی لالی رکھ لیں گے، پر جس بات کو دنیا جانتی ہے اُسے کیسے چھپا لیں گے؟"

"میری روٹیاں بھاری ہیں تو نہ دیں۔ میرے لئے کیا؟ مجوری اب بھی کرتی ہوں، تب بھی کروں گی۔ سونے کو ہاتھ بھر جگہ تم ہی سے مانگوں گی تو کیا تم نہ دوگی؟

دھنیا ترس کھا کر بولی "جگہ کی کون کمی ہے بیٹی؟ تو چل، میرے گھر رہ!"

ہوری نے آزردگی سے کہا "بلاتی تو ہے مگر پنڈت کو جانتی نہیں؟"

دھنیا نے بے خوفی سے کہا "بگڑیں گے تو ایک روٹی بیسی کھا لیں گے اور کیا کریں گے؟ کوئی ان کی دبیل ہوں؟ اس کی آبرو لی، برادری سے نکلوایا اور اب کہتے ہیں کہ میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں۔ آدمی ہے کہ کسائی؟ یہ اُسی نیت کا آج پھل ملا ہے۔ پہلے نہیں سوچ لیا تھا۔ تب تو موج اڑاتے رہے۔ اب کہتے ہیں کہ مجھ سے کوئی واسطہ نہیں۔"

ہوری کے خیال سے دھنیا غلطی کر رہی تھی "سلیا کے گھر والوں نے متئی کو کتنا بے دھرم کر دیا۔ یہ کوئی اچھا کام نہیں کیا۔ سلیا کو چاہے مار کے لے جاتے، چاہے دلار کر کے لے جاتے وہ ان کی لڑکی ہے۔ متئی کو کیوں بے دھرم کیا؟"

دھنیا نے ڈانٹ بتائی "اچھا رہنے دو، بڑے نیائی بنے ہو! مرد مرد سب ایک ہوتے ہیں۔ اس کو متئی نے بھرسٹ کیا تب تو کسی کو برا نہ لگا اور اب جو متئی بے دھرم ہو گئے تو کیوں برا لگتا ہے؟ کیا سلیا کا دھرم دھرم نہیں ہے؟

www.urduchannel.in

رکھنے کو تو چمارن، اس پر بڑے نیم دھرم والے بنتے ہیں! بڑا اچھا کیا ہر کھو چودھری نے۔ ایسے گنڈوں کی یہی دوا ہے۔ تو چل سلیا میرے گھر، بچانے کیسے بیدرد ماں باپ ہیں کہ بے چاری کی ساری پیٹھ لہولہان کر دی۔ تم جاکے سونا کو بھیج دو میں اسے لے کر آتی ہوں۔"

ہوری گھر چلا اور سلیا دھنیا کے پیروں پر گر کر رونے لگی۔

www.urduchannel.in

(۲۴)

سونا سترھویں سال میں تھی۔ اور اس سال اُس کا بیاہ کرنا ضروری تھا ہوری تو دو سال سے اسی فکر میں تھا مگر ہاتھ خالی ہونے سے کوئی قابو نہ چلتا تھا مگر اس سال جیسے بھی ہو اس کا بیاہ کر ہی دینا چاہیئے، چاہے قرض لینا پڑے چاہے کھیت رہن رکھنے پڑیں اور تنہا ہوری کی بات چلتی تو دو سال پہلے ہی بیاہ ہو گیا ہوتا۔ وہ کفایت سے کام کرنا چاہتا مگر دھنیا کہتی تھی کہ چاہے کتنا ہی ہاتھ باندھ کر کھرچ کرو دو ڈھائی سو تو لگ ہی جائیں گے۔ جھنیا کے آجانے سے برادری میں ان لوگوں کا درجہ کچھ گر گیا تھا اور سو دو سو دئے بغیر کوئی اچھا لڑکا نہ مل سکتا تھا۔ پچھلے سال جیت کی فصل میں کچھ نہ ملا تھا تو پنڈت داتا دین سے آدھے کا ساجھا مگر پنڈت جی نے بیج اور مزدوری کی کچھ ایسی تفصیل بتائی کہ ہوری کے ہاتھ ایک چوتھائی سے زیادہ اناج نہ لگا اور لگان دینا پڑ گیا پورا۔ ایکھ اور سن کی فصل برباد ہو گئی، سن تو بارش زیادہ ہونے اور ایکھ دیمک لگ جانے سے۔ ہاں اس سال کی دہی فصل اچھی تھی۔ اور ایکھ بھی خوب لگی ہوئی تھی۔ بیاہ کے لئے اناج تو موجود ہی تھا، دو سو روپئے بھی ہاتھ آجائیں تو وہ لڑکی کے فرض سے سبکدوش ہو جائے۔ اگر گوبر سو روپئے کی مدد کرے تو بقیہ سو روپئے ہوری کو آسانی سے مل جائیں گے۔ جھنگری سنگھ اور منگرو ساہ دونوں ہی اب کچھ نرم پڑ گئے تھے۔ جب گوبر پردیس میں کما رہا ہے تو ان کے روپئے مارے نہ پڑ سکتے تھے۔

ایک دن ہوری نے گوبر کے پاس دو تین دن کے لئے جانے کی تجویز کی۔ مگر دھنیا ابھی تک گوبر کے وہ سخت الفاظ نہ بھولی تھی۔ وہ گوبر سے ایک پیسہ بھی

www.urduchannel.in

نہ لینا چاہتی تھی، کسی طرح نہیں۔

ہوری نے جھنجلا کر کہا "پر کام کیسے چلے گا یہ بتا۔"

دھنیا سر ہلا کر بولی "مان لو کہ گوبر پردیس نہ گیا ہوتا تب تم کیا کرتے وہی اب کرو۔"

ہوری کی زبان بند ہوگئی، لمحہ بھر بعد بولا "میں تو تجھ سے پوچھتا ہوں۔"

دھنیا نے جان بچائی "یہ سوچنا مردوں کا کام ہے۔"

ہوری کے پاس جواب تیار تھا "مان لے کہ میں نہ ہوتا اور تو ہی اکیلی ہوتی تب تو کیا کرتی؟ وہی کر۔"

دھنیا نے حقارت سے دیکھا "تب میں کُنا کنیا بھی دے دیتی تو کوئی ہنسنے والا نہ تھا۔"

ایسا تو ہوری بھی کر سکتا ہے۔ اسی میں اس کی خیر بھی تھی۔ مگر گھر کی مرجاد کیسے چھوڑ دے؟ اس کی بہنوں کی بیاہ میں تین تین سو براتی دروازے پر آئے تھے۔ جہیز بھی اچھا دیا گیا تھا۔ ناچ، تماشا، باجے گاجے، ہاتھی گھوڑے، سب ہی تھے۔ آج بھی برادری میں اس کا نام ہے۔ دس گاؤں کے لوگوں سے اس کا میل جول ہے۔ کُنا کنیا دے؟ درخت ہے، زمین ہے اور کچھ ساکھ بھی ہے۔ اگر وہ ایک بگھہ بھی بیچ دے تو دو سو مل جائیں، مگر کسان کے لئے زمین جان سے بھی زیادہ عزیز ہے، خاندانی وقار سے بھی زیادہ عزیز ہے! اور کل تین ہی بیگھے اس کے پاس ہیں۔ اگر ایک بگھہ بیچ دے تو پھر کھیتی کیسے کرے گا؟

اسی جنیں بیس میں کئی دن گزر گئے اور ہوری کچھ فیصلہ نہ کر سکا۔ دسہرے کی چھٹیوں کے دن تھے۔ جھنگری، پٹیشوری اور نوکھے رام تینوں

www.urduchannel.in

کے لڑکے تعطیل میں گھر آئے تھے۔ تینوں انگریزی پڑھتے تھے اور اگرچہ تینوں بیس بیس برس کے ہو گئے تھے مگر ابھی تک یونیورسٹی میں جانے کا نام نہ لیتے تھے۔ ایک ایک درجے میں دو دو تین تین سال پڑے رہتے۔ تینوں کی شادیاں ہو چکی تھیں۔ پٹیشوری کے سپوت بند لشوری تو ایک لڑکے کے باپ بھی ہو چکے تھے۔ تینوں دن بھر تاش کھیلتے، بھنگ پیتے اور چھیلا بنے گھومتے پھرتے تھے۔ اور دن میں کئی کئی بار ہوری کے دروازے کی طرف تاکتے ہوئے نکلتے اور کچھ ایسا اتفاق تھا کہ جس وقت وہ نکلتے اس وقت سونا بھی کسی نہ کسی کام سے دروازے پر آکھڑی ہوتی۔ ان دنوں وہ دہی ساڑھی پہنتی تھی جو گوبر اس کے لئے لایا تھا۔ یہ سب تماشا دیکھ دیکھ کر ہوری کا خون خشک ہوا جاتا تھا گویا اس کی کھیتی چوپٹ کرنے کے لئے آسمان پر اولے والے زرد بادل اٹھے چلے آتے ہوں۔

ایک دن تینوں اسی کنوئیں پر نہانے جا پہنچے، جہاں ہوری اکھ سینچنے کے لئے پُر چلا رہا تھا۔ سونا پرے رہی تھی۔ ہوری کا خون آج کھول اٹھا۔

اسی شام کو دلاری کے پاس گیا۔ سوچا کہ عورتوں میں رحم ہوتا ہی، شاید اس کا دل پسیج جائے اور کم سود پر روپیہ دے دے مگر دلاری اپنا ہی رونا لے بیٹھی۔ گاؤں میں ایسا کوئی گھر نہ تھا جس پر اس کے کچھ روپئے نہ آتے ہوں حتیٰ کہ جھنگری سنگھ پر اس کے بیس روپئے آتے تھے۔ لیکن کوئی دینے کا نام نہیں لیتا تھا۔ بے چاری کہاں سے روپئے لاتے؟

ہوری نے گڑ گڑا کر کہا: بھابھی بڑا پُن ہوگا۔ تم روپئے نہ دو گی، یہ میرے گلے کی پھانسی کھول دو گی۔ جھنگری، اور پٹیشوری میرے کھیتوں پر دانت لگائے ہوئے ہیں میں سوچتا ہوں کہ باپ دادوں کی یہی تو نشانی ہے، یہ نکل گئی تو جاؤں گا کہاں؟ ایک سپوت وہ ہوتا ہے کہ گھر کی سمپت (دولت)

www.urduchannel.in

بڑھتا ہے۔ میں ایسا کپوت ہو جاؤں کہ باپ دادوں کی کمائی پر جھاڑو پھیر دوں!"

دلاری نے قسم کھائی "ہوری! میں ٹھاکر جی کے چرن چھو کر کہتی ہوں کہ اس سمے میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ جس نے لیا وہ دیتا نہیں تو میں کیا کروں؟ تم اپنے ہی تو ہو، سونا بھی اپنی ہی لڑکی ہے، پر تم ہی بتاؤ کہ میں کیا کروں؟ تمھارا ہی بھائی ہیرا ہے۔ بیل کے لئے پچاس روپئے لئے۔ اس کا تو کہیں پتا ٹھکانا نہیں اس کی گھر والی سے مانگو تو لڑنے کو تیار ہے۔ سوبھا بھی دیکھنے میں بڑا سیدھا ہے مگر پیسہ دینا نہیں جانتا اور اصل بات تو یہ ہے کہ کسی کے پاس ہی نہیں دے کہاں سے؟ سب کی دسا دیکھتی ہوں، اسی مارے صبر کر جاتی ہوں لوگ کس طرح پیٹ پال رہے ہیں اور کیا۔ کھیتی باڑی بیچنے کی میں صلاح نہ دوں گی۔ کچھ نہیں ہے، مرجاد تو ہے۔"

پھر سرگوشی کرتی ہوئی بولی "پٹیسری لالا کا لونڈا تمھارے کی طرپھ (طرف) بہت چکر لگایا کرتا ہے۔ تینوں کا وہی حال ہے۔ ان سے چوکنا رہنا۔ یہ سہر کے ہو گئے، گانوں کا بھائی چارہ کیا سمجھیں؟ لڑکے گانوں میں بھی ہیں۔ مگر ان میں کچھ سرم ہے، کچھ ادب ہے اور کچھ ڈر ہے۔ یہ سب تو چھوٹے سانڈ ہیں میری کو سلیا سسرال سے آئی تھی مگر میں نے ان سبوں کے ڈھنگ دیکھ کر اس کے سسر کو بلا کر بدا کر دیا۔ کوئی کہاں تک پہرا دے؟"

ہوری کو مسکراتا دیکھ کر اس نے میٹھے شکوے کے لہجے میں کہا "ہنسو گے ہوری، تو میں بھی کچھ کہہ دوں گی۔ تم کیا کسی سے کم نٹ کھٹ تھے؟ دن میں بیسوں بار کسی نہ کسی بہانے سے میری دوکان پر آیا کرتے تھے، پر میں نے کبھی تاکا تک نہیں۔"

ہوری نے نرم احتجاج کے ساتھ کہا "یہ تو تم جھوٹ بولتی ہو بھابھی!

www.urduchannel.in

میں بنا کچھ رس پائے تھوڑا ہی آتا تھا۔ چڑیا ایک بار بڑج جاتی ہے تب ہی دوسری بار آنگن میں آتی ہے۔"

"چل جھوٹے!"

"آنکھوں سے نہ تاکتی رہی ہو، پر تمھارا من تو تاکتا ہی تھا، بلکہ بلاتا تھا"

"اچھا رہنے دو، بڑے آئے جوتسی بن کے! تمھیں بار بار منڈرات دیکھ کے مجھے دَیا آجاتی تھی، نہیں تم ایسے کوئی بانکے جوان نہ تھے۔"

حسینی ایک پیسے کا نمک لینے آگیا اور یہ مذاق بند ہوگیا۔ حسینی نمک لیکر چلا گیا تو دلاری نے پھر کہا "گوبر کے پاس کیوں نہیں چلے جاتے؟ دیکھتے بھی آؤگے اور سایت (شاید) کچھ مل بھی جائے۔"

ہوری مایوسی سے بولا "وہ کچھ نہ دے گا۔ لڑکے چار پیسے کمانے لگتے ہیں تو آنکھ بدل جاتی ہے۔ میں تو بے حیائی کرنے کو تیار رتھا، پر دھنیا نہیں مانتی۔ اس کے بنا کہے چلا جاؤں تو گھر میں رہنا دوبھر کردے۔ اس کا سبھاؤ تو جانتی ہو۔"

دلاری نے طنزیہ کہا "تم تو مہریا کے جیسے گلام (غلام) ہوگئے۔"

"تم نے پوچھا ہی نہیں تو کیا کرتا؟"

"میری گلامی کرنے کہتے تو میں نے لکھ لیا ہوتا، سچ۔"

"تو اب سے کیا بگڑا ہے؟ لکھا لونا! دو سو میں لکھتا ہوں، ان داموں مہنگا نہیں ہوں۔"

"تب دھنیا سے تو نہ بولو گے؟"

"نہیں، کہو قسم کھالوں۔"

"اور جو بولے؟"

"تو میری جیبھ کاٹ لینا۔"

www.urduchannel.in

"اچھا تو جاؤ، لڑکا ٹھیک ٹھاک کرو، میں روپئے دے دوں گی۔"

ہوری نے آنسو بہاتے ہوئے دلاری کے پیر پکڑ لئے۔ رقت سے زبان بند ہو گئی۔"

سیٹھانی نے پاؤں کھینچ کر کہا۔" اب یہی شرارت تو مجھے اچھی نہیں لگتی میں سال بھر کے اندر اپنے روپئے سود سمیت کان پکڑ کر لے لوں گی۔ تم تو بیوپار کے ایسے سچے نہیں ہو مگر دھنیا پر مجھے بسواس ہے۔ سنا کہ پنڈت تم سے بہت بگڑے ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اسے گاؤں سے نکال کر نہ چھوڑا تو باھمن نہیں۔ تم سلیا کو نکال باہر کیوں نہیں کرتے؟ بیٹھے بٹھائے جھگڑا مول لے لیا۔"

"دھنیا اسے رکھے ہوئے ہے، میں کیا کروں؟"

"سنا ہے کہ پنڈت کاسی گئے تھے۔ وہاں ایک بڑا نامی پنڈت ہے وہ پانچ سو مانگتا ہے تب پراسچت کرے گا۔ بھلا پوچھو، ایسا اندھیر کہیں ہوا ہے جب دھرم چلا گیا تو ایک نہیں ہجار (ہزار) پراسچت کردو تو کیا ہوتا ہے۔ تمھارے ہاتھ کا چھوا پانی کوئی نہ پیئے گا، چاہے جتنا پراسچت کرو۔"

ہوری یہاں سے گھر چلا تو اس کا دل اچھل رہا تھا۔ زندگی میں ایسا سکھ دینے والا تجربہ اسے کبھی نہ ہوا تھا۔ راستے میں سوبھا کے گھر گیا اور سگائی لے کر چلنے کے لئے نیوتہ دے آیا۔ پھر دونوں داتا دین کے پاس سگائی کی ساعت پوچھنے گئے۔ وہاں آکر دروازے پر سگائی کی تیاریوں کا مشورہ کرنے لگے۔

دھنیا نے باہر نکل کر کہا۔" پہر رات گئی۔ ابھی روٹی کھانے کی بیرا نہیں آئی؟ کھا کر بیٹھو۔ باتیں کرنے کو ساری رات پڑی ہے۔"

ہوری نے اُس سے بھی مشورے میں شریک ہونے کا اصرار کرتے ہوئے

www.urduchannel.in

"اسی سہالگ میں لگن ٹھیک ہوئی ہے۔ بتا کیا کیا سامان لانا چاہیئے۔ مجھے تو کچھ معلوم نہیں۔"

"جب کچھ معلوم ہی نہیں تو صلاح کرنے کیا بیٹھے ہو؟ کچھ روپئے پیسے کا ٹھیک بھی ہوا ہے کہ من کی مٹھائی کھا رہے ہو؟"

ہوری نے شان سے کہا۔ "تجھے اس سے کیا مطلب؟ تو اتنا بتا دے کہ کیا کیا سامان لانا ہوگا؟"

"تو میں ایسی من کی مٹھائی نہیں کھاتی۔"

"تو اتنا بتلا دے کہ ہماری بہنوں کے بیاہ میں کیا کیا سامان آیا تھا۔"

"پہلے یہ بتا دو کہ روپئے مل گئے۔"

"ہاں مل گئے اور نہیں تو کیا بھنگ کھائی ہے۔"

"تو پہلے چل کر کھا لو، پھر صلاح کریں گے۔"

"مگر جب اس نے سنا کہ دلاری سے بات چیت ہوئی ہے تو ناک سکیڑ کر بولی۔" اس سے روپئے لے کر آج تک کوئی اُرن ہوا ہے؟ چڑیل کتنا کس کر سود لیتی ہے۔"

"لیکن کرتا کیا؟ دوسرا دیتا کون ہے؟"

"یہ کیوں نہیں کہتے کہ اسی بہانے دو گال ہنسنے بولنے گیا تھا؟ بوڑھے ہوگئے پر وہ بان نہ گئی۔"

"تو تو دھنیا بچوں کی سی باتیں کرنے لگتی ہے۔ میرے جیسے بھٹے حال سے وہ ہنسے بولے گی؟ سیدھے منہ بات تو کرتی نہیں۔"

"تم جیسوں کو چھوڑ کر اس کے پاس اور جائے ہی گا کون؟"

"اس کے دُواری پر اچھے اچھے ناک رگڑتے ہیں۔ دھنیا! تو کیا جانے؟

www.urduchannel.in

اس کے پاس بھی ہے۔"

"اس نے تنک سی حامی بھر دی تو تم سب جگہ گاتے پھرنے لگے۔"

"حامی نہیں بھر دی، پکا وعدہ کیا ہے۔"

ہوری روٹی کھانے گیا اور سوبھا اپنے گھر چلا گیا تو سونا سلیا کے ساتھ باہر نکلی۔ وہ دروازے پر کھڑی ساری باتیں سُن رہی تھی۔ اس کی سگائی کے لئے دو سو روپئے دلاری سے ادھار لئے جا رہے ہیں، یہ بات اُس کے پیٹ میں ایسی کھلبلی مچا رہی تھی جیسے تازہ چونا پانی میں پڑ گیا ہو۔ دروازے پر ایک کپّی جل رہی تھی جس سے طاق کے اوپر کی دیوار سیاہ ہو گئی تھی۔ دونوں بیل ناند میں سانی کھا رہے تھے۔ اور ایک کتا زمین پر ٹکڑے کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔ یہ دونوں بیلوں کی چری کے پاس آکر کھڑی ہو گئیں۔

سونا بولی:"تو نے کچھ سنا؟ دادا ایٹھانی سے میری سگائی کے لئے دو سو روپئے ادھار لے رہے ہیں۔"

سلیا گھر کا ذرا ذرا حال جانتی تھی بولی:"گھر میں پیسہ نہیں ہے تو کیا کریں؟"

"سونا نے سامنے کے سیاہ درختوں کی طرف تاکتے ہوئے کہا:"میں ایسا بیاہ نہیں کرنا چاہتی جس میں ماں باپ کو ادھار لینا پڑے۔ کہاں سے دیں گے بےچارے؟ بتا! پہلے ہی رہن کے بوجھ سے دبے ہوئے ہیں، دو سو اور لیں گے تو بوجھا اور بھاری ہو جائے گا کہ نہیں؟"

"بنا جیئے سلئے بڑے آدمیوں کا کہیں بیاہ ہوتا ہے پگلی؟ دہیج (جہیز) کے بنا تو کوئی بوڑھا ہی ملے گا۔ جائے گی بوڑھے ساتھ؟"

"بوڑھے کے ساتھ کیوں جاؤں؟ بھیا بوڑھے تھے جو جھنیا کو لے آئے؟

www.urduchannel.in

انھیں کس نے دہیج میں کے پیسے دئے تھے؟"

"اس میں باپ دادا کا نام دوبتا ہے۔"

"میں تو سناری والوں سے کہہ دوں گی کہ اگر تم نے ایک پیسہ بھی دہیج لیا تو میں تم سے بیاہ نہ کروں گی۔"

سونا کا بیاہ سناری کے ایک مالدار کسان کے لڑکے سے طے ہوا تھا۔

"اور جو وہ کہہ دے کہ میں کیا کروں، تمھارے باپ دیتے ہیں اور میرے باپ لیتے ہیں، تو اس میں میرا کیا بس؟"

سونا نے جس ہتھیار کو بہت کارگر سمجھا تھا، اب معلوم ہوا کہ وہ بالکل نکما ہے۔ مایوس ہو کر بولی "میں ایک بار اس سے کہہ کے دیکھ لینا چاہتی ہوں۔ اگر اس نے کہہ دیا کہ میرا کوئی بس نہیں تو کیا گومتی یہاں سے بہت دور ہے؟ جا کر ڈوب مروں گی۔ ماں باپ نے مر مر کر پالا تو اس کا بدلہ کیا یہی ہے کہ ان کے گھر سے جاتے لگوں تو انھیں کرجے (قرضے) سے اور لادتی جاؤں؟ ماں باپ کو بھگوان نے دیا ہو تو پھر خوشی سے جو چاہیں لڑکی کو دیں، میں منع نہیں کرتی۔ لیکن جب وہ پیسے پیسے کو تنگ ہو رہے ہیں، تو کنیا کا دھرم یہی ہے کہ ڈوب مرے۔ گھر کی جمین (زمین) جائے جایجات (جائداد) تو بچ جائے گی، روٹی کا سہارا تو رہ جائے گا۔ ماں باپ چار دن میرے نام کو رو کر صبر کر لیں گے۔ یہ تو نہ ہوگا کہ میرا بیاہ کر کے انھیں جنم بھر رونا پڑے۔ تین چار سال میں دو سو کے دونے ہو جائیں گے۔ دادا کہاں سے لا کر دیں گے؟"

سلیا کو معلوم ہوا کہ جیسے اس کی آنکھوں میں نئی چمک آگئی ہے۔ جوش میں سونا کو سینے سے لگا کر بولی "تو نے اتنا گیان کہاں سے سیکھ لیا سونا؟ دیکھنے میں تو تو بڑی بھولی بھالی ہے۔"

www.urduchannel.in

اس میں گیان کی کون بات ہے؟ کیا میرے آنکھ نہیں ہے؟ کہ میں پاگل ہوں؟ دو سو میرے بیاہ میں لیں۔ تین سال میں دونا ہو جائے۔ تب رُوپیا کی سگائی میں دو سو اور لیں۔ جو کچھ کھیتی باری ہے سب بیسلام (نیلام) ہو جائے اور دوارے دوارے بھیک مانگتے پھریں، یہی نا؟ اس سے تو کہیں اچھا ہے کہ میں اپنی ہی جان دیدوں۔ تو منہ اندھیرے سُناری چلی جانا اور اسے بلا لانا۔ مگر نہیں، بلانے کا کام نہیں ہے مجھے اس سے بولتے لاج آئے گی۔ تو ہی میرا یہ سندیسہ کہہ دینا۔ دیکھیں کیا جواب ملتا ہے۔ کون دور ہے؟ ندی کے اس پار ہی تو ہے! کبھی کبھی ڈھور لیکر ادھر آ جاتا ہے۔ ایک بار اس کی بھینس میرے کھیت میں گھس گئی تھی تو میں نے اسے بہت گالیاں دی تھیں۔ ہاتھ جوڑنے لگا۔ ہاں یہ تو بتا کہ ادھر متئی سے تیری بھینٹ ہوئی؟ سنا کہ باھمن انھیں برادری میں نہیں لے رہے ہیں۔"

سلیا نے حقارت سے کہا: برادری میں کیوں نہ لیں گے۔ ہاں تو بوڑھا روپیہ نہیں کھرچ (خرچ) کرنا چاہتا۔ اس کو پیسہ مل جائے تو جھوٹی گنگا اٹھالے لڑکا آج کل باہر کی دالان میں ٹکر لگاتا ہے۔"

تو اسے چھوڑ کیوں نہیں دیتی؟ اپنی برادری میں کسی کے یہاں بیٹھ جاؤ۔ آرام سے رہ۔ وہ تیری ہتک تو نہ کرے گا۔"

"ہاں رے کیوں نہیں۔ میرے پیچھے اس کی اتنی دُرگت ہوئی تو اب میں اسے چھوڑ دوں؟ اب وہ چاہے پنڈت بن جائے، چاہے دیوتا بن جائے پر میرے لئے تو وہی متئی ہے جو میرے پیروں پر ماتھا رگڑا کرتا تھا۔ اور باھمن بھی ہو جائے اور باھمنی سے بیاہ بھی کرلے تو بھی جتنی اس کی سیوا میں نے کی ہے وہ کوئی باھمنی کیا کرے گی۔ ابھی مرجاد کے موہ میں وہ چاہے مجھے چھوڑ دے، دیکھ لینا کہ پھر دوڑا آئے گا۔"

www.urduchannel.in

"آچکا اب! تجھے پائے تو کچا ہی کھا جائے۔"

"تو اسے بلانے ہی کون جاتا ہے؟ اپنا اپنا دھرم اپنے اپنے ساتھ ہے۔ وہ اپنا دھرم توڑ رہا ہے تو میں اپنا دھرم کیوں توڑوں؟"

بڑے سویرے سلیا سناری کی طرف چلی مگر ہوری نے روک لیا۔ دھنیا کے سر میں درد تھا۔ اس کی جگہ کیاریوں کو برانا تھا (کیاریوں میں پانی تقسیم کرنا)، سلیا انکار نہ کر سکی۔ یہاں سے جب دوپہر کو چھٹی ملی تو وہ سناری چلی۔ ادھر تیسرے پہر ہوری پھر کنوئیں پر چلا تو سلیا کا پتہ نہ تھا۔ بگڑ کر بولا: "سلیا کہاں اڑ گئی؟ رہتی ہے، رہتی ہے، نہ جانے کدھر چل دیتی ہے۔ جیسے کسی کام میں من ہی نہیں لگتا تو جانتی ہے سونا، کہاں گئی ہے؟"

سونا نے حیلہ کیا: "مجھے تو کچھ معلوم نہیں۔ کہتی تھی کہ دھوبن کے گھر کپڑے لینے جانا ہے، وہیں چلی گئی ہوگی۔"

دھنیا نے چارپائی سے اٹھ کر کہا: "چلو میں کیاری برائے دیتی ہوں کون اسے مجوری دیتے ہو جو بگڑ رہے ہو؟"

"ہمارے گھر میں رہتی نہیں ہے؟ اس کے پیچھے سارے گانوں میں بدنامی ہو رہی ہے؟"

"اچھا رہنے دو۔ ایک کونے میں پڑی ہوئی ہے تو اس سے کرایہ لوگے؟"

"ایک کونے میں نہیں پڑی ہوئی ہے، ایک پوری کوٹھری لئے ہوئے ہے۔"

"تو اس کوٹھری کا کرایہ ہوگا کوئی پانچ روپیہ مہینہ؟"

اس کا کرایہ ایک پیسہ سہی! ہمارے گھر میں رہتی ہے، تو جہاں جائے پوچھ کر جائے۔ آج آتی ہے تو کھبر (خبر) لیتا ہوں۔"

www.urduchannel.in

پُر پر چلنے لگا۔ دھنیا کو ہوری نے نہ آنے دیا۔ روپا کیاری برا تی تھی اور سونا پُر رکھ رہی تھی۔ روپا گیلی مٹی کے چوٹھے اور برتن بنا رہی تھی اور سونا یاس دامید بھری آنکھوں سے سناری کی طرف تاک رہی تھی۔ امید کم تھی ایاس زیادہ سوچتی تھی کہ ان لوگوں کو روپئے مل رہے ہیں تو کیوں چھوڑنے لگے؟ جن کے پاس پیسہ ہے وہ تو پیسے پر اور بھی جان دیتے ہیں۔ پھر گوری مہتو تو ایک ہی لالچی ہیں۔ متھرا ایسی دیا ہے، دھرم ہے مگر باپ کی اچھا جو ہوگی وہی اسے ماننی پڑے گی مگر سونا بھی بچہ کو ایسا پھٹکارے گی کہ یاد کریں گے وہ کھلم کھلا کہہ دے گی کہ جا کر کسی امیر کی لڑکی سے بیاہ کر، تجھ جیسے مرد کے ساتھ میرا نباہ نہ ہوگا۔ کہیں گوری مہتو مان گئے تو وہ ان کے چرن دھو دھو کر پیئے گی۔ ان کی ایسی سیوا کرے گی جیسی اپنے باپ کی بھی نہ کی ہوگی اور سلیا کو بھرپیٹ مٹھائی کھلا دے گی۔ گوبر نے جو روپیہ اسے دیا تھا اسے وہ ابھی تک رکھے ہوئے تھی۔ اس شریں تصور سے اس کی آنکھیں چمک اٹھیں اور رخساروں پر ہلکی سی سرخی دوڑ گئی۔

مگر سلیا ابھی تک آئی کیوں نہیں؟ کون بڑی دور ہے؟ نہ آنے دیا ہوگا ان لوگوں نے۔ آہا، وہ آرہی ہے! لیکن بہت دھیرے دھیرے آتی ہے۔ سونا کا دل بیٹھ گیا۔ ابھاگے نہیں مانے سایت (شاید)، نہیں تو سلیا دوڑتی آتی۔ تو سونا سے ہو چکا بیاہ۔ منہ دھو رکھو۔

سلیا آئی ضرور مگر کنویں پر نہ جا کر کھیت میں کیاری برانے لگی۔ ڈر رہی تھی کہ اگر ہوری پوچھیں گے کہ کہاں تھی اب تک، تو کیا جواب دے گی۔ سونا کے یہ دو گھنٹے بڑی مشکل سے گزرے، پُر بند ہوتے ہی وہ دوڑی ہوئی سلیا کے پاس گئی۔

"وہاں جا کر تو مر گئی تھی کیا؟ تاکتے تاکتے انکھیں پھوٹ گئیں۔

www.urduchannel.in

سلیا کو بُرا لگا: "تو کیا میں وہاں سوتی تھی؟ اس طرح کی بات چیت راہ چلتے تھوڑے ہی ہو جاتی ہے۔ موکا (موقع) دیکھنا پڑتا ہے۔ متھرا ندی پر ڈھور چرانے گیا تھا۔ کھوجتی کھوجتی اس کے پاس گئی اور تیرا سندیسہ کہا۔ ایسا کھُس (خوش) ہوا کہ تجھ سے کیا کہوں۔ میرے پاؤں پر گر پڑا اور بولا: میں نے تو جب سے سنا ہے کہ سونا میرے گھر میں آ رہی ہے تب سے آنکھوں کی نیند ہر گئی ہے۔ اس کی وہ گالیاں مجھے پھل گئیں۔ پر کاکا کو کیا کروں، وہ کسی کی نہیں سنتے۔"

سونا نے ٹوکا: "تو نہ سُنیں سونا بھی ہٹیلی ہے۔ جو کہا ہے وہ کر دکھائے گی۔ پھر ہاتھ ملتے رہ جائیں گے۔"

"بس اسی چھن ڈھوروں کو وہیں چھوڑ کے مجھے لئے ہوئے گوری مہتو کے پاس گیا۔ مہتو کے چار پُر چلتے ہیں۔ کنواں بھی ان کا ہے۔ دس بیگھے اوکھ ہے۔ مہتو کو دیکھ کے مجھے ہنسی آگئی، جیسے کوئی کھیارا ہو۔ ہاں بھاگ اچھے ہیں۔ اپ بیٹے میں بڑی کہاسنی ہوئی۔ گوری مہتو کہتے تھے کہ تجھ سے کیا مطلب، میں چاہے کچھ لوں یا نہ لوں، تو کون ہوتا ہے بولنے والا؟ متھرا کہتا تھا کہ تم کو لینا دینا ہے تو میرا بیاہ مت کرو، میں اپنا بیاہ جیسے چاہوں گا کرلونگا بات بڑھ گئی اور گوری نے پنہیں (جوتے) اتار متھرا کو کھوب (خوب) پیٹا۔ کوئی دوسرا لڑکا اتنی مار کھا کے بگڑ کھڑا ہوتا۔ متھرا ایک گھونسہ بھی جما دیتا تو مہتو پھر نہ اٹھتے۔ مگر بے چارا پنہیں کھا کر بھی کچھ نہ بولا۔ آنکھوں میں آنسو بھر کر میرا منہ تاکتا ہوا چلا گیا۔ تب مہتو مجھ پر بگڑنے لگے۔ سینکڑوں گالیاں دیں مگر میں کیوں سننے لگی؟ مجھے ان کا کیا ڈر تھا؟ میں نے ساپھ (صاف) کہہ دیا کہ مہتو! دو تین سو کوئی بڑی بھاری رکم (رقم) نہیں ہے اور ہتوری مہتو اتنے

www.urduchannel.in

میں بِک نہ جائیں گے اور نہ تم ہی امیر ہو جاؤ گے، پر دہ سب دھن ناچ تماشے ہی میں اڑ جائے گا۔ ہاں ایسی بہو نہ پاؤ گے۔"

سونا نے آنسو بھر کر پوچھا: "تو مہتو اتنی ہی بات پر اسے مارنے لگے؟"

سلیا نے بات چھپا رکھی تھی، ایسی ذلیل بات سونا کے کانوں میں نہ ڈالنا چاہتی تھی مگر یہ سوال سُن کر ضبط نہ کر سکی اور بولی: "وہی گوبر بھیّا والی بات تھی۔ مہتو نے کہا کہ آدمی جوٹھا تو تب ہی کھاتا ہے جب بیٹھا ہو، اور کلنک چاندی ہی سے دھلتا ہے۔ اس پر متھرا بولا کہ کا کون گھر کلنک سے بچا ہے؟ ہاں کسی کا کھل گیا اور کسی کا چھپا ہوا ہے۔ گوری مہتو بھی پہلے ایک چمارن سے پھنسے تھے اور اس سے دو لڑکے بھی ہیں۔ متھرا کے منہ سے اتنا نکلنا تھا کہ بوڑھے پر جیسے بھوت چڑھ گیا۔ جتنا لالچی ہے۔ اتنا گیس (غصہ ور) بھی ہے۔ بنا لئے نہ مانے گا۔"

دونوں گھر چلیں۔ سونا کے سر پر پُر، رسّا اور جوئے کا بھاری بوجھ تھا مگر اس وقت تو وہ اسے پھول سے بھی ہلکا لگ رہا تھا۔ اس کے دل میں جیسے خوشی اور زندہ دلی کا سوتا کھل گیا تھا۔ متھرا کی وہ مردانہ مورت سامنے کھڑی تھی اور وہ گویا اسے اپنے دل میں بٹھا کر اس کے پیروں کو آنسوؤں سے دھو رہی تھی۔ جیسے آسمانی حوریں اسے گود میں اٹھائے آسمان میں پھیلی ہوئی سرخی میں لئے چلی جا رہی تھیں!

اُسی رات سونا کو شدّت کا بخار ہو آیا۔

تیسرے دن گوری مہتو نے نائی کے ہاتھ یہ خط بھیجا:۔

"سری سرب اُپما جوگ سری ہوری مہتو کو گوری رام کا رام رام بانچنا۔ آگے جو ہم لوگوں میں دہیج کی بات چیت ہوئی تھی۔ اس پر ہم نے من سے بچار کیا تو سمجھ میں آیا کہ لین دین سے بر (دوکھا) اور کنیا دونوں ہی کے

www.urduchannel.in

گھر والے جیر (زیر) بار ہوتے ہیں۔ جب ہمارا تمھارا ناتا ہو گیا تو ہمیں ایسا برتاؤ کرنا چاہئے کہ کسی کو نہ اکھرے (کھلے) تم دہیج کی کوئی چنتا مت کرنا۔ ہم تم کو سوگند دیتے ہیں۔ جو کچھ موٹا مہین ہو سکے، براتیوں کو کھلا دینا۔ ہم تو وہ بھی نہ مانگیں گے۔ رسد کا بندوبست ہم نے کر لیا ہے۔ ہاں، تم کھسی (خوشی) سے جو ہماری کھاطر (خاطر) کروگے وہ سر جھکا کر منجور (منظور) کریں گے۔"

ہوری نے خط پڑھا اور دوڑتے ہوئے اندر جا کر دھنیا کو سنایا۔ خوشی کے مارے اچھلا پڑتا تھا۔ مگر دھنیا کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی بیٹھی رہی۔ ایک لمحہ بعد بولی: "یہ گوری مہتو کی بھلمنسی ہے پر ہمیں بھی تو اپنی مرجاد کا نباہ کرنا ہے۔ سنسار کیا کہے گا؟ روپیہ ہاتھوں کا میل ہے۔ اس کے لئے کُل کی مرجاد نہیں چھوڑی جا سکتی۔ جو کچھ ہم سے ہو سکے گا وہ دیں گے اور گوری مہتو کو لینا پڑے گا۔ تم یہی جواب لکھ دو۔ ماں باپ کی کمائی میں کیا لڑکی کا کوئی حصہ نہیں ہے؟ نہیں، لکھنا کیا ہے، چلو میں نائی سے سندیسہ کہلائے دیتی ہوں۔"

ہوری بدحواس سا آنگن میں کھڑا تھا اور دھنیا اس فیاضی کے جواب میں جو گوری نے کی تھی، اپنا سندیسہ کہہ رہی تھی۔ پھر اس نے نائی کو شربت پلایا اور رخصتانہ دے کر رخصت کیا۔

وہ چلا گیا تو ہوری نے کہا: "یہ تو نے کیا کر ڈالا دھنیا؟ تیرا سبھاؤ آج تک میری سمجھ میں نہ آیا۔ تو آگے بھی چلتی ہے، پیچھے بھی چلتی ہے۔ پہلے تو اس بات پر لڑ رہی تھی کہ کسی سے ایک پیسہ ادھار مت لو، کچھ دینے دلانے کا کام نہیں ہے اور جب بھگوان نے گوری کے دل میں بیٹھ کے یہ چٹھی لکھوائی تو تو نے گھرانے کی مرجاد کا راگ چھیڑ دیا۔ تیرا بھید بھگوان ہی جانیں۔"

دھنیا بولی: "منہ دیکھ کر بیڑا دیا جاتا ہے، جانتے ہو کہ نہیں؟ تب گوری

www.urduchannel.in

اپنی سان دکھاتے تھے، اب وہ بھلمنسی دکھاتے ہیں۔ اینٹ کا جواب چاہے پتھر ہو مگر پرنام (سلام) جواب تو گالی نہیں ہے۔"

ہوری نے ناک سکیڑ کر کہا: "تو دکھا اپنی بھلمنسی! دیکھوں کہ کہاں سے روپئے لاتی ہے۔"

دھنیا آنکھیں مٹکا کر بولی: "روپیہ لانا میرا کام نہیں ہے، تمھارا کام ہے۔"

"میں تو دُلاری ہی سے لوں گا۔"

"لے لو اسی سے سود تو سب ہی لیں گے۔ جب ڈوبنا ہی ہے تو کیا گڑھئی اور کیا گنگا۔"

ہوری باہر جا کر حقہ پینے لگا۔ کتنے مزے سے گلا چھوٹا جاتا تھا۔ مگر دھنیا جب جان چھوڑے تب تو۔ جب دیکھو الٹا ہی چلتی ہے۔ اسے جیسے کوئی بھوت سوار ہو جاتا ہے۔ گھر کی دسا دیکھ کر بھی اس کی آنکھیں نہیں کھلتیں۔

www.urduchannel.in

(۲۵)

بھولا اُدھر دوسری سگائی کر لائے تھے۔ عورت کے بغیر اُن کی زندگی بے کیف تھی۔ جب تک جھنیا تھی انھیں حقہ پانی دے دیتی تھی اور وقت پر کھانے کو بُلا لے جاتی تھی۔ اب بے چارے بے بس سے ہو گئے تھے۔ بہوؤں کو گھر کے کام کاج سے چھٹی نہ ملتی تھی۔ ان کی خدمت کیا کرتیں؟ اس لئے اب سگائی نہایت ضروری ہو گئی تھی۔ اتفاق سے ایک جوان بیوہ مل گئی جس کے شوہر کو مرے ہوئے صرف تین مہینے ہوئے تھے۔ ایک لڑکا بھی تھا۔ بھولا کی رال ٹپک پڑی اور جھٹ پٹ شکار مار لائے۔ جب تک سگائی نہ ہوئی اس کا گھر کھود ڈالا۔

ابھی تک ان کے گھر میں جو کچھ تھا وہ بہوؤں کا تھا۔ جو چاہتی تھیں کرتی تھیں، جیسے چاہتی تھیں رہتی تھیں۔ جنگی جب سے اپنے عورت کو لے کر لکھنؤ چلا گیا تھا اس وقت سے کامتا ہی کی عورت گھر کی مالکہ تھی۔ پانچ چھ مہینے ہی میں اس نے تیس چالیس روپئے اپنے ہاتھ میں کر لئے تھے۔ سیر آدھ سیر دودھ دہی چُرا کر بیچ لیتی تھی۔ اب مالکہ ہوئی اس کی سوتیلی ساس۔ اس کی حکومت بہو کو بُری لگتی رہتی تھی۔ اور آئے دن دونوں میں جھگڑا ہوتا رہتا تھا، حتیٰ کہ عورتوں کے پیچھے بھولا اور کامتا میں بھی کہا سنی ہو گئی۔ جھگڑا اتنا بڑھا کہ الگاؤ کی نوبت آ گئی اور یہ ریت سدا سے چلی آئی ہے کہ الگاوے کے وقت مار پیٹ بھی ضرور ہوتی ہے۔ یہاں بھی اسی قاعدے پر عمل کیا گیا۔ کامتا جوان آدمی تھا بھولا کا اس پر جو کچھ دباؤ تھا وہ باپ کے ناتے، مگر نئی عورت لا کر بیٹے سے عزت پانے کا اب اسے کوئی حق نہ رہا۔ کم از کم کامتا اسے تسلیم نہ کرتا تھا۔ اس نے

www.urduchannel.in

بھولا کو پٹک کر کئی لاتیں لگائیں اور گھر سے نکال باہر کر دیا۔ گھر کی چیزیں چھونے بھی نہ دیں۔ گانوں والوں میں بھی کسی نے بھولا کی حمایت نہ کی۔ نئے بیاہ نے انھیں نکو بنا دیا تھا۔ رات تو انھوں نے کسی طرح ایک پیڑ کے نیچے کاٹی مگر صبح ہوتے ہی نوکھے رام کے یہاں جا پہنچے اور فریاد کی۔ بھولا کا گانوں بھی انھیں کے حلقے میں تھا اور حلقے بھر کے مالک مکھیا جو کچھ تھے وہی تھے۔ نوکھے رام کو بھولا پر تو کیا رحم آتا، مگر ان کے ساتھ ایک رنگیلی چھبیلی عورت دیکھی تو فوراً جگہ دینے پر راضی ہو گئے۔ جہاں ان کی گائیں بندھتی تھیں، وہیں ایک کوٹھری رہنے کو دے دی۔ اپنے جانوروں کی دیکھ بھال، سانی پانی کے لئے انھیں یکایک ایک واقف کار آدمی کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ بھولا کو تین روپئے ماہوار اور ایک سیر روزانہ اناج پر نوکر رکھ لیا۔

نوکھے رام ناٹے، موٹے، چندوے، لمبی ناک اور چھوٹی چھوٹی آنکھوں والے آدمی تھے۔ بڑا سا پگڑ باندھتے، نیچا کرتا پہنتے اور جاڑوں میں لحاف اوڑھ کر باہر آتے جاتے تھے۔ انھیں تیل کی مالش کرانے میں بڑا مزا آتا تھا۔ بس ان کے کپڑے ہمیشہ میلے کچیلے رہتے تھے۔ ان کا کنبہ بہت بڑا تھا۔ سات بھائی اور ان کے بال بچے سب ہی ان کے سہارے تھے۔ خود ان کا لڑکا نویں درجے میں انگریزی پڑھتا تھا اور اس کے بابو پن کا ٹھاٹ باٹ نبھانا بھی کوئی آسان کام نہ تھا۔ رائے صاحب سے انھیں صرف بارہ روپئے تنخواہ ملتی تھی مگر خرچ سو روپئے سے کم نہ تھا۔ اس لئے اسامی کسی طرح ان کے جنگل میں پھنس جائے تو اسے خوب چوسے ہوئے بغیر نہ چھوڑتے تھے۔ پہلے چھ روپئے تنخواہ ملتی تھی، تب اسامیوں سے اتنی نوچ کھسوٹ کرتے تھے۔ مگر جب سے بارہ روپئے ہو گئے تھے اس وقت سے ان کی ہوس اور بھی بڑھ گئی تھی۔

www.urduchannel.in

اس لئے رائے صاحب ان کی ترقی نہ کرتے تھے۔

گانوں میں اور تو سب ہی کسی نہ کسی صورت میں ان کا دباؤ مانتے تھے حتیٰ کہ داتا دین اور جھنگری سنگھ بھی ان کی خوشامد کرتے تھے، صرف پٹیشوری ان کے خم ٹھونکنے کو ہمیشہ تیار رہتے تھے۔ نوکھے رام کو اگر یہ زعم تھا کہ برہمن ہیں اور کالستھوں کو انگلی پر نچاتے ہیں تو پٹیشوری کو گھمنڈ تھا کہ ہم کالستھ ہیں، قلم کے بادشاہ، اس میدان میں کوئی دوسرا ہم سے کیا بازی لے جائے گا۔ پھر وہ زمیندار کے نوکر نہیں بلکہ ایسی سرکار کے نوکر ہیں جس کے راج میں آفتاب کبھی نہیں غروب ہوتا۔ نوکھے رام اگر ایکا دشی کو برت رکھتے ہیں اور پانچ برہمنوں کو کھلاتے ہیں تو پٹیشوری ہر پورنماشی کو ست نرائن کی کتھائیں گے اور دس برہمنوں کو کھلائیں گے۔ جب سے ان کا بڑا لڑکا سزاول ہو گیا تھا، نوکھے رام اس تاک میں رہتے تھے کہ ان کا لڑکا بھی کسی طرح دسواں درجہ پاس کر لے تو اسے بھی کہیں نقل نویسی دلا دیں اسی لئے حکام کے پاس فصلی تحفے لے کر برابر سلام کرنے جایا کرتے تھے۔ پٹیشوری ایک اور بات میں بھی ان سے بڑھے ہوئے تھے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ اپنی بیوہ کہارن کو رکھے ہوئے ہیں تو اب نوکھے رام کو بھی اپنی شان میں یہ کسر پوری کرنے کا موقع ملتا ہوا معلوم ہوا۔

بھولا کو دھارس دیتے ہوئے بولے: "تم یہاں آرام سے رہو بھولا کسی بات کا کھٹکا نہیں۔ جو ضرورت ہو ہم سے آکر کہو۔ تمھاری گھر والی ہے۔ سو اس کے لئے بھی کوئی نہ کوئی کام نکل آوے گا۔ بکھاروں میں اناج رکھنا، نکالنا، پچھوڑنا، پھٹکنا، کیا یہ سب تھوڑا کام ہے۔"

بھولا نے عرض کیا: ایک بار کا متا کو بلا کر پوچھ لو کہ کیا باپ کے ساتھ بیٹے کا یہی برتاؤ ہونا چاہیئے۔ گھر ہم نے بنوایا، گائے بھینسیں ہم نے

www.urduchannel.in

لیں، اب اُس نے سب کچھ ہتھیا لیا ہے اور ہمیں نکال باہر کر دیا ہے۔ یہ انیاؤ نہیں تو کیا ہے؟ ہمارے مالک تو تم ہی ہو، تمھارے دربار سے اس کا نیاؤ ہونا چاہیئے۔"

نوکھے رام نے سمجھایا: "بھولا، تم اس سے لڑ کر جیت نہ پاؤ گے۔ اس نے جیسا کیا ہے اس کا ڈنڈا اسے بھگوان دیں گے۔ بے ایمانی کر کے کوئی آج تک پھلا پھولا نہیں۔ دنیا میں بے ایمانی نہ ہوتی ہو تو اسے نرک کیوں کہا جاتا؟ یہاں نیائے اور دھرم کو کون پوچھتا ہے؟ بھگوان سب دیکھتے ہیں سنسار کا رتی رتی حال جانتے ہیں۔ تمھارے من میں اس سمے کیا بات ہے، یہ ان سے کیا چھپا ہے؟ اسی سے تو انتر جامی (ہمہ دان) کہلاتے ہیں۔ ان سے بچ کر کوئی کہاں جائے گا؟ تم چپکے ہو کے بیٹھو۔ بھگوان کی اچھا ہوئی تو یہاں تم اُس سے بُرے نہ رہو گے۔"

یہاں سے اٹھ کر بھولا نے ہوری کے پاس جا کر اپنا دکھڑا رو دیا۔ ہوری نے اپنی بیتی سنائی: "لڑکوں کی آج کل کچھ نہ پوچھو۔ بھولا بھائی! مر مر کر پالو پوسو اور جوان ہوں تو بیری بن جائیں۔ میرے ہی گوبر کو دیکھو، ماں سے لڑ کر گیا اور برسوں ہو گئے، نہ چھٹی نہ پتری! اس کے لیکھے (حساب سے) تو ماں باپ مر گئے۔ لڑکی کا بیاہ سر پر ہے پر اس سے کوئی مطلب نہیں۔ کھیت رہن رکھ کر دو سو روپے لئے ہیں۔ اجت آبرو کا نباہ تو کرنا ہی ہوگا۔"

کامتا نے باپ کو نکال باہر تو کر دیا مگر اسے معلوم ہونے لگا کہ بوڑھا کتنے کام کا آدمی تھا۔ سویرے اٹھ کر سانی پانی کرنا، دودھ دوہنا، پھر دودھ لے کر بازار جانا، پھر وہاں سے آ کر سانی پانی کرنا، پھر دودھ دوہنا، کوئی پندرہ روز میں اس کا حلیہ بگڑ گیا۔ مرد عورت میں لڑائی ہوئی۔ عورت نے کہا،

www.urduchannel.in

کہ میں جان دینے کے لئے تمھارے گھر نہیں آئی ہوں، اگر میری روٹی تمھیں بھاری ہو تو میں اپنے گھر چلی جاؤں۔ کامتا ڈرا کہ یہ کہیں چلی جائے تو روٹی کا بھی ٹھکانا نہ رہے اپنے ہی ہاتھ سے ٹھوکنا پڑے۔ آخر ایک نوکر رکھا۔ مگر اس سے کام نہ چلا۔ نوکر کھلی بھو سہ چرا چرا کر بیچنے لگا تو اسے الگ کیا۔ پھر عورت مرد میں لڑائی ہوئی۔ عورت روٹھ کر میکے چلی گئی۔ کامتا کے پاؤں پھول گئے ہار کر بھولا کے پاس آیا اور خوشامد کرنے لگا "دادا، مجھ سے جو کچھ بھول چوک ہوئی چھما کرو۔ اب چل کر گھر سنبھالو۔ جیسے تم رکھو گے ویسے ہی رہوں گا۔"

بھولا کو یہاں مزدوروں کی طرح رہنا کھل رہا تھا۔ پہلے مہینے دو مہینے ان کی جو خاطر ہوئی وہ اب نہ تھی۔ نوکھے رام کبھی کبھی ان سے چلم بھرنے یا چارپائی بچھانے کو بھی کہتے تھے، اس وقت بے چارہ بھولا زہر کا گھونٹ پی کر رہ جاتا تھا۔ اپنے گھر میں لڑائی جھگڑا بھی ہو تو کسی کی سیوا ٹہل تو نہ کرنی پڑے گی۔" اس کی عورت نہرا نے یہ تجویز سنی تو اینٹھ کر بولی "جہاں سے لات کھا کر آئے وہیں پھر جاؤ گے؟ تمھیں لاج بھی نہیں آتی؟"

بھولا نے کہا "تو یہیں کون سنگھاسن پر بیٹھا ہوا ہوں۔"

نہرا نے مٹک کر "تمھیں جانا ہو تو جاؤ، میں نہیں جاتی۔"

بھولا جانتا تھا کہ نہرا مخالفت کرے گی۔ اس کا سبب بھی وہ کچھ کچھ سمجھتا تھا اور کچھ کچھ دیکھتا بھی تھا۔ اس کے یہاں سے بھاگنے کا ایک سبب یہ بھی تھا یہاں اس کی تو کوئی بات نہ پوچھتا تھا۔ مگر نہرا کی بڑی خاطر ہوتی تھی۔ پیادے اور شحنے تک اس کا دباؤ مانتے تھے۔ اس کا جواب سن کر بھولا کو غصہ آیا مگر کرتا کیا؟ نہرا کو چھوڑ کر جانے کی ہمت اس میں ہوتی تو نہرا بھی جھک مار کر اس کے پیچھے پیچھے چلی جاتی۔ اسے یہاں تنہا رکھنے کی ہمت نوکھے رام میں نہ تھی۔ وہ ٹٹی کی

www.urduchannel.in

آڑے سے شکار کھیلنے والے آدمی تھے مگر نہرا بھولا کے مزاج سے واقف ہو چکی تھی۔
بھولا منّت کر کے بولا "دیکھ نہری! تنگ مت کر۔ اب تو وہاں بھو دیں بھی نہیں ہیں، تیرے ہی ہاتھ میں سب کچھ رہے گا۔ یہاں مجوری کرنے سے برادری میں کتنی بدنامی ہو رہی ہے، یہ سوچ!"
نہرا نے انگوٹھا دکھا کر کہا "تمھیں جانا ہو جاؤ، میں تمھیں روک تو نہیں رہی ہوں۔ تمھیں بیٹے کی لاتیں پیاری لگتی ہیں، مجھے تو نہیں لگتیں۔ میں اپنی مجوری میں مگن ہوں۔"
بھولا کو رہنا پڑا اور کامتی اپنی عورت کی خوشامد کر کے اسے منا لایا۔ ادھر نہرا کے بارے میں بھی سرگوشیاں ہوتی رہیں۔
نہرا نے آج گلابی ساڑی پہنی ہے۔ اب کیا پوچھنا ہے، چاہے نت نئی ساڑی پہنے۔ سیاں بھئے کوتوال اب ڈر کاہے کا؟ بھولا کی آنکھیں پھوٹ گئی ہیں کیا؟"
سو بھا بڑا پر مذاق تھا۔ سارے گانوں کا مسخرا بلکہ نارد۔ ہر بات کی ٹوہ لگا تا رہتا تھا۔ ایک دن نہری اسے گھر میں مل گئی، کچھ ہنسی کر بیٹھا۔ نہری نے نوکھے رام سے جڑ دیا۔ سو بھا کی چوپال میں طلبی ہوئی اور ایسی ڈانٹ پڑی کہ عمر بھر نہ بھولے گا۔
ایک دن لالا پٹیشوری پرشاد کی شامت آگئی۔ گرمیوں کے دن تھے۔ لالا باغیچے میں آم توڑ وا رہے تھے۔ نہرا بنی ٹھنی ادھر سے نکلی۔ لالا نے پکارا "نہرا رانی، ادھر آؤ، تھوڑے سے آم لیتی جاؤ، بڑے میٹھے ہیں۔"
نہرا کو شک ہوا کہ لالہ میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔ اسے اب گھمنڈ ہونے لگا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ لوگ اسے زمیندار یہ سمجھیں اور اس کی عزت کریں معزور

www.urduchannel.in

شخص عموماً شکی ہوا کرتا ہے اور جب دل میں چور ہو تو یہ شک اور بھی بڑھ جاتا ہے وہ مجھے دیکھ کر کیوں ہنسا؟ سب لوگ مجھے دیکھ کر جلتے کیوں ہیں؟ میں کسی سے کچھ مانگنے نہیں جاتی۔ کون بڑی ستونتی ہے؟ تنک میرے سامنے آئے تو دیکھوں!

اتنے دنوں میں نہری گاؤں کے بھیدوں سے واقف ہو چکی تھی۔ یہی لالا کہارن کو رکھے ہوئے ہیں اور مجھے ہنستے ہیں! انھیں کوئی کچھ نہیں کہتا، بڑے آدمی ہیں نا۔ نہری غریب ہے، کم ذات کی ہے اس لئے سب ہی اس کی ہنسی اڑاتے ہیں اور جیسا باپ ہے ویسا ہی بیٹا۔ انھیں کا رمیسوری تو سلیا کے پیچھے پاگل بنا پھرتا ہے۔ چاروں پر تو گدھ کی طرح ٹوٹتے ہیں، اس پر دعویٰ ہے کہ ہم اونچے ہیں۔

اس نے وہیں کھڑے ہو کر کہا: "تم ایسے دانی کب سے ہو گئے لالا؟ پاؤ تو دوسروں کے تھالی کی روٹی اڑا جاؤ۔ آج بڑے آم والے ہوئے ہیں۔ مجھ سے چھیڑ کھانی کی تو اچھا نہ ہوگا، کہے دیتی ہوں۔"

ادھو اس اہیرن کا اتنا مزاج! نوکھے رام کو کیا پھانس لیا، سمجھتی ہے کہ ساری دنیا پر اسی کا راج ہے بولے: "تو تو ایسی تنک رہی ہے نہری جیسے اب کسی کو گاؤں میں نہ رہنے دے گی۔ جرا (ذرا) جبان (زبان) سبنھال کر بات کیا کر، اتنی جلد اپنے کو بھول نہ جانا۔"

"تو کیا تمھارے دوارے پر کبھی بھیک مانگنے آئی تھی؟"

"نوکھے رام نے چھا نہ دی ہوتی تو بھیک بھی مانگتی۔"

نہری کو لال مرچ سی لگ گئی جو کچھ منہ میں آیا بکا: داڑھی جارا، منہ جھونسہ۔" وغیرہ نہ جانے کیا کیا کہا اور اسی غصے میں بھری ہوئی اپنی کوٹھری میں گئی اور اپنا سامان نکال نکال باہر رکھنے لگی۔

www.urduchannel.in

نوکھے رام نے سُنا تو گھبرائے ہوئے آئے اور پوچھا "یہ کیا کر رہی ہو نہری کپڑے کتے کیوں نکال رہی ہو؟ کسی نے کچھ کہا کیا؟"

نُہرا مردوں کے نچانے کی حکمت جانتی تھی۔ اپنی زندگی میں اس نے یہی فن سیکھا تھا۔ نوکھے رام پڑھے لکھے آدمی تھے۔ قانون بھی جانتے تھے اور مذہبی کتابیں بھی بہت پڑھی تھیں۔ بڑے بڑے وکیلوں، بیرسٹروں کی جوتیاں سیدھی کی تھیں مگر اس گنوار نہری کے ہاتھ کا کھلونا بنے ہوئے تھے۔ بھویں سیکڑ کر بولی "دن کا پھیر ہے کہ یہاں آگئی پر اپنی آبرو نہ گنواؤں گی۔"

براہمن آپے میں آگیا۔ مونچھیں کھڑی کر کے بولا "تیری طرپھ (طرف) جو تاکے، اس کی آنکھیں نکال لوں۔"

نہری نے لوہے کو گرم کر کے گھن جمایا: "لالہ پٹیشوری جب دیکھو مجھ سے بے بات کی بات کیا کرتے ہیں۔ میں ہرجائی تھوڑے ہی ہوں کہ کوئی مجھے پیسے دکھائے؟ گانوں بھر میں سب ہی عورتیں تو ہیں پر کوئی ان سے نہیں بولتا جسے دیکھو وہ مجھی کو چھیڑتا ہے۔"

نوکھے رام پر بھوت سوار ہو گیا۔ اپنا موٹا ڈنڈا اٹھایا اور آندھی کی طرح ہرہراتے ہوئے باغ میں پہنچ کر لگے للکارنے "آجا بڑا مرد ہے تو! مونچھیں اکھاڑ لوں گا۔ کھود کر گاڑ دوں گا! نکل آ سامنے! اگر پھر کبھی نہری کو چھیڑا تو لہو پی جاؤں گا۔ ساری پٹوار گیری نکال دوں گا۔ جیسا آپ ہے ویسا ہی اوروں کو بھی سمجھتا ہے۔ تو ہے کس گھمنڈ میں۔"

لالہ پٹیشوری سر جھکائے اور سانس روکے ہوئے بت کی طرح کھڑے تھے۔ ذرا بھی زبان کھولی اور شامت آئی۔ ان کی اتنی توہین زندگی میں کبھی نہ ہوئی تھی۔ ایک مرتبہ لوگوں نے انھیں تالاب کے کنارے رات کو

www.urduchannel.in

گھیر کر خوب پٹیا تھا مگر گاؤں میں کسی کو خبر نہ ہوئی تھی۔ کسی کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا۔ مگر آج تو سارے گاؤں کے سامنے ان کا پانی اتر گیا۔ کل جو عورت گاؤں میں ٹھکانا کھوجتی آئی تھی، آج سارے گاؤں پر اس کا دبدبہ تھا۔ اب کس کی ہمت ہے جو اسے چھیڑ سکے؟ جب پٹیشوری کچھ نہ کر سکے تو دوسروں کی بساط ہی کیا؟

اب نہری گاؤں کی رانی تھی اسے آتا دیکھ کر کسان لوگ اس کے راستے سے ہٹ جایا کرتے تھے۔ یہ کھلا ہوا راز تھا۔ اس کی تھوڑی سی پوجا کر کے نوکھے رام سے بہت کام نکل سکتا ہے۔ کسی کو بٹوارا کرانا ہو، لگان کے لئے مہلت مانگنی ہو، مکان بنانے کے لئے زمین کی ضرورت ہو، نہری کی پوجا کئے بغیر اس کا کام نہیں ہو سکتا تھا۔ کبھی کبھی وہ اچھے اچھے اسامیوں کو ڈانٹ بتا دیتی تھی۔ اسامی ہی نہیں، اب وہ کارکن صاحب پر بھی رعب جمانے لگی تھی۔

بھولا اس کے محتاج بن کر نہ رہنا چاہتے تھے۔ عورت کی کمائی کھانے سے زیادہ بُرا ان کی نظر میں دوسرا کام نہ تھا۔ انھیں کل تین روپئے ماہوار ملتے تھے اور وہ بھی ان کے ہاتھ نہ لگتے تھے۔ نہری اوپر ہی اوپر اڑا دیتی تھی۔ انھیں تماکو پینے کو ایک کوڑی میسر نہیں اور نہری دو آنے کے روزانہ پان کھا جاتی تھی۔ جسے دیکھو وہی ان پر رعب جماتا تھا۔ پیارے ان سے چلم بھرواتے اور لکڑی کٹواتے۔ بیچارا دن بھر کا تھکا ماندہ آتا اور دروازے پر پیڑ کے نیچے ایک جھنگی چارپائی پر پڑ رہتا تھا۔ کوئی ایک لوٹا پانی دینے والا بھی نہیں۔ دوپہر کی باسی روٹیاں رات کو کھانی پڑتیں اور وہ بھی نمک، یا پانی یا پانی اور نمک کے ساتھ۔

www.urduchannel.in

آخر تنگ ہو کر اس نے گھر میں کامتا کے ساتھ رہنے کا ارادہ کیا۔ کچھ نہ ہو گا، ایک ٹکڑا اردوٹی تو مل ہی جائے گی۔ اپنا گھر تو ہے۔

نہری بولی "میں وہاں کسی کی گلامی (غلامی) کرنے نہ جاؤں گی۔"

بھولا نے جی کڑا کر کے کہا۔ "تمھیں جانے کو تو میں نہیں کہتا، میں تو اپنے جانے کو کہتا ہوں۔"

"تم مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟ کہتے لاج نہیں آتی؟"

"لاج تو گھول کر پی گیا۔"

"لیکن میں نے تو اپنی لاج نہیں پی۔ تم مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔"

"تو اپنے من کی ہے، تو میں تیری گلامی کیوں کروں؟"

پنچایت کرا کے منہ میں کالکھ لگاؤں گی، اتنا سمجھ لینا۔"

کیا ابھی کچھ کالکھ لگی ہے؟ کیا اب بھی مجھے دھوکے میں رکھنا چاہتی ہے؟"

"تم تو ایسا تاؤ کھا رہے ہو جیسے مجھے روج (روز) کہتے ہی تو گھر والے ہو۔ تو یہاں نہری کسی کا تاؤ سہنے والی نہیں ہے۔"

بھولا جھلا اٹھے اور سرہانے سے لکڑی اٹھا کر چلے کہ نہری نے لپک کر ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس کے طاقتور پنجے سے نکلنا بھولا کے لئے مشکل تھا۔ چپکے سے قیدی کی طرح بیٹھ گئے۔ ایک وقت تھا جب عورتوں کو وہ انگلیوں پر نچایا کرتے تھے۔ آج وہ ایک عورت کے پنجے میں پھنسے ہوئے ہیں اور کسی طرح نکل نہیں سکتے۔ ہاتھ چھڑانے کی کوشش کر کے وہ پردہ فاش نہیں کرنا چاہتے، اپنی طاقت کا اندازہ انھیں ہو گیا ہے۔ مگر وہ کیوں اس سے نڈر ہو کر نہیں کہہ دیتے کہ تو میرے کام کی نہیں ہے۔

www.urduchannel.in

میں تجھے چھوڑتا ہوں۔ پنچایت کی دھمکی دیتی ہے۔ تو کیا پنچایت کوئی ہوّا ہے۔ اگر تجھے پنچایت کا ڈر نہیں تو میں کیوں پنچایت سے ڈروں؟

لیکن یہ خیال لفظوں میں آنے کی ہمت نہ کر سکتا تھا۔ نہری نے ان پر کوئی جادو کر دیا تھا۔

❖ ❖ ❖

www.urduchannel.in

(۲۶)

لالہ پٹیشوری پٹواریانہ اوصاف کے مجسمہ تھے۔ وہ یہ نہ دیکھ سکتے تھے
کوئی آسامی اپنے دوسرے بھائی کی انچ بھر بھی زمین دبا لے اور نہ وہ
دیکھ سکتے تھے کہ اسامی کسی مہاجن کے روپئے دبا لے۔ گاؤں کے
لوگوں کے فوائد کی حفاظت کرنا ان کا اولین فرض تھا۔ سمجھوتہ یا میل جول
ان کا اعتقاد نہ تھا۔ یہ تو مردہ دلی کی علامتیں ہیں وہ کش مکش کے قائل
جو زندگی کی علامت ہے۔ آئے دن اس زندگی کو ابھارنے کی کو
کرتے رہتے تھے۔ ایک نہ ایک شگوفہ چھوڑتے رہتے تھے۔ منگرو ساہ
دنوں ان کی خاص مہربانی تھی۔ وہ گاؤں کا سب سے زیادہ دولت
آدمی تھا۔ مگر مقامی سیاسیات میں بالکل حصہ نہ لیتا تھا۔ رعب یا اقتدار کا لا
اسے نہ تھا۔ مکان بھی اس کا گاؤں کے باہر تھا۔ جہاں اس نے ا
باغ اور ایک کنواں اور ایک چھوٹا سا شوالہ بنوالیا تھا۔ بال بچہ کوئی نہ
اس بلئے لین دین بھی کم کر دیا تھا اور زیادہ تر پوجا پاٹ ہی میں لگا رہتا تھا۔ کئ
ہی آسامیوں نے اس کے روپئے ہضم کر لئے تھے مگر اس نے کسی پر نا
نہیں کی ہوری پر بھی اس کے سود کے تقریباً ڈیڑھ سو ہو گئے تھے مگر نہ
کو قرض ادا کرنے کی کوئی فکر تھی اور نہ منگرو کو اسے وصول کرنے کی۔ دو
بار تقاضا کیا، ڈانٹ بھی بتائی، مگر ہوری کی عادت دیکھ کر چپ ہو بیٹھے
اب کے اتفاق سے ہوری کی ایکھ گاؤں بھر کے اوپر تھی۔ کچھ نہیں تو ا
کے دو ڈھائی سو سیدھے ہو جائیں گے، لوگوں کا ایسا اندازہ تھا۔ پٹیشوری

www.urduchannel.in

منگرو کو سمجھایا کہ اگر اس وقت ہوری پر دعویٰ کر دیا جائے تو سب روپے
ل ہو جائیں۔ منگرو اتنا رحیم نہیں جتنا کاہل تھا، جھنجھٹ میں نہ پڑنا چاہتا
۔ مگر جب پٹیشوری نے ذمہ لیا کہ اسے ایک دن بھی کچہری نہ جانا پڑے گا۔
ئی اور تکلیف ہوگی، بیٹھے بٹھائے اس کی ڈگری ہو جائے گی، تو وہ نالش
نے پر راضی ہو گیا اور عدالتی صرفے کے لئے روپئے بھی دے دئے۔
ری کو پتہ بھی نہ تھا کہ یہاں کیا کھچڑی پک رہی ہے۔ کب دعویٰ دائر ہوا
رب ڈگری ہوئی، اسے بالکل معلوم نہ ہوا، جب قرق امین اس کی ایکھ
م کرنے آیا تب اسے خبر ہوئی۔ سارا گاؤں کھیت کے کنارے جمع ہو گیا
ری منگرو ساہ کے پاس دوڑا اور دھنیا پٹیشوری کو گالیاں دینے لگی۔ وہ سمجھ
کہ یہ سب کام پٹیشوری ہی کا ہے۔ مگر منگرو ساہ پوجا پر سے ہل نہ سکے اور
ھنیا گالیوں کی بر کھا کر کے بھی پٹیشوری کا کچھ بگاڑ نہ سکی۔ ادھر ایکھ ڈیڑھ سو
روپئے میں نیلام ہو گئی اور بولی بھی منگرو ہی کے نام پر ختم ہو گئی۔ کوئی دوسرا
آدمی نہ بول سکا۔ داتا دین میں بھی دھنیا کی گالیاں سننے کی ہمت نہ تھی۔
دھنیا نے ہوری کو اکسا کر کہا "بیٹھے کیا ہو، جا کر پٹواری سے پوچھتے
کیوں نہیں کہ یہی دھرم ہے تمہارا گاؤں گھر کے لوگوں کے ساتھ؟"
ہوری نے عاجزانہ کہا: "پوچھنے کے لئے تم نے منہ بھی رکھا ہو تری
گالیاں کیا انھوں نے نہ سنی ہوں گی؟"
"جو گالی کھانے کا کام کرے گا اسے گالی ملے گی ہی"
"تو گالیاں بھی دے گی اور بھائی چارہ بھی نباہے گی؟"
"دیکھوں گی کہ میرے کھیت کے پاس کون آتا ہے؟"
"ل والے آ کر کاٹ کے جائیں گے۔ تو کیا کرے گی اور میں کیا کروں

www.urduchannel.in

گالیاں دے کر اپنی جیبھ کی کھجلی چلے ہے مٹا لے۔"

"میرے جیتے میرا کھیت کوئی کاٹ لے جائے گا؟"

"ہاں ہاں، تیرے اور میرے جیتے۔ سارا گاؤں مل کر بھی اسے نہیں سکتا۔ اب وہ چیج (چیز) میری نہیں، منگرو ساہ کی ہے۔"

منگرو ساہ نے مر مر کر جیٹھ کی دوپہری میں سینچائی اور گڑائی کی تھی؟"

وہ سب تو نے کیا، مگر اب وہ چیج منگرو ساہ کی ہے ہم ان کے کرجدا (قرض دار) نہیں ہیں؟"

ایکھ تو گئی مگر اس کے ساتھ ہی ایک نیا مسئلہ آپڑا۔ دلاری اسی ایکھ پر روپئے دینے کو تیار ہوئی تھی۔ اب وہ کس ضمانت پر روپئے دے۔ ابھی اس کے پہلے ہی کے دو سو روپئے پڑے ہوئے تھے۔ سوچا تھا کہ ایکھ کے پرانے روپئے مل جائیں گے تو نیا حساب چلنے لگے گا۔ اس کی نظر میں ہوری کی ساکھ دو سو تک کی تھی۔ اس سے زیادہ دینا جوکھم تھا۔ سہالگ سر پر تھا تاریخ طے ہوچکی تھی۔ گوری مہتو نے ساری تیاریاں کرلی ہوں گی۔ اب بیاہ کا ٹلنا ناممکن تھا۔ ہوری کو ایسا غصہ آتا تھا کہ جا کر دلاری کا گلا گھونٹ دے۔ جتنی منت سماجت ہوسکتی تھی وہ کر چکا، مگر وہ پتھر کی دیوی ذرا بھی نہ پسیجی۔ اس نے چلتے چلتے ہاتھ جوڑ کر کہا "دلاری میں تمہارے روپئے لے کر بھاگ نہ جاؤں گا، نہ اتنی جلد مرا ہی جاتا ہوں۔ کھیت ہیں، پیڑ ہیں، گھر ہے، جوان لڑکا ہے، تمہارے روپئے مارے نہ جائیں گے۔ میری مرجاد جا رہی ہو اسے سنبھالو۔" مگر دلاری نے کاروبار میں رحم کی شمولیت منظور نہ کی۔ اگر کاروبار کو وہ رحم کی صورت دے سکتی تو اسے کوئی اعتراض نہ ہوتا، مگر رحم کو کاروباری صورت دینا اس نے نہ سیکھا تھا۔

www.urduchannel.in

ہوری نے گھر آکر دھنیا سے کہا: "اب؟"

دھنیا نے اسی پر دل کا غبار نکالا: "یہی تو چاہتے تھے۔"

ہوری نے زخمی آنکھوں سے دیکھا: "میرا ہی دوکھ ہے؟"

"کسی کا بھی دوکھ ہو پر ہوئی تو تمھارے من کی۔"

"تیری اچھا ہے کہ جمین (زمین) رہن رکھ دوں؟"

"جمین رہن رکھ دو گے تو کرو گے کیا؟"

"مجوری" (مزدوری)

مگر زمین دونوں کو یکساں عزیز تھی۔ اسی پر تو ان کی عزت اور آبرو قائم تھی جس کے پاس زمین نہیں وہ گرست نہیں، مزدور ہے۔

ہوری نے کچھ جواب نہ پاکر پوچھا: "تو کیا کہتی ہے؟"

دھنیا نے زخمی گلے سے کہا: "کہنا کیا ہے۔ گوری برات لے کر آئیں گے تو ایک جون کھلا کر سبیرے لڑکی بدا کر دینا۔ دنیا ہنسے گی تو ہنس لے۔ بھگوان کی یہی اچھا ہے کہ ہماری ناک کٹے اور ہمارے منہ میں کالکھ لگے تو ہم کیا کریں گے؟"

دفعتاً نہری چوندری پہنے سامنے سے جاتی ہوئی نظر پڑی۔ ہوری کو دیکھتے ہی اس نے ذرا سا گھونٹ نکال لیا۔ اس سے سمدھی کا ناتا مانتی تھی۔

دھنیا سے اس کی شناسائی ہو چکی تھی۔ اس نے پکارا: "آج کدھر چلیں سمدھن؟ آؤ بیٹھو۔"

نہری نے فتح پائی تھی اور اب رائے عامہ کو اپنی موافقت میں لانے کی کوشش کر رہی تھی۔ آکر کھڑی ہو گئی۔

www.urduchannel.in

دھنیا نے اسے سر سے پیر تک نقادانہ نگاہوں سے دیکھ کر کہا: "آج ادھر کیسے بھول پڑیں؟"

نہری نے انکسار سے کہا: "ایسے ہی تم لوگوں سے ملنے چلی آئی۔ لڑکی کا بیاہ کب تک ہے؟"

دھنیا شبہ سے بولی: "بھگوان مالک ہیں، جب ہو جائے گا۔"

"میں نے تو سنا کہ اسی لگن میں ہوگا۔ ساعت ٹھیک ہو گئی ہے؟"

"ہاں، ساعت تو ٹھیک ہو گئی ہے۔"

"مجھے بھی نیوتا دینا۔"

"تمھاری تو لڑکی ہے، نیوتا کیسا؟"

"دہیج کا سامان تو منگوا لیا ہوگا۔ جرا ذرا میں بھی دیکھوں۔"

دھنیا کشمکش و پیچ میں پڑی، کیا کہے؟ ہوری نے اسے سنبھالا۔ "ابھی تو کوئی سامان نہیں منگایا ہے، اور سامان کیا کرنا ہے، کسا کنیا تو دینا ہے۔"

نہری نے بے اعتباری سے دیکھا: "کسا کنیا کیوں دو گے مہتو؟ پہلی لڑکی ہے، دل کھول کر کرو۔"

ہوری ہنسا، گویا کہہ رہا تھا کہ تمھیں تو چاروں طرف ہرا ہی ہرا دکھائی دیتا ہوگا مگر یہاں تو سوکھا ہی پڑا ہوا ہے: "روپے پیسے کی تنگی ہے، کیا دل کھول کر کروں؟ تم سے کون پردہ ہے۔"

"لڑکا کماتا ہے، تم کماتے ہو، پھر بھی روپے پیسے کی تنگی ہے؟ کسے لبواس آئے گا؟"

بیٹا ہی لایک (لائق) ہوتا تو پھر کاہے کا رونا تھا؟ چھٹی پتری تک

www.urduchannel.in

بھیجتا نہیں، تو روپئے کیا بھیجے گا؟ یہ دوسرا سال ہے، ایک بھی چٹھی نہیں آئی۔"

اتنے میں سونا بیلوں کے واسطے سبز چارے کا ایک گٹھا سر پر لئے ہوئے اور شباب کو آنچل سے چھپاتی ہوئی، معصومانہ رفتار سے آئی اور گٹھا وہیں پٹک کر اندر چلی گئی۔

نہری نے کہا: "لڑکی تو سیانی ہوگئی ہے۔"

دھنیا بولی: "لڑکی کی باڑھ تو رینڈ (ارنڈ) کی باڑھ ہے، نہیں ہے ابھی کئے دن کی۔"

"بر تو ٹھیک ہو گیا ہے نا؟"

"ہاں بر تو ٹھیک ہے روپئے کا بندوبست ہو گیا تو اسی مہینے میں بیاہ کر دیں گے۔"

نہری اوچھی طبیعت کی تھی۔ ادھر اس نے جو تھوڑے سے روپئے جمع کئے تھے وہ اس کے پیٹ میں اچھل رہے تھے۔ اگر وہ سونا کے بیاہ میں کچھ روپئے دے دے تو کتنا نام ہوگا۔ سارے گاؤں میں اس کا چرچا ہو جائے گا۔ لوگ تعجب سے کہیں گے کہ نہری نے اتنے روپئے دے دیئے۔ بڑی دیوی ہے۔ ہوری اور دھنیا دونوں گھر گھر اس کا بکھان کرتے پھریں گے۔ گاؤں میں اس کی مرجاد کتنی بڑھ جائے گی۔ وہ انگلی دکھانے والوں کا منہ سی دے گی۔ پھر کس کی ہمت ہے جو اس پر ہنسے یا بولیاں بولے؟ ابھی گاؤں بھر اس کا بیری ہے، پھر گاؤں بھر اس کا ہوا خیر خواہ ہو جائے گا۔ اس خیال سے اس کا چہرہ کھل اٹھا۔ بولی: "تھوڑے بہت سے کام چلتا ہو تو مجھ سے لے لو، جب ہاتھ میں روپئے آ جائیں تو

www.urduchannel.in

تو دے دینا۔"

ہوری اور دھنیا نے اس کی طرف دیکھا نہیں، نہری مذاق نہیں کر رہی ہے۔ دونوں کی آنکھوں میں حیرت تھی، ممنونیت تھی، شک تھا اور شرم تھی۔ نہری اتنی بڑی نہیں ہے جتنا لوگ سمجھتے ہیں۔

نہری نے پھر کہا: "تمھاری اور ہماری آبرو ایک ہے۔ تمھاری ہنسی ہو تو کیا میری ہنسی نہ ہوگی؟ کیسے ہی بھی ہوا ہو، پر اب تو تم ہمارے سمدھی ہو۔"

ہوری نے شرماتے ہوئے کہا: "تمھارے روپئے تو گھر ہی میں، جب کام پڑے گا لے لیں گے۔ آدمی اپنوں ہی کا تو بھروسہ کرتا ہے۔ مگر اوپر سے بندوبست ہو جائے تو گھر کے روپئے کیوں چھوئیں؟"

دھنیا نے تائید کی: "ہاں اور کیا۔"

نہری نے اپنا واجبایا: "جب گھر میں روپئے ہیں تو باہر والوں کے سامنے ہاتھ کیوں پھیلاؤ؟ بیاج بھی دینا پڑے گا، اس پر اسٹام لکھو، گواہی کراؤ، دستوری دو اور کھوسامد (خوشامد) کرو۔ ہاں میرے روپئے میں چھوت لگی ہو تو دوسری بات ہے۔"

ہوری نے سنبھالا: "نہیں نہیں، جب گھر میں کام چل جائے گا تو باہر کیوں ہاتھ پھیلائیں گے؟ پر آپس والی بات ہے، کھیتی باری کا بھروسہ نہیں، تمھیں جلدی کوئی کام پڑا اور ہم روپئے نہ دے سکے تو تمھیں بھی بُرا لگے گا اور ہماری جان بھی سنکٹ میں پڑے گی۔ اسی سے کہتا تھا۔ نہیں، لڑکی تو تمھاری ہے۔"

"مجھے ابھی روپئے کی ایسی جلدی نہیں ہے۔"

www.urduchannel.in

"تو تم ہی سے لے لیں گے۔ کینا دان کا پھل بھی کیوں ہاتھ سے جائے؟"

"کتنے روپئے چاہئیے؟"

"تم کتنے دے سکو گی؟"

"سو میں کام چل جائے گا؟"

ہوری کو لالچ آیا بھگوان نے چھپر پھاڑ کر روپئے دئے ہیں تو جتنا لے سکے کیوں نہ لے۔

"سو میں بھی چل جائے گا، پانسو میں بھی چل جائے گا۔ جیسا حوصلہ ہو۔"

"میرے پاس کل دو سو روپئے ہیں، سو میں دے دوں گی۔"

"تو اتنے میں بہت اچھی طرح کام چل جائے گا۔ اناج گھر میں ہے مگر ٹھکرائن، آج تم سے کہتا ہوں کہ میں تمھیں ایسی نہ سمجھتا تھا۔ آج کل کون کس کی مدد کرتا ہے اور کس کی پاس ہے؟ تم نے مجھے ڈوبنے سے بچا لیا۔"

چراغ جلنے کا وقت آگیا تھا۔ ٹھنڈک پڑنے لگی تھی۔ زمین نے نیلی چادر اوڑھ لی تھی۔ دھنیا اندر جا کر انگیٹھی لائی اور سب تاپنے لگے۔ پوال کی روشنی میں چھبیلی رنگیلی، بدچلن نہری ان کے سامنے بردان کی طرح بیٹھی تھی۔ اس وقت اس کی آنکھوں میں کتنی ہمدردی ہے۔ گالوں پر کتنی حیا اور حیا اور ہونٹوں پر کتنی راست کلامی! کچھ دیر تک ادھر ادھر کی باتیں کر کے نہری اٹھ کھڑی ہوئی اور یہ کہتی ہوئی گھر چلی "اب دیر ہو رہی ہے۔ کل تم آکر روپئے لے لینا مہتو۔"

"چلو میں تمھیں پہنچا دوں۔"

www.urduchannel.in

"نہیں نہیں، تم بیٹھو، میں چلی جاؤں گی۔"

"جی تو چاہتا ہے کہ تمھیں کندھے پر بٹھا کر پہنچا آؤں۔"

نوکھے رام کی چوپال گاؤں کے دوسرے سرے پر تھی اور باہر باہر جانے کا راستہ صاف تھا۔ دونوں اسی راستے سے چلے اب چاروں طرف سناٹا تھا۔

ہوری نے کہا: "تنک سمجھا نہیں دیتے رات کو، کیوں سب سے لڑائی کیا کرتے ہیں، جب ان ہی لوگوں کے بیچ میں رہنا ہے تو ایسے رہنا چاہیئے نا، کہ چار آدمی اپنے ہو جائیں اور ان کا حال یہ ہے کہ سب سے لڑائی، سب سے جھگڑا، جب تم مجھے پردے میں نہیں رکھ سکتے اور مجھے دوسروں کی مجوری کرنی پڑتی ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں نہ کسی سے ہنسوں نہ بولوں اور نہ کوئی میری طرپھ (طرف) تاکے نہ ہنسے؟ یہ سب تو پردے ہی میں ہو سکتا ہے۔ پوچھو، کوئی مجھے تاکتا ہے یا گھورتا ہے تو میں کیا کروں؟ اس کی آنکھیں تو نہیں پھوڑ سکتی۔ پھر میل محبت سے آدمی کے سو کام نکلتے ہیں۔ جیسا بکھت (وقت) دیکھو ویسا بیوہار کرو۔ تمھارے گھر ہاتھی جھومتا تھا تو اب وہ تمہارے کس کام کا؟ اب تو تم تین روپئے کے مجور ہو۔ میرے گھر سو بھینسیں لگتی تھیں پر اب تو مجور ہوں۔ مگر ان کی سمجھ میں کوئی بات آتی ہی نہیں۔ کبھی لڑکوں کے ساتھ رہنے کی سوچتے ہیں اور کبھی لکھنؤ جا کر رہنے کی سوچتے ہیں۔ میری ناک میں دم کر رکھا ہے۔"

ہوری نے چاپلوسی کی: "یہ بھولا کی سراسر نادانی ہے۔ بوڑھے ہوئے، اب تو انھیں سمجھ آنی چاہیئے۔ میں سمجھا دوں گا۔"

www.urduchannel.in

"تو سبیرے آجانا، میں روپیے دے دوں گی۔"

"کچھ لکھا پڑھی ...."

"تم میرے روپیے کھا نہ جاؤ گے، یہ میں جانتی ہوں۔"

اس کا گھر آگیا تھا۔ وہ اندر چلی گئی۔ ہوری گھر لوٹا۔

www.urduchannel.in

گوبر کو شہر آنے پر معلوم ہوا کہ جس جگہ وہ اپنا خوانچہ لے کر بیٹھتا تھا وہاں ایک دوسرا خوانچہ والا بیٹھنے لگا ہے اور گاہک اب گوبر کو بھول گئے ہیں وہ گھر بھی اب اسے پنجرا سا لگتا تھا۔ جھنیا اب اس میں تنہا بیٹھی ہوئی رویا کرتی لڑکا دن بھر آنگن میں یا دروازے کا عادی تھا۔ وہاں اس کے کھیلنے کو کوئی جگہ نہ تھی۔ کہاں جائے؟ دروازے پر مشکل سے گز بھر کا راستہ تھا جہاں عفونت پھیل رہی تھی۔ گرمی میں کہیں باہر لیٹنے بیٹھنے کی جگہ نہ تھی۔ لڑکا ماں کو ایک لمحے کے لئے چھوڑتا نہ تھا اور جب کچھ کھیلنے کو نہ ہو تو کچھ کھانے اور دودھ پینے کے علاوہ اور کیا کرے؟ گھر پر کبھی دھنیا کھلاتی، کبھی روپا، کبھی ہوری، کبھی پنیا۔ یہاں تنہا جھنیا تھی اور اسے گھر کا سارا کام بھی کرنا پڑتا تھا۔

اور گوبر شراب کے نشے میں بدمست تھا۔ اس کی آسودہ نہ ہونے والی خواہشیں نفس پرستیوں کے سمندر میں غرق ہو جانا چاہتی تھیں۔ کسی کام میں اس کا جی نہ لگتا تھا۔ خوانچہ لے کر جاتا تو گھنٹے ہی بھر میں لوٹ آتا۔ دلچسپی کا کوئی دوسرا سامان نہ تھا۔ پڑوس کے مزدور اور یکے والے رات رات بھر تاش اور جوا کھیلتے تھے۔ پہلے وہ بھی خوب کھیلتا تھا، مگر اب اس کے لئے صرف ایک ہی دلچسپ مشغلہ تھا اور وہ تھا جھنیا کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنا۔ تھوڑے ہی دنوں میں جھنیا اس زندگی سے اکتا گئی۔ وہ چاہتی تھی کہ کہیں تخلیہ میں جا کر بیٹھے اور خوب بے فکری سے لیٹے، سوئے، مگر وہ تخلیہ

www.urduchannel.in

کہیں نہ ملتا تھا۔ اسے اب گوبر پر غصہ آرہا تھا۔ اس نے شہری زندگی کی کتنی دلکش تصویر کھینچی تھی اور یہاں اس کال کوٹھری کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ بچّے پر بھی اسے چڑھ ہوتی تھی۔ کبھی کبھی وہ اس کو مار کر باہر نکال دیتی اور اندر سے کواڑ بند کر لیتی۔ بچہ روتے روتے بیدم ہو جاتا۔

اس پر مصیبت یہ کہ اس کے دوسرا بچہ ہونے والا تھا، اور کوئی آگے نہ پیچھے اکثر سر میں درد ہوا کرتا۔ کھانے سے بھی نفرت ہو گئی تھی۔ ایسی سستی تھی کہ گوشے میں خاموش پڑی رہے اور کوئی اس سے نہ بولے چالے۔ مگر یہاں گوبر کی بیدردانہ محبت اپنے خیر مقدم کے لئے ہمیشہ دروازہ کھٹکھٹاتی رہتی تھی اگرچہ دودھ نام کو بھی نہیں تھا پھر بھی للّو سینے پر سوار رہتا۔ جسم کے ساتھ اس کا دل بھی کمزور ہو گیا تھا۔ وہ جو ارادہ کرتی اسے ذرا سے اصرار پر فسخ کر دیتی وہ لیٹی ہوتی اور للّو آکر جبراً اس کے سینے پر بیٹھ جاتا اور دودھ پینے کی کوشش کرتا۔ وہ اب دو سال کا ہو گیا تھا۔ بڑے تیز دانت نکل آئے تھے۔ منہ میں دودھ نہ جاتا تو وہ غصّے میں آکر دانتوں سے کاٹ لیتا۔ مگر جھنیا میں اب اتنی سکت بھی نہ تھی کہ اسے اپنے اوپر سے دھکیل دے اسے ہر وقت موت سامنے کھڑی نظر آتی۔ شوہر اور بچہ کسی سے بھی اسے رغبت نہ تھی۔ سب ہی اپنے مطلب کے یار ہیں۔ برسات کے دنوں میں جب للّو کو دست آنے لگے اور اس نے دودھ پینا چھوڑ دیا تو جھنیا کو اپنے سر سے ایک بلا کے ٹل جانے کا احساس ہوا۔ مگر جب ایک ہفتے کے بعد لڑکا مر گیا تو اس کی یاد مہر مادری سے زندہ ہو کر اسے رلانے لگی۔

جھنیا کو اب للّو کی یاد للّو سے بھی زیادہ عزیز تھی۔ للّو جب تک سامنے تھا تو وہ اس سے جتنا سکھ پاتی تھی اب اس سے کہیں زیادہ دکھ پاتی ہے۔

www.urduchannel.in

اب للو اس کے دل میں آ بیٹھا تھا۔ مطمئن، ساکت، محبت سے معمور اور ہنستا ہوا! اس کے تصور میں اب ایک پرالمناک سرور تھا جس میں ظہور کا سیاہ سایہ نہ تھا باہر والا للو اس کے اندر والے للو کا محض عکس تھا۔ وہ عکس سامنے نہ تھا جو باطل اور ناپائیدار تھا۔ حقیقی مجسمہ تو اس کے اندر تھا جو اس کی تمناؤں اور خیر خیر اندیشیوں سے زندہ ہو رہا تھا۔ دودھ کی بجائے وہ اسے اپنا خون پلا پلا کر پال رہی تھی۔ اسے اب وہ تنگ کوٹھری اور وہ بدبودار ہوا اور وہ دونوں وقت آگ کے سامنے جلنا، ان باتوں کا گویا احساس ہی نہ رہ گیا تھا۔ وہ میٹھی یاد دلنشین ہو کر گویا اسے قوت دے رہی تھی۔ جیتے جی جو اس کی زندگی کا بار تھا وہ مر کر اس کی روح میں سما گیا تھا۔ اس کی ساری ماﻣتا اندر کی طرف جا کر باہر کی جانب سے بے نیاز ہو گئی تھی۔ گوبر دیر میں آتا ہے یا جلد، رغبت سے کھانا کھاتا ہے یا نہیں، خوش ہے یا رنجیدہ، ان باتوں کی اب اسے بالکل فکر نہ تھی۔ گوبر کیا کماتا ہے اور کیسے خرچ کرتا ہے، اس کی بھی اسے پروا نہ تھی۔ اس کی زندگی جو کچھ تھی اندر تھی، باہر تو صرف ایک بیجان مشین تھی!

اس کے غم میں شریک ہو کر، اس کی اندرونی زندگی میں داخل ہو کر گوبر اس کے پاس جا سکتا تھا اور اس کی زندگی کا جزو بن سکتا تھا۔ مگر وہ اس بیرونی زندگی کے خشک ساحل پر جا کر ہی پیاسا لوٹ آتا تھا!

ایک دن اس نے رکھائی سے کہا: "تو للو کے نام کو کب تک روئے جائے گی؟ چار پانچ مہینے تو ہو گئے۔"

جھنیا نے سرد آہ بھر کر کہا: "تم میرا دکھ نہیں سمجھ سکتے۔ اپنا کام دیکھو میں جیسی ہوں ویسی ہی پڑی رہنے دو۔"

"تیرے روتے رہنے سے للو لوٹ آوے گا؟"

www.urduchannel.in

جھنیا کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔ وہ اٹھ کر دیگچی میں کچالو کے لئے آلو اُبالنے لگی۔ اس نے گوبر کو ایسا سنگدل نہ سمجھا تھا۔

اس بیدردی نے للّو کو اس کے دل میں اور بھی متحرک کر دیا۔ للّو اسی کا ہے، اس میں کسی کا ساجھا نہیں، کسی کا حصہ نہیں۔ ابھی تک للّو کچھ نہ کچھ اس کے دل کے باہر بھی تھا، گوبر کے دل میں بھی اس کا کچھ شائبہ تھا، مگر اب وہ پوری طور پر اسی کا تھا۔

گوبر نے خوانچے سے نراس ہو کر شکر مل میں نوکری کر لی تھی۔ مسٹر کھنّا نے پہلے مل سے حوصلہ پا کر حال ہی میں یہ دوسرا مل کھول دیا تھا۔ گوبر کو وہاں بڑے سویرے جانا پڑتا اور دن بھر کے بعد جب وہ چراغ جلتے گھر واپس آتا تو اس کے بدن میں ذرا بھی جان نہ رہ جاتی۔ پہلے گھر پر بھی اسے کچھ کم محنت نہ کرنی پڑتی تھی، مگر وہاں اسے ذرا بھی تکان نہ ہوتا تھا۔ بیچ بیچ میں وہ ہنس بول بھی لیا کرتا تھا۔ پھر اس کھلے میدان میں، کھلے آسمان کے نیچے، گویا اس کی کمی بھی پوری ہو جاتی تھی۔ وہاں اس کا جسم چاہے جتنا کام کرے، دل آزاد رہتا تھا۔ آپ یہاں اتنی جسمانی محنت نہ ہونے پر بھی جیسے اس طوفانی شور اور ریل پیل کا اس پر بوجھ سا لدا رہتا تھا۔ یہ اندیشہ بھی لگا رہتا تھا کہ نہ جانے کب ڈانٹ پڑ جائے۔ سب ہی مزدوروں کی یہی حالت تھی۔ سب ہی تاڑی یا شراب میں اپنے جسمانی اور دماغی تکان کو ڈبو دیا کرتے تھے۔ گوبر کو بھی شراب کا چسکا پڑا۔ گھر آتا تو نشہ میں چور اور پہر رات گئے۔ اور آ کر کوئی نہ کوئی بہانہ کھوج کر جھنیا کو گالیاں دیتا، گھر سے نکالنے لگتا۔ اور کبھی کبھی مار بھی دیتا۔

جھنیا کو اب یہ اندیشہ ہونے لگا کہ وہ داشتہ ہے۔ اسی لئے

www.urduchannel.in

اس کی یہ ذلت ہو رہی ہے۔ منکوحہ ہوتی تو گوبر کی مجال نہ تھی کہ اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتا، برادری اسے سزا دیتی، حقہ پانی بند کرتی۔ اس نے کتنی بڑی غلطی کی کہ اس بے وفا کے ساتھ گھر سے نکل بھاگی۔ ساری دنیا میں ہنسی بھی ہوئی اور ہاتھ کچھ نہ آیا۔ وہ گوبر کو اپنا دشمن سمجھنے لگی۔ نہ اس کے کھانے پینے کی پروا کرتی اور نہ اپنے کھانے پینے کی۔ جب گوبر اسے مارتا تو اسے ایسا غصہ آتا کہ اس کا گلا چھرے سے کاٹ ڈالے۔ زچگی کا زمانہ جیوں جیوں قریب آتا جاتا ہے، اس کی تشویش بڑھتی جاتی ہے۔ اس گھر میں تو اس کا مرن ہو جائے گا۔ کون اس کی دیکھ بھال کرے گا؟ کون اسے سنبھالے گا؟ اور جو گوبر اسی طرح مارتا پیٹتا رہا تو اس کا جینا اور بھی کٹھن ہوگا۔

ایک روز وہ نل پر پانی بھرنے گئی تو پڑوس کی ایک عورت نے پوچھا: "کے مہینے کا ہے رے؟"

جھنیا نے لجا کر کہا: "کیا جانے دیدی، میں نے تو گنا ہی نہیں۔"

دوہرے بدن کی، سیاہ فام پستہ قد، بدصورت عورت تھی۔ اس کا شوہر یکہ ہانکتا تھا اور وہ خود لکڑی کی دوکان کرتی تھی۔ جھنیا کئی بار اس کے یہاں سے لکڑی لائی تھی۔ اسی قدر تعارف تھا۔

مسکرا کر بولی: "مجھے تو جان پڑتا ہے کہ دن پورے ہو گئے ہیں۔ آج ہی کل میں ہوگا۔ کوئی دائی ٹھیک کر لی ہے؟"

جھنیا نے ڈری ہوئی آواز میں کہا: "میں تو یہاں کسی کو نہیں جانتی۔"

"تیرا مرد کیسا ہے جو کان میں تیل ڈالے بیٹھا ہے؟"

"انھیں میری کیا بھکر (فکر)؟"

"ہاں دیکھ تو رہی ہوں۔ تم تو سودر (زچہ خانے) میں بیٹھو گی، کوئی کرنے

www.urduchannel.in

دھرنے والا چاہیئے کہ نہیں؟ ساس نند، دیورانی، جٹھانی کوئی ہے کہ نہیں؟ کسی کو بلا لینا تھا۔"

"میرے لئے سب مر گئے۔"

وہ پانی لا کر جوٹھے برتن ملنے لگی تو زچگی کے اندیشے سے دل دھڑکنے لگا۔ سوچنے لگی۔ "کیسے کیا ہوگا بھگوان؟

اُنہہ! یہی تو ہوگا کہ مر جاؤں گی، اچھا ہے، جنجال سے چھوٹ جاؤں گی۔"

شام کو اس کے پیٹ میں درد شروع ہوا، سمجھ گئی کہ بپتا کی گھڑی آ پہنچی پیٹ کو ایک ہاتھ سے پکڑے ہوئے اور پسینے سے بھیگی ہوئی ہو۔ اس نے چولھا جلایا، کھچڑی ڈالی اور درد سے بیتاب ہو کر وہیں زمین پر پڑ رہی۔ کوئی دس بجے رات کو گوبر آیا، تاڑی کی بدبو اڑتا ہوا لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے اوٹ پٹانگ بک رہا تھا۔ "مجھے کسی کی پروا نہیں ہے۔ جسے سو بار گرج (غرض) ہو، رہے، نہیں چلا جائے۔ میں کسی کا تاؤ نہیں سہ سکتا۔ اپنے ماں باپ کا تاؤ نہیں سہا جن نے جنم دیا۔ تب دوسروں کا تاؤ کیوں سہوں جمعدار آنکھیں دکھاتا ہے تو یہاں کسی کی دھونس سہنے والے نہیں ہیں۔ لوگوں نے پکڑ نہ لیا ہوتا تو کھون (خون) پی جاتا کھون! کل دیکھوں گا بچّہ کو۔ پھانسی ہی تو ہوگی۔ دکھا دوں گا کہ مرد لوگ کیسے مرتے ہیں، ہنستا ہوا اکڑتا ہوا اور مونچھوں پر تاؤ دیتا ہوا پھانسی پر چڑھ جاؤں تو سہی۔ عورت کی جات کتنی مطلبی ہوتی ہے۔ کھچڑی ڈال دی اور پاؤں پسار کر سو رہی۔ کوئی کھائے چاہے نہ کھائے۔ اس کے ٹھینگے سے! آپ مجے (مزے) میں پھلکے اڑاتی ہے اور میرے لئے کھچڑی اچھا ستاتے جتنا ستاتے بنے، تجھے بھگوان ستائیں گے۔"

www.urduchannel.in

اس نے جھنیا کو جگایا نہیں۔ کچھ بولا بھی نہیں، چپکے سے کھچڑی تھالی میں نکالی اور دو چار لقمے نگل کر برآمدے میں لیٹ رہا۔ پچھلے پہر اسے سردی لگی۔ کوٹھری میں کمبل لینے گیا تو جھنیا کے کراہنے کی آواز سنی نشہ اتر چکا تھا۔

پوچھا: "کیسا جی ہے جھنیا؟ کہیں درد ہے کیا؟"

"ہاں پیٹ میں بڑا درد ہو رہا ہے۔"

"تو نے پہلے کیوں نہیں کہا؟ اب اس بکھت (وقت) کہاں جاؤں؟"

"کس سے کہتی؟"

"میں کیا مر گیا تھا؟"

"تمھیں میرے مرنے جینے کی کیا چنتا؟"

گوبر گھبرایا۔ کہاں دائی کھوجنے جائے؟ اس وقت وہ آنے ہی کیوں لگی۔ گھر میں کچھ ہے بھی تو نہیں، چڑیل نے پہلے تبلا دیا ہوتا تو کسی سے دو چار روپئے مانگ لاتا۔ ان ہی ہاتھوں میں سو پچاس روپئے ہردم پڑے رہتے تھے چار آدمی کھساد (خوشامد) کرتے تھے۔ اس کلچھنی کے یہاں آتے ہی جیسے لچھمی روٹھ گئی ٹکے کو محتاج ہو گیا۔

دفعتاً کسی نے پکارا: "یہ کیا تمھاری گھر والی کراہ رہی ہے؟ درد تو نہیں ہو رہا ہے؟"

یہ وہی موٹی کالی عورت تھی جس سے آج جھنیا کی بات چیت ہوئی تھی۔ گھوڑے کو دانہ کھلانے اٹھی تھی اور جھنیا کا کراہنا سن کر پوچھنے آگئی تھی۔

گوبر نے برآمدے میں جا کر کہا: "پیٹ میں درد ہے چھٹ پٹا رہی ہے۔ یہاں کوئی دائی ملے گی؟"

"وہ تو میں آج اسے دیکھ گئی تھی۔ دائی کچی سرائے میں رہتی ہے۔ لپک کر

www.urduchannel.in

لاؤ۔ تب تک میں یہیں بیٹھی ہوں۔"

میں نے کچّی سرائے نہیں دیکھی، کدھر ہے؟"

"اچھا تم اسے پنکھا جھلتے رہو، میں بلائے لاتی ہوں۔ یہی کہتے ہیں کہ اناڑی آدمی کسی کام کا نہیں۔ پورا پیٹ اور دائی کی کھوج نہیں۔"

یہ کہتی ہوئی وہ چل دی۔ اس کے منہ پر تو لوگ اسے چوہیا کہتے تھے لیکن غیبت میں مٹّلی کہا کرتے تھے۔ کسی کو مٹلی کہتے سن لیتی تھی تو اس کے سات پرکھوں تک چڑھ جاتی تھی۔

گوبر کو بیٹھے دس منٹ بھی نہ ہوئے ہوں گے کہ وہ لوٹ آئی اور بولی "اب سنسار میں غریبوں کا کیسے نباہ ہوگا۔ رانڈ کہتی ہے کہ پانچ روپئے لوں گی، تب چلوں گی، اور آٹھ آنے روج (روز) اور بارہویں دن ایک ساڑی۔ میں نے کہا تیرا منہ جھلس دوں! تو جا، جو تجھے یں! میں دیکھ لوں گی، بارہ بچّوں کی ماں یونہی نہیں ہوگئی ہوں۔ تم باہر آجاؤ گوبر دھن، میں سب کرلوں گی۔ بکھت پڑے پر آدمی ہی آدمی کے کام آتا ہے۔ چار بچّے جنا لئے تو دائی بن بیٹھی۔"

وہ جھنیا کے پاس جا بیٹھی اور اس کا سر اپنی جانگھ پر رکھ کر اس کا پیٹ سہلاتی ہوئی بولی "میں تو آج تجھے دیکھتے ہی سمجھ گئی تھی۔ سچ پوچھو تو آج اسی دھڑکے میں مجھے نیند نہیں آئی۔ یہاں تیرا کون سگا بیٹھا ہے؟"

جھنیا نے درد سے دانت جما کر سی، کرتے ہوئے کہا: "اب نہ بچوں گی دیدی! میں تو بھگوان سے مانگنے نہ گئی تھی۔ ایک کو پالا پوسا، اسے تم نے چھین لیا تو پھر اس کا کون کام تھا؟ میں مرجاؤں ماتا، تو اس بچے پر دیا کرنا، اسے پال پوس لینا۔ بھگوان تمہارا بھلا کریں گے۔"

چوہیا محبّت سے اس کے بال سلجھاتی ہوئی بولی "دھیرج دھر بیٹی،

www.urduchannel.in

دھیرج دھر! ابھی چھن بھر میں کشٹ (تکلیف) کٹا جاتا ہے۔ تو نے بھی تو جیسے چپ سادھ لی ہے۔ اس میں کس بات کی لاج؟ مجھ سے بتا دیا ہوتا تو میں مولوی صاحب کے پاس سے گنڈا لا دیتی، وہی مرجا امرزا جی جو اس احاطے میں رہتے ہیں۔"

اس کے بعد جھنیا کو کچھ ہوش نہ رہا۔ نو بجے صبح اسے ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ چوہیا بچے کو لئے بیٹھی اور وہ صاف ساڑی پہنے ہوئے لیٹی ہے۔ ایسی کمزور تھی گویا بدن میں خون کا نام نہ ہو۔

چوہیا روزانہ صبح آکر جھنیا کے لئے حریرہ اور حلوا پکا جاتی اور دن میں بھی کئی بار آکر بچے کو ابٹن ملتی اور اوپر کا دودھ پلا جاتی۔ آج چوتھا دن تھا مگر جھنیا کے دودھ نہ اترا تھا۔ بچہ رو رو کر گلا پھاڑے لیتا تھا کیونکہ اوپر کا دودھ اسے ہضم نہ ہوتا تھا۔ ایک لمحہ بھی چپ نہ رہتا۔ چوہیا اپنا دودھ اس کے منہ میں دیتی۔ بچہ ایک منٹ چوستا مگر جب دودھ نہ نکلتا تو چیخنے لگتا۔ جب چوتھی شام تک بھی جھنیا کے دودھ نہ اترا تو چوہیا گھبرائی۔ بچہ سوکھتا چلا جاتا تھا۔ نخاس پر ایک پنشنر ڈاکٹر رہتے تھے وہ انھیں لے آئی۔ ڈاکٹر نے دیکھ کر کہا: "اس کے بدن میں خون تو ہے نہیں، پھر دودھ کہاں سے آئے؟ معاملہ پیچیدہ ہو گیا ہے۔ بدن میں خون لانے کے لئے مہینوں مقوی دوائیں کھانی پڑیں گی تب کہیں دودھ اترے گا۔ اس وقت تک تو اس گوشت کے لوتھڑے کا کام ہی تمام ہو جائے گا۔"

پھر رات ہو گئی تھی۔ گوبر تاڑی پیئے ہوئے دالان میں پڑا تھا۔ چوہیا بچے کو چپ کرانے کے لئے اس کے منہ میں اپنا دودھ ڈالے ہوئے تھی۔ یکایک اسے معلوم ہوا کہ اس کے خود دودھ اتر آیا ہے۔ خوش ہو کر بولی۔

"لے جھنیا اب تیرا بچہ جی جائے گا، میرے دودھ آگیا۔"

www.urduchannel.in

جھنیا نے تعجب سے کہا: "تمھارے دودھ آگیا۔"

"نہیں ری، سچ!"

"میں تو نہیں بسواس کرتی۔"

"دیکھ لے۔"

اس نے اپنا دودھ دبا کر دکھایا۔ دھار پھوٹ نکلی۔

جھنیا نے پوچھا: "تمھاری چھوٹی لڑکی تو آٹھ سال سے کم نہیں ہے؟"

"ہاں آٹھواں برس ہے، پر میرے دودھ بہت ہوتا تھا۔"

"ادھر تو تمھیں کوئی بال بچہ نہیں ہوا؟"

وہی لڑکی پیٹ پونچھنی (آخری) تھی۔ چھاتی بالکل سوکھ گئی تھی۔ مگر بھگوان کی لیلا ہے اور کیا۔"

اب سے چوہیا چار پانچ بار آکر بچے کو دودھ پلا جاتی۔ بچہ پیدا تو ہوا تھا کمزور، مگر چوہیا کا صحت بخش دودھ پی کر موٹا ہوتا جاتا تھا۔ ایک روز چوہیا ندی نہانے چلی گئی۔ بچہ بھوک سے چھٹ پٹانے لگا۔ چوہیا دس بجے لوٹی تو جھنیا بچے کو کندھے سے لگائے جھلا رہی تھی اور وہ روئے جاتا تھا۔ چوہیا نے بچے کو اس کی گود سے لے کر دودھ پلا دینا چاہا مگر جھنیا نے اسے جھڑک کر کہا: "رہنے دو۔ ابھا گا مرجائے یہی اچھا کسی کا احسان تو نہ لینا پڑے۔"

چوہیا گڑگڑانے لگی۔ جھنیا نے بڑے مناؤں کے بعد بچے کو اس کی گود میں دیا۔

لیکن جھنیا اور گوبر میں اب بھی نہ بنتی تھی۔ جھنیا کے دل میں بیٹھ گیا تھا کہ یہ پکا مطلبی اور بیدرد آدمی ہے، مجھے صرف اپنے شوق و آرام کی چیز

www.urduchannel.in

سمجھتا ہے چاہے میں مروں یا جیوں۔ اس کی اچھا پوری ہوتی جائے، اسے بالکل رنج نہیں۔ سوچتا ہوگا کہ یہ مرجائے گی تو دوسری لاؤں گا۔ مگر منہ دھو رکھیں سجّا میں ہی ایسی الھڑ تھی کہ تمھارے پھندے میں آگئی تب تو پاؤں پڑتا رہتا تھا اب یہاں آتے ہی نہ جانے کیوں جیسے اس کا بھاؤ ہی بگڑ گیا۔ جاڑا آگیا تھا۔ مگر نہ اوڑھنے کو تھا نہ بچھانے کو۔ روٹی دال سے جو دو چار روپئے بچتے وہ تاڑی میں اڑ جاتے تھے۔ ایک پرانا لحاف تھا دونوں اسی میں سوتے تھے پھر بھی ان میں سو کوس کا فاصلہ تھا۔ دونوں ایک ہی کروٹ میں رات کاٹ دیتے تھے۔

گوبر کا جی بچے کو گود میں لے کر کھلانے کے لئے ترس کر رہ جاتا تھا۔ کبھی کبھی وہ رات کو اٹھ کر اس کا پیارا مکھڑا دیکھ لیا کرتا، مگر جھنیا کی جانب سے اس کے دل میں کشیدگی تھی۔ جھنیا بھی اس سے بات نہ کرتی، نہ اس کی کچھ خدمت ہی کرتی۔ دونوں کے درمیان میں یہ کدورت، وقت کے ساتھ لوہے میں زنگ کی طرح گہری، مضبوط اور سخت ہوتی جاتی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کی باتوں کا الٹا ہی مطلب نکالتے، وہی جس سے باہمی منافرت میں زیادتی ہو اور کئی دن تک ایک ایک بات کو دل میں رکھے رہتے، گویا شکاری کتے ہوں۔

ادھر گوبر کے کارخانے میں بھی آئے دن ایک نہ ایک ہنگامہ برپا رہتا تھا۔ اب کے بجٹ میں شکر پر ٹیکس لگ گیا تھا۔ مل کے مالکوں کو اجرت گھٹانے کا اچھا بہانہ مل گیا۔ ٹیکس سے اگر پانچ کا نقصان تھا تو اجرت گھٹا دینے سے دس کا منافع تھا۔ ادھر مہینوں سے اس مل میں بھی یہی مسئلہ چھڑا ہوا تھا۔ مزدور جماعت ہڑتال کرنے کو تیار بیٹھی تھی۔ ادھر مزدوری گھٹی

www.urduchannel.in

اور اُدھر ہڑتال ہوئی۔ مزدوری میں دھیلے کی کمی بھی منظور نہ تھی۔ جب اس مہنگی کے دنوں میں ایک دھیلا بھی اجرت نہ بڑھی تو اب وہ گھٹانے میں کیوں ساتھ دے؟ مرزا خورشید مزدور سبھا کے پریسیڈنٹ اور پنڈت اونکار ناتھ ایڈیٹر "بجلی" اس کے سکریٹری تھے۔ دونوں ایسی ہڑتال کرانے پر تلے ہوئے تھے کہ مل کے مالکوں کو بھی دن یاد رہے۔ مزدوروں کو بھی ہڑتال سے نقصان پہنچے گا حتیٰ کہ ہزاروں آدمیوں کو روٹی کے لالے پڑ جائیں گے اس پہلو پران کی نگاہ بالکل نہ تھی۔ گوبر ہڑتالیوں میں سب سے آگے تھا۔ اکھڑ تو سبھاؤ کا تھا ہی، للکارنے بھر کی ضرورت تھی، پھر تو وہ مارنے مرنے سے نہ ڈرتا تھا۔ ایک دن جھنیا نے اسے جی کڑا کرکے سمجھایا بھی کہ تم بال بچے والے آدمی ہو، تمھارا اس طرح آگ میں کودنا اچھا نہیں، مگر گوبر بگڑ اٹھا "تو کون ہوتی ہے میرے بیچ میں بولنے والی؟ میں تجھ سے صلاح نہیں پوچھتا۔" بات بڑھ گئی اور گوبر نے جھنیا کو خوب پیٹا۔ چوہیا نے آکر جھنیا کو چھڑایا اور گوبر کو ڈانٹنے لگی۔ گوبر کے سر پر شیطان سوار تھا۔ سرخ سرخ آنکھیں نکال کر بولا "تم میرے گھر میں مت آیا کرو چوہیا، تمھارے آنے کا کچھ کام نہیں۔"

چوہیا نے طنز سے کہا "تمھارے گھر میں نہ آؤں گی تو میری روٹیاں کیسے چلیں گی؟ یہیں سے مانگ مانگ کرلے جاتی ہوں۔ تب تو آج گرم ہوتا ہے۔ میں نہ ہوتی لالا، تو یہ بی بی آج تمھاری لاتیں کھانے کے لئے نہ بیٹھی ہوتی۔"

گوبر گونسہ تان کر بولا "میں نے کہہ دیا کہ میرے گھر میں نہ آیا کرو تم ہی نے اس چڑیل کا مزاج آسمان پر چڑھا دیا ہے۔"

www.urduchannel.in

چوہیا وہیں جمی ہوئی بے خوف کھڑی رہی "اچھا اب چپ رہنا گوبر بیچاری ادھ مری عورت کو مار کر تم نے کوئی بڑی بہادری کا کام نہیں کیا ہے۔ تم اس کے لئے کیا کرتے ہو کہ تمھاری مار سہے؟ ایک روٹی کھلا دیتے ہو اسی لئے؟ اپنا بھاگ سرا ہو کہ ایسی گؤ عورت پا گئے ہو۔ دوسری ہوتی تو تمھارے منہ پر جھاڑو مار کر نکل گئی ہوتی۔"

محلے کے لوگ جمع ہو گئے اور چاروں طرف سے گوبر پر لعنت ملامت کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ وہی لوگ جو اپنے گھروں میں اپنی عورتوں کو روز پیٹتے تھے اس وقت رحم و انصاف کے پتلے بنے ہوئے تھے۔ چوہیا اور شیر ہو گئی اور فریاد کرنے لگی "داڑھی جار کہتا ہے کہ میرے گھر نہ آیا کرو۔ بی بی بچہ رکھنے چلا ہے، پر یہ نہیں جانتا کہ بی بی بچوں کا پالنا بڑے گردے کا کام ہے۔ اس سے پوچھو میں نہ ہوتی تو آج یہ بچہ جو بچھڑے کی طرح کلیلیں کر رہا ہے، کہاں ہوتا؟ عورت کو مار کر جوانی دکھاتا ہے۔ میں نہ ہوئی تیری بی بی، نہیں تو یہی جوتی اٹھا کر تیرے منہ پر تڑاتڑ جماتی اور کوٹھری میں ڈھکیل کر باہر سے کنڈی بند کر دیتی۔ دانے دانے کو ترس جاتی۔"

گوبر جھلایا ہوا اپنے کام پر چلا گیا۔ چوہیا مرد ہوتی تو مزا چکھا دیتا۔ عورت کے منہ کیا لگے؟

مل میں بےچینی کے بادل گھرے ہوتے جا رہے تھے۔ مزدور "بجلی" کے پرچے جیب میں لئے پھرتے اور ذرا بھی موقع پاتے تو دو تین مزدور مل کر اسے پڑھنے لگتے۔ اخبار کی بکری خوب بڑھ رہی تھی۔ مزدوروں کے لیڈر "بجلی" کے کارخانے میں آدھی رات تک بیٹھے ہڑتال کی تجویزیں سوچا کرتے اور صبح ہوتے جب اخبار میں یہ خبر جلی حروف میں نکلتی تو پبلک ٹوٹ پڑتی

www.urduchannel.in

اور اخبار کی کاپیاں دوگنے تگنے قیمت پر بک جائیں۔ ادھر کمپنی کے ڈائرکٹر بھی اپنی گھات میں بیٹھے تھے۔ ہڑتال ہو جانے ہی میں ان کا فائدہ تھا۔ آدمیوں کی کمی تو ہے نہیں۔ بے کاری بڑھی ہوئی ہے۔ اس کی نصف اُجرت پر دیسے ہی آدمی آسانی سے مل سکتے ہیں۔ مال کی تیاری میں ایک دم آدھی بچت ہو جائیگی دس پانچ دن کام کا حرج ہوگا، کچھ پرواہ نہیں آخر یہ طے ہو گیا کہ اجرت میں کمی کا اعلان کر دیا جائے۔ دن اور وقت مقرر کر دیا گیا۔ پولیس کو اطلاع دی دی گئی۔ مزدوروں کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ وہ اپنی گھات میں تھے۔ اسی وقت ہڑتال کرنا چاہتے تھے۔ جب گودام میں بہت تھوڑا مال رہ جائے اور مانگ کی زیادتی ہو۔

یکایک ایک روز جب مزدور شام کو چھٹی پاکر جانے لگے تو ڈائرکٹروں کا اعلان سنا دیا گیا۔ اسی وقت پولیس آگئی۔ مزدوروں کو اپنی مرضی کیخلاف اسی وقت ہڑتال کرنی پڑی جب گودام میں اتنا مال بھرا ہوا تھا کہ بہت زیادہ مانگ ہونے پر بھی چھ مہینے کے پہلے نہ اٹھ سکتا تھا۔

مرزا خورشید نے یہ خبر سنی تو مسکرائے جیسے کوئی ہوشیار جنرل اپنے دشمن کے جنگی کمال پر خوش ہو گیا ہو۔ ایک لمحہ غور کرنے کے بعد بولے "اچھی بات ہے۔ اگر ڈائرکٹروں کی یہی مرضی ہے تو یہی سہی۔ حالات ان کے موافق ہیں، لیکن ہمیں بھی حق و انصاف پر بھروسہ ہے۔ وہ لوگ نئے آدمی رکھ کر اپنا کام چلانا چاہتے ہیں۔ ہماری یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ انھیں ایک بھی نیا آدمی نہ ملے، یہی ہماری فتح ہوگی۔"

"بجلی" کے دفتر میں اسی وقت خطرے کی میٹنگ ہوئی۔ کارکن کمیٹی بنائی گئی، عہدے داروں کا انتخاب ہوا اور آٹھ بجے رات کو مزدوروں کا

www.urduchannel.in

لمبا جلوس نکلا۔ دس بجے رات کو اگلے دن کا سارا پروگرام طے کیا گیا اور یہ تاکید کر دی گئی کہ کسی طرح کا شر و فساد نہ ہونے پائے۔

مگر ساری کوشش بیکار ہوئی۔ ہڑتالیوں نے نئے مزدوروں کی کثیر تعداد مل کے پھاٹک پر کھڑی دیکھی تو ان کی مفسدانہ رغبت قابو سے باہر ہو گئی۔ سوچا تھا کہ سو سو پچاس پچاس آدمی روزانہ بھرتی کے لئے آئیں گے تو انھیں سمجھا بجھا کر یا دھمکا کر بھگا دیں گے۔ ہڑتالیوں کی تعداد دیکھ کر آنے والے مزدور آپ ہی ڈر جائیں گے۔ مگر یہاں تو نقشہ ہی دگرگوں تھا۔ اگر یہ کل آدمی بھرتی ہو گئے تو ہڑتالیوں کے لئے سمجھوتے کی کوئی امید ہی نہ تھی۔ طے ہوا کہ نئے آدمیوں کو مل میں جانے ہی نہ دیا جائے۔ طاقت کے استعمال کے سوا اور کوئی تدبیر نہ تھی۔ نیا گروہ بھی مرنے مارنے پر تیار تھا۔ ان میں زیادہ تر بھوکے تھے جو اس موقع کو کسی طرح بھی ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہتے تھے۔ بھوکوں مر جانے یا اپنے بال بچوں کو بھوکوں مرتے دیکھنے سے تو یہ کہیں بہتر تھا کہ حالات حاضرہ کا مقابلہ کرتے ہوئے مریں۔ دونوں جماعتوں میں فوجداری ہو گئی۔ "بجلی" کے ایڈیٹر تو بھاگ کھڑے ہوئے ہاں، بیچارے مرزا جی پٹ گئے اور ان کے بچانے میں گوبر بھی بری طرح زخمی ہوا۔ مرزا پہلوان آدمی تھے اور منجھے ہوئے پھینکیت، اپنے اوپر کوئی گہرا وار نہ پڑنے دیا۔ گوبر دہقانی تھا، پورا لٹھ مار مگر اپنی حفاظت کرنا نہ جانتا تھا جو لڑائی میں سب سے زیادہ اہم بات ہے اس کے ایک ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی، سر پھٹ گیا۔ اور آخر کار وہیں ڈھیر ہو گیا کندھوں پر بے شمار لاٹھیاں پڑی تھیں جس سے اس کا ایک ایک عضو چور چور ہو گیا تھا۔ ہڑتالیوں نے اسے گرتے دیکھا تو بھاگ کھڑے ہوئے صرف دس بارہ جنچے ہوئے آدمی مرزا کو گھیر کر کھڑے ہو گئے۔ نئے آدمی فتح کا

www.urduchannel.in

جھنڈا اڑاتے ہوئے مل میں داخل ہوئے اور ہارے ہوئے ہڑتالی اپنے زخمیوں کو اٹھا اٹھا کر اسپتال پہنچانے لگے۔ مگر اسپتال میں اتنے آدمیوں کے لئے جگہ نہ تھی۔ مرزا تو رہے لئے گئے، گوبر کی مرہم پٹی کر کے اس کے گھر پہنچا دیا۔

جھنیا نے گوبر کا وہ بے جان سا جسم دیکھا تو اس کی نسائیت بیدار ہو گئی اب تک اس نے اسے طاقت کی شکل میں دیکھا تھا۔ جو آپس پر حکومت کرتا تھا اور اسے ڈانٹتا مارتا تھا۔ آج وہ ناکارا، بے کس اور قابل رحم تھا۔ جھنیا نے کھاٹ پر جھک کر آنسو بھری آنکھوں سے گوبر کو دیکھا اور گھر کی حالت کا خیال کر کے اُسے گوبر پر رشک آمیز غصہ آیا۔ گوبر جانتا تھا کہ گھر میں ایک پیسہ نہیں ہے وہ یہ بھی جانتا تھا کہ کہیں سے ایک پیسہ ملنے کی امید نہیں ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی، اس کے بار بار سمجھانے پر بھی، اس نے یہ آفت اپنے اوپر لی۔ اس نے کتنی بار کہا تھا کہ تم اس جھگڑے میں نہ پڑو، آگ لگانے والے آگ لگا کر الگ ہو جائیں گے اور جا ئے گی غریبوں کے سر، لیکن وہ کب اس کی سننے والا تھا وہ تو اس کی بیرن تھی۔ دوست تو وہ لوگ تھے جو مزے سے موٹروں میں گھوم رہے تھے۔ اس غصے میں ایک طرح کا اطمینان تھا جیسے ہم ان بچوں کو کرسی سے گرتے دیکھ کر جو بار بار منع کرنے پر بھی کھڑے ہونے سے باز نہ آتے، چلا اٹھتے ہیں "اچھا ہوا، بہت اچھا تمہارا سر کیوں نہ پھٹ گیا۔"

لیکن ایک ہی لمحے میں گوبر کا چلانا سُن کر اس کے سارے ہوش و حواس ٹھکانے آ گئے۔ درد و تکلیف میں ڈوبے ہوئے اس کے منہ سے یہ لفظ نکلے "ہائے ہائے! سارا بدن بُھرکس ہو گیا۔ سبوں کو تنک بھی دیا نہ آئی۔"

www.urduchannel.in

وہ اسی طرح بڑی دیر تک گوبر کا منہ دیکھتی رہی۔ وہ بجھتی ہوئی امید سے زندگی کی کوئی علامت پالینا چاہتی تھی اور ہر لمحہ اس کا صبر واستقلال غروب ہونے والے سورج کی طرح ڈوبا جاتا تھا اور مستقبل کی تاریکی اسے اپنے اندر سمیٹے لیتی تھی۔

دفعتاً چوہیا نے پکارا "گوبر کا کیا حال ہے بہو؟ میں نے تو ابھی سنا دوکان سے دوڑی آئی ہوں۔"

جھنیا کے رُکے ہوئے آنسو ابل پڑے۔ کچھ بول نہ سکی۔ سہمی ہوئی آنکھوں سے چوہیا کی طرف دیکھا۔

چوہیا نے گوبر کا منہ دیکھا، اس کے سینے پر ہاتھ رکھا اور تشفی کے لہجے میں بولے "یہ چار دن میں اچھے ہو جائیں گے۔ گھبراؤ مت۔ کسل ہوئی تیرا سہاگ بلوان تھا۔ کئی آدمی اسی دنگے میں مر گئے۔ گھر میں کچھ روپے پیسے ہیں؟"

جھنیا نے شرم سے سر ہلا دیا۔

"میں لائے دیتی ہوں، تھوڑا سا دودھ لاکر گرم کرلے۔"

جھنیا نے اس کے پیر پکڑ کر کہا "دیدی۔ تم ہی میری ماتا ہو۔ میرا دوسرا کوئی نہیں ہے۔"

جاڑوں کی اداس شام آج اور بھی اداس لگ رہی تھی۔ جھنیا نے چولھا جلایا اور دودھ ابالنے لگی۔

چوہیا برآمدے میں بچے کو لئے کھلا رہی تھی۔

دفعتاً جھنیا بھرے ہوئے گلے سے بولی "میں بڑی ابھاگنی ہوں دیدی! میرے جی میں ایسا آرہا ہے جیسے میرے ہی کارن ان کی یہ گت

www.urduchannel.in

ہوئی ہے۔ جی کڑھتا ہے تب دل دکھی ہوتا ہی ہے۔ پھر گالیاں بھی نکلتی ہیں اور سراپ بھی نکلتا ہے۔ کون جانے میری گالیوں ...."

اس کے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکی۔ آنسوؤں کے بہاؤ میں آواز بھی بہ گئی۔

چوہیا نے آنچل سے اس کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ "کیسی باتیں سوچتی ہے، بیٹی ؟ یہ تیرے سیندور کا بھاگ ہے کہ بچ گئے مگر ہاں اتنا ہی کہ آپس میں لڑائی ہو تو منہ سے چاہے جتنا بک لے پر من میل نہ رکھے۔ بیج اندر پڑا تو انکھوا نکلے بنا نہیں رہتا۔"

جھنیا نے تھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "اب میں کیا کروں دیدی؟"

چوہیا نے ڈھارس دی۔ "کچھ نہیں بیٹی۔ بھگوان کا نام لے، وہی گریبوں (غریبوں) کی رچھا (حفاظت) کرتے ہیں۔"

اسی وقت گوبر نے آنکھیں کھولیں اور جھنیا کو سامنے دیکھ کر التجا کے انداز سے کمزور آواز میں بولا۔

"آج بہت چوٹ کھا گیا جھنیا! میں کسی سے کچھ نہیں بولا۔ سبوں نے ایک دم مجھے مارا۔ کہا سنا چھما کرنا! تجھے ستاتا تھا۔ اسی کا یہ پھل ملا۔ تھوڑی دیر کا اور مہمان ہوں۔ اب نہ بچوں گا۔ درد کے مارے سارا بدن پھٹا جاتا ہے۔"

چوہیا نے اندر آ کر کہا۔ "چپ چاپ پڑے رہو، بولو اچالو نہیں، مرو گے نہیں، اس کا میرا جمہ (ذمہ)۔"

گوبر کے چہرے پر امید کی جھلک آگئی، بولا۔ "سچ کہتی ہو، میں مروں گا نہیں۔"

"ہاں، نہیں مرو گے۔ تمھیں ہوا کیا ہے؟ جرا (ذرا) سر میں چوٹ

www.urduchannel.in

آگئی ہے اور ہاتھ کی ہڈی اتر گئی ہے۔ ایسی چوٹیں مردوں کو بنت ہی لگا کرتی ہیں ان سے کوئی مرتا نہیں۔"

"اب میں جھنیا کو کبھی نہ ماروں گا۔"

"ڈرتے ہو گے کہ کہیں جھنیا تمھیں نہ مارے۔"

"وہ مارے گی بھی تو نہ بولوں گا۔"

"اچھے ہونے پر بھول جاؤ گے۔"

"نہیں دیدی، کبھی نہ بھولوں گا۔"

گوبر اس وقت بچوں کی سی باتیں کیا کرتا۔ دس پانچ منٹ غافل پڑا رہتا۔ اس کا جی نہ جانے کہاں کہاں اڑتا پھرتا۔ کبھی دیکھتا کہ وہ ندی میں ڈوبا جا رہا ہے اور جھنیا اسے بچانے کے لئے ندی میں چلی آرہی ہے۔ کبھی دیکھتا کہ کوئی دیو اس کے سینے پر سوار ہے اور جھنیا کی شکل کی کوئی دیوی اسے بچا رہی ہے اور بار بار چونک کر پوچھتا "میں مروں گا تو نہیں، جھنیا؟"

تین دن اس کی یہی حالت رہی اور جھنیا نے رات کو جاگ کر اور دن کو پاس کھڑے رہ کر گویا موت کے منہ سے اسے بچایا۔ بچے کو چوہیا سنبھالے رہتی تھی۔ چوتھے دن جھنیا یکہ لائی اور سب نے گوبر کو اس پر لاد کر اسپتال پہنچایا۔ وہاں سے لوٹ کر گوبر کو معلوم ہوا کہ وہ اب سچ مچ بچ جائے گا اس نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا۔" مجھے چھما کر دو جھنیا!"

اب تین چار دن میں چوہیا کے تین چار روپئے خرچ ہو گئے تھے اور اب جھنیا کو اس سے کچھ لینے میں تامل ہوتا تھا۔ وہ بھی کوئی مالدار تو تھی نہیں لکڑی کی بکری کے روپئے جھنیا کو دے دیتی تھی۔ آخر جھنیا نے کچھ کام کرنے کا ارادہ کیا۔ ابھی گوبر اچھا ہونے مہینوں لگیں گے کھانے پینے کو بھی چاہیئے، دوا دارو

www.urduchannel.in

کو بھی چاہیئے۔ وہ کچھ کام کر کے کھانے بھر کو تو لے ہی آئے گی۔ بچپن سے اس نے گایوں کا پالنا اور گھاس چھیلنا سیکھا تھا۔ یہاں گائیں تو تھیں نہیں، ہاں وہ گھاس چھیلنے جاتے تھے اور آٹھ دس آنے کما لیتے تھے۔ وہ علی الصباح گوبر کا ہاتھ منہ دھلا کر اور بچے کو اسے سونپ کر گھاس چھیلنے چلی جاتی اور بھوکی پیاسی تیسرے پہر تک چھیلتی رہتی۔ پھر اسے منڈی میں لے جا کر بیچتی اور شام کو گھر آتی رات کو بھی وہ گوبر کی نیند سوتی اور گوبر کی نیند جاگتی۔ مگر اتنی سخت محنت کرنے پر بھی اس کا دل ایسا بشاش رہتا گویا جھولے پر بیٹھی گا رہی ہو۔ راستے بھر ہمراہی عورتوں مردوں سے ہنستی بولتی ہوئی چلی جاتی اور گھاس چھیلتے وقت بھی سب میں ویسی ہی باتیں ہوتی رہتیں نہ تقدیر کا شکوہ، نہ تباہی کا گلا۔ زندگی کی معنویت ہیں، یگانوں کے لئے زبردست سے زبردست ایثار ہیں، اور ازادانہ خدمت میں جو خوشی ہے اس کی چمک اس کے ہر ہر عضو سے ظاہر تھی۔ بچہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو کر جیسے تالیاں بجا بجا کر خوش ہوتا ہے کچھ ویسی ہی خوشی وہ بھی محسوس کر رہی تھی، گویا اس کے دل میں خوشی کا کوئی چشمہ جاری ہو گیا ہو۔ اور جب دل بحال ہو تو پھر بھی کیوں ویسا نہ رہے؟ اسی ایک مہینے میں جیسے اس کی کایا پلٹ ہو گئی تھی۔ اس کے اعضا میں اب سستی نہیں بلکہ تیزی ہے، لچک ہے اور نزاکت ہے۔ چہرے پر وہ زردی نہیں بلکہ خون کی گلابی رنگت ہے۔ اس کا شباب جو اس بند کوٹھری میں پڑے پڑے ذلت اور خانہ جنگی سے افسردہ ہو گیا تھا وہ گویا ہوا اور روشنی پا کر لہلہا اٹھا ہے۔ اب اسے کسی بات پر غصہ نہیں آتا۔ بچے کے ذرا سے رونے پر جو وہ جھنجلا اٹھا کرتی تھی اب گویا اس کی برداشت اور محبت کی کوئی حد ہی نہ تھی۔

اس کے خلاف گوبر اچھا ہوتے جانے پر بھی کچھ اداس رہتا تھا جب

www.urduchannel.in

ہم اپنے عزیز پر ظلم کرتے ہیں اور جب مصیبت آپڑنے سے ہم میں اتنی طاقت آجاتی ہے کہ اس کی شدید تکلیف کو خود محسوس کرسکیں، تو اس سے ہمارا دل بیدار ہوجاتا ہے اور ہم اس بے جا سلوک کا کفارہ کرنے کے لئے تیار ہوجاتے۔ گوبر اسی کفارے کے لئے بے قرار ہو رہا تھا۔ اب اس کی زندگی کا رویہ بالکل دوسرا ہوگا جس میں تلخی کی جگہ شیرینی ہوگی اور غرور کے بجائے انکسار۔ اسے اب معلوم ہوا کہ خدمت کرنے کا موقع بڑی خوش قسمتی سے ملتا ہے اور اب وہ اسے کبھی نہ بھولے گا۔

www.urduchannel.in

(۲۸)

مسٹر کھنّا کو مزدوروں کی یہ ہڑتال بالکل بے جا معلوم ہوتی تھی۔ انھوں نے ہمیشہ عوام کے ساتھ ملے رہنے کی کوشش کی تھی۔ وہ خود کو عوام ہی کا آدمی سمجھتے تھے۔ سابق قومی تحریک میں انھوں نے بڑا حوصلہ دکھایا تھا۔ اس وقت ضلع کے خاص لیڈر تھے، دو بار جیل گئے تھے اور کئی ہزار کا نقصان اٹھایا تھا۔ اب بھی وہ مزدوروں کی شکایتیں سننے کے لئے تیار تھے۔ مگر یہ تو نہیں ہوسکتا کہ وہ مِل کے حصّے داروں کے فائدے خیال قطعی چھوڑ دیں۔ اپنا سوارتھ چھوڑ دینے کو وہ تیار ہوسکتے تھے بشرطیکہ ان کی بلند خیالی سے مَس ہو مگر حصّے داروں کے اغراض کی حفاظت نہ کرنا، یہ تو ادھرم تھا یہ تو کاروبار ہے، کوئی سدابرت نہیں کہ سب کا سب مزدوروں ہی کو بانٹ دیا جائے۔ حصّے داروں کو یہ یقین دلا کر روپئے لئے گئے تھے کہ اس کام میں پندرہ بیس روپئے سینکڑہ کا منافع ہے اور اگر انھیں دس روپیہ سینکڑہ بھی نہ ملتے تو وہ ڈائرکٹر اور خصوصاً کھنّا کو دھوکہ باز ہی تو سمجھیں گے۔ پھر اپنی تنخواہ وہ کیسے کم کرسکتے تھے؟ اور کمپنیوں کے دیکھتے انھوں نے اپنی تنخواہ بہت کم رکھی ہے صرف ایک ہزار روپئے ماہوار لیتے تھے۔ کچھ کمیشن بھی مل جاتا تھا۔ لیکن اگر وہ اتنا لیتے تھے تو مِل کے چلانے کا سارا انتظام بھی تو اُن ہی کے ذمے تھا۔ مزدور صرف ہاتھ سے کام کرتے ہیں، ڈائرکٹر اپنی عقل سے، اپنے علم سے اور اپنے اثر سے کام کرتا ہے۔ دونوں طاقتوں کی قیمت برابر تو نہیں ہوسکتی۔ مزدوروں کو یہ سوچ کر کیوں نہیں صبر ہوتا کہ کساد بازاری کا وقت ہے۔ اور چار دن

www.urduchannel.in

طرف بیکاری پھیلی ہونے کے سبب آدمی سستے ہو گئے ہیں۔ انھیں تو ایک کی جگہ پون بھی ملے تو مطمئن رہنا چاہئے تھا۔ سچ پوچھو تو وہ مطمئن ہی ہیں۔ ان کا کوئی قصور نہیں۔ وہ تو جاہل مطلق ہیں۔ شرارت تو اونکار ناتھ اور مرزا خورشید کی ہے۔ یہی لوگ ان غریبوں کو کٹھ پتلی کی طرح نچا رہے ہیں، صرف تھوڑی سے پیسے اور کچھ ناموری کے لالچ میں پڑ کر۔ یہ نہیں سوچتے کہ ان کی اس حرکت سے کتنے گھر تباہ ہو جائیں گے۔ اونکار ناتھ کا اخبار نہیں چلتا تو کھنا کیا کریں؟ اور آج ان کے اخبار کے ایک لاکھ گاہک ہو جائیں جس سے انھیں پانچ لاکھ کا منافع ہونے لگے تو کیا وہ صرف اپنے گزر بسر کے لیئے لے کر بقیہ رقم کام کرنے والوں کو تقسیم کر دیں گے؟ کہاں کی بات! اور یہ تیاگی مرزا بھی تو ایک دن لکھ پتی تھے اور ہزاروں مزدوران کے یہاں کام کرتے تھے، تو کیا وہ اپنی ضرورت بھر کے لئے لے کر بقیہ رقم مزدوروں کو بانٹ دیتے تھے؟ کیا وہ اسی ضرورت بھر کی قلیل رقم میں یوریین چھوکریوں کے ساتھ عیش و عشرت کرتے تھے، بڑے بڑے افسروں کے ساتھ دعوتیں اڑاتے تھے، ہزاروں روپئے ماہوار کی شراب پی جاتے تھے اور ہر سال فرانس اور سوئیزرلینڈ کی سیر کرتے تھے؟ آج مزدوروں کی حالت پر ان کا کلیجہ پھٹتا ہے!

ان دونوں لیڈروں کی تو کھنا کو پروا نہ تھی ان کی نیت کی صفائی میں پورا شک تھا۔ نہ رائے صاحب ہی کی انھیں پرواہ تھی جو ہمیشہ کھنا کی ہاں میں ہاں ملایا کرتے اور ان کی ہر بات کی تائید کر دیا کرتے تھے، اپنے شناساؤں میں صرف ایک ہی ایسا شخص تھا۔ جس کی غیر جانبدارانہ رائے پر کھنا کو کامل اعتماد تھا اور وہ تھے ڈاکٹر مہتا۔ جب سے انھوں نے مالتی

www.urduchannel.in

سے اپنا تعلق بڑھانا شروع کیا تھا، کھنّا کی نظروں میں ان کی عزت بہت کم ہوگئی تھی مالتی برسوں کھنّا کے دل کی مالکہ رہ چکی تھی مگر اس کو انھوں نے ہمیشہ کھلونا ہی سمجھا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ وہ کھلونا انھیں بہت پیارا تھا اور اس کے کھو جانے یا ٹوٹ جانے یا چھن جانے پر وہ روئے بھی تھے۔ مگر تھی وہ کھلونا ہی۔ انھیں کبھی مالتی پر بھروسا نہ ہوا وہ کبھی ان کے شوق باہری پوشاک میں سماکر ان کے دل تک نہ پہنچ سکی تھی۔ وہ اگر خود کھنّا سے بیاہ کے لئے کہتی تو وہ منظور نہ کرتے اور کسی نہ کسی حیلے سے ٹال دیتے۔ کتنے ہی اور انسانوں کی طرح کھنّا کی زندگی بھی دوزخ تھی۔ ایک طرف وہ تیاگ اور سیوا اور اُپکار کے پجاری تھے تو دوسری طرف خود غرضی، عیش پسندی اور اقتدار کے ان کا اعلیٰ رُخ کون تھا، یہ کہنا مشکل ہے شاید ان کی روح کا اعلیٰ نصف خدمت اور ہمدردی کے اجزاء سے بنا ہوا تھا اور ادنیٰ نصف خود غرضی اور عیش پسندی سے مگر اس اعلیٰ اور ادنیٰ میں برابر مقابلہ ہوتا رہتا تھا اور ادنیٰ ہی اپنی زبردستی اور ہٹ کے سبب امن اور سکون سے بھرے ہوئے اعلیٰ پر غالب آجاتا تھا۔ ادنیٰ مالتی کی طرف جھکتا تھا تو اعلیٰ مہتا کی طرف، مگر وہ اب ادنیٰ میں شامل ہوگیا تھا۔ ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ مہتا جیسا معیار پرست آدمی مالتی جیسی شوخ اور آرام پسند عورت پر کیسے فریفتہ ہوگیا۔ وہ بہت کوشش کرنے پر بھی مہتا کو نفس پرستیوں کا شکار نہ قرار دے سکتے تھے۔ اور کبھی کبھی انھیں یہ شک بھی ہونے لگتا تھا کہ مس مالتی کا کوئی ایسا دوسرا روپ بھی ہے جسے نہ تو وہ دیکھ سکے اور نہ جسے دیکھنے کے وہ اہل ہی تھے۔

موافق و مخالف، سب ہی پہلوؤں پر غور کر کے انھوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ اس حالت میں ان کو مہتا ہی سے واجبی ہدایت مل سکتی ہے۔

www.urduchannel.in

ڈاکٹر مہتا کو کام کرنے کا نشہ تھا۔ آدھی رات کو سوتے تھے اور پھر رات رہے جاگ پڑتے تھے۔ کیسا ہی کام ہو اس کے لئے وہ کہیں نہ کہیں سے وقت نکال لیتے تھے۔ ہاکی کھیلنا ہو یا یونیورسٹی کے مباحثے میں حصہ لینا ہو، "گانوں سنگٹھن" ہو یا کسی شادی کا نیوتا سب ہی کاموں کے لئے ان کے دل میں شوق تھا اور ان کے پاس وقت تھا۔ وہ اخباروں میں مضامین بھی لکھتے تھے اور کئی سال سے فلسفہ کی ایک ضخیم کتاب بھی لکھ رہے تھے جو اب ختم ہونے والی تھی۔ اس وقت بھی وہ ایک سائنس کا کھیل ہی کھیل رہے تھے۔ اپنے باغیچے میں بیٹھے ہوئے پودوں پر برقی اثر کی آزمائش کر رہے تھے۔ انھوں نے حال میں ایک سائنس کی انجمن میں یہ ثابت کر دیا تھا کہ فصلیں برقی طاقت سے بہت کم وقت میں پیدا کی جا سکتی ہیں۔ ان کی پیداوار بڑھائی جا سکتی ہے اور بے فصل کی چیزوں کی اناج بھی کی جا سکتی ہے آج کل صبح کے دو تین گھنٹے وہ ان ہی باتوں کی آزمائش میں صرف کرتے تھے۔

مسٹر کھنا کی یہ باتیں سن کر انھوں نے شرفائی سے ان کی طرف دیکھ کر کہا: کیا یہ ضروری تھا کہ ٹیکس لگ جانے سے مزدوروں کی اجرت گھٹا دی جائے؟ آپ کو سرکار سے شکایت کرنی چاہیئے تھی۔ اگر سرکار نے نہیں سنا تو اس کی سزا مزدوروں کو کیوں دی جائے؟ کیا آپ کا خیال ہے کہ مزدوروں کو اتنی اجرت دی جاتی ہے کہ اس میں ایک چوتھائی کی کمی سے انھیں کوئی تکلیف نہ ہو گی؟ آپ کے مزدور بلوں میں رہتے ہیں، گندے اور بدبودار بلوں میں، جہاں آپ ایک منٹ رہیں تو تے ہو جائے، جو کپڑے وہ پہنتے ہیں ان سے آپ اپنے جوتے بھی نہ صاف کریں گے۔ جو کھانا کھاتے ہیں وہ آپکا کتا بھی نہ کھائے گا۔ میں نے ان کی زندگی میں حصہ لیا ہے۔ آپ ان کی روٹیاں

www.urduchannel.in

چھین کر اپنے حصّے داروں کا پیٹ بھرنا چاہتے ہیں ...."

کھنّا نے بے صبری سے کہا "مگر ہمارے سب ہی حصّے دار تو امیر نہیں ہیں۔ کتنوں ہی نے اپنا سب کچھ اسی مل کی نذر کر دیا ہے اور اس کے نفع کے سوا ان کی زندگی کا کوئی سہارا نہیں ہے۔"

مہتا نے اس انداز سے جواب دیا گویا اس دلیل کی ان کے نزدیک کوئی وقعت نہیں۔ بولے "جو آدمی کسی کاروبار میں حصّہ لیتا ہے وہ اتنا مفلس نہیں ہوتا کہ اس کے منافع ہی کو زندگی کا سہارا سمجھے۔ ہو سکتا ہے کہ نفع کم ملنے پر اسے اپنا ایک نوکر کم کر دینا پڑے یا اس کے مکھن اور پھلوں کا بل گھٹ جائے مگر وہ ننگا یا بھوکا نہ رہے گا۔ جو اپنی جان کھپاتے ہیں ان کا حق ان لوگوں سے زیادہ ہے جو صرف روپیہ لگاتے ہیں۔"

یہی بات پنڈت اونکار ناتھ نے کہی تھی، مرزا خورشید نے بھی یہی صلاح دی تھی، حتیٰ کہ گوبندی نے بھی مزدوروں ہی کی حمایت کی تھی۔ مگر کھنّا نے ان لوگوں کے کہنے کا خیال نہ کیا تھا۔ مگر مہتا کے منہ سے ویسا ہی سُن کر وہ متاثر ہو گئے۔ اونکار ناتھ کو وہ مطلبی سمجھتے تھے، مرزا کو غیر ذمہ دار اور گوبندی کو ناقابل۔ مہتا کی بابت میں کردار مطالعہ اور اخلاق کی طاقت تھی۔

دفعتاً مہتا نے پوچھا۔ آپ نے اپنی اہلیہ سے بھی اس بارہ میں رائے لی؟"

کھنّا نے لجاتے ہوئے کہا "ہاں، پوچھا تھا۔"

"ان کی کیا رائے تھی؟"

"وہی جو آپ کی رائے ہے۔"

"مجھے یہی امید تھی۔ اور آپ اس قابلہ کو ناقابل سمجھتے ہیں!"

www.urduchannel.in

اسی وقت مالتی آپہنچی اور کھنا کو دیکھ کر بولی "اچھا، آپ موجود ہیں! میں نے مہتاجی کی آج دعوت کی ہے سب ہی چیزیں اپنے ہاتھوں تیار کی ہیں. آپ کو بھی نیوتا دیتی ہوں. گوبندی دیوی سے آپ کا یہ قصور معاف کرادوں گی.

کھنا کو تعجب ہوا. اب مالتی اپنے ہاتھوں سے کھانا پکانے لگی ہے.

مالتی جو خود کبھی اپنے جوتے نہ پہنتی تھی، جو خود کبھی بجلی کا بٹن تک نہ دباتی تھی عیش وآرام ہی جس کی زندگی تھی. مسکرا کر بولے "اگر آپ نے پکایا ہے تو ضرور کھاؤں گا. میں تو کبھی سوچ ہی نہ سکتا تھا کہ آپ اس فن میں بھی ماہر ہیں."

مالتی نے بلاتامل کہا: انھوں نے مار مار کر حکیم بنا دیا ہے. ان کا حکم کیسے ٹال سکتی؟ مرد دیوتا ٹھہرے جو!"

کھنا نے اس طنز سے لطف اٹھاتے ہوئے اور مہتا کی طرف آنکھیں مارتے ہوئے کہا "مرد تو آپ کی نگاہوں میں اتنے آدر کی چیز نہ تھے."

مالتی شرمائی نہیں. اس اشارہ کا مطلب سمجھ کر جوش کے لہجے میں بولی "لیکن اب ہوگئے ہیں، اس لئے کہ میں نے مرد کا جو روپ اپنی جان پہچان والوں کے لئے دائرے میں دیکھا تھا اس سے یہ کہیں بہتر ہے. مرد اتنا بہتر، اتنا نرم دل......."

مہتا نے مالتی کی طرف انکسار سے دیکھا اور کہا "نہیں مالتی، مجھ پر رحم کرو ورنہ میں یہاں سے بھاگ جاؤں گا."

ان دنوں جو بھی مالتی سے ملتا تو وہ اس سے مہتا کی تعریفوں کے پل باندھ دیتی، جیسے کوئی نومرید اپنے نئے عقائد کا ڈھنڈورہ پیٹتا پھرے. پیند کا بھی اسے نہ رہتا اور بے چارے مہتا دل میں کٹ کر رہ جاتے. وہ

www.urduchannel.in

تلخ اور درشت تنقید کو بڑے شوق سے سنتے تھے لیکن اپنی تعریف سن کر گویا بے وقوف بن جاتے تھے اور منہ ذرا سا نکل آتا تھا۔ اور بالتی ان عورتوں میں نہ تھی جو اندر رہ سکے، وہ باہر ہی رہ سکتی تھی، پہلے بھی اب بھی، عمل میں اور خیال میں بھی دل میں کچھ رکھ چھوڑنا وہ نہ جانتی تھی جس طرح ایک عمدہ ساڑی پاکر وہ پہننے کے لئے بے چین ہوجاتی تھی۔ اسی طرح دل میں کوئی اچھا خیال آئے تو وہ اسے ظاہر کئے بغیر کل نہ پاتی تھی۔

مالتی نے اور قریب جاکر اور ان کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر، گویا ان کی حفاظت کرتے ہوئے کہا "اچھا بھاگو نہیں، اب میں کچھ نہ کہوں گی۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمھیں اپنی ہجو زیادہ پسند ہے تو وہی سنو" کھنا جی! یہ حضرت مجھ پر اپنی محبت کا جال......"

شکر مل کی چمنی یہاں سے صاف نظر آتی تھی۔ کھنا نے اس کی طرف دیکھا۔ وہ چمنی کھنا کی نیک نامی کے ستون کی طرح آسمان میں سر اٹھائے کھڑی تھی۔ کھنا کی آنکھوں میں غرور چمک اٹھا۔ اسی وقت انھیں مل کے دفتر میں جانا ہے۔ وہاں ڈائرکٹروں کی ایک فوری اور ضروری میٹنگ کرنی ہوگی اور اس حالت کو ان کے ذہن نشین کرانا ہوگا اور ساتھ ہی اس مسئلے کے حل کی تدبیر بھی بتائی ہوگی۔

مگر چمنی کے پاس یہ دھواں کہاں سے اٹھ رہا ہے، دیکھتے دیکھتے سارا آسمان غبارے کی طرح دھوئیں سے بھر گیا۔ سب نے خائف ہو کر ادھر دیکھا۔ کہیں آگ تو نہیں لگ گئی؟ آگ ہی معلوم ہوتی ہے۔

دفعتاً سامنے سڑک پر ہزاروں آدمی مل کی طرف دوڑے جاتے ہوئے۔ کھنا نے کھڑے ہو کر زور سے پوچھا "تم لوگ کہاں دوڑے

www.urduchannel.in

جا رہے ہو؟"

ایک آدمی نے رک کر کہا "اجی شنکر مل میں آگ لگ گئی! آپ دیکھ نہیں رہے ہیں؟"

کھنا نے مہتا کی طرف دیکھا اور مہتا نے کھنا کی طرف۔ مالتی دوڑی ہوئی بنگلے میں گئی اور اپنے جوتے پہن آئی۔ افسوس اور شکایت کا موقع نہ تھا۔ کسی کے منہ سے ایک بات نہ نکلی۔ خطرے میں ہمارے ہوش و حواس کا رخ اندر کی طرف ہو جاتا ہے۔ کھنا کا موٹر کھڑا ہی تھا۔ تینوں آدمی گھبرائے ہوئے آکر بیٹھے اور مل کی طرف بھاگے۔ چوراہے پر پہنچے تو دیکھا کہ سارا شہر اُمڈا چلا آ رہا ہے۔ آگ میں آدمیوں کے کھینچنے کا جادو ہے۔ موٹر آگے نہ بڑھ سکا۔

مہتا نے پوچھا "آگ کا بیمہ تو کرا لیا تھا نا؟"

کھنا نے لمبا سانس کھینچ کر کہا "کہاں بھئی؟ ابھی تو لکھا پڑھی ہو رہی تھی۔ کیا جانتا تھا کہ آفت آنے والی ہے۔"

موٹر وہیں چھوڑ دیا گیا اور تینوں آدمی بھیڑ کو چیرتے ہوئے مل کے سامنے جا پہنچے۔ دیکھا تو آگ کا ایک سمندر خلا میں امنڈ رہا تھا۔ آگ کی پاگل لہریں ایک ہو کر دانت پیستی تھیں اور زبانیں نکال رہی تھیں گویا آسمان کو بھی نگل جائیں گے۔ اس آگ کے سمندر کے نیچے ایسا دھواں چھایا ہوا تھا گویا ساون کی گھٹا کاجل میں نہا کر نیچے اتر آئی ہو۔ اس کے اوپر گویا آگ کا کانپتا اور اُبلتا ہوا پہاڑ کھڑا تھا۔ احاطہ میں لاکھوں آدمیوں کی بھیڑ تھی۔ پولیس بھی تھی، فائر بریگیڈ بھی اور سیوا سمتی کے والنٹیر بھی، مگر سب کے سب آگ کی تیزی سے گویا شکست ہو گئے تھے۔ فائر بریگیڈ کے

www.urduchannel.in

چھینٹے اس آتشیں سمندر میں پڑ کر جیسے بجھ جاتے تھے۔ اینٹیں جل رہی تھیں آہنی گرڈر جل رہے تھے اور پگھلی ہوئی شکر کے پرنالے چاروں طرف جاری تھے اور تو اور زمین سے بھی شعلے نکل رہے تھے۔

دور سے تو مہتا اور کھنّا کو تعجب ہو رہا تھا کہ اتنے لوگ کھڑے تماشا کیوں دیکھ رہے ہیں، آگ بجھانے میں مدد کیوں نہیں دیتے؟ مگر اب انھیں یہ بھی معلوم ہو کہ تماشا دیکھنے کے سوا اور کچھ کرنا بس کے باہر ہے۔ مل کی دیوار سے پچاس گز کے اندر جانا جان جوکھم تھا۔ اینٹ اور پتھر کے ٹکڑے تڑاق تڑاق ٹوٹتے ہوئے اچھل رہے تھے۔ کبھی ہوا کا رخ ادھر ہو جاتا تو بھگدڑ پڑ جاتی تھی۔

یہ تینوں بھیڑ کے پیچھے کھڑے تھے۔ کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کریں آخر آگ لگی کیسے، اور اتنی جلد پھیل کیسے گئی؟ کیا پہلے کسی نے دیکھا نہیں یا دیکھ کر بھی بجھانے کی کوشش نہیں کی؟ ایسے ہی سوال سب ہی کے دل میں اٹھ رہے تھے مگر وہاں پوچھیں کس سے؟ مل میں کام کرنے والے ہوں گے تو ضرور مگر اس مجمع میں ان کا ملنا مشکل تھا۔

دفعتاً ہوا کا اتنا تیز جھونکا آیا کہ آگ کی لپٹیں نیچی ہو کر ادھر دوڑیں جیسے سمندر میں جوار آ گیا ہو۔ لوگ سر پر پیر رکھ کر بھاگے، ایک دوسرے کو دھکا دیتے ہوئے، گویا کوئی شیر جھپٹا آتا ہو۔ شعلوں میں جیسے جان پڑ گئی تھی، جیسے حرکت آ گئی تھی، جیسے ہزاروں پھن والے شیش ناگ سچ مچ اپنے منہ سے آگ اگل رہے تھے! کتنے ہی آدمی تو دھکے میں کچل گئے۔ کھنّا منہ کے بل گر پڑے۔ مالتی کو مہتا صاحب دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے تھے ورنہ وہ ضرور کچل گئی ہوتی۔ تینوں آدمی احاطہ کی دیوار کے پاس ایک

www.urduchannel.in

املی کے پیڑ کے نیچے آکر رکے۔ کھنا ایک طرح کی بےحس محویت کے ساتھ مل کی چمنی کی طرف ٹکٹکی لگائے ہوئے تھے۔

مہتا نے پوچھا: "آپ کو زیادہ چوٹ تو نہیں آئی؟"

کھنا نے کوئی جواب نہ دیا، اسی طرف تاکتے رہے۔ ان کی آنکھوں میں وہ بےحسی تھی جو جنون کی علامت ہے۔

مہتا نے ان کا ہاتھ پکڑ کر پھر پوچھا: "ہم لوگ یہاں بیکار کھڑے ہیں۔ مجھے خوف ہو رہا ہے کہ آپ کے چوٹ زیادہ آگئی ہے آیئے لوٹ چلیں۔"

کھنا نے ان کی طرف دیکھا اور جیسے اپنی سنک میں بولے: "جس کی یہ حرکت ہے انھیں میں خوب جانتا ہوں۔ اگر ان کو اسی میں اطمینان ملتا ہے تو ایشور ان کا بھلا کرے۔ مجھے کچھ پروا نہیں، کچھ پروا نہیں! آج چاہوں تو ایسی نئی مل کھڑی کر سکتا ہوں۔ جی ہاں، بالکل نئی مل کھڑی کر سکتا ہوں! یہ لوگ مجھے کیا سمجھتے ہیں؟ مل نے مجھے نہیں بنایا، میں نے مل کو بنایا ہے، اور میں پھر بنا سکتا ہوں۔ مگر جن کی یہ حرکت ہے انھیں میں خاک میں ملا دوں گا۔ مجھے سب معلوم ہے رتی رتی معلوم ہے۔"

مہتا نے ان کا چہرہ اور ان کی حرکات کو دیکھا تو گھبرا کر بولے: "چلیے آپ کو گھر پہنچا دوں۔ آپ کی طبیعت اچھی نہیں ہے۔"

کھنا نے قہقہہ لگا کر کہا: "میری طبیعت اچھی نہیں ہے! اس لیے کہ یہ مل جل گئی۔ ایسی ملوں کو میں چٹکیوں میں کھو سکتا ہوں میرا نام کھنا ہے، چندر پرکاش کھنا! میں نے اپنا سب کچھ اس مل میں لگا دیا ہے پہلی مل میں ہم نے بیس فیصدی منافع دیا۔ میں نے حوصلہ پا کر یہ مل کھولا اس میں آدھے روپیے میرے ہیں۔ میں نے بینک کے دو لاکھ روپیے اس مل میں لگا دیے۔ میں

www.urduchannel.in

ایک گھنٹہ نہیں، آدھ گھنٹہ پہلے دس لاکھ کا آدمی تھا۔ جی ہاں دس لاکھ! مگر اِس وقت فاقہ مست ہوں، نہیں دیوالیہ ہوں! مجھے بنک کا دو لاکھ دینا ہے جس مکان میں رہتا ہوں وہ اب میرا نہیں ہے۔ جس برتن میں کھاتا ہوں وہ بھی اب میرا نہیں ہے۔ بنک سے میں نکال دیا جاؤں گا جس کھنّا کو دیکھ کر لوگ جلتے کٹتے وہ کھنا اب خاک میں مل گیا ہے۔ سوسائٹی میں اب میرا کوئی درجہ نہیں ہے میرے احباب اب مجھے اپنی عقیدت کا نہیں، بلکہ اپنے رحم کا مستحق سمجھیں گے میرے دشمن مجھ سے جلیں گے، نہیں، بلکہ مجھ پر ہنسیں گے۔ آپ نہیں جانتے مسٹر مہتا! میں نے اپنے اصولوں کا کتنا خون کیا ہے۔ کتنی رشوتیں دی ہیں، کتنی رشوتیں لی ہیں۔ کسانوں کی ایکھ تولنے کے لئے کیسے آدمی رکھے، کیسے نقلی باٹ رکھے۔ کیا کیجیۓ گا یہ سب سن کر؟ مگر کھنا اپنی یہ درگت کرانے کے لئے کیوں زندہ رہے؟ جو کچھ ہونا ہے ہو، دنیا جتنا چاہے ہنسے، احباب جتنا چاہیں افسوس کریں، لوگ جتنی گالیاں دینا چاہیں دیں، کھنا اپنی آنکھوں سے دیکھنے اور اپنے کانوں سے سننے کے لئے زندہ نہ رہے گا۔ وہ بے حیا نہیں ہے، بے غیرت نہیں ہے!"

یہ کہتے کہتے کھنا دونوں ہاتھوں سے سر پیٹ کر زار و قطار رونے لگے۔

مہتا نے انھیں سینے سے لگا کر غمگین لہجے میں کہا "کھنا جی، ذرا صبر سے کام لیجیۓ۔ آپ سمجھ دار ہو کر دل اتنا چھوٹا کرتے ہیں۔ دولت سے آدمی کو جو وقار ملتا ہے وہ اس کا وقار نہیں بلکہ اس کی دولت کا وقار ہے۔ آپ مفلس رہ کر بھی دوستوں کی عقیدت کے مستحق رہ سکتے ہیں۔ اور دشمنوں کی بھی، بلکہ تب کوئی آپ کا دشمن رہے گا ہی نہیں۔ آیئے گھر چلیں۔ ذرا آرام کر لینے سے آپ کا دل ٹھہر جائے گا۔"

www.urduchannel.in

کھنّا نے کوئی جواب نہ دیا۔ تینوں آدمی چوراہے پہنچے۔ موٹر کھڑا تھا۔ دس منٹ میں کھنّا کی کوٹھی میں پہنچ گئے۔

کھنّا نے اتر کر سکون کے لہجے میں کہا: "موٹر آپ لے جائیں، اب مجھ اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

مالتی اور مہتا بھی اتر پڑے۔ مالتی نے کہا: "تم چل کر ذرا آرام سے لیٹو، ہم بیٹھ کر بات چیت کریں گے۔ گھر جانے کی تو ایسی کوئی عجلت نہیں ہے۔"

کھنّا نے ممنونیت سے ان کی طرف دیکھا اور بھرے ہوئے گلے سے بولے: "مجھ سے جو خطائیں ہوئیں ہیں انھیں بخش دینا، مالتی! تم اور مہتا بس اور دنیا میں میرا کوئی نہیں ہے۔ مجھے امید ہے کہ تم دونوں مجھے اپنی نظروں سے نہ گراؤ گے۔ شاید دس پانچ دن میں یہ کوٹھی بھی چھوڑنی پڑے قسمت نے کیسی دغا کی!"

مہتا نے کہا: "میں آپ سے سچ کہتا ہوں کھنّا جی کہ آج میری نظروں میں جو آپ کی وقعت ہے پہلے کبھی نہ تھی۔"

تینوں آدمی کمرے میں گئے۔ دروازہ کھلنے کی آہٹ پاتے ہی گوبندی اندر سے آکر بولی: "کیا آپ لوگ وہیں سے آرہے ہیں؟ مہراج تو بڑی بری خبر لایا ہے۔"

کھنّا کے دل میں ایسا زبردست اور نہ رکنے والا طوفانی جوش اٹھا کہ وہ گوبندی کے پیروں میں گر پڑا۔ اور انھیں آنسوؤں سے تر کردیں۔ بھرے گلے سے بولے: "ہاں پیاری، ہم تباہ ہو گئے!"

ان کا بے حس، مایوس اور مجروح دل تسکین کے لئے بے قرار ہو رہا تھا، سچی اور محبت میں ڈوبی ہوئی تسکین کے لئے اس مریض کی طرح جو زندگی

www.urduchannel.in

کی قوت مائل ہو جانے پر بھی طبیب کے چہرے کی طرف آس بھری آنکھوں سے تاک رہا ہو۔ وہی گوبندی جس پر انھوں نے ہمیشہ ظلم کیا، جسے ہمیشہ ذلیل کیا، جس سے ہمیشہ بیوفائی کی، جسے ہمیشہ زندگی کا بار سمجھا، جس کی موت کے ہمیشہ خواہشمند رہے وہی اس وقت گویا اپنے آنچل میں دعا اور شگون اور تحفظ لئے ہوئے ان پر نچھاور کر رہی تھی، گویا اس کے قدموں میں ہی ان کی زندگی کا بہشت تھا، گویا وہ ان کے جھکے ہوئے سر پر ہاتھ رکھ کر ہی ان کی بے جان رگوں میں پھر خون کی گردش قائم کر دے گی! دل کی اس کمزور حالت میں اس بھاری مصیبت میں گویا وہ انھیں گلے سے لگا لینے کے لئے تیار کھڑی تھی۔ کشتی پر بیٹھ کر آبی سیر کا لطف اٹھاتے ہوئے ہم جن چٹانوں کو خطرناک سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کوئی انھیں کھود کر پھینک دے، ان ہی چٹانوں سے کشتی کے ٹوٹ جانے پر ہم بے اختیار لپٹ جاتے ہیں۔

گوبندی نے انھیں ایک صوفے پر بٹھا دیا اور محبت بھرے لہجے میں بولی: "تو تم اتنا دل کیوں چھوٹا کرتے ہو؟ دھن کے لئے جو سارے پاپوں کی جڑ ہے؟ اس دھن سے ہمیں کیا سکھ تھا؟ سویرے سے آدھی رات تک ایک نہ ایک جھنجھٹ، آتما کی تباہی اور بربادی! بچے تم سے بات کرنے کو ترس جاتے تھے، تمھیں رشتہ داروں کو خط لکھنے تک کی فرصت نہ ملتی تھی۔ کیا بڑی عزت تھی؟ ہاں تھی، کیونکہ دنیا آج کل دھن کی پوجا کرتی ہے اور سدا کرتی چلی آئی ہے۔ اس کو تم سے کوئی مطلب نہیں۔ جب تک تمھارے پاس لچھمی ہے، تمھارے سامنے دم ہلائے گی اور پھر کل اتنی ہی بھگتی سے دوسروں کے دروازے پر ماتھا رگڑے گی، اور پھر تمھاری طرف تاکے گی بھی نہیں۔ سچا انسان دھن کے آگے سر نہیں جھکاتا۔ وہ دیکھتا ہے کہ تم

www.urduchannel.in

کیا ہو۔ اگر تم میں سچائی ہے، انصاف ہے، تیاگ ہے اور مردانگی ہے تو وہ تمھاری پوجا کرے گا۔ میں جھوٹ تو نہیں کہتی مہتاجی ؟ "

مہتا نے گویا جنت کے خواب سے چونک کر کہا : جھوٹ ؟ وہی کہہ رہی ہیں جو دنیا کے عظیم لوگوں نے زندگی کا ٹھوس تجربہ کرنے کے بعد کہا ہے زندگی کا سچا سہارا یہی ہے۔"

گوبندی نے مہتا کو مخاطب کر کے کہا : "دھنی کون ہوتا ہے اس کا کوئی خیال نہیں کرتا۔ وہی جو اپنی چالاکی سے دوسروں کو بیوقوف بنا سکتا ہے ......"

کھنّا نے بات کاٹ کر کہا "نہیں گوبندی، دھن کمانے کے لئے اپنے میں فطری جوہر چاہیئے صرف چالاکی سے دھن نہیں ملتا۔ اس کے لئے بھی تیاگ اور تپسیا کرنا لازمی ہے۔ شاید اتنی ریاضت سے خدا بھی مل جائے ہماری ساری جسمانی، روحانی اور عقلی طاقتوں کے توازن کا نام دولت ہے۔"

گوبندی نے مخالفت نہ کرتے ہوئے ثالث کے لہجے میں کہا : "میں مانتی ہوں کہ دھن کے لئے تھوڑی تپسیا نہیں کرنی پڑتی، مگر پھر بھی ہم نے اسکو زندگی میں اہم چیز سمجھ رکھا ہے اتنی وہ نہیں ہے۔ میں تو خوش ہوں کہ تمھارے سر سے یہ بوجھ ٹلا اب تمہارے لڑکے انسان بنیں گے، خود غرضی اور غرور کے پتلے نہیں۔ زندگی کا سکھ دوسروں کو سکھی کرنے میں ہے۔ انھیں لوٹنے میں نہیں برا نہ ماننا اب تک تمہاری زندگی کا مطلب تھا خود پروری اور عیش کوشی۔ ایشور نے تمہیں ان ذرائع سے محروم کر کے تمھارے لئے زندہ بلند اور پاک زندگی کا راستہ کھول دیا ہے اس کے حصول میں اگر کچھ تکلیف بھی ہو تو اس کا خیر مقدم کرو تم اسے مصیبت سمجھتے ہی کیوں ہو؟ یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ تمھیں بے انصافیوں سے لڑنے کا موقع ملا ہے۔ میرے خیال میں تو

www.urduchannel.in

ظالم ہونے سے مظلوم ہونا کہیں بہتر ہے۔ دھن کھو کر اگر ہم اپنی آتما کو پا سکیں تو یہ کوئی مہنگا سودا نہیں ہے۔ انصاف کے سپاہی بن کر لڑنے میں جو عظمت اور راحت ہے کیا اسے اتنا جلد بھول گئے؟

گوبندی کے زرد و خشک چہرے پر جلال کی ایسی چمک تھی گویا اس میں کوئی عجیب طاقت آگئی ہو، گویا اس کی ساری خاموش ریاضت میں گویائی آگئی ہو۔

مہتا اس کی طرف عقیدت سے تاک رہے تھے، سر جھکائے اسی خدائی الہام سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے اور مالتی دل میں نادم تھی گوبندی کے خیالات کتنے بلند، اس کا دل کتنا کشادہ اور اس کی زندگی کتنی روشن ہے!

www.urduchannel.in

(۲۹)

نہری ان عورتوں میں نہ تھی جو نیکی کرکے دریا میں ڈال دیتی ہیں۔ اس نے نیکی کی ہے تو اس کا خوب ڈھنڈورا پیٹے گی اور اس سے جتنی نیک نامی مل سکتی ہے اس سے کچھ زیادہ ہی پانے کے لئے ہاتھ پیر مارے گی ایسے آدمی کو نیک نامی کے عوض بدنامی ہی ملتی ہے نیکی نہ کرنا بدنامی کی بات نہیں۔ اپنی خواہش یا اپنے میں سکت؟ نہیں ہے۔ اس کے لئے کوئی ہمیں برا نہیں کہہ سکتا۔ مگر جب ہم نیکی کرکے اس کا احسان جتاتے ہیں تو وہی شخص جس کے ساتھ ہم نے نیکی کی تھی، ہمارا دشمن ہو جاتا ہے اور ہمارے احسان کو مٹا دینا چاہتا ہے۔ وہی نیکی اگر کرنے والے کے دل میں رہے تو نیکی ہے۔ اور باہر نکل آئے تو بدی ہے۔

نہری چاروں طرف کہتی پھرتی تھی "بیچارا ہوری بڑی بپتا میں تھا، بیٹی کے بیاہ کے لئے کھیت رہن رکھ رہا ہے۔ میں نے اس کی یہ دسا دیکھی تو مجھے دیا آگئی دھنیا سے تو جی جلتا تھا، وہ رانڈ تو مارے گھمنڈ کے دھرتی پر پاؤں نہیں رکھتی بیچارا ہوری چنتا سے گھلا جاتا تھا۔ میں نے سوچا کہ اس سنکٹ میں اس کی کچھ مدد کر دوں۔ آدمی ہی آدمی کے کام آتا ہے اور ہوری تو اب کوئی گیر (غیر) نہیں ہے۔ مانو چاہے نہ مانو وہ تمہارے ناتے دار ہو چکے روپئے نکال کر دے دیئے۔ نہیں لڑکی اب تک بیٹھی ہی ہوتی۔"

دھنیا بھلا یہ ڈینگ کب سننے لگی "روپئے کھیرات (خیرات) دیئے تھے! بڑی کھیرات دینے والی! بیاج مہاجن بھی لے گا اور تم بھی لوگی، پھر احسان کا ہے کا؟ دوسروں کو دیتی تو بیاج کی جگہ اصل بھی چلا جاتا، ہم نے لیا ہے تو ہاتھ

www.urduchannel.in

میں روپیہ آتے ہی ناک پر رکھ دیں گے۔ ہمیں سمجھے کہ تمھارے گھر کا بس اٹھا کے پی گئے اور کبھی منہ پر نہیں۔ کوئی یہاں دو دارسے پر کھڑا نہیں ہونے دیتا تھا۔ ہم نے تمھاری مرجاد بنا دی، تمھارے منہ کی لالی رکھ لی۔"

رات کے دس بج گئے تھے۔ ساون کی اندھیری گھٹا چھائی تھی۔ سارے گانوں میں اندھیرا تھا۔ ہوری نے کھانا کھا کر تمبا کو پی اور سونے جا رہا تھا کہ بھولا آکر کھڑا ہو گیا۔

ہوری نے پوچھا کہ "کیسے چلے بھولا مہتو؟ جب اسی گانوں میں رہنا ہے تو الگ کیوں چھوٹا سا گھر نہیں بنا لیتے؟ گانوں میں لوگ کیسی کیسی برائی کرتے ہیں، کیا یہ تمھیں اچھا لگتا ہے؟ برا نہ ماننا، تم سے ناتا ہو گیا ہے اس لئے تمھاری بدنامی نہیں سنی جاتی، نہیں تو مجھے کیا کرنا تھا۔"

دھنیا اسی وقت لوٹے میں پانی لے کر ہوری کے سرہانے رکھنے آئی تھی، سُن کر بولی: "دوسرا مرد ہوتا تو ایسی عورت کا سر کاٹ لیتا۔"

ہوری نے ڈانٹا: "کیوں بے بات کی بات بکتی ہے؟ پانی رکھ دے اور جا سو۔ آج تو ہی بُری راہ چلنے لگے تو کیا تیرا سر کاٹ لوں گا؟ تو کاٹنے دیگی؟"

دھنیا اسے پانی کا ایک چھینٹا مار کر بولی: "بُری راہ چلے تمھاری بہن، میں کیوں چلنے لگی؟ میں تو دنیا کی بات کہتی ہوں اور مجھے گالی دینے لگے۔ اب منہ میٹھا ہو گیا ہو گا۔ عورت چاہے جس راہ جائے مرد ٹکر ٹکر دیکھتا رہے! ایسے مرد کو میں مرد نہیں کہتی۔"

ہوری دل میں کٹا جاتا تھا۔ بھولا اس سے اپنا دکھ درد کہنے آیا ہو گا، یہ الٹا اسی پر ٹوٹ پڑی۔ ذرا گرم ہو کر بولا: "تو جو سارے دن اپنے ہی من کی کیا کرتی ہے تو میں تیرا کیا بگاڑ لیتا ہوں؟ کچھ کہتا ہوں تو کاٹنے دوڑتی ہے۔"

www.urduchannel.in

یہی سوچ!"

دھنیا نے چاپلوسی کرنا نہ سیکھا تھا بولی "عورت گھی کا گھڑا ڈھلکا دے گھر میں آگ لگا دے تو یہ سب مرد سہ لے گا، مگر اس کا بدراہ چلنا کوئی مرد نہ سہے گا۔"

بھولا غمگین لہجے میں بولا "تو بہت ٹھیک کہتی ہو۔ دھنیا بیٹا مجھے اس کا سر کاٹ لینا چاہیئے تھا لیکن اب اتنا دم تو نہیں رہا۔ تو چل کر سمجھا دے، تو سب کچھ کر کے ہار گیا۔"

"جب عورت کو بس میں رکھنے کا بوتا نہ تھا تو سگائی کیوں کی تھی؟ اس چھپکلی کے لئے؟ کیا سوچتے تھے کہ وہ آکر تمھارے پاؤں دبائے گی تمھیں چلم بھر بھر کے پلائے گی اور جب تم بیمار پڑو گے تو تمھاری سیوا ٹہل کرے گی۔ تو ایسا وہی عورت کر سکتی ہو جس نے تمھارے ساتھ جوانی کا سکھ اٹھایا ہو میری سمجھ میں یہی نہیں آتا کہ تم اسے دیکھ کر لٹو کیسے ہو گئے دیکھ تو لیا ہوتا کہ وہ کس سبھاؤ کی ہے، کس رنگ ڈھنگ کی ہے تو تم بھوکے سیار (گیدڑ) کی طرح ٹوٹ پڑے۔ اب تو تمھارا دھرم یہی ہے کہ گنڈاسے سے اس کا سر کاٹ لو۔ پھانسی ہی تو پاؤ گے۔ اس چھپکلی سے پھانسی اچھی!

بھولا کے خون میں کچھ گرمی آگئی بولا "تو تمھاری یہی صلاح ہے؟"

دھنیا بولی "ہاں میری یہی صلاح ہے اب سو پچاس برس تو جیو گے نہیں، سمجھ لینا کہ اتنی ہی عمر تھی۔"

ہوری نے اب کے زور سے پھٹکارا "چپ رہ بڑی آئی ہے وہاں سے ستونتی بن کے! جبردستی (زبردستی) چڑیا تک تو پنجڑے میں رہتی نہیں پھر آدمی کیا رہے گا؟ تم اسے چھوڑ دو بھولا اور سمجھ لو کہ مر گئی۔ جاکر اپنے بال بچوں میں آرام

www.urduchannel.in

رہو دو روٹی کھاؤ اور رام کا نام لو۔ جوانی کے سکھ اب گئے۔ وہ عورت
ہے، سو بدنامی اور جلن کے سوا تم اس سے کوئی سکھ نہ پاؤ گے۔"

بھولا نہری کو چھوڑ دے؟ ناممکن! نہری اس وقت بھی اس کی طرف غصہ
کی آنکھوں سے تیز تیز دیکھتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ مگر نہیں، بھولا اب اسے
نہیں چھوڑ دے گا۔ جیسا کر رہی ہے اس کا پھل بھوگے!

آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ بولا "ہوری بھیا، اس عورت کے پیچھے میری
سانست ہو رہی ہے وہ میں ہی جانتا ہوں۔ اسی کے پیچھے کامتا سے
لڑائی ہوئی۔ بڑھاپے میں یہ داگ (داغ) بھی لگنا تھا سو لگ گیا۔ مجھے روج
(روز) طعنہ دیتی ہے کہ تمھاری تو لڑکی نکل گئی۔ میری لڑکی نکل گئی چاہے بھاگ
پر اپنے آدمی کے ساتھ پڑی تو ہے، اس کے دکھ سکھ کی ساتھن تو ہے
ایسی تو میں نے عورت ہی نہیں دیکھی دوسروں کے ساتھ تو ہنستی ہے اور مجھے
دیکھ کر کپا سا منہ پھلا لیتی ہے۔ میں گریب (غریب) آدمی ٹھہرا، تین چار آنے
روج (روز) کی مجوری (مزدوری) کرتا ہوں تب دودھ دہی، مانس مچھلی،
رڑی ملائی کہاں سے لاؤں؟"

بھولا یہاں سے عہد کر کے اپنے گھر گئے۔ اب بیٹوں کے ساتھ
رہیں گے، بہت دھکے کھا چکے۔ مگر دوسرے دن صبح ہوری نے دیکھا
ٹھیک نہ سمجھا عشق میں انسان کو خود پر قابو نہیں ہوتا۔ وہاں سے آ کر دھنیا
سے بولا "بھولا تو ابھی وہیں ہیں۔ نہری نے سچ مچ ان پر کوئی جادو کر دیا ہے"۔

دھنیا نے ناک سکیڑ کر کہا "جیسی بے حیا وہ ہے ویسا ہی بے حیا یہ
ہے۔ ایسے مرد کو تو چلو بھر پانی میں ڈوب مرنا چاہیئے۔ اب وہ سیکھی (شیخی)
نہ جانے کہاں گئی۔ جھنیا یہاں آئی تو اس کے لئے ڈنڈا لئے پھر رہے تھے۔

www.urduchannel.in

مرجاد چلی جاتی تھی۔ اب مرجاد نہیں جاتی ۔"

ہوری کو بھولا پر رحم آرہا تھا۔ بے چارا اس ہرجائی کے پھیر میں پڑکر اپنے کو برباد کئے ڈالتا ہے۔ چھوڑ کر جائے بھی تو کیسے ؟ عورت کو اس طرح چھوڑ کر جانا کیا سہل ہے ؟ وہ چڑیل اسے وہاں بھی تو چین سے نہ بیٹھنے دے گی۔ کہیں پنچایت کرائیگی کہیں روٹی کپڑے کا دعویٰ کرے گی ابھی تو گاؤں کے ہی لوگ جانتے ہیں۔ کسی کو کچھ کہتے سوچ ہوتا ہے۔ کانا پھوسی کر کے ہی رہ جاتے ہیں تب تو دنیا بھی بھولا ہی کو برا کہے گی۔ لوگ یہی تو کہیں گے کہ جب مرد نے چھوڑ دیا تو بے چاری عورت کیا کرے ؟ مرد برا ہو تو عورت کی گردن کاٹ لے گا، عورت بری ہو تو مرد کے منہ میں کالکھ لگا دے گی ۔"

اس کے دو مہینے بعد ایک روز گاؤں میں یہ خبر پھیلی کہ نہری نے مارے جوتوں کے بھولا کی چاند گنجی کر دی۔ برسات ختم ہو گئی تھی اور ربیع بونے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ ہوری کی اکھ تو نیلام ہو گئی تھی۔ بیج کے لئے اسے روپئے نہ ملے اور ایکھ نہ بوئی جا سکی۔ ادھر دہنا بیل بھی بٹھان لینے کو تھا اور ایک نئے بیل کے بغیر کام نہ چل سکتا تھا۔ پنیا کا ایک بیل نالے میں گر کر مر گیا تھا، اس وقت سے اور بھی دقت پڑ گئی تھی۔ ایک دن پنیا کے کھیت میں ہل جاتا تو ایک دن ہوری کے کھیت میں۔ کھیتوں کی جتائی جیسی چاہیئے تھی، نہ ہو پائی تھی۔

ہوری ہل لے کر کھیت میں گیا، مگر بھولا کی فکر لگی ہوئی تھی۔ اس نے اپنی زندگی میں کبھی یہ نہ سنا تھا کہ کسی عورت نے اپنے خاوند کو جوتوں سے مارا ہو۔ جوتوں سے کیا، تھپیڑ یا گھونسے مارنے کا بھی کوئی واقعہ اسے یاد نہ آتا تھا۔ مگر آج نہری نے بھولا کو جوتوں سے پیٹا اور سب لوگوں نے تماشا دیکھا۔ اس عورت سے کیسے اس ابھاگے کا گلا چھوٹے ؟ اب تو بھولا کو

www.urduchannel.in

کہیں ڈوب ہی مرنا چاہیئے۔ جب جندگی (زندگی) میں بدنامی اور درگت کے سوا اور کچھ نہ ہو تو آدمی کا مرجانا ہی اچھا۔ کون بھولا کے نام کو رونے والا بیٹھا ہے۔ بیٹے چاہے کریا کرم کردیں سو وہ بھی دنیا کی لاج کے کارن، آنسو کسی کی آنکھ میں نہ آئے گا۔ موہ کے بس میں پڑکر آدمی اس طرح اپنے کو چوپٹ کرتا ہے۔ جب کوئی رونے والا ہی نہیں تو پھر جینے کا کیسا موہ اور مرنے سے کیسا ڈر؟

ایک یہ نہرّی ہے اور ایک یہ چمارن ہے سلیا! دیکھنے سننے میں اس سے لاکھ درجہ اچھی۔ چاہے تو دو کو کھلاکر کھائے اور رادھا بنی گھومے، لیکن مجوری کرتی ہے، بھوکوں مرتی ہے اور پتی کے نام پر بیٹھی ہے اور وہ بیدرہ بات بھی نہیں پوچھتا۔ کون جانے، دھنیا مرگئی ہوتی تو آج ہوری کی بھی یہی دسا ہوتی۔ اس کی موت کے خیال ہی سے ہوری کے رونگٹے کھڑے ہوگئے دھنیا کی خیالی شکل آنکھوں کے سامنے آکر کھڑی ہوگئی، سیتوا اور تیاگ کی دیوی، زبان کی تیز مگر موم جیسا دل رکھنے والی پیسے پیسے کے لئے جان دینے والی مگر آبرو بچانے کے لئے اپنا سب کچھ دے دینے کو تیار! جوانی میں وہ کم سندر نہ تھی۔ نہرّی اس کے سامنے کیا ہے؟ چلتی تھی تو رانی سی لگتی تھی جو دیکھتا تھا دیکھتا ہی رہ جاتا تھا۔ یہی پٹیشوری اور جھنگری تب جوان تھے۔ دونوں دھنیا کو دیکھ کر سینے پر ہاتھ رکھ لیتے تھے۔ دروازے کے سو سو چکر لگاتے تھے۔ ہوری ان کی تاک میں رہتا تھا مگر چھیڑنے کا کوئی حیلہ نہ پاتا تھا۔ اس وقت گھر میں کھانے پینے کی بڑی تکلیف تھی۔ پالا پڑگیا تھا اور کھیتوں میں بھوسا تک نہ ہوا تھا لوگ جھر بیریاں کھا کھا کر دن کاٹتے تھے۔ ہوری کو قحط کے کیمپ میں کام کرنے جانا پڑتا تھا۔ چھ پیسے روزانہ ملتے تھے۔ دھنیا گھر میں

www.urduchannel.in

اکیلی رہتی تھی مگر کبھی کسی نے اس کو کسی مرد کی طرف تاکتے نہیں دیکھا۔ پٹیشوری نے ایک بار کچھ چھیڑ چھاڑ کی تھی تو اس کا ایسا منہ توڑ جواب دیا کہ لالہ آج تک نہیں بھولے۔

دفعتاً اس نے ماتادین کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ کسائی (قصائی) کہیں کا! کیسا تلک لگائے ہوئے ہے جیسے بھگوان کا پورا بھگت ہے۔ رنگا سیار! ایسے باہمن کو پالاگن کون کرے؟

ماتادین نے قریب آکر کہا "تمھارا داہنا بیل تو بوڑھا ہوگیا، ہوری! اب کی سینچائی میں نہ ٹھہرے گا۔ اس کو لائے کوئی پانچ سال ہوئے ہوں گے؟"

ہوری نے بیل کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر کہا "کیسا پانچواں؟ آٹھواں سال چل رہا ہے، بھائی! جی تو چاہتا ہے کہ اسے پنسن دے دوں، پر کسان کو اور کسان کے بیل، ان کو جمراج (فرشتۂ اجل) پنسن دے دیں تو ملے۔ اس کی گردن پر جوا رکھتے میرا من مسوستا ہے۔ بے چارا سوچتا ہوگا کہ اب بھی چھٹی نہیں، اب کیا میرا ہاڑ جوتے گا کیا؟ پر اپنا کوئی بس نہیں ہے۔ تم کیسے چلے؟ اب تو جی اچھا ہے؟"

ماتادین ادھر ایک مہینے سے فصلی بخار میں پڑا ہوا تھا۔ ایک دن تو اس کی نبض چھوٹ گئی تھی اور چارپائی سے نیچے اتار دیا گیا تھا۔ اس وقت سے اس کے دل میں یہ تحریک ہوئی تھی کہ سلیا پر ظلم کرنے کی اسے یہ سزا ملی ہے۔ جب اس نے سلیا کو گھر سے نکالا تب وہ حاملہ تھی۔ اسے ذرا بھی رحم نہ آیا۔ پورے حمل کے ساتھ بھی وہ مزدوری کرتی رہی۔ اگر دھنیا نے اس پر ترس نہ کھایا ہوتا تو مرگئی ہوتی، کیسی کیسی مصیبتیں جھیل کر جی رہی ہے۔

www.urduchannel.in

مزدوری بھی تو اس حالت میں نہیں کر سکتی۔ اب نادم اور نرم ہو کر وہ سلیا کو ہوری کی معرفت دو روپئے دینے آیا ہے۔ اگر ہوری یہ روپئے اسے دے دے تو اس کا بڑا احسان مانے گا۔

ہوری نے کہا "تمھیں جا کر کیوں نہیں دے دیتے؟"

ماتا دین نے عاجزی سے کہا "مجھے اس کے پاس نہ بھیجو، ہوری مہتو! کونسا منہ لے کر جاؤں؟ ڈر بھی لگ رہا ہے کہ مجھے دیکھ کر کہیں ڈانٹنے نہ لگے تم مجھ پر اتنی مہربانی کرو۔ ابھی مجھ سے چلا نہیں جاتا مگر اسی روپئے کے لئے ایک ججمان کے پاس کوس بھر دوڑا گیا تھا۔ اپنی کرنی کا پھل بہت بھوگ چکا۔ اس باھمن ہونے کا بوجھ اب نہیں اٹھائے اٹھتا چھپ کر چاہے ککرم کرو کوئی نہیں بولتا مگر کھل کر کچھ نہیں کر سکتے، نہیں تو کل (خاندان) میں کلنک لگ جائے گا۔ تم اسے سمجھا دینا دادا! پرادھ چھما کر دے۔ یہ دھرم کا بندھن بہت کڑا ہوتا ہے۔ جس سماج میں پیدا ہوئے اور پلے اس کی مرجاد تو نباہنی ہی پڑتی ہے۔ اور کسی جات کا دھرم بگڑ جائے تو اس کا کچھ بہت نہیں بگڑتا مگر باھمن کا دھرم بگڑ جائے تو وہ کہیں کا نہیں رہتا۔ اس کا دھرم ہی اس کے پرکھوں کی کمائی ہے۔ اسی کی وہ روٹی کھاتا ہے اس پراسچت کے پیچھے ہمارے تین سو روپئے بگڑ گئے تو جب بے دھرم ہی ہو کر رہنا ہے تو پھر جو کچھ کرنا ہے وہ کھل کے کروں گا۔ سماج کے ناتے ہوری کا اگر کچھ دھرم ہے تو آدمی کے ناتے بھی تو اس کا کچھ دھرم ہے۔ سماج کا دھرم رکھنے سے سماج آدر کرتا ہے مگر آدمی کا دھرم رکھنے سے تو ایشور پرسن (خوش) ہوتا ہے۔

شام کو جب ہوری نے سلیا کو ڈرتے ڈرتے روپئے دیئے تو وہ جیسے اپنی ریاضت کا ثمر پا گئی۔ دکھ کا بوجھ تو وہ اکیلی اٹھا سکتی تھی مگر سکھ کا بوجھ تو تنہا

www.urduchannel.in

نہیں اٹھتا۔ کیسے یہ خوش خبری سنائے ؟ دھنیا سے وہ اپنے دل کی باتیں نہیں کہہ سکتی۔ گانوں میں اور کوئی نہیں جس سے اس کا کافی ربط وضبط ہو۔ اس کے پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے۔ سونا ہی اس کی سہیلی تھی۔ سلیا اس سے ملنے کے لئے بے چین ہو گئی۔ رات بھر کیسے صبر کرے ؟ دل میں ایک آندھی سی اُٹھ رہی تھی اب وہ بیکس نہیں ہے۔ ماتادین نے اس کی باتھ پھر پکڑ لی ہے۔ زندگی کے راستے میں اس کے سامنے اب خوفناک منہ والی اندھیری خندق نہیں ہے، بلکہ لہلہاتا ہوا ہرا بھرا میدان ہے جس میں جھرنے اپنا سہاؤنا گیت گاتے ہیں اور ہرن کلیلیں کر رہے ہیں اس کی روٹھی ہوئی محبت آج سرمست ہو گئی ہے ماتادین کو اسی نے دل میں کتنا پانی پی پی کر کوسا تھا اب وہ ان سے چھما مانگے گی۔ اس سے سچ مچ بڑی بھول ہوئی کہ اس نے سارے گانوں کے آگے ان کی ہتک کی۔ وہ تو چمارن ہے، جات کی کم، اس کا کیا بگڑا۔ آج دس بیس لگا کر برادری کو روٹی دے دے تو پھر برادری میں ہو جائے گی ان بیچارے کا تو سدا کے لئے دھرم ہی ناس ہو گیا وہ مرجاد اب انھیں پھر نہیں مل سکتی۔ وہ اس میں کتنی اندھی ہو گئی تھی کہ سب سے ان کے پریم کا ڈھنڈورا پیٹتی پھری ان کا تو دھرم بگڑ گیا تھا، انھیں تو رس تھی ہی، پر اس کے سر پر کیوں بھوت سوار ہو گیا ؟ وہ اپنے ہی گھر چلی جاتی تو کون برائی ہو جاتی ؟ گھر میں اسے کوئی باندھ تو نہ لیتا ؟ ماتادین کی سب اسی لئے تو پوجا کرتے ہیں کہ وہ نیم دھرم سے رہتے ہیں، تو وہی دھرم جب نہ رہ گیا تو وہ کیوں نہ اس کے لہو کے پیاسے ہو جاتے ؟

ذرا دیر پہلے تک اس کی نگاہوں میں سارا قصور ماتادین کا تھا، اور اب سارا قصور اپنا تھا۔ ہمدردی نے ہمدردی پیدا کر دی تھی۔ اس نے بچے کو سینے سے لگا کر خوب پیار کیا۔ اب اسے دیکھ کر ندامت و پشیمانی نہیں ہوتی۔

www.urduchannel.in

وہ اب صرف اس کے رحم کا مستحق نہیں اب اس کی پوری مادرانہ محبت کا مستحق ہے۔

کاتک کی روپہلی چاندنی ساری فضا پر کسی میٹھے راگ کی طرح چھائی ہوئی تھی۔ سلیا گھر سے نکلی۔ وہ سونا کے پاس جا کر اسے یہ مژدہ سنائے گی اب اس سے نہیں رہا جاتا۔ ابھی تو شام ہوئی ہے۔ ڈونگی اس پار تھی اور ملاّح کا کہیں پتہ نہیں۔ چاند گھل کر جیسے ندی میں بہا جا رہا تھا۔ وہ ایک لمحہ کھڑی سوچتی رہی پھر ندی میں گھس پڑی۔ ندی میں کچھ ایسا زیادہ پانی تو کیا ہوگا۔ اس خوشی کے سمندر کے آگے ندی کیا چیز تھی۔ پانی پہلے تو گھٹنوں تک تھا پھر کمر تک آیا اور آخر گلے تک پہنچ گیا۔ سلیا ڈری کہ کہیں ڈوب نہ جائے۔ کہیں کوئی گڑھا نہ پڑ جائے مگر اس نے جان پر کھیل کر پیر آگے بڑھایا اب وہ منجدھار میں ہے موت اس کے سامنے ناچ رہی ہے۔ مگر وہ گھبرائی نہیں۔ اسے تیرنا آتا ہی۔ لڑکپن میں وہ کتنے ہی بار اسی ندی میں تیر چکی ہے، اور کھڑے کھڑے ندی کو پار بھی کر چکی ہے۔ پھر اس کا دل دھڑک رہا ہے۔ مگر پانی کم ہونے لگا اب کوئی ڈر نہیں ہے اس نے جلد جلد ندی کو پار کیا اور کنارے پہنچ کر اپنے کپڑے نچوڑے اور ٹھنڈ سے کانپتی ہوئی آگے بڑھی۔ چاروں طرف سناٹا تھا۔ گیدڑوں کی آواز بھی نہ سنائی پڑتی تھی اور سونا سے ملنے کا خوش کن خیال اسے اڑائے لئے جاتا تھا۔

مگر اس گاؤں میں پہنچ کر اسے سونا کے گھر جاتے ہوئے تامّل ہونے لگا متھرا کیا کہے گا؟ اس کے گھر والے کیا کہیں گے؟ سونا بھی بگڑے گی کہ اتنی رات گئے تو کیوں آئی۔ دیہاتوں میں دن بھر کے ماندے کسان سرِشام ہی سو جاتے ہیں۔ سارے گاؤں میں سوتا پڑ گیا تھا۔ متھرا کے گھر کا دروازہ

www.urduchannel.in

بند تھا۔ سلیا اسے نہ کھلا سکی۔ لوگ اسے اس بھیس میں دیکھ کر کیا کہیں گے؟ وہیں دروازے پر الاؤ میں ابھی آگ چمک رہی تھی۔ سلیا اپنے کپڑے سکھانے لگی۔ یکایک دروازہ کھلا اور متھرا نے آکر پکارا۔ "ارے کون بیٹھا ہے الاؤ کے پاس؟" سلیا نے جلد ہی آنچل کو سر پر کھینچ لیا اور قریب جاکر بولی۔ "میں ہوں سلیا!"

"سلیا! اتنی رات گئے کیسے آئی؟ وہاں تو سب اچھائی بھلائی ہے؟"

"ہاں سب اچھائی بھلائی ہے جی گھبرا رہا تھا، سوچا کہ چلوں سب سے بھینٹ کر آؤں۔ دن کو تو چھٹی ہی نہیں۔"

"تو کیا اپنے آپ ندی پار کر کے آئی ہے؟"

"اور کیسے آتی؟ پانی؟ پانی کم تھا۔"

متھرا اسے اندر لے گیا۔ برٖٹھے میں اندھیرا تھا۔ اس نے سلیا کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ سلیا نے جھٹکے سے ہاتھ چھڑا لیا اور غصّے سے بولی۔ "دیکھو متھرا، مجھے چھیڑو گے تو میں سونا سے کہہ دوں گی۔ تم میری چھوٹے بہنوئی ہو، یہ سمجھ لو جان پڑتا ہے کہ سونا سے من نہیں بھرتا۔"

متھرا نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر کہا۔ "تم بڑی بیدرد ہو سلو! اس بھگت کون دیکھتا ہے؟"

"کیا میں سونا سے سندر ہوں؟ اپنا بھاگ نہیں سراہتے کہ ایسی اندر کی پری پا گئے۔ اب بھونرا بننے کو من چلا ہے اس سے کہہ دوں تو تمھارا منہ نہ دیکھے۔"

متھرا عیاش نہ تھا۔ سونا سے اسے محبت بھی تھی۔ اس وقت تاریکی اور تخلیہ اور سلیا کا شباب دیکھ کر اس کا جی ڈانوا ڈول ہو اٹھا تھا۔ یہ تنبیہ پاکر

www.urduchannel.in

ہوش میں آگیا۔ سلّیا کو چھوڑتا ہوا بولا "تمھارے پیروں پڑتا ہوں سلّو۔ اس سے نہ کہنا۔ ابھی جو ڈنڈ چاہو لے لو۔"

سلّو کو اس پر رحم آگیا۔ آہستہ سے اس کے منہ پر چپت جما کر بولی "اس کا ڈنڈ یہی ہے کہ پھر مجھ سے ایسی چھیڑ نہ کرنا اور نہ کسی اور سے کرنا، نہیں تو سونا تمھارے ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

"میں کسم کھاتا ہوں سلّو! کہ اب کبھی ایسا نہ ہوگا۔"

اس کی آواز میں التجا تھی۔ سلّو کا جی بھی ڈانواڈول ہونے لگا۔ اس کا رحم پر کیف ہو چلا۔

"اور جو کرو؟"

"تو تم جو چاہنا سو کرنا۔"

سلّو کا منہ اس کے منہ کے پاس آگیا تھا۔ اور دونوں کے سانس جسم اور آواز میں لرزش ہو رہی تھی کہ دفعتاً سونا نے پکارا "کس سے باتیں کرتے ہو وہاں؟"

سلّو پیچھے ہٹ گئی۔ متھرا آگے بڑھ کر آنگن میں آگیا اور بولا "سلّو تمھارے گانوں سے آئی ہے۔"

سلّو بھی پیچھے پیچھے آکر آنگن میں کھڑی ہو گئی۔ اس نے دیکھا کہ سونا وہاں کتنے آرام سے رہتی ہے۔ دالان میں چارپائی ہے جس پر سوزنی کا نرم بستر بچھا ہوا ہے، بالکل ویسا ہی ناتادین کی چارپائی پر بچھا رہتا ہے۔ تکیہ بھی ہے اور لحاف بھی۔ چارپائی کے نیچے لوٹے میں پانی رکھا ہوا ہے صحن میں چاندنی نے آئینہ سا بچھا رکھا ہے۔ ایک طرف تلسی کا چبوترا ہے اور دوسری طرف جوار کے ڈنٹھلوں کے کئی بوجھ دیوار کے سہارے رکھے

www.urduchannel.in

ہوئے ہیں اور بیچ میں پوال کے گٹھے ہیں۔ پاس ہی اوراؤ کھلی ہے جس کے پاس کٹا ہوا دھان پڑا ہے۔ کھپریل پر کدو کی بیل چڑھی ہوئی ہے اور کئی کدو بھی دکھائی پڑ رہے ہیں۔ دوسری طرف کے دالان میں ایک گائے بندھی ہوئی ہے۔ اس حصے میں متھرا اور سونا سوتے ہیں اور لوگ دوسرے حصے میں ہوں گے۔ سلیا نے سوچا کہ سونا کی زندگی کتنے آرام کی زندگی ہے۔ سونا اٹھ کر آنگن میں آگئی تھی مگر سلو سے بے اختیار گلے نہیں ملی۔ سلو نے سمجھا کہ شاید متھرا کے کھڑے ہونے کی وجہ سے سونا سوچ کر رہی ہے۔ یا کون جانے اسے اب گھمنڈ ہو گیا ہو، سلو چمارن سے گلے ملنے میں اپنی ہتک سمجھتی ہو۔ اس کا سارا جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔ اس ملاقات سے خوشی کے بجائے حسد پیدا ہوئی۔ سونا کا رنگ کیسا کھل گیا ہے اور بدن کیسا کنچن سا نکھر آیا ہے۔ گٹھن بھی سڈول ہو گئی ہے۔ چہرے پر گرست پن کی رونق کے ساتھ شباب کی ہنستی ہوئی بہار ہے۔ سلو ایک لمحہ کے لئے گویا مبہوت سی تاکتی ہوئی کھڑی رہ گئی۔ یہ وہی سونا ہے جو سوکھا سا بدن لئے بکھرائے ادھر اُدھر دوڑا کرتی تھی۔ مہینوں سر میں تیل نہ پڑتا تھا۔ پھٹے پرانے جھیتھڑے پیلیٹے پھرتی رہتی تھی۔ آج اپنے گھر کی رانی ہے گلے میں ہنسلی اور جمیل، کانوں میں کرن پھول اور سونے کی بالیاں، ہاتھوں میں چاندی کے کڑے اور کنگن، آنکھوں میں کاجل اور مانگ میں سیندور۔ سلیا کی زندگی کا بہشت یہیں تھا۔ اور سونا کو وہاں دیکھ کر وہ خوش نہ ہوئی۔ اسے کتنا گھمنڈ ہو گیا ہے۔ کہاں تو سلیا کے گلے میں بانہیں ڈالے گھاس چھیلنے جاتی تھی اور آج سامنے دیکھتی بھی نہیں۔ اُس نے سوچا تھا کہ سونا اس کے گلے لگ کر ذرا رو دے گی، اسے آدر سے بٹھائے گی، اسے کھلائے پلائے گی اس سے گاؤں گھر کی سینکڑوں باتیں پوچھے گی اور اس سے اپنی نئی زندگی

www.urduchannel.in

کے تجربے، سہاگ رات کی کیفیت بیان کرے گی۔ اور یہاں سونا کے منہ میں دہی جما ہوا ہے۔ وہ تو یہاں آکر پچھتائی۔

آخر سونا نے رکھائی سے پوچھا "اتنی رات گئے کیسے چلیں، سلو؟"

سلو نے آنسوؤں کو روکتے ہوئے کہا "تم سے ملنے کو بہت جی چاہتا تھا اتنے دن ہو گئے تو بھینٹ کرنے چلی آئی۔"

سونا کا لہجہ اور سخت ہوا "مگر آدمی کسی کے گھر آتا ہی تو دن کو کہ اتنی رات بیتے؟"

واقعی سونا کو اس کا آنا برا لگ رہا تھا۔ یہ وقت اس کے عیش و آرام اور ہنسنے بولنے کا تھا، سلو نے اسی میں دخل دے کر گویا اس کے آگے سے پروسی ہوئی تھالی کھینچ لی تھی۔

سلو ساکت سی بیٹھی ہوئی زمین کی طرف تاک رہی تھی۔ دھرتی کیوں نہیں پھٹ جاتی کہ وہ اس میں سما جائے اتنی ہتک!! اس نے اپنی اتنی سی زندگی میں بہت ہتک سہی، بڑی درگت دیکھی تھی مگر آج یہ کانٹا جس طرح اس کے دل میں چبھ گیا تھا ویسی کبھی کوئی اور بات نہ چبھی تھی۔ گڑ گھر کے اندر مٹکوں میں بند رکھا ہو تو کتنی ہی موسلا دھار بارش ہو۔ پھر بھی کوئی نقصان نہیں ہوتا، مگر جس وقت وہ دھوپ میں سوکھنے کے لئے باہر پھیلایا گیا ہو، تب تو پانی کا ایک چھینٹا بھی اسے بالکل خراب کر دے گا۔ سلیا کے دل کے سارے نازک جذبات اس وقت منہ کھولے ہوئے تھے کہ آسمان سے امرت برسے گا مگر برسا کیا؟ امرت کی جگہ لس، جو سلیا کے روئیں روئیں میں دوڑ گیا۔ اگر زندہ کی طرح لہریں آئیں۔ گھر میں فاقے سے سو رہنا اور بات ہے مگر دعوت کی صف سے اٹھا دیا جانا تو ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ سلیا کو یہاں ایک لمحہ

www.urduchannel.in

ٹھہرنا بھی برا معلوم ہوا۔ جیسے کوئی اس کا گلا دبائے ہوئے ہو۔ وہ کچھ نہ پوچھ سکی۔ سوتا کے دل میں کیا ہے اس وقت وہ قیاس کر رہی تھی۔ بل میں بیٹھا ہوا سانپ کہیں باہر نہ نکل آئے، اس کے پہلے ہی وہ یہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی۔ کیسے بھاگے؟ کیا بہانہ کرے؟ اس کی جان کیوں نہیں نکل جاتی؟

متھرا نے توشہ خانے کی کنجی اٹھالی کہ سلیا کے ناشتہ کے لئے کچھ نکال لائے، مگر دم بخود سا کھڑا ہوا تھا۔ ادھر سلیا کا سانس معلق تھا، جیسے سر پر ننگی تلوار لٹک رہی ہو۔

سونا کی نظر میں سب سے بڑا گناہ کسی مرد کا دوسری عورت کو اور کسی عورت کا دوسرے مرد کو تاکنا تھا۔ اس خطا کے لئے اس کے پاس کوئی معافی نہ تھی۔ ڈاکہ، قتل، جعل، کوئی جرم اتنا سنگین نہ تھا۔ ہنسی دل لگی کو وہ برا سمجھتی تھی، اگر علانیہ ہو، مگر پوشیدہ مذاق کو بھی وہ قابل گرفت سمجھتی تھی بچپن ہی سے وہ بہت سی رواجی باتیں جاننے اور سمجھنے لگی تھی ہوری کو جب کبھی باہر سے گھر آنے میں دیر ہو جاتی تھی اور دھنیا کو پتہ لگ جاتا تھا کہ وہ دلاری کی دوکان پر گیا تھا۔ خواہ تمبا کو ہی لینے کیوں نہ گیا ہو۔ تو وہ کئی کئی روز تک ہوری سے بولتی نہ تھی۔ اور نہ گھر کا کوئی کام کاج کرتی تھی۔ ایک مرتبہ وہ اسی بات پر اپنے میکے بھاگ گئی تھی۔ وہی خیال سونا میں زیادہ ترقی کر گیا تھا۔ جب تک اس کا بیاہ نہ ہوا تھا وہ خیال اتنا زبردست نہ تھا۔ مگر بیاہ ہو جانے کے بعد تو اس میں کافی پختگی اور مضبوطی آگئی تھی ایسے عورتوں مردوں کی اگر کھال بھی کھینچ لی جائے تو اسے رحم نہ آتا تھا۔ عشق کے لئے ازدواجی دائرے کے باہر اس کی نظر میں کوئی جگہ نہ تھی۔ عورت مرد کا ایک دوسرے کے متعلق جو عین فرض ہے اسی کو وہ عشق سمجھتی تھی۔ پھر سلو سے تو اس کا

www.urduchannel.in

بہنا پاتھا۔ اور سلو کو پیار کرتی تھی اور اس پر بھروسہ رکھتی تھی۔ وہی سلو آج اس سے بسواس گھات کر رہی ہے۔ متھرا اور سلو میں ضرور ہی پہلے سے تعلق رہا ہوگا۔ متھرا اس سے ندی کنارے یا کھیتوں میں ملتا ہوگا اور آج وہ اتنی رات گئے ندی پار کرکے اسی لئے یہاں آئی ہے۔ اگر اس نے ان دونوں کی باتیں نہ سن لی ہوتیں تو اسے خبر تک نہ ہوتی۔ متھرا نے عشقیہ ملاقات کے لئے یہی موقع سب سے زیادہ مناسب سمجھا ہوگا۔ گھر میں سناٹا جو ہے! اس کا دل سب کچھ جاننے کے لئے بے چین ہو رہا تھا وہ سارا بھید جان لینا چاہتی تھی تاکہ اپنے بچاؤ کی کوئی تدبیر سوچ سکے۔ اور یہ متھرا یہاں کیوں کھڑا ہے؟ کیا وہ اسے کچھ بولنے بھی دیگا۔

اس نے غصے سے کہا: "تم باہر کیوں نہیں جاتے ؟ یا یہیں پہرا دیتے رہوگے"

متھرا کچھ بولے بغیر باہر چلا گیا۔ اس کا خون خشک ہو رہا تھا کہ کہیں سلو سب کچھ کہہ نہ ڈالے۔ اور سلو کی جان سوکھ رہی تھی کہ اب وہ لٹکتی ہوئی تلوار سر پر گرا ہی چاہتی ہے۔

تب سونا نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا: "دیکھو سلو! سب ٹھیک ٹھیک بتا دو نہیں میں تمہارے سامنے یہیں اپنی گردن پر گنڈاسا ماروں گی، پھر تم میری سوت بن کر راج کرنا۔ دیکھو گنڈاسا وہ سامنے پڑا ہے۔ دو تلواریں ایک میان میں نہیں رہ سکتیں۔"

اس نے لپک کر گنڈاسا اٹھالیا اور اسے ہاتھ میں لے کر پھر بولی: "یہ مت سمجھنا کہ میں نری دھمکی دے رہی ہوں۔ اس میں میں کیا کر بیٹھوں، نہیں کہہ سکتی۔ ٹھیک ٹھیک بتا دو۔"

سلیا کانپ اٹھی۔ اس کے منہ سے ایک ایک لفظ اس طرح نکل پڑا جیسے گراموفون میں بھری ہوئی آواز ہو۔ وہ ایک بات بھی نہ چھپا سکی۔ سونا کے

www.urduchannel.in

چہرے سے خوفناک ارادہ ظاہر ہو رہا تھا گویا اس پر خون سوار ہو۔

سونا نے اس کی طرف برچھی سی چبھ جانے والی نگاہوں سے دیکھا اور کٹار سے چوٹ کرتی ہوئی سی بولی: "ٹھیک ٹھیک کہتی ہو؟"

"بالکل ٹھیک۔ اپنے بچے کی سوگند۔"

"کچھ چھپایا تو نہیں؟"

"اگر میں نے رتی بھر بھی چھپایا ہو تو میری آنکھیں پھوٹ جائیں۔"

"تو نے اس پاپی کو لات کیوں ماری؟ اسے دانت سے کاٹ کیوں نہیں لیا؟ اس کا لہو کیوں نہ پی لیا۔ تو چلائی کیوں نہیں؟"

سلو کیا جواب دے؟

سونا نے پاگل کی طرح انگاروں کی سی آنکھیں نکال کر کہا: "بولتی کیوں نہیں؟ کیوں تو نے اس کی ناک دانتوں سے نہیں کاٹ لی؟ کیوں نہیں دونوں ہاتھوں سے اس کا گلا دبایا؟ تب میں تیرے چرنوں پر سر جھکاتی۔ اب تو تو میری آنکھوں میں ہرجائی ہے، پوری بیسوا! اگر یہی کرنا تھا تو داتا دین کے نام کو کیوں کلنک لگا رہی ہے؟ کیوں کسی کو لے کر بیٹھ نہیں جاتی؟ کیوں اپنے گھر نہیں چلی گئی؟ یہی تو تیرے گھر والے چاہتے تھے، تو اپلے اور گھاس لے کر ہاٹ جاتی وہاں سے پیسے لاتی اور تیرا باپ بیٹھا ہوا اس پیسے کی تاڑی پیتا۔ پھر کیوں اس کی آبرو میں بٹہ لگایا؟ کیوں ستونتی بنی بیٹھی ہے؟ جب اکیلے نہیں رہا جاتا تو کیوں کسی سے سگائی نہیں کر لیتی؟ کیوں ندی تالاب میں ڈوب نہیں مرتی۔ کیوں دوسروں کی زندگی میں بس گھولتی ہے۔ آج میں تجھ سے کہے دیتی ہوں کہ اگر اس طرح کی بات پھر کبھی ہوئی اور مجھے پتہ چلا تو ہم تینوں میں سے ایک بھی جیتا نہ رہے گا۔ بس اب منہ میں کالکھ لگا کر چلی جا۔ آج سے میرے

www.urduchannel.in

اور تیرے بیچ میں کوئی ناتا نہیں ہے۔"

سلو چپکے سے اٹھی اور سنبھل کر کھڑی ہوئی معلوم ہوا کہ اس کی کمر ٹوٹ گئی ہو۔ ایک لمحہ تک ہمت کی فراہمی کی کوشش کرتی رہی مگر اپنی صفائی میں کچھ سوجھ نہ پڑا۔ آنکھوں میں اندھیرا تھا، سر میں چکر، گلا سوکھ رہا تھا اور سارا بدن بے حس تھا، جیسے مسامات سے جان نکل رہی ہو۔ ایک ایک قدم اس طرح رکھتی ہوئی جیسے سامنے کوئی گڑھا ہو۔ وہ باہر آئی اور ندی کی طرف چلی۔

دروازے پر متھرا کھڑا تھا۔ بولا "اس بخت (وقت) کہاں جاتی ہو سلو"

سلو نے کچھ جواب نہ دیا۔ متھرا نے بھی پھر کچھ نہ پوچھا۔

وہی روپہلی چاندنی اب بھی چھائی ہوئی تھی۔ ندی کی لہریں اب بھی چاندنی میں نہا رہی تھیں اور سلو دیوانگی کی سی حالت میں خواب کے سائے کی طرح ندی میں چلی جا رہی تھی۔

www.urduchannel.in

مزدوروں کی ہڑتال جاری ہے مگر اب اس سے مل کے مالکوں کا کوئی خاص نقصان نہیں ہے، نئے آدمی کم اجرت پر مل گئے ہیں اور جان توڑ کر کام کرتے ہیں۔ کیونکہ ان میں سب ہی ایسے ہیں جو بیکاری کی تکلیفیں اٹھا چکے ہیں اور اب اپنی سکت بھر کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہتے جس سے رزق میں خلل پڑے۔ چاہے جتنا کام لو اور چاہے جتنی چھٹیاں دو، انھیں کوئی شکایت نہیں۔ سر جھکائے ہوئے بیلوں کی طرح کام میں لگے رہتے ہیں، گھڑکیوں، گالیوں، یہاں تک کہ ڈنڈوں کی مار سے بھی انھیں کوئی شکایت نہیں ہوتی؛ اور اب پرانے مزدوروں کے لئے اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں، رہ گیا ہے کہ وہ اس گھٹی ہوئی مزدوری پر کام کرنے آئیں۔ اور کھنا صاحب کی خوشامد کریں۔ پنڈت اونکار ناتھ تو انھیں ذرا بھی اعتبار نہیں ہے۔ انھیں اب وہ تنہا پائیں تو شاید بری طرح خبر لیں۔ مگر پنڈت جی بہت بچے ہوئے رہتے ہیں۔ چراغ جلنے کے بعد اپنے دفتر سے باہر نہیں نکلتے اور افسروں کی خوشامد میں بھی لگے رہتے ہیں۔ مرزا خورشید کی دھاک اب بھی جیوں کی تیوں ہے۔ لیکن مرزا ان غریبوں کی تکلیف اور اس کے دور کرنے کی کوئی سبیل نہ دیکھ کر دل سے چاہتے ہیں کہ سب کے سب بحال کر دئے جائیں، مگر اس کے ساتھ ہی نئے آدمیوں کی تکلیف کا خیال کر کے پوچھنے والوں سے یہی کہہ دیا کرتے ہیں کہ جیسی مرضی ہو ویسا کریں۔

مسٹر کھنا نے پرانے آدمیوں کو پھر نوکری کرنے کا خواہش مند دیکھا تو

www.urduchannel.in

اور بھی اکڑ گئے، حالانکہ وہ خوب جانتے تھے کہ اس اجرت پر پرانے آدمی نئے لوگوں سے کہیں بہتر ہیں۔ پرانے آدمیوں میں زیادہ تر تو بچپن ہی سے مل میں کام کرنے کے عادی تھے اور خوب مشتاق تھے۔ نئے آدمیوں میں زیادہ تر دیہاتوں کے دکھی کسان جنھیں کھلی ہوا اور میدان میں پرانے زمانے کے چوبی اوزاروں سے کام کرنے کی عادت تھی۔ مل کے اندر ان کا دم گھٹتا تھا اور مشینری کے تیز چلنے والے پرزوں سے انھیں ڈر لگتا تھا۔ آخر جب پرانے آدمی خوب پست ہو گئے تب کھنا انھیں بحال کرنے پر راضی ہوئے مگر نئے آدمی اس سے کم اجرت پر کام کرنے کو تیار تھے اور اب ڈائرکٹروں کے سامنے یہ سوال تھا کہ وہ پرانے لوگوں کو بحال کریں یا نئے آدمیوں کو ہی رہنے دیں۔ ڈائرکٹروں میں نصف تو نئے آدمیوں کی اجرت گھٹا کر رکھنے کے حق میں تھے اور بقیہ نصف کی یہ رائے تھی کہ پرانے ہی آدمیوں کو موجودہ اجرت پر رکھ لیا جائے کچھ روپئے زیادہ خرچ ہوں گے ضرور، مگر کام اب سے کہیں زیادہ ہوگا۔ کھنا مل کی روح رواں تھے اور ڈائرکٹر تو ان کے ہاتھ کی کٹھ پتلیاں تھے۔ فیصلہ کھنا ہی کے ہاں میں تھا اور وہ اپنے دوستوں ہی سے نہیں بلکہ دشمنوں سے بھی اس بارے میں رائے لے رہے تھے۔ سب سے پہلے تو انھوں نے گوبندی کی رائے لی۔ جب سے مالتی کی طرف سے انھیں مایوسی ہو گئی تھی اور گوبندی کو معلوم ہو گیا تھا کہ مہتا جیسا عالم، تجربہ کار اور دانا شخص میری کتنی عزت کرتا ہے اور مجھ سے کسی قسم کی ریاضت کی امید رکھتا ہے، تب سے زن و شوہر میں پھر محبت پیدا ہو گئی تھی۔ محبت نہ سہی تو باہمی ربط و ضبط تو تھا ہی آپس میں وہ جلن اور بےچینی نہ تھی۔ درمیانی دیوار ٹوٹ گئی تھی۔

مالتی کے رنگ ڈھنگ کی بھی کایا پلٹ ہو رہی تھی۔ مہتا کی زندگی ابتک

www.urduchannel.in

اب تک مطالعہ اور غور و خوض میں گذری تھی۔ سب کچھ پڑھ چکنے اور دینداری و کفر کو خوب پرکھ لینے کے بعد وہ اسی نتیجہ پر پہنچے تھے کہ تعلق و بے تعلقی دونوں کے بیچ کا جو خدمتی راستہ ہے وہی زندگی کو بامعنی، اور ہستی کو بلند و پاکیزہ بنا سکتا ہے۔ کسی ہمہ دان خدا پر ان کا اعتقاد نہ تھا۔ اگرچہ وہ اپنی دہریت کو ظاہر نہ کرتے تھے، اس لئے کہ اس کے متعلق قطعی طور سے کوئی رائے قائم کرنا وہ اپنے لئے ناممکن سمجھتے تھے، مگر یہ خیال ان کے دل میں مضبوطی سے قائم ہو گیا تھا کہ جانداروں کی پیدائش و موت اور ان کے تکلیف و آرام یا عذاب و ثواب کے متعلق کوئی خدائی قانون نہیں ہے۔ ان کا خیال تھا کہ انسان نے اپنی خودی میں اپنے کو اتنا عظیم بنا لیا ہے کہ اسے ہر ایک کام کی تحریک خدا ہی سے ملا کرتی ہے۔ اسی طرح وہ ٹڈیاں بھی خدا کو ذمہ دار ٹھہراتی ہوں گی، جو اپنی راہ میں سمندر کے حائل ہو جانے پر اربوں کی تعداد میں مرجاتی ہیں اگر خدائی قوانین اتنے ناقابل فہم ہیں کہ انسان کی سمجھ میں نہیں آتے تو انھیں ماننے ہی سے انسان کو ڈھارس مل سکتی ہے؟ خدائی تصور کا ایک ہی مقصد ان کی سمجھ میں آتا تھا اور وہ تھا انسانی زندگی کا ایک ہونا۔ وحدت یا کثرت یا عدم تشدد کو روحانی نہیں، بلکہ مادی نقطہ خیال سے دیکھتے تھے۔ اگرچہ ان باتوں کا کسی تاریخی زمانے میں بھی بول بالا نہیں رہا، پھر بھی بنی نوع انسان کے جبلی ارتقا میں ان کا درجہ بڑی اہمیت کا ہے۔ انسانوں کی یکسانیت میں مہتا کا بہت بڑا اعتقاد تھا مگر اس اعتقاد کے لئے انھیں خدائی وجود کے تسلیم کرنے کی ضرورت نہ معلوم ہوتی تھی۔ ان کی انسانی محبت کا انحصار اس پر نہ تھا کہ جملہ جانداروں میں ایک روح ہے۔ توحید و شرک کا مسئلہ ان کی نظر میں رواجی اہمیت کے سوا کوئی اور اہمیت نہ رکھتا تھا اور وہ استعمالی اہمیت ان کے نزدیک انسانوں

www.urduchannel.in

کو ایک دوسرے کے قریب لائے، ان کی باہمی تفریق کے مٹانے اور ان میں اخوت کا جذبہ پیدا کرنے ہی میں مضمر تھی۔ یہ یکسانیت ان کے دل میں کچھ ایسی قائم ہو گئی تھی کہ اس کے لئے کسی روحانی بنیاد کا پیدا کرنا ان کی نظر میں بالکل فضول تھا۔ پھر ایک بار اس اصلیت کو جان کر وہ خاموش نہ بیٹھ سکتے تھے۔ بے لوثی کے ساتھ بلا کسی ذاتی غرض کے زیادہ سے زیادہ کام کرنا ان کے لئے ضروری ہو گیا تھا۔ جس کے بغیر ان کے دل کو سکون نہ مل سکتا تھا۔ شہرت، منفعت یا فرض کی ادائگی کے خیالات ان کے دل میں آتے ہی نہ تھے۔ ان کی بے مائگی ہی انھیں ان سے بچانے کے لئے کافی تھی۔ خدمت ہی اب ان کی خاص غرض ہوتی جاتی تھی اور ان کی اس فراخ دلی کا اثر در پردہ مالتی پر بھی پڑتا جاتا تھا۔ اب تک جتنے مرد اسے ملے سب نے اس کی عیاشانہ رغبت ہی کو اکسایا۔ اس کے ترک و ایثار کی طاقت روز بروز گھٹتی ہی تھی مگر مہتا کی صحبت سے اس پر تازگی آنے لگی۔ سب ہی حقیقی انسانوں میں یہ جذبہ چھپا رہتا ہے۔ اور روشنی پا کر چمک اٹھتا ہے۔ انسان اگر دولت یا شہرت کے پیچھے پڑا ہے تو سمجھ لو کہ ابھی تک وہ کسی اہل دل کے لگاؤ میں نہیں آیا۔ مالتی اب اکثر غریبوں کے گھر بلا فیس سے لئے مریضوں کو دیکھنے چلی جاتی تھی اور مریضوں کے ساتھ اس کے برتاؤ میں بڑی نرمی آگئی تھی۔ ہاں ابھی تک وہ بناؤ سنگار سے اپنا دل نہ ہٹا سکی تھی۔ رنگ اور پاؤڈر کا چھوڑنا اسے اپنی باطنی تبدیلیوں سے بھی کہیں زیادہ مشکل معلوم ہوتا تھا۔

ادھر کبھی کبھی وہ دونوں دیہاتوں کی طرف چلے جاتے تھے اور کسانوں کے ساتھ دو چار گھنٹے رہ کر اور کبھی کبھی ان کے جھونپڑوں میں رات کاٹ کر اور ان ہی کا سا کھانا کھا کر اپنے کو خوش قسمت سمجھتے تھے۔ ایک روز وہ سمری پہنچ،

www.urduchannel.in

گئے اور گھومتے ہوئے بیلاری بھی جا پہنچے۔ ہوری دروازے پر بیٹھا چلم پی رہا تھا کہ مالتی اور مہتا آکر کھڑے ہو گئے۔ مہتا نے ہوری کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور بولا "یہی تمھارا گاؤں ہے؟ یاد ہے جب ہم لوگ رائے صاحب کے یہاں آئے تھے اور تم دھنش یگیہ میں مالی بنے تھے؟"

ہوری کی یاد تازہ ہو گئی پہچان گیا اور شیشوری کے گھر کی طرف کرسیاں لانے چلا۔

مہتا نے کہا "کرسیوں کا کوئی کام نہیں۔ ہم لوگ اسی چارپائی پر بیٹھے جاتے ہیں۔ یہاں کرسی پر بیٹھنے نہیں۔ تم سے کچھ سیکھنے آئے ہیں۔"

دونوں چارپائی پر بیٹھ گئے۔ ہوری متحیر کھڑا رہا۔ ان لوگوں کی کیا خاطر کرے؟ بڑے آدمی ہیں۔ ان کی خاطر کرنے لائق اس کے پاس ہے کیا آخر اس نے پوچھا "پانی لاؤں؟"

مہتا نے کہا "ہاں پیاس تو لگی ہے۔"

"کچھ مٹھائی بھی لیتا آؤں؟"

"لاؤ، اگر گھر میں ہو۔"

ہوری گھر میں مٹھائی اور پانی لانے گیا تب تک گاؤں کے لڑکوں نے آکر ان دونوں کو گھیر لیا اور دیکھنے لگے گویا عجائب خانے سے دو نئے نمونے آ گئے ہوں۔

سلیا بچے کو لئے کسی کام سے چلی جا رہی تھی ان دونوں کو دیکھ کر تعجب سے ٹھہر گئی۔

مالتی نے آکر اس کے بچے کو گود میں لے لیا اور پیار کرتی ہوئی بولی "کتنے دنوں کا ہے؟"

www.urduchannel.in

سلیا کو ٹھیک نہ معلوم تھا۔ ایک دوسری عورت نے تبلایا "کوئی سال بھر کا ہوگا؟"

سکو نے تائید کی۔

مالتی نے مذاق کیا "پیارا بچہ ہے، اسے ہمیں دے دو۔"

سلیا نے گھمنڈ سے پھول کر کہا "آپ ہی کا تو ہے۔"

"تو میں اسے لے جاؤں۔"

"لے جائیے آپ کے ساتھ رہ کر آدمی ہو جائے گا۔"

"گاؤں کی دوسری عورتیں آگئیں اور مالتی کو ہوری کے مکان میں لے گئیں کیونکہ یہاں مردوں کے سامنے مالتی سے گفتگو کرنے کا موقع انھیں نہ ملتا۔ مالتی نے دیکھا کہ چارپائی بچھی ہے اور اس پر ایک دری پڑی ہوئی ہے جو پٹیشوری کے یہاں سے مانگ کر لائی گئی تھی۔ مالتی جا کر بیٹھی۔ بچوں کی حفاظت اور پرورش کی بات چلی۔ عورتیں جی لگا کر سننے لگیں۔

دھنیا نے کہا "یہاں سب کام کیسے ہوگا، سرکار! کھانے تک کا ٹھکانا تو ہے نہیں۔"

مالتی نے سمجھایا "صفائی میں کچھ خرچ نہیں، صرف تھوڑی سی محنت اور ہوشیاری سے کام چل سکتا ہے۔"

دلاری نے پوچھا "یہ سب باتیں آپ کو کیسے معلوم ہوئیں سرکار؟ آپ کا تو ابھی بیاہ نہیں ہوا۔"

مالتی نے مسکرا کر پوچھا "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میرا بیاہ نہیں ہوا؟"

سب ہی عورتیں منہ پھیر کر مسکرائیں۔ پنیا بولی "بھلا یہ کبھی چھپا رہتا ہے سرکار! منہ دیکھتے ہی پتہ چل جاتا ہے۔"

www.urduchannel.in

مالتی نے جھینپتے ہوئے کہا: "اسی لئے بیاہ نہیں کیا کہ آپ لوگوں کی خدمت کیسے کرتی؟"

سب نے ایک زبان سے کہا: "دھن ہو سرکار! دھن ہو!"

سلیا مالتی کے پیر دبانے لگی: "سرکار! کتنی دور سے آئی ہیں، تھک گئی ہوں گی۔"

مالتی نے پیر کھینچ کر کہا: "نہیں نہیں، میں تھکی نہیں ہوں۔ میں تو موٹر پر آئی ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ لوگ اپنے بچے لائیں تو میں انھیں دیکھ کر بتاؤں کہ آپ انھیں کس طرح تندرست رکھ سکتی ہیں۔"

ذرا دیر میں بیس پچیس بچے آ گئے۔ مالتی انھیں دیکھنے لگی۔ کئی بچوں کی آنکھیں اٹھی تھیں ان کی آنکھوں میں دوا ڈالی۔ زیادہ تر بچے کمزور تھے جس کا سبب تھا والدین کو اچھا کھانا نہ ملنا۔ مالتی کو یہ جان کر تعجب ہوا کہ دودھ بہت کم گھروں میں ہوتا ہے اور گھی کے تو برسوں درشن نہ ہوتے تھے۔

مالتی نے یہاں بھی انھیں کھانے کی اہمیت بتائی جیسا وہ سب ہی گاؤں میں بتایا کرتی تھی اس کا جی اس لئے کڑھتا تھا کہ یہ لوگ اچھا کھانا کیوں نہیں کھاتے۔ اسے دیہاتوں پر غصہ آجاتا تھا۔ کیا تمھارا جنم اسی لئے ہوا ہے کہ تم مر مر کر کماؤ اور جو کچھ پیدا ہو اسے کھا نہ سکو؟ جہاں دو چار بیلوں کے لئے چارا ہے وہاں دو ایک گائے بھینسوں کے لئے چارا نہیں ہے؟ کیوں یہ لوگ غذا کو زندگی کی خاص چیز نہ سمجھ کر اسے صرف جان بچانے کی چیز سمجھتے ہیں۔ کیوں سرکار سے نہیں کہتے کہ برائے نام سود پر روپئے کر انھیں سود خور مہاجنوں کے پنجے سے بچائے۔ اس نے جس کسی سے پوچھا تو یہی معلوم ہوا کہ اس کی کمائی کا بڑا حصہ مہاجنوں کا قرض ادا کرنے میں صرف ہو جاتا ہے

www.urduchannel.in

بٹوارے کا مرض بھی بڑھتا جاتا ہے۔ آپس میں اتنی مغائرت تھی کہ شاید ہی کوئی دو بھائی ایک ساتھ رہتے ہوں۔ ان کی اس درگت کا سبب بہت کچھ ان کی تنگ خیالی اور خود غرضی تھی۔ مالتی یہی باتیں عورتوں سے کرتی رہی۔ اُن کی عقیدت دیکھ کر اس کے دل میں خدمت کی تحریک اور بھی زور پکڑ رہی تھی۔ اس قربانی کی زندگی کے سامنے وہ عیش و آرام کی زندگی کتنی حقیر اور مصنوعی تھی۔ آج اس کے وہ ریشمی کپڑے جن پر زری کا کام تھا، اور وہ خوشبو سے مہکتا ہوا بدن اور وہ پاؤڈر لگا ہوا چہرہ اسے شرمندہ کرنے لگا۔ اس کی کلائی پر بندھی ہوئی سونے کی گھڑی جیسے ٹکٹکی لگائے اسے گھور رہی تھی۔ اس کے گلے میں چمکتا ہوا جڑاؤ نکلس جیسے اس کا گلا گھونٹ رہا تھا۔ ان تیاگ اور بھگتی کی دیویوں کے سامنے وہ اپنی ہی نظر میں حقیر ہو رہی تھی۔ وہ ان دیہاتوں سے بہت سی باتیں زیادہ جانتی تھی، دقتی رفتار سے زیادہ واقف تھی۔ لیکن جن حالات میں یہ غریب عورتیں اپنی زندگی کو کارآمد بنا رہی ہیں ان میں کیا وہ ایک دن بھی رہ سکتی ہے؟ دل میں غرور کا نام بھی نہیں دن بھر کام کرتی ہیں، فاقہ کرتی ہیں، روتی ہیں، پھر بھی اتنی ہنس مکھ اور زندہ دل ہیں! بیگانے ان کے لئے اس قدر یگانے ہو گئے ہیں کہ ان کا اپنا وجود ہی نہیں رہا۔ ان کی یگانگت اپنے بچوں میں، اپنے شوہر میں اور اپنے رشتہ داروں میں ہے۔ اسی خیال کی حفاظت کرتے ہوئے اور اسی کے دائرے کو بڑھاتے ہوئے مستقبل کا نسائی معیار بنے گا۔ بیدار عورتوں میں اس کے بجائے خود پروری کا جو خیال پیدا ہو گیا ہے، یعنی سب کچھ اپنے لئے، اپنے ہی عیش و آرام کے لئے، اس سے تو یہ خواب کی حالت ہی بھلی! مانا کہ مرد بے رحم ہے مگر ہے تو ان ہی ماؤں کا جایا ہوا۔ کیوں ماں نے لڑکے کو ایسی تعلیم نہیں دی کہ وہ ماں کی اور اس کے ناتے کل نسوانی طبقہ کی پرستش کرتا؟ اسی لئے کہ ماں کو ویسی تعلیم دینا

www.urduchannel.in

نہیں آتا، اسی لئے کہ اس نے خود کو اتنا مٹا دیا ہے کہ اس کی ہیئت ہی تبدیل ہو گئی ہے، اس کی شخصیت ہی ختم ہو گئی ہے!

انھیں خود کو مٹانے سے کام نہ چلے گا۔ عورت کو سماج کی فلاح کے لئے اپنے حقوق کی حفاظت کرنی ہوگی، اسی طرح جیسے ان کسانوں کو اپنی حفاظت کے لئے اپنی اس فرشتہ خصلتی کو کسی قدر ترک کرنا پڑے گا۔

شام ہو گئی تھی۔ مالتی کو عورتیں اب تک گھیرے ہوئے تھیں۔ اس کی باتوں سے جیسے ان کا جی ہی نہ بھرتا تھا۔ کئی عورتوں نے ان سے رات میں یہیں رہنے کا اصرار کیا۔ مالتی کو بھی ان کا سادہ پریم ایسا پیارا لگا کہ اس نے ان کی دعوت منظور کر لی۔ رات کو عورتیں اسے اپنا گانا سنائیں گی۔ مالتی نے گھر گھر میں جا کر ہر جگہ کی حالت سے واقفیت حاصل کرنے میں اپنا وقت صرف کیا۔ اس کی پُرخلوص ہوا خواہی اور ہمدردی دیہاتی عورتوں کے لئے دیوی کے بردان سے کم نہ تھی۔

ادھر مہتا صاحب چارپائی پر بیٹھے ہوئے کسانوں کی کشتی دیکھ رہے تھے پچھتا رہے تھے کہ مرزا صاحب کو کیوں نہ ساتھ لے لیا، ورنہ ان کی بھی ایک کشتی ہو جاتی۔ انھیں تعجب ہو رہا تھا کہ ایسے مضبوط اور معصوم لڑکوں کے ساتھ تعلیم یافتہ لوگ کیسے بے رحمی کا برتاؤ کرتے ہیں۔ نادانی کی طرح دانائی بھی سادا، صاف اور سنہرے سپنوں والی ہوتی ہے انسانیت پر اس کا اتنا زبردست اعتقاد ہوتا ہے کہ وہ مخالفانہ سلوک کو انسانیت کے خلاف سمجھنے لگتی ہے۔ وہ بھول جاتی ہے کہ بھیڑیوں نے بھیڑوں کی معصومیت اور بے چارگی کا جواب ہمیشہ پنجوں اور دانتوں سے دیا ہے۔ وہ اپنی ایک معیاری دنیا بنا کر اسے معیاری شخصیتوں سے آباد کرتی ہے۔ اور اسی میں مگن رہتی ہے۔ حقیقت کتنی ناقابل تشکل اور غیر قدرتی ہے۔ یہ خیال کرنا اس کے لئے مشکل ہو جاتا ہے۔ مہتا صاحب

www.urduchannel.in

اس وقت ان گنواروں کے بیچ میں بیٹھے ہوئے اسی مسئلے کو حل کر رہے تھے کہ ان کی حالت اتنی قابل رحم کیوں ہے۔ وہ اس سچائی سے سامنا کرنے کی ہمت نہ کر سکتے تھے کہ ان کی فرشتہ خصلتی ہی ان کی تباہ حالی کا سبب ہے۔ کاش یہ لوگ زیادہ انسان اور کم تر فرشتہ ہوتے تو اس طرح نہ ٹھکرائے جاتے۔ ملک میں کچھ بھی ہو، انقلاب ہی کیوں نہ آجائے مگر ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ کوئی جماعت ان کے سامنے طاقت ور بن کر آئے تو اس کے سامنے یہ سر جھکانے کو تیار ہیں۔ ان کی معصومیت، بے حسی کس حد تک پہنچ گئی ہے، جسے کوئی سخت صدمہ ہی ذی حس اور متحرک بنا سکتا ہے۔ ان کی آتما گویا ہر طرف سے مایوس ہو کر اب اپنے اندر ہی پیر توڑ کر بیٹھ گئی ہے، گویا ان میں زندگی کا احساس ہی نہیں ہے۔

شام ہو گئی تھی۔ جو لوگ اب تک کھیتوں میں کام کر رہے تھے۔ وہ بھی دوڑے چلے آتے تھے۔ اسی وقت مہتا نے مالتی کو گاؤں کی کئی عورتوں کے ساتھ ایسی محویت سے ایک بچے کو گود میں لئے دیکھا گویا وہ بھی ان ہی میں سے ایک ہو۔ مہتا کا دل خوشی سے بھر گیا۔ مالتی نے ایک طرح سے خود کو مہتا کے لئے وقف کر دیا تھا۔ اس کے متعلق مہتا کو اب کوئی شک و شبہ نہ تھا۔ مگر ابھی تک ان کے دل میں مالتی کے لئے وہ پاک اور بلند خواہش پیدا نہ ہوئی تھی جس کے بغیر شادی کی تجویز کرنا ان کے لئے مضحکہ انگیز تھا۔ مالتی ناخواندہ مہمان کی طرح ان کے دروازے پر آکھڑی ہو گئی تھی اور مہتا نے اس کا خیر مقدم کیا تھا۔ اس میں محبت کا جذبہ نہ تھا، صرف مردیت کا جذبہ تھا۔ اگر مالتی انھیں اس قابل سمجھتی ہے کہ ان پر عنایت کی نظر کرے تو مہتا ان کی اس عنایت کو نامنظور نہ کر سکتے۔ اس کے ساتھ ہی وہ مالتی کو گوبندی کے راستے سے ہٹا دینا چاہتے تھے اور وہ جانتے تھے کہ مالتی جب تک اپنا پیر آگے نہ جمائے گی، پچھلا پیر نہ اٹھائے گی۔

www.urduchannel.in

وہ جانتے تھے کہ مالتی کے ساتھ فریب کر کے وہ کمینگی ہی کا اظہار کر رہے ہیں۔ اس کے لئے ان کا ضمیر انھیں برابر ملامت کرتا رہتا تھا، مگر جیوں جیوں وہ مالتی کو قریب سے دیکھتے تھے ان کے دل میں کشش بڑھتی جاتی تھی۔ حسن کی دلکشی تو ان پر کوئی اثر نہ ڈال سکی تھی۔ یہ اوصاف کی دلکشی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ جسے سچی محبت کہہ سکتے ہیں۔ وہ ایک رشتے میں منسلک ہو جانے کے بعد ہی پیدا ہو سکتی ہے۔ اس کے قبل جو محبت ہوتی ہے۔ وہ تو محض فریفتگی ہے جسے ذرا بھی قیام و قرار نہیں۔ مگر اس سے پہلے یہ تصفیہ تو کر لینا ضروری تھا کہ جو بھیت باہمی قربت کی خراد پر چڑھے گا وہ خراد کے لئے موزوں بھی ہے یا نہیں۔ سبھی پتھر تو خراد پر چڑھ کر خوب صورت مورتوں کی شکل نہیں اختیار کر لیتے۔ استنے دنوں میں مالتی نے ان کے دل کے مختلف حصوں پر اپنی شعاعیں ڈالی تھیں۔ جو ابھی تک مرکوز ہو کر شعلے کی صورت میں نہ پھوٹ پڑی تھیں جس سے ان کا سارا دل روشن ہو جاتا۔ آج مالتی نے اپنی دیہاتی بہنوں سے مل کر اور ساری تفریق کو مٹا کر گویا ان شعاعوں کو مرکوز کر دیا۔ اور آج پہلی بار مہتا کو مالتی کے متعلق یگانگت کا احساس ہوا۔ جیوں ہی مالتی گاؤں کا گشت لگا کر لوٹی، انھوں نے اسے ساتھ لے کر ندی کی طرف رُخ کیا رات یہیں گذارنے کا ارادہ ہو گیا۔ مالتی کا دل آج نہ جانے کیوں دھڑکنے لگا۔ مہتا کے چہرے پر آج اسے ایک عجیب روشنی اور خواہش جھلکتی ہوئی نظر آئی۔

ندی کے کنارے چاندی کا فرش بچھا ہوا تھا اور ندی جواہرات سے جڑے ہوئے گہنے پہنے ہوئے میٹھے سروں میں گا گا کر چاند اور تاروں کا اور غنودگی کی حالت میں سر جھکاتے ہوئے پیڑوں کو اپنا رقص دکھا رہی تھی۔ مہتا قدرت کی متوالی پھبن پر جیسے مست ہو گئے، گویا ان کا بچپن اپنے سارے

www.urduchannel.in

کھلیوں کے ساتھ لوٹ آیا ہو ریت پر کودتے اور دوڑتے ہوئے ندی میں جاکر گھٹنے تک پانی میں کھڑے ہو گئے۔

مالتی نے کہا: "پانی میں نہ کھڑے ہو، کہیں ٹھنڈ نہ لگ جائے۔"

مہتا نے پانی اچھال کر کہا: "میرا تو جی چاہتا ہے کہ تیر کر ندی کے اُس پار چلا جاؤں۔"

"نہیں نہیں پانی سے نکل آؤ۔ میں نہ جانے دوں گی۔"

"تم میرے ساتھ نہ چلو گی؟ اس سونی بستی میں جہاں سپنوں کا راج ہے۔"

"مجھے تو تیرنا نہیں آتا۔"

"اچھا آؤ ایک ناؤ بنائیں اور اس پر بیٹھ کر چلیں۔"

وہ باہر نکل آئے۔ آس پاس بڑی دور تک جھاؤ کا جنگل کھڑا تھا۔ مہتا نے جیب سے چاقو نکالا اور بہت سی ٹہنیاں کاٹ کر جمع کیں۔ کنارے پر سرپت اُگا ہوا تھا۔ وہاں جاکر ایک گٹھا کاٹ لائے اور وہیں بالو کے فرش پر بیٹھ کر رسی بٹنے لگے۔ ایسے خوش گویا بہشت جانے کی تیاری کر رہے ہوں۔ کئی بار انگلیاں چر گئیں، خون نکلا۔ مالتی ناراض ہو رہی تھی اور بار بار گاؤں واپس جانے کے لئے اصرار کر رہی تھی مگر انھیں کوئی پروا نہ تھی۔ وہی بچوں کی سی خوشی تھی وہی الڑھ پن تھا، وہی ہٹ تھی۔ فلسفہ اور سائنس سب ہی اس بہاؤ میں بہہ گئے تھے۔

رسی تیار ہو گئی۔ جھاؤ کا بڑا تختہ سا بن گیا۔ ٹہنیاں دونوں سروں پر رسی سے جوڑ دی گئی تھیں۔ اس کے سوراخوں میں جھاؤ کی پتیاں بھر دی گئیں تاکہ پانی اوپر نہ آئے۔ ناؤ تیار ہو گئی۔ رات اور بھی خواب آلود ہو گئی تھی۔

www.urduchannel.in

مہتا نے ناؤ کو پانی میں ڈال کر مالتی کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا: آؤ بیٹھو!"
مالتی نے ڈرتے ہوئے کہا: "دو آدمیوں کا بوجھ سہار سکے گی!"
مہتا نے فلسفیانہ تبسم سے کہا: "جس ناؤ پر بیٹھے ہوئے ہم لوگ زندگی کا سفر پورا کر رہے ہیں وہ تو اس سے کہیں زیادہ کمزور ہے مالتی! کیا ڈر رہی ہو؟"

"ڈر کس بات کا جب تم ساتھ ہو"

"سچ کہتی ہو"

"اب تک میں نے بلا کسی کی مدد کے مشکلوں کو سر کیا ہے۔ اب تو تمھارے ساتھ ہوں!"

دونوں اس جھاؤ کے تختے پر بیٹھے اور مہتا نے جھاؤ ہی کے ایک ڈنڈے سے اُسے کھینا شروع کیا۔ تختہ ڈگمگاتا ہوا پانی میں بہ چلا۔

مالتی نے دل سے اس خطرے کا خیال دور کرنے کے لئے پوچھا:۔ "تم ہمیشہ شہروں میں رہے، دیہاتی زندگی کے عادی کیسے ہو گئے؟ میں تو ایسا تختہ کبھی نہ بنا سکتی!"

مہتا نے اسے چاہت بھری نگاہوں سے دیکھ کر کہا: "شاید یہ میرے پچھلے جنم کا سنسکار ہے۔ قدرت سے مس ہوتے ہی جیسے مجھ میں نئی زندگی سی آجاتی ہے۔ رگ رگ میں جنبش ہونے لگتی ہے۔ ایک ایک چڑیا، ایک ایک جانور جیسے مجھے خوشی کی دعوت دیتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے بھولے ہوئے سکھوں کی یاد دلا رہا ہو! یہ خوشی مجھے اور کہیں نہیں ملتی، مالتی! موسیقی کے رلانے والے راگوں میں بھی نہیں، فلسفہ کی بلند پروازوں میں بھی نہیں، جیسے یہ سب میرے اپنے سگے ہوں۔ قدرت کے بیچ میں پڑ کر جیسے میں اپنے

www.urduchannel.in

آپ کو پا جاتا ہوں، جیسے پرندے اپنے گھونسلے میں آجاتے ہیں۔"
تختہ ڈگمگاتا، کبھی ترچھا، کبھی سیدھا، کبھی چکر کھاتا ہوا چلا جا رہا تھا۔
دفعتاً مالتی نے آزردگی سے پوچھا: "اور میں تمہاری زندگی میں کبھی نہیں آئی؟"

مہتا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا: "آئی ہو، بار بار آئی ہو، خوشبو کے ایک جھونکے کی طرح، تصور کے ایک عکس کی طرح، اور پھر غائب ہو جاتی ہو۔ دوڑتا ہوں کہ تمہیں ہاتھوں سے جکڑ لوں، مگر ہاتھ کھلے رہ جاتے ہیں اور تم ہوا ہو جاتی ہو۔"

مالتی نے مجنونانہ کہا: "تم نے اس کا سبب بھی سوچا یا سمجھنا چاہا؟"

"ہاں مالتی بہت سوچا اور بار بار سوچا۔"

"تو کیا معلوم ہوا؟"

"یہی کہ میں جس بنیاد پر اپنی زندگی کا گھر کھڑا کرنا چاہتا ہوں وہ ناپائدار ہے۔ یہ کوئی بڑا محل نہیں، بلکہ صرف ایک چھوٹی سی اکیلی کٹی ہے، مگر اس کے لئے بھی تو کوئی مستقل بنیاد چاہیئے۔"

مالتی نے اپنا ہاتھ چھڑا کر جیسے روٹھتے ہوئے کہا: "یہ جھوٹا حملہ ہے۔ یہ جھوٹا حملہ ہے۔ تم نے مجھے ہمیشہ امتحانی نظر سے دیکھا۔ کبھی کی نگاہوں سے نہیں۔ کیا تم اتنا بھی نہیں جانتے کہ عورت امتحان نہیں چاہتی، بلکہ محبت چاہتی ہے۔ امتحان سے اوصاف کو عیوب اور حسن و قبح بنانے والی چیز ہے محبت اس کے برعکس کر دکھاتی ہے۔ میں نے تم سے محبت کی تو میں خیال ہی نہیں کر سکتی کہ تم میں کوئی عیب ہے، مگر تم نے میرا امتحان لیا اور تم مجھے متلون، شوخ اور نہ جانے کیا کیا سمجھ کر مجھ سے ہمیشہ دور بھاگتے رہے۔ نہیں،

www.urduchannel.in

میں جو کچھ کہنا چاہتی ہوں وہ مجھے کہہ لینے دو۔ میں کیوں متلون اور شوخ تھی؟ اسی لئے کہ مجھے وہ محبت نہیں ملی جو مجھے مستقل اور متین بناتی اگر تم نے اپنے آپ کو اسی طرح میرے لئے وقف کر دیا ہوتا جیسا میں نے تمھارے لئے کیا ہے تو تم آج مجھ پر ایسا نامناسب حملہ نہ کرتے۔"

مہتا نے مالتی کے روٹھنے کا لطف اٹھاتے ہوئے کہا: "تم نے میرا امتحان کبھی نہیں لیا؟ سچ کہتی ہو؟"

"کبھی نہیں۔"

"تو تم نے غلطی کی۔"

"میں اس کی پروا نہیں کرتی۔"

"جذبے میں نہ آؤ، مالتی۔ محبت کرنے سے پہلے ہم سب امتحان لیتے ہیں اور تم نے بھی لیا، در پردہ ہی سہی۔ میں آج تم سے صاف کہتا ہوں کہ پہلے میں نے تمھیں اسی طرح دیکھا جیسے ہر روز ہزاروں عورتوں کو دیکھا کرتا ہوں۔ صرف تفریحی خیال سے اور اگر میں غلطی نہیں کرتا تو تم نے بھی مجھے اپنی تفریح کے لئے ایک نیا کھلونا سمجھا۔"

مالتی نے ٹوکا: "غلط کہتے ہو۔ میں نے کبھی تم کو اس نظر سے نہیں دیکھا میں نے پہلے ہی دن تمھیں اپنا دیوتا بنا کر اپنے دل........"

مہتا نے بات کاٹ کر کہا: "پھر وہی جذبہ! مجھے ایسے اہم معاملے میں جذبے کو دل دینا پسند نہیں۔ اگر تم نے پہلے ہی دن سے مجھے اس عنایت کے قابل سمجھا تو اس کا یہی سبب ہو سکتا ہے کہ میں تمھیں بنانے میں تم سے زیادہ ہوشیار ہوں اور نہ جہاں تک میں نے نسوانی فطرت پر غور کیا ہے عورتیں محبت کے بارے میں کافی چھان بین کرتی ہیں۔ پہلے تو سوئمبر سے مردوں کی

www.urduchannel.in

آزمائش ہوتی تھی۔ وہی بات اب بھی موجود ہے، چاہے اس کا روپ کچھ بدل گیا ہو۔ میں نے تب سے برابر یہی کوشش کی ہے کہ خود کو سراپا تمھارے سامنے رکھ دوں اور اس کے ساتھ ہی تمھارے دل تک پہنچ جاؤں اور میں جیوں جیوں تمھارے دل کی گہرائی میں گیا ہوں مجھے جواہرات ہی ملے ہیں۔ میں تفریح کے لئے آیا اور آج پرستار بنا ہوا ہوں۔ تم نے میرے اندر کیا پایا، یہ مجھے معلوم نہیں۔"

ندی کا دوسرا کنارہ آ گیا۔ دونوں اتر کر اسی ریت کے فرش پر جا بیٹھے اور مہتا پھر اسی رو میں بولے۔ "اور آج میں یہاں وہی پوچھنے کے لئے تمھیں لایا ہوں۔"

مالتی نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا: "کیا ابھی تمھیں مجھ سے پوچھنے کی ضرورت باقی ہے۔"

"ہاں اس لئے کہ میں آج تمھیں اپنا وہ روپ دکھاؤں گا جو شاید ابھی تک تم نے نہیں دیکھا اور جسے میں نے بھی چھپایا ہے۔ اچھا مان لو کہ تم سے شادی کر کے کل بیوفائی کروں تو تم مجھے کیا سزا دو گی؟"

مالتی نے ان کی طرف حیرت سے دیکھا۔ اس کا مطلب وہ نہ سمجھی بولی "ایسا سوال کیوں کرتے ہو؟"

"میرے لئے یہ بہت اہم بات ہے۔"

"میں اسے ممکن نہیں سمجھتی۔"

"دنیا میں کچھ بھی ناممکن نہیں ہے۔ بڑے سے بڑا مہاتما بھی ایک لمحے میں بھرشٹ ہو سکتا ہے۔"

"میں اس کا سبب کھوجوں گی اور اسے دور کروں گی۔"

"مان لو کہ میری عادت نہ چھوٹے۔"

www.urduchannel.in

"پھر میں نہیں کہہ سکتی کہ کیا کروں گی۔ شاید زہر کھا کر سو رہوں"
مالتی نے ڈرتے ہوئے پوچھا: "بتاؤ؟"
مہتا نے استقلال سے کہا: "میں پہلے تمھاری جان لے لوں گا، پھر اپنی دے دوں گا"۔

مالتی نے زور سے قہقہہ مارا اور سر سے پیر تک کانپ اٹھی۔ اس کا قہقہہ اس لرزش کے چھپانے ہی کے لئے تھا۔

مہتا نے پوچھا: "تم ہنسیں کیوں؟"

"اسی لئے کہ تم ایسے ہنسنے والے نہیں معلوم ہوتے"

نہیں مالتی، اس بارے میں میں پورا حیوان ہوں اور اس پر لجانے کا کوئی سبب نہیں دیکھتا۔ روحانی محبّت اور ایثار آمیز محبّت اور بے غرضانہ محبّت جس میں آدمی خود کو مٹا کر صرف معشوق کے لئے جیتا ہے، اس کی خوشی میں خوش ہوتا اور اس کے پیروں پر اپنی روح قربان کر دیتا ہے، یہ سب میرے لئے محض بے معنی الفاظ ہیں۔ میں نے کتابوں میں ایسی محبت کے قصّے پڑھے ہیں۔ جہاں عاشق نے معشوق کے نئے عشاق کے لئے اپنی جان دے دی ہے۔ مگر اس جذبے کو میں حقیقت کہہ سکتا ہوں، اطاعت کہہ سکتا ہوں، مگر محبّت کبھی نہیں۔ محبت سیدھی سادی گائے نہیں بلکہ خونخوار شیرنی ہے جو اپنے شکار پر کسی کی آنکھ بھی نہیں پڑنے دیتی"۔

مالتی نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا: "اگر محبت خونخوار شیرنی ہے تو میں اس سے دور ہی رہوں گی۔ میں نے تو اسے گائے ہی سمجھ رکھا تھا۔ میں محبت کو بدگمانی سے بالاتر سمجھتی ہوں۔ وہ جسمانی نہیں، بلکہ روحانی چیز ہے۔ بدگمانی کی وہاں ذرا بھی گنجائش نہیں، اور ہنسنا تو بدگمانی ہی

www.urduchannel.in

کا پھل ہے۔ وہ محبت روح کا پورے طور پر وقف کر دینا ہے اس کے مندر میں تم آزمائش سے نہیں بلکہ عبادت ہی سے بردان پا سکتے ہو۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور تیزی سے ندی کی طرف چلی۔ جیسے اس نے اپنا کھویا ہوا راستہ پا لیا ہو۔ ایسی زبردست تحریک کا اسے کبھی احساس نہ ہوا تھا۔ اس نے آزادانہ زندگی میں خود میں ایک کمزوری محسوس کی تھی جو اسے ہمیشہ متزلزل اور بے قرار رکھتی تھی۔ اس کا دل جیسے کسی سہارے کی تلاش میں تھا۔ جس کے ذریعے وہ دنیا کا مقابلہ کر سکے۔ خود میں اسے سکت نہ ملتی تھی۔ دانائی اور کردار کی طاقت دیکھ کر وہ اس کی طرف راغب ہو جاتی تھی۔ پانی کی طرح ہر ایک برتن کی شکل اختیار کر لیتی تھی۔ اس کی اپنی کوئی شکل نہ تھی۔"

اس کی طبیعت ابھی تک کسی امتحان دینے والے متعلم کی سی تھی۔ متعلم کو کتابوں سے محبت ہو سکتی ہے اور ہو بھی جاتی ہے مگر وہ کتاب کے ان ہی حصوں پر زیادہ توجہ دیتا ہے جو امتحان میں آ سکتے ہیں۔ اس کی اول غرض امتحان میں کامیاب ہونا ہے۔ واقفیت حاصل کرنا اس کے بعد کا کام ہے۔ اگر اسے معلوم ہو جائے کہ ممتحن بڑا رحم دل یا اندھا ہے۔ اور متعلموں کو یوں ہی پاس کر دیا کرتا ہے تو شاید وہ کتابوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے۔ مالتی جو کچھ کرتی تھی وہ مہتا کو خوش کرنے کے لئے اس کی غرض تھی مہتا کی محبت اور عقیدت حاصل کرنا، ان کے دل کی رانی بن جانا، لیکن اسی متعلم کی طرح اپنی قابلیت کا یقین دلا کر قابلیت آ جانے پر ممتحن خود بخود اس سے مطمئن ہو جائے گا؛ اتنا صبر اس میں نہ تھا۔

مگر آج مہتا نے جیسے اسے ٹھکرا کر اس کی روحانی قوت کو بیدار کر دیا

www.urduchannel.in

مہتا کو جب اس نے پہلی مرتبہ دیکھا تھا جب ہی سے اُس کا دل ان کی طرف جھک رہا تھا۔ اسے وہ اپنے شناساؤں میں قابل ترین معلوم ہوئے۔ اس کی پاکیزہ زندگی میں عقل کی تیزی اور خیالوں کی مضبوطی ہی بہترین شئے تھی۔ دولت و اقتدار کو تو وہ صرف کھلونا سمجھتی تھی جسے کھیل کر لڑکے توڑ پھوڑ ڈالتے ہیں۔ صورت میں اب اس کے لئے بھی کوئی خاص کشش نہ تھی اگرچہ اسے بدصورتی سے نفرت تھی اس کو تو اب عقلی قوت ہی اپنی طرف متوجہ کر سکتی تھی۔ جس کا سہارا پاکر اس میں خود اعتمادی پیدا ہو، نئی ترقی کی تحریک ملے، اپنے میں طاقت آئے اور اپنی زندگی کو کارآمد بنانے کی واقفیت ہو۔ مہتا کی عظمت و دانائی نے اُس پر اپنا سکہ جما دیا تھا اور تب سے وہ اپنی اصلاح کرتی آرہی تھی۔ جس حرکت دینے والی طاقت کی اُسے ضرورت تھی وہ مل گئی تھی اور پوشیدہ طور پر اسے طاقت اور حرکت دے رہی تھی۔ زندگی کا نیا معیار جو اس کے سامنے تھا وہ خود کو اُس تک پہنچانے کی کوشش کرتی ہوئی اور کامیابی کا احساس کرتی اس دن کا تصور کر رہی تھی جب وہ اور مہتا ایک سے ہو جائیں گے۔ آج یہ تصور اسے اور بھی مستقل اور مضبوط بنا رہا تھا۔

مگر آج جب مہتا نے اس کی امیدوں کو دروازے تک لاکر محبت کا وہ معیار اس کے سامنے رکھا جس میں محبت کو روحانیت اور ایثار کی بلندی سے گرا کر مادی سطح تک پہنچا دیا گیا تھا۔ جہاں بدگمانی اور حسد کا راج ہے، تب اس کی پاک وصاف عقل کو چوٹ لگی اور مہتا سے اُس کو جو عقیدت تھی اُسے ایک دھکا سا لگا۔ جیسے کوئی شاگرد اپنے استاد کو کوئی کمینی حرکت کرتے ہوئے دیکھ لے۔ اس نے دیکھا کہ مہتا کی تیز فہمی محبت کو حیوانیت کی طرف کھینچے لئے جاتی ہے۔ اور اس کی فرشتہ صفتی کی جانب سے آنکھیں بند

www.urduchannel.in

کئے لیتی ہے۔ یہ دیکھ کر اس کا دل بیٹھ گیا۔
مہتا نے کچھ نادم ہو کر کہا "آؤ کچھ دیر اور بیٹھیں"
مالتی بولی "نہیں اب لوٹنا چاہیئے۔ دیر ہو رہی ہے"

www.urduchannel.in

(۳۱)

رائے صاحب کا ستارہ بلند تھا۔ ان کے تینوں منصوبے پورے ہوگئے تھے۔ لڑکی کی شادی دھوم دھام سے ہوگئی تھی، مقدمہ بھی جیت گئے تھے اور چناؤ میں کامیاب ہی نہ ہوئے تھے بلکہ ہوم ممبر بھی ہوگئے تھے۔ چاروں طرف سے مبارک باد مل رہی تھی۔ وقار تو پہلے بھی کسی سے کم نہ تھا مگر اب تو اس کی جڑ اور بھی گہری اور مضبوط ہوگئی تھی۔ وقتی اخباروں میں ان کی تصویر اور سوانح عمری زوروں سے نکل رہی تھی۔ قرض بہت بڑھ گیا تھا مگر اب رائے صاحب کو اس کی پروا نہ تھی۔ وہ اس نئی جائداد کا ایک چھوٹا سا جزو فروخت کرکے قرض سے سبکدوش ہوسکتے تھے۔ راحت و آرام کا بلند سے بلند تصور جو انھوں نے کیا تھا وہ اس سے بھی زیادہ بلندی پر جا پہنچے تھے۔ ابھی تک ان کا بنگلہ صرف لکھنؤ میں تھا، اب نینی تال، منصوری، شملہ تینوں مقاموں میں ایک ایک بنگلہ بنوانا ضروری ہوگیا۔ اب انھیں یہ زیب نہیں دیتا کہ ان مقامات میں جائیں تو ہوٹل میں یا کسی دوسرے راجہ کے بنگلے میں ٹھہریں۔ جبیور پرتاب سنگھ کے بنگلے ان سب ہی مقاموں میں تھے تو رائے صاحب کے لئے یہ بڑی شرم کی بات تھی کہ ان کے بنگلے وہاں نہ ہوں۔ اتفاق سے بنگلے بنوانے کی زحمت نہ اٹھانی پڑی۔ بنے بنائے بنگلے سستے داموں مل گئے۔ ہر بنگلے کے لئے مالی، چوکیدار، کارندے، خانساماں، وغیرہ بھی رکھ لئے گئے تھے اور سب سے بڑی خوش قسمتی کی بات یہ تھی کہ اب کے ہز ایکسیلنسی کی سالگرہ کے موقع پر انھیں راجہ کا خطاب بھی مل گیا تھا۔ اب ان کی اعلیٰ خواہشیں تمام و کمال پوری ہوگئی

www.urduchannel.in

تھیں۔ اُس دن خوب جشن منایا گیا اور ایسی شاندار دعوت ہوئی کہ سارے پچھلے ریکارڈ ٹوٹ گئے۔ جس وقت ہز ایکسلنسی گورنر صوبہ نے انھیں خطاب دیا تو غرور کے ساتھ راج بھگتی کی ایسی ترنگیں ان کے من میں اٹھیں کہ ان کا رُواں رُواں پھول اٹھا یہ ہے زندگی! ورنہ باغیوں کے پھیر میں پڑکر مفت کی بدنامی لی۔ جیل گئے اور افسروں کی نظروں سے گر گئے۔ جس سپرنٹنڈنٹ پولیس نے انھیں پچھلی مرتبہ گرفتار کیا تھا وہ اس وقت ان کے سامنے دست بستہ کھڑا تھا۔ شاید اپنی خطاؤں کے لئے معافی مانگ رہا تھا۔

مگر زندگی کی اعلیٰ ترین فتح تو انھیں اس وقت ملی۔ جب ان کے پرانے اور ہارے ہوئے رقیب سورج پرتاب سنگھ نے ان کے بڑے لڑکے رُدرپال سنگھ نے اپنی لڑکی کے بیاہ کا پیغام دیا۔ رائے صاحب کو نہ مقدمہ جیتنے کی اتنی خوشی ہوئی تھی۔ نہ ہوم ممبر ہونے کی۔ وہ ساری باتیں خیال میں آتی تھیں، اگر یہ بات تو خلاف امید ہی نہیں، بلکہ خیال سے بھی باہر تھی۔ وہی سورج پرتاب سنگھ جو ابھی کئی ماہ قبل انھیں اپنے کتے سے بھی کم تر سمجھتا ہے وہ آج ان کے لڑکے سے اپنی لڑکی کا بیاہ کرنا چاہتا ہے۔ کتنی ناممکن بات! رُدرپال اس وقت ایم۔اے میں پڑھتا تھا، نہایت بے خوف، پکا معیار پرست، اپنے اوپر بھروسہ رکھنے والا مغرور، رنگین مزاج اور کاہل نوجوان تھا۔ جسے اپنے باپ کی زبردستی اور جاہ طلبی بُری معلوم ہوتی تھی۔

رائے صاحب اس وقت نینی تال میں تھے۔ یہ پیغام پاکر پھول اٹھے۔ اگرچہ وہ شادی کے بارے میں لڑکے پر کسی طرح کا دباؤ ڈالنا چاہتے تھے۔ مگر انھیں یقین تھا کہ وہ جو کچھ طے کریں گے۔ اس میں رُدرپال کو کوئی اعتراض نہ ہوگا اور راجہ سورج پرتاب سنگھ سے رشتہ ہوجانا ایک ایسی خوش قسمتی کی بات تھی کہ رُدرپال کا

www.urduchannel.in

متفق نہ ہونا ان کے خیال میں بھی نہیں آسکتا تھا۔ انھوں نے فوراً راجہ صاحب کو قول دے دیا اسی وقت رودرپال کو فون کیا۔

رودرپال نے جواب دیا "مجھے منظور نہیں۔"

رائے صاحب کو اپنی زندگی میں نہ کبھی اتنی مایوسی ہوئی تھی اور نہ اتنا غصہ آیا تھا۔ پوچھا "کوئی وجہ؟"

"وقت آنے پر معلوم ہو جائے گا۔"

"میں ابھی جاننا چاہتا ہوں۔"

"میں نہیں بتانا چاہتا۔"

"تمھیں میرا حکم ماننا پڑے گا۔"

جس بات کو میرا دل قبول نہیں کرتا اسے میں آپ کے حکم سے نہیں مان سکتا۔"

رائے صاحب نے بڑی التجا سے سمجھایا "بیٹا، تم معیار کے لئے اپنے پیروں میں کلہاڑی مار رہے ہو۔ اس رشتے سے سوسائٹی میں تمھارا درجہ کتنا اونچا ہو جائے گا، کچھ تم نے سوچا ہے؟ اسے خدائی تحریک سمجھو۔ اس خاندان کی کوئی بیکس لڑکی بھی مجھے ملتی تو میں اپنے بھاگ کو سراہتا، یہ تو راجہ سورج پرتاب سنگھ کی لڑکی ہے۔ جو ہمارے سرتاج ہیں۔ میں اسے روز دیکھتا ہوں۔ تم نے بھی دیکھا ہوگا، روپ، اگن، سبھاؤ میں ایسی لڑکی میں نے آج تک نہیں دیکھی۔ میں تو چار دن کا مہمان ہوں۔ تمھارے سامنے ساری زندگی پڑی ہے۔ میں تم پر دباؤ نہیں ڈالنا چاہتا۔ تم جانتے ہو کہ شادی کے بارے میں میرے خیال کتنے وسیع ہیں۔ لیکن میرا یہ بھی تو فرض ہے کہ اگر تمھیں غلطی کرتے دیکھوں تو آگاہ کر دوں۔"

رودرپال نے جواب دیا "میں اس بارے میں بہت پہلے طے کر چکا ہوں

www.urduchannel.in

اور اب اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی۔"

رائے صاحب کو لڑکے کی ہٹ اور نادانی پر غصہ آگیا۔ گرج کر بولے "معلوم ہوتا ہے کہ تمھارا سر پھر گیا ہے۔ آگر مجھ سے ملو تو قف نہ کرنا۔ میں راجہ صاحب کو قول دے چکا ہوں۔"

رودرپال نے جواب دیا: "افسوس کہ ابھی مجھے فرصت نہیں ہے۔"

دوسرے دن رائے صاحب خود آگئے۔ دونوں اپنے اپنے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر تیار کھڑے تھے۔ ایک طرف پوری زندگی کا حاصل کیا ہوا زبردست تجربہ تھا مصلحتوں سے بھرا ہوا، اور دوسری طرف خام معیار پرستی تھی، ضدی، اشتعالیہ اور بے مروّت!

رائے صاحب نے سیدھا وار کیا۔ "میں جاننا چاہتا ہوں کہ وہ کون لڑکی ہے۔"

رودرپال نے استقلال سے کہا: "اگر آپ اتنے خواہشمند ہیں تو سنئے، وہ مالتی دیوی کی بہن سروج ہے۔"

رائے صاحب جیسے چوٹ کھا کر گر پڑے۔ "اچھا وہ!"

"آپ نے تو سروج کو دیکھا ہوگا؟"

"خوب دیکھا ہے۔ تم نے راج کماری کو دیکھا ہے یا نہیں؟"

"جی ہاں، خوب دیکھا ہے۔"

"پھر بھی ......"

"میں صورت کو کوئی چیز نہیں سمجھتا۔"

"تمھاری سمجھ پر مجھے رنج ہوتا ہے۔ مالتی کو جانتے ہو کیسی عورت ہے تو اس کی بہن کیا کچھ ہوگی؟"

www.urduchannel.in

روڑ پال نے تیوری چڑھا کر کہا: "میں اس بارے میں آپ سے اور کچھ نہیں کہنا چاہتا، مگر میری شادی ہو گی تو سروج سے۔"

"میرے جیتے جی کبھی نہیں ہو سکتی۔"

"تو آپ کے بعد ہوگی۔"

"اچھا تمھارے یہ ارادے ہیں!"

اور رلئے صاحب کی آنکھیں اشک آلود ہو گئیں گویا ساری زندگی اُجڑ گئی ہو۔ ہوم ممبری اور علاقہ اور خطاب، سب جیسے باسی پھولوں کی طرح بے کیف اور ناخوشگوار ہو گئے ہوں۔ زندگی کی ساری ریاضت اور عیش و آرام بے کار گئی۔ ان کی اہلیہ کا جب انتقال ہوا تھا تو ان کی عمر چھتیس سال سے زیادہ نہ تھی۔ وہ شادی کر سکتے تھے اور عیش و آرام کا لطف بھی اٹھا سکتے تھے۔ سب ہی ان سے شادی کے لئے اصرار کر رہے تھے۔ مگر انھوں نے ان لڑکوں کا منہ دیکھا اور تجردانہ زندگی کی مشق و ریاضت قبول کر لی۔ ان ہی لڑکوں پر زندگی کے سارے عیش و آرام کو قربان کر دیا۔ آج تک اپنے دل کی ساری محبت ان ہی لڑکوں کو دیتے ہوئے چلے آئے، اور آج یہ لڑکا اتنی بے مروتی سے باتیں کر رہا ہے گویا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ پھر وہ کیوں جائداد اور عزت اور اقتدار کے لئے جان دیں؟ ان ہی لڑکوں ہی کے لئے تو وہ سب کچھ کر رہے تھے۔ جب لڑکوں کو ان کا ذرا بھی لحاظ نہیں تو وہ کیوں یہ تپسیا کریں؟ انھیں کون دنیا میں بہت دن رہنا ہے۔ انھیں بھی آرام سے پڑے رہنا آتا ہے۔ ان کے اور ہزاروں بھائی مونچھوں پر تاؤ دے کر زندگی کا لطف اٹھا رہے ہیں اور مست گھومتے ہیں پھر وہ بھی کیوں نہ وہی رویہ اختیار کریں؟ انھیں اس وقت یاد نہ رہا کہ وہ جو تپسیا کر رہے ہیں وہ لڑکوں کے لئے نہیں بلکہ اپنے لئے، اور صرف

www.urduchannel.in

شہرت کے لئے نہیں بلکہ اس لئے کہ وہ کام کرنے کے عادی ہیں اور انھیں زندہ رہنے کے لئے اس کی ضرورت ہے۔ وہ عیاش اور کاہل بن کر اپنے دل کو مطمئن نہیں رکھ سکتے انھیں معلوم نہیں کہ کچھ لوگوں کی طبیعت ہی ایسی ہوتی ہے۔ وہ عیاشی اور کاہلی کو پسند نہیں کر سکتے۔ وہ اپنے جگر کا خون پینے کے لئے جیتے ہیں۔ پی پی کر جیتے ہی جائیں گے۔

مگر اس صدمے کا ردِ عمل بھی فوراً ہی ہوا۔ ہم جس کے لئے ایثار کرتے ہیں ان سے کسی صلے کی امید نہ رکھ کر بھی ان کے دل پر حکومت کرنا چاہتے ہیں، خواہ وہ حکومت ان ہی کے فائدے کے لئے ہو، اگرچہ اس فائدے کو ہم اس قدر اپنا بنا لیتے ہیں کہ گویا وہ ہمارا ہی فائدہ بن جاتا ہے۔ ترک جتنا ہی زیادہ ہوتا ہے، حکومت کا خیال بھی اتنا ہی زبردست ہوتا ہے۔ اور جب دفعتاً ہمیں احتجاج کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے تو ہم بھڑک اٹھتے ہیں اور وہ ترک گویا انتقام کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ رائے صاحب کو یہ ضد پڑ گئی کہ رودرپال کی شادی سروج سے نہ ہونے پائے چاہے اس کے لئے انھیں پولیس سے مدد کیوں نہ لینی پڑے دھرم کی ہتیا کیوں نہ کرنی پڑے۔

انھوں نے جیسے تلوار کھینچ کر کہا: "ہاں، میرے بعد ہی ہوگی، اور ابھی اسے بہت دن ہیں۔"

رودرپال نے جیسے گولی چلادی: "ایشور کرے آپ امر ہوں! سروج سے میرا بیاہ ہو چکا۔"

"جھوٹ۔"

"بالکل نہیں۔ سند موجود ہے۔"

رائے صاحب صدمے سے گر پڑے۔ اتنی تیز انتقامانہ نظر سے انھوں نے

www.urduchannel.in

کبھی کسی دشمن کو بھی نہ دیکھا تھا۔ دشمن زیادہ سے زیادہ ان کے نفع پر چوٹ کر سکتا تھا یا ان کے جسم پر، یا وقار پر، مگر یہ چوٹ تو اس نازک جگہ پر تھی جہاں زندگی کی ساری رغبتوں کا اجتماع تھا۔ ایک آندھی تھی جس نے ان کی زندگی کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا تھا۔ اب وہ بالکل بے دست و پا ہیں، پولیس کی ساری طاقت ہاتھ میں رکھتے ہوئے بھی بے دست و پا ہیں! تشدد ان کا آخری ہتھیار تھا وہ ہتھیار ان کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ رودرپال بالغ ہے، سروج بھی بالغ ہے اور رودرپال اپنی ریاست کا مالک ہے۔ ان کا اس پر کوئی دباؤ نہیں آہ! اگر جانتا کہ یہ لونڈا ایسی مخالفت کریگا تو اس ریاست کے لیے لڑتا ہی کیوں؟ اس مقدمے بازی میں دو ڈھائی لاکھ بگڑ گئے۔ زندگی ہی تباہ ہو گئی۔ اب تو ان کی لاج اسی طرح بچے گی کہ اس لونڈے کی خوشامد کرتے رہیں۔ وہ ذرا بھی دخل انداز ہوئے اور عزت خاک میں مل گئی وہ اپنی زندگی کو قربان کر کے بھی اب مالک نہیں۔ آہ ساری زندگی برباد ہو گئی، ساری زندگی!

رودرپال چلا گیا تھا۔ رائے صاحب نے موٹر منگوایا اور مہتا سے ملنے چلے مہتا اگر چاہیں تو مالتی کو سمجھا سکتے ہیں۔ سروج بھی ان کی عدول حکمی نہ کرے گی۔ اگر دس بیس ہزار روپئے غم کھانے سے بھی یہ شادی رک جاتے تو وہ اس کے لئے تیار تھے۔ انھیں خود غرضی کے نشے میں یہ بالکل خیال نہ رہا کہ وہ مہتا کے پاس ایسی تجویز لے کر جا رہے ہیں جس پر مہتا کی ہمدردی ان کے ساتھ نہ ہوگی۔

مہتا نے کل ماجرا سن کر انھیں بنانا شروع کیا۔ سنجیدگی سے بولے:۔

"یہ تو آپ کی عزت کا سوال ہے؟"

رائے صاحب بھانپ نہ سکے۔ اچھل کر بولے "جی ہاں، خالص عزت

www.urduchannel.in

راجہ پرتاپ سنگھ کو تو آپ جانتے ہیں۔"

"میں نے ان کی لڑکی کو بھی دیکھا ہے۔ سر فرج اس کے پاؤں کی دھول بھی نہیں ہے۔"

"مگر اس لونڈے کی عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں۔"

"تو مارئیے گولی، آپ کو کیا کرنا ہے؟ وہی پچھتائے گا۔"

"آہ یہی تو نہیں دیکھا جاتا مہتا جی! ملتی ہوئی عزت نہیں چھوڑی جاتی۔ میں اس عزت پر اپنی ریاست قربان کرنے کو تیار ہوں۔ آپ مالتی دیوی کو سمجھا دیں تو سب کام بن جائے۔ ادھر انکار ہو جائے تو روپال سر پیٹ کر رہ جائے گا۔ اور یہ نشہ دس پانچ دن میں آپ ہی اتر جائے گا۔ یہ پریم نہیں، صرف سنک ہے۔"

"لیکن مالتی بلا کچھ رشوت لئے ماننے کی نہیں۔"

"آپ جو کچھ کہیئے، میں اسے دے دوں گا۔ وہ چاہے تو میں اسے یہاں کے ڈفرن اسپتال کا انچارج بنا دوں۔"

مان لیجئے کہ وہ آپ ہی کو چاہے تو آپ راضی ہوں گے؟ جب سے آپ کو ہوم ممبری ملی ہے، آپ کے بارے میں اس کی رائے ضرور بدل گئی ہوگی۔"

رائے صاحب نے مہتا کے چہرے کی طرف دیکھا تو اس پر مسکراہٹ بھی نظر آئی۔ سمجھ گئے۔ غمگین لہجہ میں بولے: "آپ کو مجھ سے مذاق کرنے کا موقع بھی ملا۔ میں آپ کے پاس اس لئے آیا تھا کہ مجھے یقین تھا کہ آپ میری حالت پر غور کریں گے اور مناسب رائے دیں گے۔ اور آپ مجھے بنانے لگے۔ جس کے دانت نہیں دکھے وہ دانتوں کا درد کیا جانے؟"

www.urduchannel.in

مہتا نے متانت سے کہا: "معاف کیجئے گا، آپ ایسا سوال ہی بے کار کرتے ہیں کہ اس پر سنجیدگی سے غور کرنا میں مضحکہ انگیز سمجھتا ہوں۔ آپ اپنی شادی کے ذمہ دار ہو سکتے ہیں۔ لڑکے کی شادی کی ذمہ داری آپ کیوں اپنے اوپر لیتے ہیں، خصوصاً جب آپ کا لڑکا بالغ ہے اور اپنا نفع و نقصان سمجھتا ہے؟ کم سے کم میں تو شادی جیسے اہم معاملے میں عزت کی کوئی گنجائش نہیں دیکھتا۔ عزت دولت سے ہوتی تو راجہ صاحب اس ننگے بابا کے سامنے گھٹنوں غلاموں کی طرح ہاتھ باندھے نہ کھڑے رہتے۔ معلوم نہیں کہاں تک صحیح ہے مگر راجہ صاحب اپنے علاقے کے سب انسپکٹر تک کو سلام کرتے ہیں۔ اسے آپ عزت کہتے ہیں؟ لکھنؤ میں آپ کسی دوکاندار، اسی کو آپ عزت کہتے ہیں؟ جا کر آرام سے بیٹھئے سروج سے بہتر بہو آپ کو بہت مشکل سے ملے گی۔"

رائے صاحب نے احتجاج کیا: "بہن تو مالتی ہی کی ہے!"

مہتا نے گرم ہو کر کہا: "مالتی کی بہن ہونا کیا ذلت کی بات ہے؟ مالتی کو آپ نے جانا نہیں اور نہ جاننے کی پروا کی۔ میں نے بھی یہی سمجھا تھا، مگر اب معلوم ہوا کہ وہ آگ میں پڑ کر چمک اٹھنے والی سچی دھات ہے۔ وہ ان جانبازوں میں سے ہے جو موقع پڑنے پر اپنا جوہر دکھاتے ہیں، تلوار گھماتے نہیں چلتے۔ آپ کو معلوم ہے، کھنّا کی آج کل کیا حالت ہے؟"

رائے صاحب نے ہمدردی سے سر ہلا کر کہا: "سن چکا ہوں، اور بار بار خواہش ہوئی کہ ان سے ملوں مگر فرصت نہ ملی۔ اس مل میں آگ لگنا ان کی تباہی و بربادی کا باعث ہو گیا۔"

"جی ہاں، اب وہ ایک طرح سے دوستوں کی عنایتوں پر گزر بسر کر رہے ہیں۔ اس پر گوبندی مہینوں سے بیمار ہے۔ اس نے کھنّا پر خود کو

www.urduchannel.in

بان کر دیا، اس حیوان پر جس نے ہمیشہ اسے جلایا۔ اب وہ مر رہی ہے اور مالتی رات کی رات اس کے سرہانے بیٹھی رہ جاتی ہے، وہی مالتی جو کسی راجہ یا نواب پانچ سو فیس پاتے ہوئے بھی رات بھر نہ بیٹھے گی۔ کھنا کی خورد سال بچوں کی پرورش کا بار بھی انہی پر ہے۔ یہ مادریت اس میں کہاں سوئی ہوئی تھی، معلوم نہیں تو مالتی کا یہ رویہ دیکھ کر اپنے دل میں عقیدت کا احساس ہونے لگا، حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ میں زبردست دہریہ ہوں اور باطنی صفائی کے ساتھ اس کے چہرے پر بھی فوق البشریت کی جھلک آنے لگی ہے۔ انسانیت اتنے زیادہ رنگوں والی اور اتنی زیادہ طاقتور ہے، اس کا مجھے کھلا تجربہ ہو رہا ہے آپ ان سے ملنا چاہیں تو چلئے، اس بہانے میں بھی چلا چلوں گا۔

رائے صاحب نے شبہ سے کہا "جب آپ ہی میرے درد کو نہیں سمجھ سکے تو مالتی دیوی کیا سمجھیں گی؟ مفت میں شرمندگی ہوگی۔ اگر آپ کو ان کے پاس جانے کے لئے کسی بہانے کی ضرورت کیوں؟ میں تو سمجھتا تھا کہ آپ نے ان پر اپنا جادو ڈال دیا ہے۔"

مہتا نے حسرت بھری مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا "وہ باتیں اب خواب و خیال ہو گئیں۔ اب تو کبھی ان کے درشن بھی نہیں ہوتے۔ انھیں اب فرصت بھی نہیں رہتی۔ دو چار بار گیا مجھے معلوم ہوا کہ مجھ سے مل کر وہ بہت خوش نہیں ہوئیں۔ تب سے جاتے ہوئے شرم آتی ہے! ہاں خوب یاد آیا، آج نسوانی ورزش گاہ کا جلسہ ہے، آپ چلیں گے؟"

رائے صاحب نے بیدلی کے ساتھ کہا "جی نہیں، مجھے فرصت نہیں ہے۔ مجھے تو فکر سوار ہے کہ راجہ صاحب کو کیا جواب دوں گا۔ میں انھیں قول دے چکا ہوں۔"

www.urduchannel.in

یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور آہستہ آہستہ دروازے کی طرف چلے جس گتھی کو سلجھانے آئے تھے وہ اور بھی الجھ گئی ۔ تاریکی اور بھی زیادہ تاریک ہوگئی ۔ بہنتا نے انھیں موٹر تک آکر رخصت کیا ۔

رائے صاحب سیدھے اپنے بنگلے تک آئے اور روزنامہ اٹھایا ہی تھا کہ ٹنخا کا کارڈ ملا ۔ ٹنخا سے انھیں نفرت تھی اور ان کا منہ بھی نہ دیکھنا چاہتے تھے ، اس وقت دل کی کمزور حالت میں انھیں کسی ہمدردی کی تلاش تھی جو اور کچھ نہ کر سکے مگر ان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار تو کر سکے ، فوراً بلا لیا ۔

ٹنخا دبے پیروں رونی صورت بنائے کمرے میں داخل ہوئے اور زمین تک جھک کر سلام کرتے ہوئے بولے " میں تو حضور کے درشن کرنے نینی تال جا رہا تھا ۔ خوش قسمتی سے یہیں درشن ہو گئے ۔ حضور کا مزاج تو اچھا ہے ؟ "

اس کے بعد انھوں نے بڑی لچھے دار زبان میں اور اپنے پچھلے سلوک کو بالکل بھول کر رائے صاحب کی تعریف کرنی شروع کی " ایسی ہوم ممبری کوئی کیا کرے گا ۔ جدھر دیکھئے حضور ہی کا چرچا ہے ۔ یہ عہدہ حضور کی شان کے شایاں ہے ۔"

رائے صاحب دل میں سوچ رہے تھے کہ یہ شخص بھی کتنا بڑا مکار ہے اپنی غرض پڑنے پر گدھے کو دادا کہنے والا ، پرلے سرے کا بیوفا اور بے شرم مگر انھیں اس پر غصہ نہ آیا ۔ رحم آگیا ۔ پوچھا " آج کل آپ کیا کر رہے ہیں ؟ "

" کچھ نہیں حضور ، بیکار بیٹھا ہوں ۔ اسی امید سے حضور کی خدمت میں حاضر ہونے جا رہا تھا کہ اپنے پرانے خادموں پر عنایت کی نظر رہے ۔ آج کل بڑی مصیبت میں پڑا ہوا ہوں ۔ راجہ پرتاب سنگھ کو تو حضور جانتے ہیں کہ وہ اپنے سامنے کسی کو کچھ نہیں سمجھتے ۔ ایک روز آپ کی ہجو کرنے لگے ۔ مجھ سے نہ سنا گیا ۔ میں نے

www.urduchannel.in

کہا، بس کیجئے مہاراج، رائے صاحب میرے مالک ہیں، اور میں ان کی برائی نہیں سُن سکتا۔ بس اسی بات پر بگڑ گئے۔ میں نے بھی سلام کیا اور گھر چلا آیا۔ میں نے صاف کہہ دیا کہ آپ کتنی ہی شان و شوکت دکھلائیں مگر رائے صاحب کی جو عزت ہے وہ آپ کو کبھی نصیب نہیں ہو سکتی۔ عزت لیاقت سے ہوتی ہے اور آپ میں جو لیاقت ہے وہ دنیا جانتی ہے۔"

رائے صاحب نے کچھ بن کر کہا "آپ نے تو سیدھے گھر میں آگ لگا دی۔"

ٹنخا نے اکڑ کر کہا "میں تو حضور صاف کہتا ہوں خواہ کسی کو اچھا لگے یا بُرا۔ جب حضور کے قدموں کو پکڑے ہوئے ہوں تو کسی سے کیوں ڈروں؟ حضور کے تو نام سے جلتے ہیں۔ جب دیکھئے حضور کی بدگوئی۔ جب سے آپ ہوم ممبر ہوئے ہیں، ان کے سینے پر سانپ لوٹ رہا ہے۔ میری ساری کی ساری اُجرت صاحب ہضم کر گئے۔ دنیا تو جانتے ہی نہیں حضور۔ اسامیوں پر اتنا ظلم کرتے ہیں کہ کچھ نہ پوچھئے کسی کی آبرو سلامت نہیں۔ دن دہاڑے عورتوں کو........"

موٹر کی آواز آئی اور راجہ سورج پرتاب سنگھ اترے۔ رائے صاحب نے کمرے سے نکل کر ان کا خیر مقدم کیا اور اس عزت افزائی کے بارے میں جھکتے ہوئے بولے "میں تو آپ کی خدمت میں حاضر ہونے ہی والا تھا۔"

یہ پہلا موقع تھا کہ راجہ سورج پرتاب سنگھ نے اس مکان میں قدم رنجہ فرمایا تھا۔ یہ خوش قسمتی!

ٹنخا بھیگی بلی بنے ہوئے بیٹھے تھے۔ راجہ صاحب یہاں! کیا ادھر ان ہر دو اصحاب میں دوستانہ ہو گیا ہے؟ انھوں نے رائے صاحب کی آتشِ حسد کو مشتعل کر کے اپنے ہاتھ سینکنے چاہے تھے۔ مگر نہیں، راجہ صاحب یہاں چاہی

www.urduchannel.in

ملنے کے لئے آگئے ہوں گر دلوں میں جو آگ ہے وہ تو کمہار کے بھٹے کی طرح صرف اوپر کی لیپا پوتی سے بجھنے والی نہیں۔

راجہ صاحب نے سگار جلاتے ہوئے ٹنخا کی طرف بے رحمانہ نگاہوں سے دیکھ کر کہا: "تم نے تو صورت ہی نہیں دکھائی مسٹر ٹنخا۔ مجھ سے اس دعوت کے کل روپئے وصول کر لئے اور ہوٹل والوں کو ایک پائی نہ دی۔ اب وہ میرا سر کھا رہے ہیں۔ اسے دغا سمجھتا ہوں۔ چاہوں تو ابھی تمھیں پولیس کے حوالے کر دوں۔"

یہ کہتے ہوئے انھوں نے رائے صاحب کو مخاطب کر کے کہا: "ایسا بے ایمان آدمی میں نے نہیں دیکھا، رائے صاحب میں سچ کہتا ہوں کہ میں کبھی آپ کے مقابلے میں نہ کھڑا ہوتا مگر مجھے اسی شیطان نے بہکایا اور میرے ایک لاکھ روپئے برباد کرا دیئے۔ بنگلہ خرید لیا، موٹر رکھ لیا، ایک بیسوا سے آشنائی بھی کر رکھی ہے۔ پورے رئیس بنے ہوئے ہیں۔ اور اب دغا بازی شروع کی ہے رئیسوں کی شان نباہنے کے لئے ریاست چاہیئے اور آپ کی ریاست اپنے احباب کی آنکھوں میں دھول جھونکنا ہے۔"

رائے صاحب ٹنخا کی طرف حقارت سے دیکھتے ہوئے بولے: "آپ چپ کیوں ہیں مسٹر ٹنخا؟ جواب دیجئے۔ راجہ صاحب نے تو آپ کا سارا مختانہ ہضم کر لیا تھا۔ اس کا کوئی جواب آپ کے پاس؟ اب براہِ کرم یہاں سے چلے جایئے اور خبردار پھر اپنی صورت نہ دکھایئے گا۔ دو بھلے مانسوں کو لڑا کر اپنا الو سیدھا کرنا پہلے پوتے ... مگر اس کے نفع و نقصان دونوں ہی جان چکے ہیں، یہ سمجھ لیجئے۔"

ٹنخا نے ایسا سر جھکایا کہ پھر نہ اٹھا سکے۔ چپکے سے چلے گئے، جیسے کوئی چور کتا مالک کے اندر آ جانے پر دبک کر نکل جائے۔

www.urduchannel.in

جب وہ چلے گئے تو راجہ صاحب نے پوچھا: "میری برائی کرتا ہوگا؟"
"جی ہاں، مگر میں نے بھی خوب بنایا۔"
"شیطان ہے۔"
"پورا۔"
باپ بیٹے کو لڑا دے، میاں بیوی کو لڑا دے، اس فن میں استاد ہے۔
خیر، آج حضرت کو اچھا سبق مل گیا۔"
اس کے بعد رودرپال کے بیاہ کی بات چیت شروع ہوئی۔ رائے صاحب کی جان سوکھی جا رہی تھی، گویا ان پر کوئی نشانہ لگایا جا رہا ہو۔ کہاں چھپ جائیں کیسے کہیں کہ رودرپال پر ان کا کوئی قابو نہیں رہا؟ مگر راجہ صاحب کو حالات معلوم ہو چکے تھے۔ رائے صاحب کو خود کچھ نہ کہنا پڑا۔ جان بچ گئی۔
انھوں نے پوچھا: "آپ کو اس کی خبر کیوں کر ہوئی؟"
"ابھی ابھی رودرپال نے لڑکی کے نام ایک خط بھیجا ہے جو اس نے مجھے دے دیا۔"
"آج کل کے لڑکوں میں اور تو کوئی خوبی نظر نہیں آتی، بس آزادی کی سنک سوار ہے۔"
"سنک تو ہے ہی، مگر اس کی دوا میرے پاس ہے۔ میں اس چھوکری کو ایسا غائب کر دوں گا کہ کہیں پتہ نہ لگے گا۔ دس پانچ روز میں یہ سنک ٹھنڈی ہو جائے گی۔ سمجھانے سے کوئی فائدہ نہیں۔"
رائے صاحب کانپ اٹھے۔ ان کے دل میں بھی اس طرح کی بات آئی تھی مگر انھوں نے اسے کوئی صورت نہ پکڑنے دی تھی۔ سنسکار (سرشت) دونوں صاحبوں کے ایک سے تھے۔ گپھاؤں میں رہنے والی شخصیت دونوں ہی اصحاب

www.urduchannel.in

میں زندہ تھی۔ رائے صاحب نے اسے بیرونی لباس سے ڈھانک دیا تھا، راجہ صاحب میں وہ عریاں تھی۔ اپنی عظمت دکھلانے کے اس موقع کو رائے صاحب نہ چھوڑ سکے۔ لجاتے ہوئے بولے: "یہ بیسویں صدی ہے، بارہویں نہیں۔ رودرپال کے اوپر اس کا کیا اثر ہوگا، میں نہیں کہہ سکتا۔ مگر انسانیت کے نقطۂ خیال سے ...."

راجہ صاحب نے بات کاٹ کر کہا: "آپ انسانیت کے لئے پھرتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ دنیا میں آج بھی انسان کی حیوانیت ہی اس کی انسانیت پر فتح پا رہی ہے، ورنہ سلطنتوں میں لڑائیاں کیوں ہوتیں؟ پنچایتوں سے جھگڑے طے نہ ہو جاتے۔ جب تک انسان رہے گا اس کی حیوانیت بھی رہے گی۔"

چھوٹی موٹی بحث چھڑ گئی جو بالآخر بات کا بتنگڑ بن گئی اور راجہ صاحب ناراض ہو کر چلے گئے۔ دوسرے دن رائے صاحب بھی نینی تال روانہ ہو گئے اور اس کے ایک روز بعد رودرپال نے سروج کو ساتھ لے کر انگلستان کی راہ لی۔ اب ان میں باپ بیٹے کا رشتہ نہ تھا۔ ایک دوسرے کے مخالف ہو گئے تھے۔ تنخا صاحب اب رودرپال کے مشیر و پیروکار تھے۔ انھوں نے رودرپال کی طرف سے رائے صاحب پر حساب فہمی کا دعویٰ کیا۔ رائے صاحب پر دس لاکھ کی ڈگری ہو گئی انھیں ڈگری ہو جانے کا اتنا ملال نہ ہوا تھا جتنا اپنی بے عزتی کا۔ بے عزتی سے بھی زیادہ افسوس تھا زندگی کی مجتمع خواہشات کے خاک میں مل جانے کا، اور سب سے بڑا رنج تھا اس بات کا کہ اپنے ہی بیٹے نے دغا کی۔ فرمانبردار بیٹے کے باپ بننے کا فخر ان کے ہاتھ سے بڑی بے دردی کے ساتھ چھین لیا گیا تھا۔

مگر ابھی شاید ان کے غم کا پیمانہ لبریز نہ ہوا تھا۔ جو کچھ کسر تھی وہ لڑکی اور داماد کے قطع تعلق نے پوری کر دی۔ عام ہندو لڑکیوں کی طرح میناکشی بھی بے زبان

www.urduchannel.in

تھی باپ نے جس کے ساتھ بیاہ کردیا تھا۔ اس کے ساتھ چلی گئی۔ لیکن زن و شوہر میں محبت نہ تھی۔ دِگ بجے سنگھ عیاش بھی تھے۔ اور شرابی بھی۔ میناکشی اندر ہی اندر کڑھتی رہتی تھی اور کتابوں اور رسالوں سے دل بہلایا کرتی تھی۔ دِگ بجے سنگھ کی عمر تو تیس سال سے زیادہ نہ تھی، پڑھا لکھا بھی تھا، مگر بڑا مغرور اور اپنے خاندانی وقار کی ڈینگ مارنے والا اور بے رحم و بخیل۔ گاؤں کی کم ذات والی بہو بیٹیوں پر ڈورے ڈالا کرتا تھا۔ صحبت بھی کمینوں کی تھی۔ جن کی خوشامد نے اسے اور بھی خوشامد پسند بنا دیا تھا۔ میناکشی ایسے شخص کی عزت دل سے نہ کر سکتی تھی۔ پھر اخباروں میں عورتوں کے حقوق کا تذکرہ پڑھ پڑھ کر اس کی آنکھیں بھی کھلنے لگی تھیں۔ اور وہ زنانہ کلب میں آنے جانے لگی تھی جہاں کتنی ہی تعلیم یافتہ اور خاندانی عورتیں آتی رہتی تھیں ان میں ووٹ اور حقوق اور آزادی اور نسوانی بیداری کا خوب چرچا ہوتا تھا۔ جیسے مردوں کے خلاف کوئی سازش کی جارہی ہو۔ زیادہ تر وہی عورتیں تھیں جن کی اپنے شوہروں سے نہ بنتی تھی اور جو تعلیم یافتہ ہونے کے سبب قدیم رواجی بندشوں کو توڑ ڈالنا چاہتی تھیں۔ کئی ایسی لڑکیاں بھی تھیں جو ڈگریاں لے چکی تھیں اور ازدواجی زندگی کو خودداری کے لیے مہلک سمجھ کر ملازمت کی تلاش میں تھیں۔ ان ہی میں ایک مس سلطانہ تھیں جو ولایت سے بیرسٹر ہو کر آئی تھیں اور یہاں پردہ نشین عورتوں کو قانونی مشورہ دینے کا پیشہ کرتی تھیں۔ ان ہی کی رائے سے میناکشی نے شوہر پر نان نفقے کا دعویٰ کیا۔ وہ اب اس کے گھر میں نہ رہنا چاہتی تھی۔ گزارے کی اُسے ضرورت نہ تھی۔ اور وہ میکے میں بڑے آرام سے رہ سکتی تھی۔ مگر وہ دِگ بجے سنگھ کے چہرے پر کالکھ لگا کر یہاں سے جانا چاہتی تھی۔ دِگ بجے سنگھ نے اس پر الٹا بدچلنی کا الزام لگایا۔ رائے صاحب نے اس لڑائی کو رفع کرنے کی

www.urduchannel.in

حتی الامکان کوشش کی مگر میناکشی اب شوہر کی صورت سے بھی بیزار تھی۔ اگرچہ د
کا دعویٰ خارج ہو گیا تھا۔ اور میناکشی نے ان پر گزارے کی ڈگری پائی مگر وہ بیز
اس کے دل میں کانٹا بن کر کھٹکتی رہی۔ وہ علیحدہ ایک کوٹھی میں رہتی تھی اور سو
تحریک میں نمایاں حصہ لیتی تھی، پھر بھی وہ جلن ٹھنڈی نہ ہوتی تھی۔

ایک روز وہ غصے میں آکر ہنٹر لئے ہوئے وگ بجے سنگھ کے بنگلے پر
شہدے جمع تھے اور رقاصہ ناچ رہی تھی۔ اس نے جنگ کی دیوی کی طرح شیطا
کے اس مجمع میں پہنچ کر تہلکہ مچا دیا۔ ہنٹر کھا کر لوگ اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ اس
رعب کے سامنے وہ کمینے کیا ٹھہرتے؟ جب وگ بجے سنگھ تنہا رہ گئے تو ا
نے ان پر تڑاق تڑاق ہنٹر جمانے شروع کئے اور اتنا مارا کہ کنور صاحب بے دم
ہو گئے۔ رنڈی ابھی تک گوشے میں دبکی ہوئی کھڑی تھی۔ اب اس کا نمبر آیا۔ مینا
میناکشی ہنٹر تان کر جمانا ہی چاہتی تھی کہ وہ اس کے پیروں پر گر پڑی اور رو کر بولی
"بھوجی، آج میری جان بخشی کریں، میں پھر کبھی یہاں نہ آؤں گی۔ میں بے قصور ہوں"

میناکشی نے اس کی طرف نفرت سے دیکھ کر کہا "ہاں تو بے قصور ہے۔ جا
ہے نا کہ میں کون ہوں؟ چلی جا، اب یہاں کبھی نہ آنا۔ ہم عورتیں مردوں کی تفریح و
تعیش کا سامان ہی تو ہیں، تیرا کوئی قصور نہیں۔"

بیسوا نے اس کے پیروں پر سر رکھ کر جوش میں کہا "خدا آپ کو خوش رکھے
جیسا نام سنتی تھی ویسا ہی پایا۔"

"خوش رکھنے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟"

"آپ جو سمجھیں مہارانی جی۔"

"نہیں، تم ہی بتاؤ۔"

بیسوا کی جان ناخونوں میں آگئی، کہاں سے دعا بھی دینے چلی! جان بچگئی

www.urduchannel.in

تھی، چپکے سے اپنی راہ لینا چاہتی تھی۔ دعا دینے کا خبط سوار ہوا۔ اب جان گئیے بچے ؟ ڈرتے ڈرتے بولی ": سرکار کا اقبال بڑھے، رتبہ بڑھے نام بڑھے"

میناکشی مسکرائی ": ہاں ٹھیک ہے"

وہ آکر اپنے موٹر پر بیٹھی، حاکم ضلع کے بنگلے پر پہنچ کر اس واقعہ کی اطلاع دی اور پھر اپنی کوٹھی کو چلی گئی۔ اس وقت سے عورت مرد ایک دوسرے کے بیاتد تھے۔ دگ بجے سنگھ ریوالور لئے اس کی تاک میں پھرا کرتے تھے اور وہ بھی اپنی حفاظت کے لئے دو پہلوان ٹھاکروں کو اپنے ساتھ لئے رہتی تھی۔ اور رائے صاحب نے سکھوں کا جو سرگ (بہشت) بنایا تھا اسے اپنی ہی زندگی میں غارت ہوتے دیکھ رہے تھے۔ اب دنیا سے مایوس ہو کر ان کی روح اندر کی جانب متوجہ ہو رہی تھی۔ اب تک خواہشات سے جیتے رہنے کی تحریک ملتی رہتی تھی، اب اُدھر کا راستہ بند ہو جانے پر ان کا دل خود بخود عبادت کی طرف جھکا جس میں خواہشات سے کہیں زیادہ سچائی تھی۔ جس نئی جائداد کے بھروسے قرض لیا تھا وہ جائداد ادائی کے بغیر ہی ہاتھ سے نکل گئی اور وہ بوجھ سر پر لدا ہوا تھا۔ ہوم ممبری سے ضرور اچھی رقم ملتی تھی مگر وہ سب کی سب اس عہدے کا وقار قائم رکھنے ہی میں صرف ہو جاتی تھی۔ اور رائے صاحب کو اپنی شاہانہ شان و شوکت بنا ہنے کے لئے وہی اسامیوں پر اضافہ اور بے دخلی کرنا اور ان سے نذرانہ لینا پڑتا تھا جس سے انھیں دلی نفرت تھی۔ وہ رعایا کو تکلیف نہ دینا چاہتے تھے۔ ان کی حالت پر انھیں رحم آتا تھا، مگر اپنی ضروریات سے مجبور تھے مگر موہ انھیں چھوڑتا نہ تھا اور اس کش مکش میں بھی انھیں سکون نہ ملتا تھا۔ وہ موہ (رغبت) کو چھوڑنا چاہتے تھے مگر موہ انھیں چھوڑتا نہ تھا اور اس کش مکش میں پڑ کر انھیں ذلت، افسوس اور اضطراب سے چھٹکارا نہ ملتا تھا۔ اور جب دل میں سکون نہیں تو جسم کیسے ٹھیک رہتا۔ صحت قائم

www.urduchannel.in

رکھنے کی پوری تدبیر کرنے پر بھی ایک نہ ایک روگ لگا رہتا تھا۔ رسوئی میں سب ہی طرح کے لذیذ کھانے پکتے تھے مگر ان کی تقدیر میں تو وہی مونگ کی دال اور پھلکے تھے۔ اپنے اور بھائیوں کو دیکھتے تھے جو ان سے بھی زیادہ مقروض، پست اور مغموم تھے، جن کے عیش و عشرت اور شان و شوکت میں کوئی کمی نہ تھی۔ مگر ایسی بے حیائی کرنا ان کے امکان سے بعید تھا۔ ان کی روح کے اونچے سنسکاروں کی بربادی نہ ہوئی تھی۔ ظلم، مکاری، بے عزتی اور تکلیف رسانی کو وہ تعلقہ داری کی زینت اور شان و شوکت کا نام دے کر اپنے دل کو مطمئن نہ کر سکتے تھے، یہی اُن کی سب سے بڑی شکست تھی۔

www.urduchannel.in

مرزا خورشید نے اسپتال سے نکل کر ایک نیا کام شروع کر دیا تھا بے فکری سے بیٹھے رہنا ان کے مزاج میں داخل نہ تھا۔ یہ کام کیا تھا؟ ٹھہری بیسواؤں کی ایک ناٹک منڈلی بنانا۔ فارغ البالی کے زمانے میں انھوں نے خوب عیاشی کی تھی اور ان دنوں اسپتال کے تخلئے میں زخموں کی تکلیف ہوتی تھی۔ اس وقت اگر ان میں سمجھ ہوتی تو وہ لوگوں کی کتنی بھلائی کر سکتے تھے، کتنوں کے رنج وافلاس کا بوجھ ہلکا کر سکتے تھے، مگر وہ دولت انھوں نے عیاشی میں اڑائی یہ کوئی نئی بات نہیں کہ مصیبت ہی میں ہماری روح بیدار ہوتی ہے۔ بڑھاپے میں کون اپنی جوانی کی غلطیوں پر افسوس نہیں کرتا؟ کاش وہ وقت عقل وطاقت کے حاصل کرنے میں لگایا جاتا، نیک اعمال کا خزانہ بھر لیا جاتا، تو آج دل کو کتنی تسکین ملتی! وہیں ان کو اس امر کا افسوسناک تجربہ ہوا کہ دنیا میں کوئی اپنا نہیں کوئی ان کی موت پر دو آنسو بہانے والا نہیں۔ انھیں رہ رہ کر زندگی کا ایک پرانا واقعہ یاد آتا تھا۔ بصرہ کے ایک گاؤں میں جب وہ کیمپ میں ملیریا سے بیمار پڑے تھے اس وقت ایک دیہاتی لڑکی نے ان کی تیمارداری کتنی جانفشانی سے کی تھی صحت ہو جانے پر جب انھوں نے روپئے اور زیوروں سے اس کے احسانوں کا بدلہ چکانا چاہا تو اس نے کس طرح آنکھوں میں آنسو بھر کر سر نیچا کر لیا تھا اور ان کا تحائف کے لینے سے انکار کر دیا تھا۔ ان دائیوں کی خدمت میں ضبط ہے قاعدہ ہے، سچائی ہے، مگر وہ محبت کہاں، وہ انہماک کہاں، جو اس کی بے عشق

www.urduchannel.in

اور طفلانہ جذبات میں تھا؟ وہ محبت کی مورت ان کے دل سے کب کی مٹ چکی تھی۔ وہ اس سے پھر آنے کا وعدہ کر کے کبھی اس کے پاس نہ گئے۔ عیش و عشرت کی مصروفیتوں میں کبھی اس کی یاد ہی نہ آئی۔ آئی بھی تو اس میں صرف رحم تھا، محبت نہ تھی، معلوم نہیں اس لڑکی پر کیا گذری، مگر آج کل اس کا وہ انکسار، سکون اور سادگی سے بھرا ہوا چہرہ بار بار ان کی آنکھوں کے سامنے پھرا کرتا تھا۔ کاش اس سے شادی کر لی ہوتی تو آج زندگی کتنی پُرکیف ہوتی۔ اور اس کے متعلق اس نامنصفانہ سلوک کی دکھ بھری یاد نے کل نسوانی طبقے کو ان کی خدمت اور ہمدردی کا مستحق بنا دیا تھا۔ جب تک ندی بڑھاؤ پر تھی، گدلے، تیز اور جھاگ دار بہاؤ میں روشنی کی شعاعیں بکھر کر رہ جاتی تھیں۔ اب پانی برابر اور برقرار ہو گیا تھا اور کرنیں اس کی تہ تک پہنچ رہی تھیں۔

مرزا صاحب بسنت رت کی اس ٹھنڈی شام میں اپنے جھونپڑے کے برآمدے میں دو طوائفوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے بات چیت کر رہے تھے کہ مسٹر مہتا آ پہنچے مرزا نے بڑے تپاک سے ہاتھ ملایا اور بولے "میں تو آپ کی خاطر داری کا سامان لئے ہوئے آپ کی راہ دیکھ رہا ہوں۔"

دونوں بیسوائیں مسکرائیں۔ مہتا کٹ گئے۔

مرزا نے دونوں کو وہاں سے چلے جانے کا اشارہ اور مہتا کو مسند پر بٹھاتے ہوئے بولے "میں تو خود آپ کے پاس آنے والا تھا۔ مجھے ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ میں جو کام کرنے جا رہا ہوں وہ آپ کی مدد کے بغیر پورا نہ ہوگا۔ آپ صرف میری پشت پر ہاتھ رکھے رہیئے اور للکارتے جائیے، ہاں مرزا، بڑھا چل بیٹھے!"

مہتا نے ہنس کر کہا "آپ جس کام میں ہاتھ لگائیں گے اس میں ہم جیسے

www.urduchannel.in

بی کیڑوں کی امداد کی ضرورت نہ ہوگی۔ آپ کی عمر مجھ سے زیادہ ہے، دنیا بھی آپ نے خوب دیکھی ہے اور چھوٹے سے چھوٹے آدمیوں پر اپنا اثر ڈالنے کی جو طاقت آپ میں ہے وہ مجھ میں ہوتی تو میں نے خدا جانے کیا کچھ کر دیا ہوتا۔"

مرزا صاحب نے مختصر الفاظ میں اپنی نئی تجویز بیان کی۔ ان کی رائے تھی کہ حسن کے بازار میں وہی عورتیں آتی ہیں جنھیں یا تو اپنے گھر میں کسی وجہ سے باعزت قیام نہیں ملتا یا جو مالی تکلیفوں سے مجبور ہو جاتی ہیں اور اگر یہ دونوں مسئلے حل کر دیئے جائیں تو بہت کم عورتیں اس طرح ذلیل و خوار ہوں۔

مہتا نے بھی دوسرے سمجھ دار لوگوں کی طرح اس مسئلہ پر کافی غور کیا تھا اور ان کا خیال تھا کہ زیادہ تر فطرتی رجحان اور عیش و عشرت کا شوق ہی عورتوں کو اس طرف کھینچتا ہے۔ اسی بات پر دونوں میں بحث چھڑ گئی۔ دونوں اپنی اپنی بات پر اڑ گئے۔

مہتا نے مٹھی باندھ کر ہوا میں ٹکتے ہوئے کہا "آپ نے اس مسئلے پر ٹھنڈے دل سے غور نہیں کیا، مرزا صاحب! رزق کے لئے اور بہت سے ذرائع ہیں مگر عیش و آرام کی بھوک روٹیوں سے نہیں مٹتی۔ اس کے لئے دنیا کی بڑھیا بڑھیا چیزیں چاہئیں۔ جب تک سوشل نظام اوپر سے نیچے تک بدل نہ ڈالا جائے، اس طرح کی منڈلی سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔"

مرزا نے مونچھیں کھڑی کیں "اور میں کہتا ہوں کہ یہ محض رزق کا سوال ہے، ہاں یہ سوال سب ہی لوگوں کے لئے یکساں نہیں ہے۔ مزدور کے لئے وہ صرف آٹا دال اور ایک پھوس کی جھونپڑی کا سوال ہے۔ وکیل کے لئے وہ ایک موٹر، بنگلہ اور خدمت گاروں کا سوال ہے آدمی صرف روٹی نہیں چاہتا اور بھی بہت سی چیزیں چاہتا ہے۔ اگر عورتوں کے سامنے بھی وہ سوال انواع

www.urduchannel.in

اقسام کی صورتوں میں آتا ہے تو ان کا کیا قصور ہے ؟"

ڈاکٹر مہتا اگر ذرا غور کرتے تو انھیں معلوم ہوتا کہ ان میں اور مرزا میں کوئی فرق نہیں، صرف الفاظ کا ردو بدل ہے، مگر بحث کی گرما گرمی میں غور کرنے کے لئے صبر کہاں ؟ گرم ہو کر بولے "معاف کیجئے مرزا صاحب، جب تک دنیا میں دولت والے رہیں گے، بیسوائیں بھی رہیں گی، آپ کی منڈلی اگر کامیاب بھی ہو جائے، حالانکہ مجھے اس میں بہت شک ہے، تو آپ دس پانچ عورتوں سے زیادہ اس میں کبھی نہ لے سکیں گے اور وہ بھی تھوڑے دنوں کے لئے۔ سب ہی عورتوں میں ناٹک کرنے کی اہلیت نہیں ہوتی، اسی طرح جیسے سب ہی لوگ شاعر نہیں ہو سکتے، اور یہ بھی مان لیں کہ یہ عورتیں آپ کی منڈلی میں مستقل طور پر ٹھہر جائیں گی تو بھی بازار میں ان کی جگہ خالی نہ رہے گی۔ جڑ پر جب تک کلہاڑے نہ چلیں گے پتیاں توڑنے سے کوئی نتیجہ نہیں۔ دولت والوں میں کبھی کبھی ایسے لوگ نکل آتے ہیں جو سب کچھ چھوڑ کر خدا کی راہ میں جا بیٹھتے ہیں، مگر دولت کا راج بدستور قائم ہے۔ اس میں ذرا بھی زوال نہیں آنے پایا۔

مرزا کو مہتا کی ہٹ دھرمی پر رنج ہوا۔ اتنا پڑھا لکھا سمجھدار آدمی ایسی باتیں کرے! سوشل نظام کیا آسانی سے بدل جائے گا؟ وہ تو صدیوں کا معاملہ ہے۔ تب تک کیا یہ اندھیر ہونے دیا جائے؟ اس کی روک تھام نہ کی جائے اور ان غریب عورتوں کو مردوں کی ہوس کا شکار ہونے دیا جائے؟ کیوں نہ شیر کو پنجرے میں بند کر دیا جائے کہ وہ دانت اور ناخون رکھتے ہوئے بھی کسی کو نقصان نہ پہنچا سکے؟ کیا اس وقت تک خاموش بیٹھا رہا جائے۔ جب تک شیر اہنسا کا برت نہ لے لے؟ دولت والے اور جس طرح چاہیں اپنی دولت اڑائیں مرزا کو غم نہیں۔ شراب میں ڈوب جائیں، موٹروں کی مالا گلے میں ڈال لیں، قلعے

www.urduchannel.in

بنوائیں، دھرم شالے اور مسجدیں کھڑی کریں، مرزا کو کوئی پروا نہیں۔ ہاں عورتوں کی زندگی نہ خراب کریں۔ اسے مرزا نہیں دیکھ سکتے۔ وہ حسن کے بازار کو ایسا سنسان کردیں گے کہ دولت مندوں کی اشرفیوں پر کوئی تھوکنے والا بھی نہ ملے۔ کیا جن دنوں شراب کی دوکانوں پر پکٹنگ ہوتی تھی۔ بڑے بڑے شرابی پانی پی پی کر دل کی آگ نہیں بجھا لیتے تھے؟

مہتا نے مرزا کی بیوقوفی پر ہنس کر کہا "آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ دنیا میں ایسے ملک بھی ہیں جہاں کسبیاں نہیں ہیں، مگر امیروں کی دولت وہاں بھی اپنی دلچسپیوں کا سامان پیدا کر ہی لیتی ہے۔"

مرزا بھی مہتا کی نادانی پر ہنسے "جانتا ہوں مہربان، جانتا ہوں! آپ کی دعا سے دنیا دیکھ چکا ہوں، مگر یہ ہندوستان ہے، یورپ نہیں ہے۔"

"انسانی سرشت ساری دنیا میں ایک سی ہے۔"

"مگر یہ معلوم بھی رہے کہ ہر قوم میں ایک ایسی چیز ہوتی ہے جسے اس کی روح کہہ سکتے ہیں، اور عصمت ہندوستانی تہذیب کی روح ہے۔"

"اپنے منہ میاں مٹھو بن لیجئے۔"

دولت کی آپ اتنی برائی کرتے ہیں پھر بھی کھنا کی حمایت کرتے نہیں تھکتے نہ کہئے گا!"

مہتا کی تیزی رخصت ہوگئی، انکسار سے بولے "میں نے کھنا کی حمایت اس وقت کی ہے جب وہ دولت کے پنجے سے چھوٹ گئے ہیں، اور آج کل ان کی حالت آپ دیکھیں تو آپ کو رحم آئے گا۔ اور میں کیا حمایت کروں گا جسے اپنی کتابوں اور لائبریری سے فرصت نہیں؟ زیادہ سے زیادہ خشک ہمدردی ہی تو کر سکتا ہوں۔ حمایت کی ہے مس مالتی نے کہ کھنا کو بچا لیا۔ انسان کی گہرائیوں

www.urduchannel.in

میں ایثار کی کتنی طاقت چھپی ہوتی ہے۔ اس کا مجھے اب تک تجربہ نہ ہوا تھا۔ آپ بھی ایک دن کھنّا سے مل آیئے۔ طبیعت خوش ہو جائے گی۔ اس وقت اسے جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ ہمدردی ہے۔"

مرزا نے جیسے اپنی مرضی کے خلاف کہا "آپ کہتے ہیں تو جاؤں گا۔ آپ کے ساتھ جہنم میں بھی عذر نہیں۔ مگر مس مالتی سے تو آپ کی شادی ہونے والی تھی بڑی گرم خبر تھی۔"

مہتا نے جھینپتے ہوئے کہا: "ریاضت کر رہا ہوں، دیکھئے ثمرہ کب ملے۔"

"اجی وہ تو آپ پر مرتی تھی۔"

"مجھے بھی وہم ہوا تھا، مگر جب میں نے ہاتھ بڑھا کر اسے پکڑنا چاہا تو دیکھا کہ وہ آسمان میں جا بیٹھی ہے۔ اُس بلندی تک تو میں کیا پہنچوں گا، ہاں التجا کر رہا ہوں کہ نیچے آ جائے۔ آج کل تو وہ مجھ سے بولتی بھی نہیں۔"

یہ کہتے ہوئے مہتا زور سے ایک روتی ہوئی ہنسی ہنسے اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

مرزا نے پوچھا "اب پھر کب ملاقات ہوگی؟"

"اب کے آپ کو تکلیف کرنی پڑے گی۔ کھنّا کے پاس جائیے گا ضرور!"

"جاؤں گا۔"

مرزا نے کھڑکی سے مہتا کو جاتے دیکھا۔ رفتار میں وہ تیزی نہ تھی، جیسے کسی فکر میں ڈوبے ہوئے ہوں۔

www.urduchannel.in

ڈاکٹر مہتا ممتحن ہو گئے ہیں۔ مالتی سے دور دور رہ کر انھیں یہ شک ہونے لگا ہے کہ کہیں اسے کھو نہ بیٹھیں۔ کئی مہینے سے مالتی ان کے پاس نہ آئی تھی اور جب وہ بے قرار ہو کر اس کے گھر گئے تو ملاقات نہ ہوئی۔ جن دنوں رُدر پال اور سروج کا عشقیہ واقعہ ہو رہا تھا تو مالتی ان کی صلاح لینے عموماً روزانہ دو ایک بار آتی تھی، مگر جب سے دونوں انگلستان چلے گئے تھے، اس کا آنا جانا بند ہو گیا تھا گھر پر بھی مشکل سے ملتی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ان سے بچتی ہے، گویا ان کی طرف سے اپنے دل کو جبراً ہٹا لینا چاہتی ہے۔ جس کتاب کو وہ آج کل لکھ رہے تھے وہ آگے بڑھنے سے انکار کر رہی تھی گویا ان کی توجہ مفقود ہو گئی ہو۔ خانہ داری کے انتظام میں تو وہ کبھی بڑے ہوشیار نہ تھے۔ فی الجملہ ایک ہزار روپئے سے زیادہ مہینے میں کما لیتے تھے مگر بچت ایک کوڑی کی بھی نہ ہوتی تھی۔ روٹی دال کھانے کے سوا اور ان کے ہاتھ کچھ نہ لگتا تھا۔ تکلف کا اگر کوئی سامان تھا تو وہ ان کا موٹر تھا جسے وہ خود چلاتے تھے۔ کچھ روپئے کتابوں میں اڑ جاتے تھے، کچھ چندوں میں، کچھ غریب طلباء کی امداد میں اور کچھ باغ کی آرائش میں جس سے انھیں عشق سا تھا۔ طرح طرح کے پودے اور نباتات لوگوں سے مہنگے داموں منگانا اور ان کی داشت کرنا، یہی ان کا چھچھورا پن تھا۔ مگر ادھر کئی مہینے سے اس باغیچے کی طرف سے بھی وہ کچھ بیزار سے ہو رہے تھے اور گھر کا انتظام بھی ابتر ہو گیا تھا۔ کھاتے دو پھلکے اور خرچ ہوتا ایک سو سے زیادہ۔ اچکن پرانی ہو گئی تھی، مگر اسی میں انھوں نے کڑاکے کا جاڑا کاٹ دیا، نئی اچکن

www.urduchannel.in

سلانے کی توفیق نہ ہوئی۔ کبھی کبھی بلا گھی کی دال کھا کر اٹھ آنا پڑتا۔ کب گھی کا کنستر منگایا تھا، اس کی انھیں یاد ہی نہ تھی، اور مہراج سے پوچھیں بھی تو کیسے؟ وہ سمجھے گا نہیں کہ اس پر بے اعتباری ہو رہی ہے؟ آخر ایک روز جب تین مرتبہ کی مایوسیوں کے بعد چوتھی مرتبہ مالتی سے ملاقات ہوئی اور اس نے ان کی یہ حالت دیکھی تو اس سے نہ رہا گیا۔ بولی: "تم کیا اب کے جاڑا یوں ہی کاٹ دو گے؟ یہ اچکن پہنتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی؟"

مالتی ان کی بیوی نہ ہو کر بھی ان کے اتنے پاس تھی کہ یہ سوال اس نے اسی معمولی انداز سے کیا جس طرح وہ اپنے کسی یگانے سے کرتی۔

مہتا نے بلا شرمائے ہوئے کہا: "کیا کروں مالتی، پیسہ تو بچتا ہی نہیں۔"

مالتی کو تعجب ہوا: "تم ایک ہزار سے زیادہ کماتے ہو اور تمھارے پاس اپنے کپڑے بنوانے کو بھی پیسے نہیں؟ میری آمدنی کبھی چار سو سے زیادہ نہ تھی مگر میں اسی میں ساری گرستی چلاتی ہوں اور کچھ بچا بھی لیتی ہوں۔ آخر تم کیا کر ڈالتے ہو؟"

"میں ایک پیسہ بھی فالتو نہیں خرچ کرتا۔ مجھے کوئی ایسا شوق بھی تو نہیں ہے۔"

"اچھا تو مجھ سے روپیہ لے جاؤ اور دو اچکنیں بنوا لو۔"

مہتا نے خجالت سے کہا: "اب کے بنوا لوں گا، سچ کہتا ہوں۔"

"اب آپ... آئیں تو آدمی بن کر آئیں۔"

"یہ تو بڑی کڑی شرط ہے۔"

"کڑی سہی۔ تم جیسوں کے ساتھ کڑائی کئے بغیر کام بھی تو نہیں چلتا۔"

www.urduchannel.in

مگر وہاں تو صندوق خالی تھا اور پیسے کے بغیر کسی دوکان پر جانے کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ مالتی کے گھر جائیں کس منہ سے؟ دل میں تڑپ کر رہ جاتے تھے۔

ایک دن ایک نئی مصیبت آ پڑی۔ ادھر کئی مہینے سے مکان کا کرایہ نہیں دیا تھا۔ پچھتر روپئے ماہوار بڑھتے جاتے تھے۔ مالک مکان نے جب کئی تقاضوں کے بعد بھی روپئے نہ وصول کر پائے تو نوٹس دے دیا۔ مگر نوٹس روپیہ بنانے کی کوئی مشین تو ہے نہیں۔ تاریخ نکل گئی اور روپئے نہ پہنچے۔ تب مالک مکان نے مجبور ہو کر نالش کر دی۔ وہ جانتا تھا کہ مہتا جی بڑے شریف اور فیاض آدمی ہیں مگر اس سے زیادہ بھلمنسی وہ کیا کرتا کہ چھ ماہ تک صبر کئے بیٹھا رہا؟ مہتا نے کوئی پیروی نہ کی اور ایک طرفہ ڈگری ہو گئی۔ مالک نے فوراً ڈگری جاری کرائی اور قرق امین مہتا صاحب کے پاس پہلی اطلاع دینے آیا، کیونکہ اس کا لڑکا یونیورسٹی میں پڑھتا تھا اور اسے مہتا صاحب کچھ وظیفہ بھی دیتے تھے۔ اتفاقاً اس وقت مالتی بھی بیٹھی ہوئی تھی۔ بولی: "کیسی قرقی ہے کس بات کی؟"

امین نے کہا: "وہی کرایہ کی ڈگری جو ہوئی تھی۔ میں نے کہا کہ حضور کو اطلاع دے دوں۔ چار پانچ سو کا معاملہ ہے، کون سی بڑی رقم ہے؟ دس دن میں بھی روپئے دے دیجئے تو کوئی حرج نہیں۔ میں مہاجنوں کو دس دن تک الجھائے رکھوں گا۔"

جب امین چلا گیا تو مالتی نے حقارت کے لہجے میں پوچھا: "تو اب یہاں تک نوبت پہنچ گئی! مجھے تعجب ہوتا ہے کہ تم اتنی موٹی موٹی کتابیں کیسے لکھتے ہو۔ مکان کا کرایہ چھ چھ ماہ سے باقی پڑا ہے اور تمھیں خبر نہیں۔"

مہتا شرم سے سر جھکا کر بولے: "خبر کیوں نہیں ہے، لیکن روپئے بچتے ہی نہیں۔ میں ایک پیسہ بھی فضول صرف نہیں کرتا۔"

www.urduchannel.in

"کوئی حساب کتاب بھی ہے؟"

"حساب کیوں نہیں لکھتا۔ جو کچھ پاتا ہوں وہ سب درج کر لیتا ہوں ورنہ انکم ٹیکس والے زندہ نہ چھوڑیں۔"

"جو کچھ خرچ کرتے ہو وہ؟"

"اس کا تو کوئی حساب نہیں رکھتا۔"

"کیوں؟"

"کون لکھے؟ بوجھ سا لگتا ہے۔"

"اور یہ پوتھے کیسے لکھ ڈالتے ہو؟"

"اس میں تو زیادہ کچھ نہیں کرنا پڑتا۔ قلم لے کر بیٹھ جاتا ہوں اور لکھنے لگتا ہوں۔ ہر وقت خرچ کا کھاتا کھول کر تو نہیں بیٹھتا۔"

"تو یہ روپئے کیسے ادا کرو گے؟"

"کسی سے قرض لے لوں گا، تمہارے پاس ہوں تو تم ہی دے دو۔"

"میں تو ایک ہی شرط پر دے سکتی ہوں کہ تمہاری آمدنی سب میرے ہاتھ آئے اور خرچ بھی میرے ہی ہاتھ ہو۔"

مہتا خوش ہو کر بولے "واہ! اگر یہ ذمہ داری لے لو تو کیا کہنا! موسلوں سے ڈھول بجاؤں!"

مالتی نے ڈگری کے روپئے دے دیئے اور دوسرے ہی روز مہتا کو بنگلہ خالی کر دینے پر مجبور کیا۔ اپنے بنگلے میں اس نے انھیں دو بڑے بڑے کمرے دے دیئے۔ ان کے کھانے وغیرہ کا بندوبست بھی اپنے ہی گھر میں کر دیا۔ مہتا کے پاس اور سامان تو زیادہ نہ تھا مگر کتابیں کئی گاڑی تھیں ان کے دونوں کمرے کتابوں سے بھر گئے۔ باغیچہ چھوڑنے کا انھیں ضرور

www.urduchannel.in

قلق ہوا لیکن مالتی نے اپنا پورا احاطہ ان کے لئے چھوڑ دیا تھا کہ جو پھول بوٹے چاہیں، لگائیں۔

مہتا تو بے فکر ہو گئے، لیکن مالتی کو ان کی اور خرچ کے ٹھیک کرنے میں بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑا۔ اس نے دیکھا کہ آمدنی تو ہزار سے زیادہ ہے مگر وہ ساری کی ساری خفیہ خیرات میں صرف ہو جاتی ہے۔ بیس پچیس لڑکے انھیں سے وظیفہ پا کر اسکول میں پڑھ رہے تھے۔ بیواؤں کی تعداد بھی اس سے کم نہ تھی۔ کس خرچ میں کمی کرے اسے یہ نہ سوجھتا تھا۔ سارا الزام اسی کے سر منڈھا جائے گا۔ ساری بدنامی اسی کے حصے میں آئے گی۔ کبھی مہتا پر جھنجھلاتی، کبھی اپنے اوپر، کبھی سائلوں کے اوپر جو ایک سادہ اور سخی انسان پر اپنا بار رکھتے ہوئے ذرا بھی نہ شرماتے تھے۔ یہ دیکھ کر اور بھی جھنجھلاہٹ ہوتی تھی کہ ان خیرات لینے والوں میں کچھ تو اس کے مستحق نہ تھے ایک روز مہتا کو آڑے ہاتھوں لیا۔

مہتا نے اس کا اعتراض سُن کر بے فکری سے کہا: "تمھیں اختیار ہے کہ جسے چاہے دو اور جسے چاہے نہ دو۔ مجھ سے پوچھنے کی کوئی ضرورت نہیں البتہ جواب بھی تم ہی کو دینا پڑے گا۔"

مالتی نے چڑھ کر کہا: "ہاں اور کیا؟ نیک نامی تم لو اور بدنامی میری ہو۔ میں نہیں سمجھتی کہ تم کس دلیل سے اس خیرات کی حمایت کر سکتے ہو۔ انسانوں کو اس رواج نے جتنا کاہل اور مفت خور بنایا ہے اور اس کی خودداری کو جتنا دھکا پہنچایا ہے، اتنا بے انصافی نے بھی نہ کیا ہوگا، بلکہ میرے خیال سے بے انصافی نے انسانوں میں انقلابی جذبہ پیدا کر کے سماج کو بڑا نفع پہنچایا ہے۔"

www.urduchannel.in

مہتا نے تسلیم کیا: "میرا بھی یہی خیال ہے"

"تمہارا یہ خیال نہیں ہے"

"نہیں مالتی، میں سچ کہتا ہوں۔"

"تو خیال اور عمل میں اتنا فرق کیوں؟"

مالتی نے تیسرے مہینے بہتوں کو مایوس کیا۔ کسی کو صاف جواب دیا کسی سے مجبوری جتائی اور کسی کی نصیحت کی۔

مہتا صاحب کا بجٹ تو رفتہ رفتہ ٹھیک ہوگیا۔ مگر اس سے انہیں ایک طرح کا رنج ہوا۔ مالتی نے جب تیسرے مہینے میں تین سو کی بچت دکھائی تب وہ اس سے کچھ بولے تو نہیں مگر ان کی نظر میں اس کی عظمت کچھ کم ضرور ہوگئی۔ عورت میں دان اور تیاگ ہونا چاہیے۔ یہی اس کی سب سے بڑی پونجی ہے۔ اس کی بنیاد پر سوسائٹی کا محل کھڑا ہوا ہے۔ تجارتی عقل کو وہ ضروری برائی ہی سمجھتے تھے۔

جب مہتا کی اچکنیں بن کر آئیں اور نئی گھڑی بھی آئی تو وہ شرم کے مارے کئی دن باہر نہ نکلے۔ خود آرائی سے بڑا ان کی نظر میں دوسرا گناہ نہ تھا۔

مگر راز کی بات یہ تھی کہ مالتی ان کو تو حسابی شکنجے میں کس کر رکھنا چاہتی تھی ان کی مالی خیرات کا دروازہ بند کر دینا چاہتی تھی اور خود ذاتی ایثار میں اپنے وقت اور اپنی خیر اندیشی کو دونوں ہاتھوں سے لٹاتی تھی، امیروں کے گھر تو وہ بلا فیس سے لئے نہ جاتی تھی، مگر غریبوں کو مفت دیکھتی تھی اور مفت دوا بھی دیتی تھی۔ دونوں میں فرق صرف اتنا ہی تھا کہ مالتی گھر کی بھی تھی اور باہر کی بھی جبکہ مہتا صرف باہر کے تھے۔ گھر ان کے لئے نہ تھا۔ اپنے کو دونوں لٹا دینا

www.urduchannel.in

چاہتے تھے۔ مہتا کا راستہ صاف تھا۔ ان پر ذاتی ذمہ داری کے سوا اور کوئی بندش نہ تھی۔ مالتی کا راستہ مشکل تھا۔ اس پر ذمہ داری تھی اور بندش تھی۔ جسے وہ نہ توڑ سکتی تھی اور نہ توڑنا چاہتی تھی۔ اس بندش ہی میں اسے زندگی کی تحریک ملتی تھی اسے اب مہتا کو پاس دیکھ کر یہ محسوس ہو رہا تھا کہ وہ کھلے جنگل میں گھومنے والے جیو کو پنجڑے میں بند نہیں کر سکتی، اور بند کر دے گی، تو وہ کاٹنے اور نوچنے دوڑے گا۔ پنجرے میں سب طرح کا آرام ملنے پر بھی اس کا دل ہمیشہ جنگل کے لئے بے قرار رہے گا۔ مہتا کے لئے گھر کی دنیا ایک اجنبی دنیا تھی۔ جس کے رسم ورواج سے وہ ناآشنا تھے۔

انھوں نے دنیا کو باہر سے دیکھا تھا۔ اور اُسے مکروفریب ہی سے معمور سمجھتے تھے۔ جدھر دیکھتے تھے۔ ادھر ہی برائیاں نظر آتی تھیں۔ مگر سماج میں جب گہرائی تک جا کر دیکھا تو انھیں معلوم ہوا کہ ان برائیوں کے نیچے ایثار بھی ہے محبت بھی ہے، اور اس شک وشبہ کی حالت میں جب مالتی کا تاریکی سے نکلتا ہوا دیوی کا روپ انھیں نظر آیا تب وہ اس کی طرف عجلت اور بے صبری کے ساتھ دوڑ پڑے۔ یہ خیال نہ رہا کہ یہ انتہائی رغبت ہی تباہی کی جڑ ہے۔ محبت جیسی بے مروت شے کیا خوف سے باندھ کر رکھی جا سکتی ہے وہ تو پورا اعتبار چاہتی ہے، پوری آزادی چاہتی ہے اور پوری ذمہ داری چاہتی ہے۔ اس کے نشوونما کی طاقت اس کے اندر ہے۔ اسے روشنی اور فضا ملنی چاہیئے۔ وہ کوئی دیوار نہیں ہے جس پر اوپر سے اینٹیں رکھی جاتی ہیں۔ اس میں تو جان ہے، ارتقا ہے، اور پھیلنے کی بے حد حکمت ہے۔

جب سے مہتا اس بنگلے میں آئے ہیں، انھیں مالتی سے دل میں کئی

www.urduchannel.in

بار ملنے کا موقع ملتا ہے۔ ان کے دوست سمجھتے ہیں کہ یہ ان کے بیاہ کی تیاری ہے اور صرف رسم ادائی کی دیر ہے۔ مہتا بھی یہی خواب دیکھتے ہیں۔ اگر مالتی نے انھیں سدا کے لئے ٹھکرا دیا ہوتا تو کیوں ان سے اتنی محبت رکھتی؟ شاید وہ انھیں سوچنے کا موقع دے رہی ہے۔ اور وہ خوب سوچ کر اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ مالتی کے بغیر وہ نصف ہیں اور وہی انھیں تکمیل کی طرف لے جا سکتی ہے۔ باہر سے وہ رنگین مزاج ہے۔ مگر اندر سے وہی رجحان طاقت کا مرکز ہے۔ حالات تبدیل ہو گئے ہیں۔ پہلے مالتی پیاسی تھی اور اب مہتا پیاس سے تڑپ رہے ہیں۔ اور ایک مرتبہ جواب پا جانے کے بعد انھیں اس مسئلہ پر مالتی سے کچھ کہنے کی ہمت نہیں پڑتی، اگرچہ ان کے دل میں اب شک کا نام بھی نہیں رہا۔ مالتی کو قریب سے دیکھ کر ان کی کشش بڑھتی ہی جاتی ہے۔ دور سے کتاب کے جو حروف ملے جلے سے لگتے تھے اب قریب سے وہ صاف ہو گئے۔ ان میں مطلب ہے، اور پیغام ہے!

ادھر مالتی نے باغ میں مالی کا کام کرنے کے لئے گوبر کو رکھ لیا تھا۔ ایک روز وہ کسی مریض کو دیکھ کر آرہی تھی کہ راستہ میں پٹرول ختم ہو گیا۔ وہ خود موٹر چلا رہی تھی۔ فکر ہوئی کہ پٹرول کیسے آئے۔ رات کے نو بج گئے تھے اور ماگھ کی ٹھنڈ پڑ رہی تھی۔ سڑکوں پر سناٹا ہو گیا تھا۔ کوئی ایسا آدمی نظر نہ آتا تھا جو موٹر کو دھکیل کر پٹرول کی دکان تک لے جائے۔ بار بار نوکر پر جھنجھلا رہی تھی: "حرام خور کہیں کا! بے خبر پڑا رہتا ہے!"

اتفاقاً گوبر ادھر سے آنکلا۔ مالتی کو کھڑے دیکھ کر اس نے سب سمجھ لیا اور گاڑی کو دو فرلانگ دھکیل کر پٹرول کی دکان تک لایا۔

مالتی نے خوش ہو کر پوچھا: "نوکری کرو گے؟"

www.urduchannel.in

گوبر نے شکریے کے ساتھ منظور کیا۔ پندرہ روپیے تنخواہ طے ہوئی۔ مالی کا کام اسے پسند تھا۔ یہی کام اس نے کیا تھا اور اس میں مشاق تھا۔ مل کی مزدوری میں اجرت زیادہ ملتی تھی مگر اس میں اس کو الجھن ہوتی تھی۔

دوسرے دن سے گوبر نے مالتی کے یہاں کام کرنا شروع کردیا۔ اسے رہنے کو ایک کوٹھری بھی مل گئی۔ جھنیا بھی آگئی۔ مالتی باغ میں آتی تو اسے جھنیا کا بچہ دھول مٹی میں کھیلتا ملتا۔ ایک دن مالتی نے اسے مٹھائی دے دی۔ بچہ اس دن سے مانوس ہوگیا۔ اسے دیکھتے ہی اس کے پیچھے لگ جاتا اور جب تک مٹھائی نہ لے لیتا، پیچھا نہ چھوڑتا۔

ایک دن مالتی باغ میں آئی تو بچہ نہ دکھائی دیا۔ جھنیا سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ بچے کو بخار آگیا ہے۔ مالتی نے گھبرا کر کہا: بخار آگیا تو میرے پاس کیوں نہیں لائی؟ چل، دیکھوں۔"

بچہ کھٹولے پر بخار میں غافل پڑا تھا۔ کھپریل کی کوٹھری میں اتنی نمی، اتنی تاریکی اور ان جاڑے کے دنوں میں بھی مچھروں کی اتنی کثرت تھی کہ مالتی ایک منٹ بھی وہاں نہ ٹھہر سکی۔ فوراً آکر تھرمامیٹر لیا اور پھر جاکر دیکھا تو بخار ایک سو چار تھا۔ مالتی کو اندیشہ ہوا کہ کہیں چیچک نہ ہو۔ بچے کے ابھی تک ٹیکہ نہ لگا تھا۔ اور اگر اس نم کوٹھری میں رہا تو اندیشہ تھا کہ بخار نہ بڑھ جائے۔

دفعتاً بچے نے آنکھیں کھول دیں اور مالتی کو کھڑا دیکھ کر روتی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا اور اس کی گود کے لئے ہاتھ پھیلا دئے۔ مالتی نے اسے گود میں اٹھا لیا اور تھپکیاں دینے لگی۔

بچہ مالتی کی گود میں جاکر جیسے کسی بڑے سکھ کا احساس کرنے لگا اور اپنی جلتی ہوئی انگلیوں سے اس کے گلے کی موتیوں کی مالا پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے

www.urduchannel.in

لگا۔ ماتی نے نکلیس اتار کر اس کے گلے میں ڈال دی۔ بچے کی خود غرضانہ فطرت اس حالت میں بھی برقرار تھی۔ نکلیس پا کر اب اسے گود میں رہنے کی کوئی ایسی ضرورت نہ رہی۔ یہاں نکلیس کے چھن جانے کا خوف تھا۔ اس وقت جھنیا کی گود زیادہ محفوظ تھی۔

مالتی نے شگفتہ دلی سے کہا: "بڑا چالاک ہے، چیز لے کر کیسا بھاگا!"

جھنیا نے کہا: "دے دو بیٹا، مس صاحب کا ہے۔"

بچے نے مالا کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا اور ماں کی طرف غصے سے دیکھا۔ مالتی بولی: "تم پہنے رہو بچہ، میں مانگتی نہیں ہوں۔"

اسی وقت بنگلے میں آکر اس نے اپنی نشست کا کمرہ خالی کر دیا اور اسی وقت جھنیا اس میں آکر مقیم ہو گئی۔ منگل نے اس بہشت کو تعجب کی نگاہوں سے دیکھا۔ چھت میں پنکھا تھا، رنگین برقی لیمپ تھے، دیواروں پر تصویریں تھیں۔ ان چیزوں کو دیر تک ٹکٹکی لگائے دیکھتا رہا۔ مالتی نے بڑے پیار سے پکارا "منگل!"

منگل نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا جیسے کہہ رہا ہو: "آج تو ہنسا نہیں جاتا۔ مس صاحب! کیا کروں؟ آپ سے کچھ ہو سکے تو کیجیے۔"

مالتی نے جھنیا کو بہت سی باتیں سمجھائیں اور چلتے ہوئے پوچھا۔ "تیرے گھر میں کوئی دوسری عورت ہو تو گوبر سے کہہ دے کہ دو چار روز کے لئے بلا لائے مجھے چیچک کا اندیشہ ہے۔ کتنی دور ہے تیرا گھر؟"

جھنیا نے اپنے گانوں کا نام اور پتہ بتایا: "اٹھارہ بیس کوس کے قریب ہوگا۔"

www.urduchannel.in

مالتی کو بیلاری یاد تھا۔ بولی :- وہی گانوں تو نہیں جس کے پچھم طرف آدھے میل پر ندی ہے ؟ "

" ہاں ہاں صاحب، وہی گانوں ہے۔ آپ کو کیسے معلوم ؟ "

ایک بار ہم لوگ وہاں گئے تھے اور ہوری کے گھر ٹھہرے تھے۔ تو اسے جانتی ہے :- "

وہ تو میرے سسر ہیں، مس صاحب۔ میری ساس بھی ملی ہوں گی :- "

ہاں ہاں، بڑی سمجھ دار عورت معلوم ہوتی تھی۔ مجھ سے خوب باتیں کرتی رہی۔ تو گوبر کو بھیج دے، اپنی ماں کو بُلا لائے :- "

" وہ انھیں بُلانے نہ جائیں گے :- "

" کیوں ؟ "

" کچھ ایسا ہی کارن ہے :- "

جھنیا کو اپنے گھر کا چوکا برتن، روٹی پانی اور جھاڑنا، بُہارنا وغیرہ سب ہی کچھ کرنا پڑتا تھا۔ دن کو تو دونوں چربن پر رہ جاتے تھے اور رات کو جب مالتی آجاتی تو جھنیا اپنا کھانا پکاتی اور مالتی بچے کے پاس بیٹھتی۔ جھنیا بار بار چاہتی کہ بچے کے پاس بیٹھے مگر مالتی اسے نہ آنے دیتی۔ رات کو بچے کا بخار تیز ہو جاتا اور وہ بے چینی سے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لیتا۔ مالتی اسے گود میں لے کر گھنٹوں کمرے میں ٹہلتی، چوتھے دن چیچک نکل آئی۔ مالتی نے سارے گھر کو ٹیکہ لگایا خود اپنے لگایا اور مہتا کو بھی لگایا۔ گوبر، جھنیا، مہراج کوئی نہ بچا۔ پہلے دن تو دانے چھوٹے اور الگ الگ تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ چھوٹی چیچک ہے۔ دوسرے دن دانے جیسے کھل اٹھے اور انگور کے برابر ہو گئے۔ اور پھر کئی کئی دانے مل کر بڑے بڑے آنولے سے ہو گئے۔ منگل جلن اور کھجلی اور درد سے بے چین

www.urduchannel.in

مالتی کی طرف دیکھتا۔ اس کا کراہنا بھی بڑوں کا سا تھا اور نگاہوں میں بھی سنجیدگی تھی۔ گویا وہ یکایک جوان ہو گیا ہو۔ اس نہ سہنے قابل تکلیف نے گویا اس کے معصوم بچپن کو مٹا ڈالا تھا۔ اس کی طفلانہ عقل گویا وسعت پا کر سمجھ رہی تھی کہ مالتی ہی کے جتن سے وہ اچھا ہو سکتا ہے۔ مالتی جیوں ہی کسی کام سے چلی جاتی تو وہ رونے لگتا اور مالتی کے آتے ہی چپ ہو جاتا۔ رات کو اس کی بے چینی بڑھ جاتی اور مالتی کو عموماً ساری ساری رات بیٹھنا پڑ جاتا۔ مگر وہ نہ کبھی جھنجھلاتی نہ چڑھتی، ہاں جھنیا پر اسے ضرور کبھی کبھی غصہ آتا، کیونکہ وہ اپنی نادانی کے سبب نہ کرنے والا کام بھی کر بیٹھتی۔ گوبر اور جھنیا دونوں کا جھاڑ پھونک پر زیادہ اعتقاد تھا، مگر یہاں کی داشت کرنا نہیں جانتی تھی۔ منگل دق کرتا تو اسے ڈانٹتی، ڈپٹتی ذرا بھی موقع پاتی تو زمین پر سو جاتی اور صبح سے پہلے نہ اٹھتی۔ اور گوبر تو اس کمرے میں جیسے آتے ڈرتا تھا۔ مالتی وہاں بیٹھی ہے، کیسے جائے؟ جھنیا سے بچے کا حال پوچھ لیتا اور کھا پی کر سو جاتا۔ اس پرانی چوٹ کے بعد وہ پورا تندرست نہ ہونے پایا تھا۔ ذرا سا کام کر کے بھی تھک جاتا تھا۔ ان دنوں جب جھنیا گھاس بیچتی تھی اور وہ آرام سے پڑا رہتا تھا تب کچھ سنبھل گیا تھا، مگر ادھر کئی مہینوں تک بوجھ ڈھونے اور چونے گارے کا کام کرنے سے اس کی حالت پھر گر گئی تھی۔ اس پر یہاں کام بہت تھا۔ سارے باغ کو سینچنا، کیاریوں کو گوڑنا، گھاس چھیلنا۔ گایوں کو چارہ پانی دینا اور دوہنا۔ اور جو مالک اتنا رحم دل ہو اس کے کام میں تساہلی کیسے کرے؟ یہ احسان اسے ایک منٹ بھی آرام سے نہ بیٹھنے دیتا تھا۔ اور جب مہتا خود کھرپی لے کر گھنٹوں باغ میں کام کرتے تھے تو وہ کیسے آرام کرتا؟ وہ خود سوکھتا جاتا تھا مگر باغ ہرا

www.urduchannel.in

ہو رہا تھا۔

مہتا کو بھی بچے سے محبت ہو گئی تھی۔ ایک روز مالتی نے اسے گود میں لے کر ان کی مونچھیں اکھڑوالی تھیں۔ ڈرشٹ نے مونچھوں کو ایسا پکڑا تھا جیسے جڑ سے اکھاڑ لے گا۔ مہتا کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے اور انھوں نے بگڑ کر کہا تھا: "بڑا شیطان لونڈا ہے۔"

مالتی نے انھیں ڈانٹا تھا: "تم مونچھیں صاف کیوں نہیں کر لیتے۔"

"میری مونچھیں مجھے جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔"

"اب کے پکڑے گا تو اکھاڑ ہی کر چھوڑے گا۔"

"میں اس کے کان بھی اکھاڑ لوں گا۔"

منگل کو ان کی مونچھیں اکھاڑنے میں کوئی خاص مزہ آتا تھا۔ وہ خوب کھلکھلا کر ہنستا تھا اور مونچھوں کو زیادہ زور سے کھینچتا تھا۔ مگر مہتا کو بھی شاید مونچھیں اکھڑوانے میں مزہ آتا تھا کیونکہ وہ عموماً دو ایک بار روزانہ اس سے اپنی مونچھوں کی رسہ کشی کرا لیا کرتے تھے۔

ادھر جب سے منگل کو چیچک نکل آئی تھی، مہتا کو بڑی تشویش ہو گئی تھی۔ اکثر کمرے میں جا کر منگل کو مغموم آنکھوں سے دیکھا کرتے۔ اس کی تکلیف کے خیال سے ان کا نرم و نازک دل کانپ جاتا تھا۔ ان کی دوڑ دھوپ سے وہ اچھا ہو جاتا تو وہ زمین کے دوسرے سرے تک بھی دوڑ لگاتے روپے خرچ کرنے سے اچھا ہوتا تو خواہ انھیں بھیک ہی مانگنا پڑتا وہ اسے اچھا کر ہی کے رہتے۔ مگر یہاں کوئی بس نہ تھا۔ اسے چھوتے ہوئے بھی ان کے ہاتھ لرزتے تھے۔ کہیں اس کے آبلے نہ ٹوٹ جائیں۔ مالتی کتنی آہستگی سے اسے اٹھاتی ہے، کندھے پر بٹھا کر کمرے میں ٹہلتی ہے اور کتنی محبت

www.urduchannel.in

محبت سے اسے بہلا کر دودھ پلاتی ہے، یہ مادرانہ محبت مالتی کو ان کی نظر وں میں نہ جانے کتنا اونچا اٹھا دیتی ہے۔ مالتی صرف عورت نہیں بلکہ ماں بھی ہے، اور ایسی ویسی ماں نہیں بلکہ اصلی معنی میں ماں، اور دیوی، اور زندگی دینے والی، جو پرائے بچّے کو بھی اپنا سمجھ سکتی ہے۔ گویا اس نے مادری جذبات کو سدا سے فراہم کیا ہو اور آج انھیں دونوں ہاتھوں سے نثار رہی ہو! اس کے عضو عضو سے مادریت پھوٹی پڑتی تھی گویا یہ ہی اس کا اصلی روپ ہو۔ وہ ناز و انداز، وہ بناؤ اور سنگار اس کی مادریت کے محض پردے تھے، تاکہ اس کے اندر وہ پونجی خوب محفوظ رہے۔

رات کو ایک بج گیا تھا۔ منگل کا رونا سُن کر مہتا چونک پڑے۔ سوچا بے چاری مالتی آدھی رات تک تو جاگتی رہی ہوگی، اس وقت اسے اٹھنے میں کتنی تکلیف ہوگی، پس اگر دروازہ کھلا ہو تو میں خود ہی بچّے کو چپ کرادوں وہ فوراً اٹھ کر اس کمرے کے دروازے پر گئے اور شیشے سے اندر جھانکا مالتی بچے کو گود میں لئے بیٹھی تھی اور بچہ یوں ہی رو رہا تھا۔ شاید اس نے خواب دیکھا تھا، یا کسی اور وجہ سے ڈر گیا تھا۔ مالتی پچکارتی تھی، تھپکتی تھی، تصویریں دکھاتی تھی، گود میں لے کر ٹہلتی تھی، مگر بچہ چپ نہ ہوتا تھا مالتی کی یہ بے حد محبت اور لازوال مادریت دیکھ کر ان کی آنکھیں اشک آلود ہوگئیں۔ دل میں ایسی گدگدی اٹھی کہ اندر جا کر مالتی کے پیروں پر سر رکھ دیں۔ دل سے محبت میں ڈوبے ہوئے الفاظ کا ایک ہجوم نکل پڑا۔

پیاری، میرے بہشت کی دیوی، میری رانی ......"

اور اسی مجنونانہ محبت میں وہ پکار اُٹھے "مالتی ذرا دروازہ کھول دو۔"

www.urduchannel.in

مالتی نے آکر دروازہ کھولا اور ان کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

مہتا نے پوچھا: "کیا جھنیا نہیں اٹھی؟ یہ تو بہت رو رہا ہے؟"

مالتی نے تکلیف کے لہجے میں کہا: "آج آٹھواں دن ہے، درد زیادہ ہوگا۔ اسی سے۔"

"تو لاؤ، میں کچھ دیر ٹہلا دوں، تم تھک گئی ہوگی۔"

مالتی نے مسکرا کر کہا: "تمھیں ذرا ہی دیر میں غصہ آجائے گا۔"

بات سچ تھی، مگر اپنی کمزوری کون تسلیم کرتا ہے؟ مہتا نے ضد سے کہا: "تم نے مجھے اتنا بیک سمجھ رکھا ہے۔"

مالتی نے بچے کو ان کی گود میں دے دیا۔ ان کی گود میں جاتے ہی وہ یک دم چپ ہو گیا۔ بچوں میں جو ایک فطری سمجھ ہوتی ہے اسی نے اس کو بتایا کہ رونے میں اب تمھارا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ نیا آدمی عورت نہیں بلکہ مرد ہے اور مرد غصہ ور ہوتا ہے اور بے رحم بھی ہوتا ہے، اور چارپائی پر لٹا کر یا باہر اندھیرے میں ڈال کر وہ دور بھی چلا جا سکتا ہے اور کسی کو پاس آنے بھی نہ دے گا۔

مہتا نے فخریہ کہا: "دیکھا، کیسا چپ کر دیا۔"

مالتی نے مذاق کیا: "ہاں، تم اس فن میں بھی طاق ہو۔ کہاں سیکھا؟"

"تم سے۔"

"میں عورت ہوں اور مجھ پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔"

مہتا نے شرم سے کہا: "مالتی، میں تم سے ہاتھ جوڑ کر کہتا ہوں کہ

www.urduchannel.in

اب میری ان باتوں کو بھول جاؤ۔ ان کئی مہینوں میں کتنا پچھتایا ہوں، کتنا نادم اور ملول ہوا ہوں، اس کا اندازہ شاید تم نہ کر سکو گی۔"

مالتی نے سادگی سے کہا: "میں تو بھول گئی۔ سچ کہتی ہوں۔"

"مجھے کیسے یقین آئے؟"

"اس کا ثبوت یہی ہے کہ ہم دونوں ایک ہی مکان میں رہتے ہیں ایک ہی ساتھ کھاتے ہیں، ہنستے ہیں، بولتے ہیں۔"

"کیا جب مجھے کچھ مانگنے کی اجازت نہ دو گی؟"

انھوں نے منگل کو چارپائی پر لٹا دیا جہاں وہ سکڑ کر سو رہا اور مالتی کی طرف التجا آمیز نگاہوں سے دیکھا گویا اسی اجازت پر ان کا پورا دار و مدار ہو۔

مالتی نے متاثر ہو کر کہا: "تم جانتے ہو کہ تم سے زیادہ قریبی دنیا میں میرا کوئی دوسرا نہیں ہے۔ میں نے بہت دن ہوئے کہ خود کو تمھارے چرنوں کی بھینٹ کر دیا ہے، تم میرے رہنما ہو، میرے دیوتا ہو، میرے استاد ہو۔ تمھیں مجھ سے کچھ مانگنے کی ضرورت نہیں، صرف اشارہ کر دینا کافی ہے۔ جب تک مجھے تمھارے درشن نہ ہوئے تھے اور میں نے تمھیں پہچانا نہ تھا اس وقت تک عیش اور خود پروری ہی میری زندگی کا مقصد تھا۔ تم نے آکر اسے تحریک دی، بیداری دی۔ میں تمھارا احسان کبھی بھول نہیں سکتی۔ میں نے ندی کے کنارے والی تمھاری باتیں گرہ کر لیں۔ رنج یہی ہوا کہ تم نے بھی مجھے وہی سمجھا جو دوسرا مرد سمجھتا اور جس کی امید مجھے تم سے نہ تھی۔ اس کی ذمہ داری مجھ پر ہے، یہ میں جانتی ہوں، مگر میں تمھاری گراں بہا محبت پا کر بھی وہی بنی رہوں گی۔ ایسا سمجھ کر تم نے

www.urduchannel.in

ے ساتھ بے انصافی کی ہیں اس وقت کتنے غرور کا احساس کر رہی
ں، یہ تم نہیں سمجھ سکتے۔ تمھارا عشق اور اعتماد پاکر اب میرے لئے کچھ
تی نہیں رہا۔ یہ برکت میری زندگی با معنی بنا دینے کے لئے کافی ہے یہی
ی تکمیل ہے؟"

یہ کہتے کہتے مالتی کے دل میں ایسی رغبت پیدا ہوئی کہ مہتا کے سینے
لپٹ جائے۔ اندر کی خواہشیں باہر آکر گویا سچ ہو گئی تھیں۔ اس کا رواں
دیاں پھول اٹھا۔ جس سرور کو اس نے نایاب سمجھ رکھا تھا وہ اتنا قابل حصول
ورا اتنا قریب ہے! اور دل کا وہ سرور چہرے پر آکر اسے ایسی رونق دینے
لگا کہ مہتا کو اس میں دیوتا پن کی سی جھلک دکھائی پڑی۔ یہ عورت ہے یا
خیر اور پاکیزگی اور ایثار کی مجسم مورت!

اسی وقت جھنیا جاگ کر اٹھ بیٹھی اور مہتا اپنے کمرے میں چلے گئے
اور پھر دو ہفتے تک مالتی سے کچھ بات چیت کرنے کا موقع انہیں نہ ملا۔ مالتی
۔ ان سے تنہائی میں نہ ملتی۔ مالتی کے وہ الفاظ ان کے دل میں گونجتے
رہتے۔ ان میں کتنی تشفی تھی، کتنی عاجزی تھی، کتنا نشا تھا!

دو ہفتے میں منگل اچھا ہو گیا۔ البتہ منہ پر کے داغ نہ بھر سکے۔ اس دن
مالتی نے پڑوس کے دو لڑکوں کو خوب مٹھائی کھلائی اور جو منتیں کر رکھی تھیں
وہ بھی پوری کیں۔ قربانی کی زندگی میں کتنی خوشی ہے۔ اس کا اب اسے تجربہ
ہو رہا تھا۔ جھنیا اور گوبر کی خوشی گویا اس کے دل میں منعکس ہو رہی تھی۔ دوسرں
کی تکلیف دور کرنے میں اس نے جو خوشی محسوس کی وہ کبھی عیش و آرام کی
زندگی میں نہ ملی تھی۔ وہ ہوس اب ان پھولوں کی طرح کمزور ہو گئی تھی جن
میں پھل لگ رہے ہوں۔ اب وہ اس درجے سے آگے نکل چکی تھی جب

www.urduchannel.in

انسان مادّی خوشی کو اصلی خوشی سمجھتا ہے۔ وہ خوشی اب اسے ہیچ اور ...
کی طرف لے جانے والی، اور ہلکی بلکہ بھیانک سی لگتی تھی۔ اس بڑے ...
میں رہنے کا کیا لطف جب اس کے آس پاس مٹی کے جھونپڑے گویا فریا...
کر رہے ہوں؟ موٹر پر چڑھ کر اب اسے فخر نہیں ہوتا۔ منگل جیسے نادا...
بچّے نے اس کی زندگی کو کتنا منور کر دیا تھا۔ اس کے لئے حقیقی خوشی کا دروا...
کھول دیا تھا!

ایک روز مہتا کے سر میں شدت کا درد ہو رہا تھا۔ وہ آنکھیں بند ...
ہوئے پلنگ پر پڑے تڑپ رہے تھے کہ مالتی نے آ کر ان کے سر پر ہا...
رکھتے ہوئے پوچھا: "یہ درد کب سے ہو رہا ہے؟"

مہتا کو ایسا معلوم ہوا کہ ان نرم و نازک ہاتھوں نے سارا درد کھینچ لیا۔ اٹھ کر بیٹھ گئے اور بولے: "درد تو دوپہر ہی سے ہو رہا ہے اور ایسا درد مجھے آج تک نہیں ہوا تھا، مگر تمھارے ہاتھ رکھتے ہی سر ایسا ہلکا ہو گیا ہے گویا درد تھا ہی نہیں، تمھارے ہاتھوں میں شفا ہے۔"

مالتی نے انھیں کوئی دوا لا کر کھانے کو دے دی اور آرام سے لیٹے رہنے کی تاکید کر کے فوراً ہی کمرے سے نکل جانے کو ہوئی کہ مہتا نے اصرار سے کہا: "دو منٹ بیٹھو گی نہیں؟"

مالتی نے دروازے پر سے مڑ کر کہا: "اس وقت باتیں کرو گے تو شاید پھر درد ہونے لگے۔ آرام سے لیٹے رہو۔ آج کل میں تمھیں ہمیشہ کچھ نہ کچھ پڑھتے یا لکھتے دیکھتی ہوں۔ دو چار دن پڑھنا لکھنا بند کر دو۔"

"تم ایک منٹ بیٹھو گی نہیں؟"

"مجھے ایک مریض کو دیکھنے جانا ہے۔"

www.urduchannel.in

اچھی بات ہے جاؤ۔"

مہتا کے چہرے پر کچھ ایسی اداسی چھا گئی کہ مالتی لوٹ پڑی اور سامنے آکر بولی: "اچھا کہو، کیا کہتے ہو؟" مہتا نے بے دلی سے کہا: "کوئی خاص بات نہیں تھی۔ کہہ رہا تھا کہ اتنی رات گئے کس مریض کو دیکھنے جاؤ گی؟" "وہی رائے صاحب کی لڑکی ہے۔ اس کی حالت بہت خراب ہو گئی تھی، مگر اب کچھ سنبھل گئی ہے۔"

اس کے جاتے ہی مہتا پھر لیٹ رہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ مالتی کے ہاتھ رکھتے ہی درد کیوں رفع ہو گیا۔ ضرور اس میں کوئی عجیب طاقت ہے، اور یہ اس کی ریاضت، اس کی عملی انسانیت ہی کی برکت ہے۔ مالتی نسائیت کے اس بلند معیار پر پہنچ گئی تھی جہاں وہ نور کے ایک ستارے کی طرح روشن نظر آتی تھی۔ اب وہ عشق کی چیز نہیں، عقیدت کی چیز تھی۔ اب وہ نایاب ہو گئی تھی اور ایسا ہونا فہم و فراست والوں کے لیے سعی و کوشش کرنے کا ایک منتر ہے۔ مہتا عشق میں جس خوشی کا تصور کر رہے تھے اسے عقیدت نے اور بھی گہرائی اور جانداری دے دی تھی۔ عشق میں کچھ گھمنڈ بھی ہوتا ہے اور کچھ لگاؤ بھی، مگر عقیدت تو خود کو فنا کر دیتی ہے اور اپنی اس فنا ہی کو اپنا اعلیٰ مقصد بنا لیتی ہے۔ عشق اقتدار جمانا چاہتا ہے، جو کچھ دیتا ہے اس کے عوض میں کچھ چاہتا ہے، مگر عقیدت کی انتہائی خوشی تو قربانی میں ہے جس میں خودی کا فقدان ہو جاتا ہے!

مہتا کی وہ بڑی کتاب ختم ہو گئی تھی جسے وہ تین سال سے لکھ رہے تھے اور جس میں انھوں نے دنیا کے سب ہی فلسفیانہ اجزاء کو شامل کیا تھا۔ یہ کتاب انھوں نے مالتی کے نام معنون کی اور جس دن اس کی جلدیں انگلستان سے آئیں اور انھوں نے ایک جلد مالتی کی نذر کی تو وہ اسے اس طرح معنون دیکھ کر متعجب بھی ہوئی اور مغموم بھی۔

www.urduchannel.in

اُس نے کہا: "یہ تم نے کیا کیا؟ میں تو اپنے کو اس قابل نہیں سمجھتی۔"

مہتا نے فخریہ کہا: "مگر میں تو سمجھتا ہوں۔ یہ تو کوئی چیز نہیں، مجھ میں تو اگر سو جانیں ہوتیں تو وہ سب تمھارے قدموں پر نثار کر دیتا۔"

"مجھ پر! جس نے خود غرضی کے سوا کچھ اور جانا ہی نہیں۔"

"تمھارے تیاگ کا ایک ٹکڑا بھی میں پا جاتا تو خود کو خوش نصیب سمجھتا۔ تم دیوی ہو۔"

"پتھر کی، اتنا اور کیوں نہیں کہتے؟"

"قربانی کی، راحت کی، پاکیزگی کی!"

تب تم نے مجھے خوب سمجھا۔ میں اور تیاگ! میں تم سے سچ کہتی ہوں کہ سیوا یا تیاگ کا خیال میرے دل میں کبھی نہیں آیا۔ میں جو کچھ کرتی ہوں وہ پوشیدہ یا علانیہ غرض کے لئے کرتی ہوں۔ میں گاتی اس لئے نہیں کہ تیاگ کرتی ہوں یا اپنے گیتوں سے غمزدوں کو تسکین دیتی ہوں، بلکہ صرف اس لئے کہ اس سے میرا دل خوش ہوتا ہے۔ اسی طرح دوا بھی غریبوں کو دے دیتی ہوں، صرف اپنے دل کو خوش کرنے کے لئے۔ شاید دل کی خودی اس میں خوشی محسوس کرتی ہے۔ تم مجھے خواہ مخواہ دیوی بنائے ڈالتے ہو۔ اب تو اتنی ہی کسر رہ گئی ہے کہ آرتی اور چڑھاوا وغیرہ لے کر میری پوجا کرو۔"

مہتا بولے: "وہ تو میں برسوں سے کر رہا ہوں مالتی، اور اس وقت تک کرتا رہوں گا جب تک بردان نہ مل جائے گا۔"

مالتی نے چٹکی لی: "تو بردان پا جانے کے بعد شاید دیوی کو مندر سے نکال پھینکو۔"

مہتا نے سنبھل کر کہا: "تب تو میری جداگانہ ہستی ہی نہ رہے گی عابد

www.urduchannel.in

معبود میں جذب ہو جائے گا۔"

مالتی نے سنجیدگی سے کہا "نہیں مہتا، میں مہینوں سے اس مسئلے پر غور کر رہی ہوں اور آخر میں میں نے یہ طے کیا ہے کہ دوست بن کر رہنا زن و شوہر بن کر رہنے سے کہیں زیادہ آرام دہ ہے۔ تم مجھ سے محبت کرتے ہو، مجھ پر اعتبار کرتے ہو، اور مجھے بھروسہ ہے کہ آج موقع آپڑے تو تم اپنی جان دے کر بھی میری حفاظت کر دو گے۔ تم میں میں نے اپنا ہادی ہی نہیں بلکہ اپنا محافظ بھی پایا ہے۔ میں بھی تم سے محبت کرتی ہوں اور تم پر اعتبار کرتی ہوں اور تمھارے لئے کوئی ایسی قربانی نہیں جو میں نہ کر سکوں۔ ایشور سے میری یہی بنتی ہے کہ وہ زندگی بھر مجھے اسی راہ پر قائم رکھے۔ ہماری تکمیل کے لئے ہمارے روحانی ارتقاء کے لئے اور کیا چاہیئے؟ اپنی چھوٹی سی گرستی بنا کر، اپنی روحوں کو چھوٹے سے پنجرے میں بند کر کے، اپنے سکھ دکھ کو اپنے ہی تک رکھ کر، کیا ہم لامحدود کے قریب تک پہنچ سکتے ہیں؟ ویسا کرنا تو ہماری راہ میں رکاوٹ ہی ڈالے گا۔ معدودے چند آدمی ایسے بھی ہیں جو پیروں میں بیڑیاں ڈال کر بھی ارتقائی راستے پر چل سکتے ہیں اور چل رہے ہیں۔ یہ بھی جانتی ہوں کہ تکمیل کے لئے اس محبت اور ترک و ایثار میں بڑی اہمیت ہے جو کنبے کے لئے کئے جاتے ہیں لیکن میں اپنے دل کو اتنا مضبوط و مستقل نہیں پاتی۔ جب تک محبت نہیں ہے، خودی نہیں ہے۔ اس وقت تک زندگی کا لالچ نہیں ہے، خود غرضی کا زور نہیں ہے۔ جس روز دل لالچ میں پڑا اور ہمارے لئے بندش تیار ہو گئی۔ اسی وقت ہماری انسانیت کا دائرہ محدود ہو جائے گا۔ نئی نئی ذمہ داریاں ہوں گی اور ہماری ساری طاقت ان ہی کے پورا کرنے میں لگنا شروع ہو جائے گی،

www.urduchannel.in

تم جیسے طبائع و دانشمند انسان کی روح کو میں اس قید میں بند نہیں کرنا چاہتی۔ ابھی تک تمھاری زندگی ایک نگینہ تھی جس میں خود غرضی کے لئے بہت کم گنجائش تھی۔ میں اس کو پستی کی طرف نہ لے جاؤں گی۔ دنیا کو تم جیسے مرتاضوں کی ضرورت ہے۔ جو اپنے دل کو اتنا وسیع بنا دیں کہ ساری دنیا ان کی اپنی ہو جائے۔ دنیا میں بے انصافی کی، ظلم کی اور خوف کی دُہائی مچی ہوئی ہے۔ ضعیف الاعتقادی کا، مذہبی مکاری کا اور خود غرضی کا دور دورہ ہے۔ تم نے وہ پکار سنی ہے۔ تم بھی نہ سنو گے تو سننے والے آئیں گے کہاں سے؟ دوسرے ظاہری انسانوں کی طرح تم بھی اس کی طرف سے اپنے کان نہیں بند کر سکتے۔ تمھیں ایسی زندگی ہی وبال ہو جائے گی اپنے علم اور اپنی عقل کو، اپنی بیدار انسانیت کو زیادہ حوصلہ اور زور کے ساتھ اسی راستے پر لے جاؤ۔ میں بھی تمھارے پیچھے پیچھے چلوں گی۔ اپنی زندگی کے ساتھ میری زندگی بھی سپھل کر دو، تم سے میرا یہی کہنا ہے اگر تمھارا دل دنیویت کی طرف دوڑتا ہے، جب بھی میں اپنا بس چلنے تمھیں ادھر سے ہٹاؤں گی اور ایشور نہ کرے کہ مجھے اپنے اس ارادے میں ناکامیاب ہونا پڑے، لیکن اس حالت میں میں دو بوند آنسو گرا کر تمھارا ساتھ چھوڑ دوں گی اور کہہ نہیں سکتی کہ پھر میرا کیا انجام ہوگا، میں کس گھاٹ لگوں گی۔ مگر چاہے وہ کوئی گھاٹ ہو پھر بھی اس دنیوی بندش کا گھاٹ نہ ہوگا۔ بولو، مجھے کیا حکم دیتے ہو؟"

مہتا سر جھکائے سنتے رہے۔ ایک ایک لفظ گویا ان کے دل کی آنکھیں اس طرح کھولے دیتا تھا جیسے اب تک کبھی نہ کھلی تھیں۔ وہ خیالات جو اب تک ان کے سامنے خواب کی تصویر دل کی طرح آئے تھے اب زندگی کی سچائیوں سے معمور ہو کر متحرک ہو رہے تھے۔ وہ اپنے رویئں رویئں میں روشنی اور ترقی کا احساس کر رہے تھے۔ زندگی کے بڑے ارادوں کے سامنے ہمارا

www.urduchannel.in

پن۔ ہماری آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔ مہتا کی آنکھوں میں بھی میٹھی یاد دلا بچپن پھر جب وہ اپنی بیوہ ماں کی گود میں بیٹھ کر بہت بڑے سکھ کا احساس کیا کرتے تھے۔ کہاں ہے وہ ماں؟ آئے اور دیکھے اپنے بیٹے کی اس شہرت و نیکنامی کو! مجھے دعا دو۔ تمہارا وہ ہٹی لڑکا آج ایک نیا جنم لے رہا ہے!

انھوں نے ماتی کے پیر دونوں ہاتھوں سے پکڑ لئے اور کانپتی ہوئی آواز میں بولے: "تمہارا حکم منظور ہے، ماتی!"

اور دونوں ایک سے دل والے ہو کر باہم بغلگیر ہو گئے۔ دونوں کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

www.urduchannel.in

(۳۴)

سلیا کا لڑکا اب دو سال کا ہو رہا تھا اور سارے گانوں کی دوڑ لگاتا تھا اپنے ساتھ ایک عجیب بولی لایا تھا اور اسی میں بولتا تھا، خواہ کوئی سمجھے یا نہ سمجھے اس کی بولی میں ٹ، ل اور گھ کی کثرت تھی اور س، ر وغیرہ غائب تھے۔ اس بولی میں روٹی کا نام تھا آوٹی، دودھ کا توت، ساگ کا جھاگ اور کوڑی کا تولی جانوروں کی بولیوں کی ایسی نقل کرتا ہے کہ ہنستے ہنستے لوگوں کے پیٹ میں بل پڑ جاتا ہے۔ کسی نے پوچھا: "رامو، کتا کیسے بولتا ہے؟" تو رامو سنجیدگی سے کہتا: "بھوں بھوں، اور کاٹنے دوڑتا۔ بلی کیسے بولے؟ اور رامو میاؤں میاؤں کرکے آنکھیں نکال کر، تاکتا اور پنجوں سے نوچتا۔ بڑا مست لڑکا تھا۔ جب دیکھو کھیلنے میں مگن رہتا، کھانے پینے کی سدھ نہ تھی۔ گود سے اسے چڑھ تھی اس کی سب سے بڑی خوشی کے لمحے وہ ہوتے جب وہ دروازے پر نیم کے نیچے منوں دھول اکٹھا کرکے اس میں لوٹتا، اسے سر پر چڑھاتا، اس کی ڈھیریاں لگاتا، اس کے گھروندے بناتا۔ اپنے ہم عمروں سے اس کی ایک لمحہ بھی نہ پٹتی۔ وہ شاید ان کو اپنے ساتھ کھیلنے کے قابل ہی نہ سمجھتا تھا۔

کوئی پوچھتا: "تمھارا کیا نام ہے؟"

فوراً کہتا: "لامو۔"

"تمھارے باپ کا کیا نام ہے؟"

"مانادین۔"

"اور تمھاری ماں کا؟"

www.urduchannel.in

"چھلیا۔"

"اور ماتا دین کون ہے؟"

"وہ امالا چھالا ہے۔"

نہ جانے کس نے ماتا دین سے اس کا یہ رشتہ بتا دیا تھا۔

راموا اور رُوپا میں خوب بنتی تھی وہ رُوپا کا کھلونا تھا۔ اسے ابٹن ملتی، کاجل لگاتی، نہلاتی، بال سنوارتی اور اپنے ہاتھوں لقمے بنا بنا کر کھلاتی اور کبھی کبھی لے گود میں لئے رات کو سو بھی جاتی۔ دھنیا ڈانٹتی کہ تو سب چھوا چھوت کئے دیتی ہے مگر وہ کسی کی نہ سنتی۔ چیتھڑے کی گڑیوں نے اسے ماں بننا سکھایا تھا۔ وہ مادرانہ جذبہ جیتا جاگتا بچہ پاکر اب گڑیوں سے مطمئن نہ ہو سکتا تھا۔

ہوری کے گھر کے پچھواڑے جب مکان میں کسی وقت اس کے بیل بندھتے تھے اسی کے کھنڈر میں سلیا اپنا ایک پھوس کا جھونپڑا ڈال کر رہنے لگی تھی۔ ہوری کے گھر میں عمر تو نہیں کٹ سکتی تھی۔

ماتا دین کو کئی سو روپئے خرچ کرنے کے بعد آخر میں کاشی کے پنڈتوں نے پھر برہمن بنا دیا تھا۔ اس روز بڑا بھاری ہوم ہوا، بہت سے برہمنوں نے کھانا کھایا اور بہت سے منتر اور اشلوک پڑھے گئے۔ ماتا دین کو شدھ گوبر اور گوموتر کھانا پینا پڑا۔ گوبر سے اس کا دل پاک ہو گیا اور گوموتر سے اس کی روح کے ناپاک جراثیم ہلاک ہو گئے۔

لیکن ایک طرح سے اس پراسچت نے اسے سچ مچ پوتر کر دیا۔ ہوم کے جلتے ہوئے کنڈ میں اس کی بشریت نکھر گئی۔ اور ہوم کے شعلوں کی روشنی میں میں اس نے مذہبی ارکان کو اچھی طرح پرکھ لیا اس دن سے اُسے دھرم کے نام سے چڑھ ہو گئی۔ اُس نے جنیو اتار کر پھینک دیا اور پروہتی کو گنگا میں ڈبو دیا۔

www.urduchannel.in

اب وہ پکا کسان تھا۔ اس نے یہ بھی دیکھا کہ اگرچہ علما نے اس کا برہمن ہونا تسلیم کرلیا لیکن لوگ اب بھی اس کے ہاتھ کا پانی نہیں پیتے۔ اس سے مہورت پوچھتے ہیں ساعت اور لگن کا بچار کراتے ہیں۔ اسے تیوہار کے موقعوں پر دان دکشنا بھی دیتے ہیں مگر اپنے برتن نہیں چھونے دیتے۔

جس دن سلیا کے بچہ پیدا ہوا۔ اس نے دگنی مقدار میں بھنگ پی اور گھمنڈ سے جیسے اس کا سینہ تن گیا اور انگلیاں بار بار مونچھوں پر پڑنے لگیں: بچہ کیسا ہوگا؟ اسی کا سا؟ کیسے دیکھیں؟ اس کا دل مسوس کر رہ گیا۔

تیسرے دن روپا کھیت میں اس سے ملی تو اس نے پوچھا: "روپیا تونے سلیا کا لڑکا دیکھا؟"

روپیا بولی: "دیکھا کیوں نہیں؟ لال لال ہے، کھوب (خوب) موٹا، بڑی بڑی آنکھیں ہیں، سر میں جھبرالے بال ہیں، ٹکر ٹکر تاکتا ہے۔"

ماتادین کے دل میں جیسے وہ لڑکا آبیٹھا تھا اور ہاتھ پیر مار رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں نشہ سا چھا گیا۔ اس نے اس بچی کو گود میں اٹھا لیا، پھر کندھے پر بٹھا لیا اور پھر کندھے سے اتار کر اس کے گالوں کو چوم لیا۔

روپا بال سنبھالتی ہوئی ڈھیٹ ہوکر بولی: "چلو، میں تم کو دور سے دکھادوں دالان ہی میں تو ہے، سلیا بہن نہ جانے کیوں ہر دم روتی رہتی ہے۔"

ماتادین نے منہ پھیر لیا۔ اس کی آنکھیں پرنم ہوگئی تھیں اور ہونٹ کانپ رہے تھے۔

اس رات کو جب سارا گاؤں سو گیا اور پیڑ تاریکی میں سما گئے تو وہ سلیا کے دروازے پر آیا اور پوری توجہ سے بچے کا رونا سنا جس میں ساری دنیا کی موسیقیت، مسرت اور حلاوت بھری ہوئی تھی۔

www.urduchannel.in

سلیا بچے کو ہوری کے مکان میں کھٹولے پر سلا کر مزدوری کرنے چلی جاتی تو ماتادین کسی نہ کسی بہانے سے ہوری کے گھر آتا اور کنکھیوں سے بچے کو دیکھ کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرتا۔

دھنیا مسکرا کر کہتی "لجاتے کیوں ہو؟ گود میں لے لو، پیار کرو! کیسا کاٹھ کا کلیجہ ہے تمھارا؟ بالکل تم پر پڑا ہے"

ماتادین دو ایک روپئے سلیا کے لئے پھینک کر باہر نکل آتا۔ بچے کے ساتھ اس کی روح میں بھی بالیدگی، شگفتگی اور چمک آ رہی تھی۔ اب اس کی زندگی کا بھی ایک ہی مقصد تھا، ایک ہی عہد تھا۔ اس میں باقاعدگی آگئی، سنجیدگی آگئی، ذمہ داری آگئی!

ایک دن رامو کھٹولے پر لیٹا ہوا تھا۔ دھنیا کہیں گئی تھی۔ روپا بھی لڑکوں کا شور و غل سن کر کھیلنے چلی گئی تھی۔ گھر سونا تھا۔ اسی وقت ماتادین پہنچا۔ بچہ نیلے آسمان کی طرف دیکھ دیکھ کر ہاتھ پاؤں پھینک رہا تھا، ہمک رہا تھا۔ زندگی کی اس خوشی کے ساتھ جو ابھی اس میں تازہ تھی۔ ماتادین کو دیکھ کر وہ ہنس پڑا۔ ماتادین محبت سے بے چین ہو گیا۔ اس نے بچے کو اٹھا کر سینے سے لگا لیا۔ اس کا دل اور سارا بدن خوشی سے کانپ اٹھا، گویا پانی کی لہروں میں نور کی شعاعیں کانپ رہی ہوں۔ بچہ کی گہری، صاف، اتھاہ خوشی بھری آنکھوں میں گویا اس کی زندگی کی سچائی مل گئی، اسے ایک طرح کا ڈر سا لگا گویا وہ نگاہیں اس کے دل میں گھبی جاتی ہوں، وہ کتنا ناپاک ہے! الشیور کی اس دین کو کیسے چھو سکتا ہے؟ اس نے بچے کو خوف بھرے دل کے ساتھ پھر لٹا دیا۔ اسی وقت روپا باہر سے آگئی اور وہ باہر نکل گیا۔

ایک دن خوب اولے پڑے سلیا گھاس لے کر بازار گئی ہوئی تھی اور

www.urduchannel.in

رو پا اپنے کھیل میں مگن تھی۔ رامو نے آنگن میں بنولے بچھے دیکھے تو سمجھا کہ بتاشو پھیلے ہوئے ہیں۔ کئی بنولے اٹھا کر کھائے اور آنگن میں خوب کھیلا رات کو اسے بخار آگیا اور دوسرے دن نمونیا ہو گیا اور تیسرے دن شام کو سلیا کی گود میں بچے کی روح پرواز کر گئی۔

لیکن بچہ مرکر بھی سلیا کی زندگی کا مرکز بنا رہا۔ اس کے سینے میں دودھ کا ابال سا آتا اور آنچل تر ہو جاتا۔ اسی وقت آنکھوں سے آنسو بھی جاری ہو جاتے پہلے سب کاموں سے فراغت پاکر رات کو جب وہ رامو کو سینے سے لگا کر اس کے منہ میں دودھ ڈالتی تو گویا اس کا دل بچے کی تازگی سے بھر جاتا۔ تب وہ پیارے پیارے گیت گاتی اور میٹھے میٹھے سپنے دیکھتی۔ اور نئی نئی دنیا بناتی جس کا راجہ رامو ہوتا۔ اب سب کاموں سے فرصت پاکر وہ اپنی سونی جھونپڑی میں روتی، اور اس کی روح تڑپتی رہتی تھی، اڑ جانے کے لئے اس لوک میں جہاں اس کی گودی کا لال اس وقت بھی کھیل رہا ہوگا! اس کے غم میں کل گاؤں شریک تھا۔ رامو کتنا چلبلا تھا، جو کوئی بلاتا اسی کی گود میں چلا جاتا۔ مرکر اور پہنچ سے باہر ہو کر وہ اب اور بھی عزیز ہو گیا تھا۔ اس کا عکس اسے کہیں زیادہ سندر، چلبلا اور لبھاؤنا تھا!

ماتادین اس دن کھل پڑا۔ پردہ ہوتا ہے ہوا کے لئے۔ آندھی میں پردے اٹھا کر رکھ دیئے جاتے ہیں کہ آندھی کے ساتھ اڑ نہ جائیں۔ اس نے لاش کو دونوں ہتھیلیوں پر اٹھا لیا اور تنہا ندی کے کنارے تک لے گیا جو ایک میل کا پاٹ چھوڑ کر ایک پتلی سی دھار میں سما گئی تھی۔ آٹھ روز تک اس کی ہاتھ سیدھے نہ ہو سکے۔ اس دن وہ ذرا بھی نہ شرمایا، ذرا بھی نہ جھجکا۔

اور کسی نے کچھ کہا بھی نہیں، بلکہ سب نے اس کی ہمت اور استقلال

www.urduchannel.in

کی تعریف کی۔

ہوری نے کہا " یہی مرد کا دھرم ہے ۔ جس کی بانہہ پکڑی اسے کیا چھوڑنا !"

دھنیا نے آنکھیں نچا کر کہا " مت بکھان کرو، جی جلتا ہے ۔ وہ مرد ہے میں تو ایسے مرد کو نامرد کہتی ہوں ۔ جب بانہہ پکڑی تھی تب کیا دودھ پیتا تھا کہ سلیا باھمنی ہوگئی تھی ؟ "

ایک مہینہ بیت گیا ۔ سلیا پھر مزدوری کرنے لگی تھی ۔ شام ہوگئی تھی ۔ پورنماسی کا چاند ہنستا ہوا سا نکل آیا تھا ۔ سلیا نے کٹے ہوئے کھیت میں سے گرے ہوئے جو کے خوشے چُن کر ٹوکری میں رکھ لئے تھے اور گھر جانا چاہتی تھی کہ چاند پر نظر پڑ گئی اور درد بھری یاد کا جیسے سوتھ سا کھل گیا ۔ آنچل دودھ سے بھیگ گیا اور چہرہ آنسوؤں سے ۔ اس نے سر جھکا لیا اور گویا رونے کا لطف اٹھانے لگی ۔

دفعتاً کسی کی آہٹ پا کر چونک پڑی ۔ ماتا دین پیچھے سے آکر سامنے کھڑا ہوگیا اور بولا " کب تک روئے جائے گی سلیا ؟ رونے سے وہ پھر تو نہ آجائیگا " اور یہ کہتے کہتے وہ خود رو پڑا ۔

سلیا کے منہ میں آئے ہوئے شکوے کے الفاظ پگھل گئے ۔ آواز سنبھال کر بولی " تم آج ادھر کیسے آگئے ؟ "

ماتا دین نے رنجیدہ ہو کر کہا " ادھر سے جا رہا تھا ، تجھے بیٹھے دیکھا تو چلا آیا "

" تم تو اسے کھلا بھی نہ پائے "

" نہیں سلیا ، ایک دن کھلا آیا تھا "

" سچ "

www.urduchannel.in

"سچ !"

"میں کہاں تھی ؟"

"تو ہاٹ گئی تھی "

"تمھاری گود میں رویا نہیں ؟"

"نہیں سلیا ہنستا تھا "

"سچ ؟"

"سچ !"

"بس ایک ہی دن کھلایا ؟"

"ہاں ایک ہی دن ۔ مگر دیکھنے نت آتا تھا ۔ اسے کھٹولے پر کھیلتے دیکھتا تھا اور دل تھام کر چلا جاتا تھا "

مجھے تو پچھتاوا ہوتا ہے کہ ناحک (ناحق) اس دن اسے گود میں لیا یہ میرے پاپوں کا ڈنڈ ہے "

سلیا کی آنکھوں میں عفو جھلک رہا تھا ۔ اس نے ٹوکری سر پر رکھ لی اور گھر چلی ۔ ماتا دین بھی اس کے ساتھ ساتھ چلا ۔

سلیا نے کہا " میں تو اب دھنیا کاکی کے بردٹھے میں سوتی ہوں ، اپنے گھر میں اچھا نہیں لگتا "

" دھنیا مجھے برابر سمجھاتی رہتی تھی "

" سچ "

" ہاں ، سچ ! جب ملتی تھی سمجھانے لگتی تھی "

گانوں کے قریب جا کر سلیا نے کہا " اچھا ، اب ادھر سے اپنے گھر چلے جاؤ ۔ کہیں پنڈت دیکھ نہ لیں "

www.urduchannel.in

ماتا دین نے گردن اٹھا کر کہا "میں اب کسی سے نہیں ڈرتا۔"

"گھر سے نکال دیں گے تو کہاں جاؤ گے؟"

"میں نے اپنا گھر بنا لیا ہے۔"

"سچ؟"

"ہاں سچ!"

"کہاں؟ میں نے تو نہیں دیکھا۔"

"چل تو، دکھاتا ہوں۔"

دونوں اور آگے بڑھے۔ ماتا دین آگے تھا اور سلیا پیچھے۔ ہوری کا گھر آگیا۔ ماتا دین اسی کے پچھواڑے جا کر سلیا کی جھونپڑی کے دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ اور بولا "یہی میرا گھر ہے!"

سلیا نے بے اعتباری، عفو، طنز اور درد سے بھرے لہجے میں کہا "یہ تو سلیا چمارن کا گھر ہے۔"

ماتا دین نے دروازے کی ٹٹی کھولتے ہوئے کہا "یہ میری دیوی کا مندر ہے۔"

سلیا کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ بولی "مندر ہے تو ایک لوٹا پانی انڈیل کر چلے جاؤ گے۔"

ماتا دین نے اس کے سر کی ٹوکری اتارتے ہوئے کانپتی ہوئی آواز میں کہا "نہیں سلیا، جب تک جان ہے تیری سرن (پناہ) میں رہوں گا اور تیری ہی پوجا کروں گا۔"

"جھوٹ کہتے ہو۔"

"نہیں، تیرے چرن چھو کر کہتا ہوں۔ سنا کہ پٹواری کا لونڈا بھنسیری

www.urduchannel.in

تیرے پیچھے بہت پڑا تھا۔ تو نے اسے کھوب (خوب) ڈانٹا۔"

"تم سے کس نے کہا؟"

"بھنیسری آپ ہی کہتا تھا۔"

"سچ؟"

"ہاں سچ!"

سلیا نے دیا سلائی سے کپّی جلائی۔ ایک طرف مٹی کا گھڑا تھا۔ اور دوسری طرف چولھا، جہاں دو تین پیتل اور لوہے کے برتن صاف کئے ہوئے رکھے تھے۔ درمیان میں پوال بچھا ہوا تھا۔ وہی سلیا کا بستر تھا۔ اس بستر کے سرہانے رامو کا چھوٹا سا کھٹولا پڑا ہوا گویا رو رہا تھا اور اسی کے پاس دو تین مٹی کے ہاتھی گھوڑے ٹوٹی ہوئی حالت میں پڑے تھے۔ جب مالک ہی نہ رہا تو کون ان کی دیکھ بھال کرتا؟ ماتا دین پوال پر بیٹھ گیا۔ دل میں ہوک سی اٹھ رہی تھی۔ جی چاہتا تھا کہ خوب رو ئے۔

سلیا نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر پوچھا "تمھیں کبھی میری یاد آتی تھی"۔

ماتا دین نے اس کا ہاتھ پکڑ کر سینے سے لگاتے ہوئے کہا: "تو ہر دم میری آنکھوں میں پھرتی رہتی ہے۔ تو بھی کبھی مجھے یاد کرتی تھی؟"

"میرا تو تم سے جی جلتا تھا۔"

"اور دیا نہیں آتی تھی؟"

"کبھی نہیں۔"

"تو بھنیسری ...."

"اچھا گالی مت دو۔ میں ڈر رہی ہوں کہ گانوں والے کیا کہیں گے۔"

"جو بھلے آدمی ہیں وہ کہیں گے کہ یہی ان کا دھرم تھا۔ جو برے ہیں

www.urduchannel.in

ان کی میں پروا نہیں کرتا۔"

"اور تمھارا کھانا کون پکائے گا؟"

"میری رانی سلیا۔"

"تو براہمن کیسے رہو گے؟"

"میں براہمن نہیں، چمار ہی رہنا چاہتا ہوں۔ جو اپنا دھرم پالے وہی براہمن ہے، جو دھرم سے منہ موڑے وہی چمار ہے۔"

سلیا نے اس کے گلے میں باہیں ڈال دیں۔

www.urduchannel.in

(۳۵)

ہوری کی حالت روز بروز ابتر ہی ہوتی جا رہی تھی۔ زندگی کی جدوجہد میں اسے ہمیشہ شکست ملی۔ مگر اس نے کبھی ہمت نہ ہاری۔ ہر شکست گویا اسے قسمت سے لڑنے کی طاقت دے دیتی تھی۔ مگر اب وہ اس آخری حالت میں پہنچ گیا تھا جب اس میں خود اعتمادی بھی نہ رہ گئی تھی۔ اگر وہ اپنے دھرم پر اٹل رہ سکتا تو بھی کچھ تسکین ہو جاتی۔ مگر یہ بات نہ تھی اس نے نیت بھی بگاڑی، ادھرم بھی کمایا کوئی ایسی برائی نہ تھی جس میں وہ نہ پڑا ہو۔ پھر بھی زندگی کی کوئی خواہش پوری نہ ہوئی اور اچھے دن سراب کی طرح دور ہی ہوتے چلے گئے، یہاں تک کہ اب اسے وہ دھوکا بھی نہ رہ گیا تھا، جھوٹی امید کی ہریالی اور چمک بھی اب نہ دکھائی دیتی تھی۔ ہارے ہوئے راجہ کی طرح اس نے خود کو اس تین بیگھے کھیت کے قلعے میں بند کر دیا تھا اور اسے جان کی طرح بچا رہا تھا۔ فاقے کئے، بدنام ہوا، مزدوری کی، مگر قلعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ مگر اب وہ قلعہ بھی قبضے سے نکلا جاتا تھا۔ تین سال سے لگان باقی پڑا ہوا تھا اور اب پنڈت نوکھے رام نے اس پر بیدخلی دائر کر دی تھی۔ کہیں سے روپئے ملنے کی امید نہ تھی۔ زمین اس کے ہاتھ سے نکل جائے گی اور اس کی بقیہ زندگی مزدوری میں کٹے گی۔ بھگوان کی اچھا! رائے صاحب کو کیوں دوکھ دے۔ اسامیوں ہی سے تو ان کا بھی گذر ہے۔ اسی گاؤں پر آدھے سے ادھک گھروں پہ بیدخلی آ رہی ہے۔ آوے۔ اوروں کی جو سا ہو گی، وہی اس کی بھی ہو گی۔ بھاگ میں سکھ بدا ہوتا تو لڑکا کیوں ہاتھ سے بے ہاتھ ہو جاتا؟

www.urduchannel.in

شام ہوگئی تھی۔ وہ اسی فکر میں ڈوبا ہوا بیٹھا تھا کہ پنڈت داتادین نے آکر کہا "کیا ہوا ہوری تمھاری بیدخلی کا؟ ان دنوں نوکھے رام سے میری بول چال بند ہے کچھ پتہ نہیں۔ سنا کہ تاریکھ (تاریخ) کے پندرہ دن اور رہ گئے ہیں۔"

ہوری نے ان کے لئے کھاٹ ڈال کر کہا "وہ مالک ہیں، جو چاہیں سو کریں میرے پاس روپیہ ہوتا تو یہ درگت کیوں ہوتی؟ کھایا نہیں، اڑایا نہیں، پر اُپج ہی نہ ہو اور جو ہو بھی وہ کوڑی مول جائے تو کسان کیا کرے؟"

پر دھرتی تو بچانا ہی پڑے گی۔ بناہ کیسے ہوگا؟ باپ دادوں کی اتنی ہی نسانی بچ رہی ہے۔ وہ نکل گئی تو کہاں رہوگے؟"

"بھگوان کی مرجی (مرضی) ہے، میرا کیا بس ہے؟"

"ایک اپائے ہے جو تم کرو۔"

ہوری کو جیسے جان سی مل گئی۔ اس کے پانوں پڑکر بولا "بڑا دھرم ہوگا مہراج، تمھارے سوا میرا کون ہے؟ میں تو نراس ہوگیا تھا۔"

نراس ہونے کی کوئی بات نہیں۔ بس اتنا ہی سمجھ لو کہ سکھ میں آدمی کا دھرم کچھ اور ہوتا ہے، دکھ میں کچھ اور۔ سکھ میں آدمی دان دیتا ہے پر دکھ میں بھیک تک مانگتا ہے۔ تب آدمی کا یہی دھرم ہوجاتا ہے۔ جو لا اچھا رہتا ہے تو ہم اسنان پوجا کئے بنا منہ میں پانی بھی نہیں ڈالتے، پر بیمار ہوجاتے ہیں تو بنا نہائے دھوئے، کپڑے پہنے اور کھاٹ پر بیٹھے ہوئے کھا لیتے ہیں۔ اس سمے کا یہی دھرم ہے۔ یہاں ہم میں تم میں کتنا پھرک (فرق) ہے۔ مگر جگناتھ جی میں ایسی کوئی بات نہیں۔ دیکھنے سب ہی ایک پنگت (قطار) میں بیٹھ کر کھاتے ہیں۔ بڑے دنوں میں رام چندر جی نے سیوری کے جوٹھے بیر کھائے تھے اور بال کو چھپ کر مارا تھا۔ جب سنکٹ میں بڑے بڑے لوگوں کی

www.urduchannel.in

مرجاد ٹوٹ جاتی ہے تو ہمارا دھارمی کون چلائے؟ رام سیوک مہتو کو تو جانتے ہو؟

ہوری نے بیدلی سے کہا۔ "ہاں، جانتا کیوں نہیں۔"

"میرا ججمان ہے۔ بڑا اچھا جما (زمانہ) ہے اس کا۔ کھیتی باری الگ لین دین الگ۔ ایسے رعب داب کا آدمی ہی نہیں دیکھا۔ کئی مہینے ہوئے کہ اس کی عورت مرگئی۔ اولاد کوئی نہیں ہے۔ اگر روپا کا بیاہ اس سے کرنا چاہو تو میں اسے راجی (راضی) کروں۔ میری بات وہ کبھی نہ ٹالے گا۔ لڑکی سیانی ہوگئی ہے اور سمے (وقت) برا ہے۔ کہیں کوئی بات ہو جائے تو منہ میں کالکھ لگے۔ یہ بڑا اچھا موکا (موقع) ہے۔ لڑکی کا بیاہ بھی ہو جائے گا اور تمھارے کھیت بھی بچ جائیں گے۔ بیاہ کے کھرچ (خرچ) سے بھی بچے جاتے ہو۔"

رام سیوک ہوری سے دو ہی چار برس چھوٹا تھا ایسے آدمی سے روپا کے بیاہ کرنے کی تجویز ہی ہتک آمیز تھی۔ کہاں پھول سی روپا اور کہاں وہ بوڑھا ٹھونٹھ۔ زندگی میں ہوری نے بڑی بڑی چوٹیں سہی تھیں مگر یہ چوٹ سب سے گہری تھی۔ آج اس کے ایسے دن آگئے ہیں کہ اس سے لڑکی بیچنے کی بات کہی جاتی ہے اور اس میں انکار کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ رنج سے اس کا سر جھک گیا۔

داتا دین نے ایک منٹ کے بعد پوچھا "تو کیا کہتے ہو؟"

ہوری نے صاف جواب دیا۔ بولا "سوچ کر کہوں گا۔"

"اس میں سوچنے کی کیا بات ہے؟"

"دھنیا سے بھی تو پوچھ لوں۔"

www.urduchannel.in

"تم راجی (راضی) ہو کہ نہیں ؟"

تنک سوچ لینے دو مہراج۔ آج تک گھرانے میں کبھی ایسا نہیں ہوا۔ اس کی مرجاد بھی تو رکھنی ہے۔"

"پانچ چھ دن کے اندر مجھے جواب دے دینا۔ ایسا نہ ہو کہ تم سوچتے ہی رہو اور بے دکھلی ہو جائے۔"

داتا دین چلے گئے۔ ہوری کی طرف سے انھیں کوئی اندیشہ نہ تھا! اندیشہ تھا تو دھنیا کی طرف سے۔ اس کی ناک بڑی لمبی ہے۔ چاہے آپ مٹ جائے مرجاد نہ چھوڑے گی۔ مگر ہوری، ہاں، کرلے تو وہ بھی رو دھو کر مان ہی جائیگی کھیتوں سے نکل جانے میں بھی تو مرجاد بگڑتی ہے۔

دھنیا نے آکر پوچھا "پنڈت کیوں آئے تھے ؟"

"کچھ نہیں، یہی بیدکھلی کی بات چیت تھی۔"

"آنسو پوچھنے آئے ہوں گے، یہ تو نہ ہوگا کہ سو روپئے ادھار دیدیں۔"

"مانگنے کا منہ بھی تو نہیں ہے۔"

"تو یہاں آتے ہی کیوں ہیں ؟"

"روپیا کی سگائی کی بات بھی تھی۔"

"کس سے ؟"

"رام سیوک کو جانتی ہو؟ ان ہی سے۔"

"میں نے انھیں کب دیکھا ؟ ہاں نام بہت دن سے سنتی ہوں۔ وہ تو بوڑھا ہوگا ؟"

"بوڑھا نہیں ہے، ہاں ادھیڑ ہے۔"

"تم نے پنڈت کو پھٹکارا نہیں، مجھ سے کہتے تو ایسا جواب دیتی کہ

www.urduchannel.in

یاد کرتے۔

پھر نہیں، مگر انکار کر دیا۔ کہتے تھے کہ بیاہ بھی بنا کھرچ کے ہو جائے گا اور کھیت بھی بچ جائیں گے۔"

"کھل سے کیوں نہیں کہتے کہ لڑکی بیچنے کو کہتے تھے۔ کیسے اس بوڑھے کی ہمت پڑی۔"

لیکن ہوری اس مسئلے پر جتنا ہی غور کرتا تھا اتنی ہی اس کی ہٹ کمزور ہوتی جاتی تھی۔ مرجاد کی لاج اسے کچھ کم نہ تھی۔ لیکن جس مریض کا عارضہ مہلک ہو گیا ہو وہ کھانے پینے میں پرہیز کی پروا کب کرتا ہے؟ داتا دین کے سامنے ہوری نے کچھ ایسے طرز کا اظہار کیا تھا جسے منظوری نہیں کہا جا سکتا تھا۔ مگر اندر سے وہ پگھل گیا تھا۔ عمر کی ایسی کوئی بات نہیں۔ مرنا جینا بھاگ کے ہاتھ ہے۔ بوڑھے بیٹھے رہتے ہیں، جوان چلے جاتے ہیں۔ روپا کے بھاگ میں سکھ لکھا ہے تو وہاں بھی سکھ اٹھا دے گی اور دکھ لکھا ہے تو کہیں بھی سکھ نہیں پا سکتی اور لڑکی بیچنے کی تو کوئی بات ہی نہیں۔ ہوری اس سے جو کچھ لے گا ادھار لے گا اور ہاتھ میں روپیہ آتے ہی ادا کر دے گا۔ اس میں شرم یا ہتک کی کوئی بات نہیں۔ ہاں اس میں سمائی ہوتی تو وہ روپا کا بیاہ کسی جوان لڑکے سے اور اونچے گھرانے میں کرتا، جہیز بھی دیتا اور برات کے کھلانے پلانے میں دل کھول کر خرچ بھی کرتا۔ مگر جب ایشور نے اسے اس لائق نہیں بنایا تو کسا کینا دینے کے سوا وہ اور کیا کر سکتا ہے؟ لوگ ہنسیں گے مگر جو لوگ صرف ہنستے ہیں اور کوئی مدد نہیں کرتے ان کی ہنسی کی وہ کیوں پروا کرے؟ مشکل یہی ہے کہ دھنیا نہ مانے گی۔ گدھی تو ہے ہی! وہی پرانی لاج کے لئے بیٹھی رہنے گی۔ یہ گھرانے کی مرجاد بنا ہنے کا سمے نہیں ہے، اپنی جان

www.urduchannel.in

بچانے کا ہے ہے۔ ایسی ہی بڑی لاج مرجاد والی ہے تو لاسے پانچ سو روپئے، نکالے۔ کہاں دھرے ہیں؟

دو دن گزر گئے اور اس کے متعلق دونوں میں کوئی بات چیت نہ ہوئی ہاں، دونوں اشارتاً گفتگو کرتے رہتے تھے۔

"دھنیا کہتی تو اور کتنا جوڑ کے ہوں تب ہی بیاہ کا سکھ ہے۔"

ہوری جواب دیتا: "بیاہ سکھ کا نام نہیں ہے پگلی، یہ تو تپسیا ہے۔"

"چلو تپسیا ہے!"

"ہاں، میں کہتا جو ہوں، بھگوان آدمی کو جس دسا میں ڈال دیں اس میں سکھی رہنا تپسیا نہیں تو اور کیا ہے؟"

دوسرے دن دھنیا نے ازدواجی مسرت کا دوسرا پہلو سوچ نکالا "گھر میں جب تک ساس سسر، دیورانیاں جٹھانیاں نہ ہوں تب تک سسرال کا سکھ ہی کیا؟ کچھ دن تو لڑکی بہو بننے کا سکھ پائے۔"

ہوری نے کہا: "یہ بیاہ کا سکھ نہیں ہے، دکھ ہے؟"

دھنیا بگڑ اٹھی: "تمھاری باتیں بھی نرالی ہوتی ہیں۔ اکیلی بہو گھر میں کیسے رہے گی؟ نہ کوئی آگے نہ پیچھے!"

ہوری بولا: "تو اس گھر میں آئی تو ایک نہیں دو دو دیور تھے، ساس بھی سسر بھی تھا۔ تو نے کونسا سکھ اٹھا لیا؟ بتا!"

"کیا سب ہی گھروں میں ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں؟"

"اور نہیں تو کیا، آسمان کی دیویاں آجاتی ہیں؟ اکیلی تو بہو اور اس پر حکم چلانے والا سارا گھر، بے چاری کس کس کا کہنا کرے۔ جس کا حکم نہ اسنے وہی بیری۔ سب سے بھلا اکیلا۔"

www.urduchannel.in

پھر بھی بات یہیں تک رہ گئی، مگر دھنیا کا پلڑا ہلکا ہوتا جاتا تھا۔ جو تھے دن رام سیوک مہتو خود آ پہنچے۔ کلاں راس گھوڑے پر سوار، ساتھ میں ایک نائی اور ایک خدمتگار لیے، جیسے کوئی بڑا زمیندار ہو۔ عمر چالیس سے اوپر تھی اور بال کھچڑی ہو گئے تھے۔ مگر چہرے پر رونق تھی اور بدن مضبوط تھا۔ ہوری ان کے سامنے بالکل بوڑھا لگتا تھا۔ کسی مقدمے کی پیروی کرنے جا رہے تھے یہاں ذرا دوپہر گزارنا چاہتے تھے۔ دھوپ کتنی تیز ہے اور لو کتنے زوروں کی چل رہی ہے! ہوری دلاری کی دوکان سے گیہوں کا آٹا اور گھی لایا۔ پوریاں بنیں تینوں مہمانوں نے کھایا۔ داتا دین بھی دعا دینے آ پہنچے تھے۔ باتیں ہونے لگیں۔

داتا دین نے پوچھا "کیسا مکدمہ (مقدمہ) ہے مہتو؟"

رام سیوک نے شان جتاتے ہوئے کہا "مکدمہ (مقدمہ) تو ایک نہ ایک لگا ہی رہتا ہے مہراج! دنیا میں گؤ بننے سے کام نہیں چلتا۔ جتنا دبتے جاؤ اتنا ہی لوگ دباتے ہیں۔ تھانہ پولیس، کچہری عدالت، سب ہیں ہماری رچھیا (حفاظت) کے لئے مگر رچھیا کوئی نہیں کرتا۔ ہر جگہ لوٹ ہے۔ جو گریب (غریب) ہے، لاچار ہے، اس کی گردن کاٹنے کے لئے سب ہی تیار رہتے ہیں۔ بھگوان نہ کرے کوئی بے ایمانی کرے۔ یہ بڑا پاپ ہے۔ پر اپنے حک (حق) اور نیاؤ کے لئے نہ لڑنا اس سے بھی بڑا پاپ ہے۔ تم ہی سوچو کہ آدمی کہاں تک دبے۔ یہاں تو جو کسان ہے وہ سب کا نرم چارا ہے۔ پٹواری کو نجر (نذر) اور دستوری نہ دے تو گاؤں میں رہنا کٹھن۔ جمیندار (زمیندار) کے چپراسیوں اور کارندوں کا پیٹ نہ بھرے تو نباہ نہیں۔ تھانیدار اور کانسٹبل تو جیسے اس کے داماد ہی ہیں۔ جب ان کا دورا گاؤں میں ہو جائے تو کسانوں کا دھرم

www.urduchannel.in

کہ وہ اُن کی ہر طرح آؤ بھگت کریں، نہیں تو ایک رپٹ میں گانوں کا گانوں بندھ جائے۔ کبھی کانو گو (قانون گو) کبھی تصیلدار (تحصیلدار) کبھی ڈپٹی، کبھی جنٹ، کبھی کلٹر (کلکٹر) کبھی کپتان آتے ہی رہتے ہیں اور کسان کو ان کے آگے ہاتھ باندھے کھڑا رہنا چاہیئے۔ اُن کے لئے رسد چارا، انڈا مرگی، دودھ گھی کا بندوبست کرنا چاہیئے۔ تم پر بھی تو وہی بیت رہی ہے مہراج۔ ایک نہ ایک حاکم نت نئے بڑھتے جاتے ہیں۔ ایک ڈاکٹر کنوؤں میں دوائی ڈالنے کے لئے آنے لگا ہے ایک دوسرا ڈاکٹر کبھی کبھی آ کر ڈھوروں (مویشی) کو دیکھتا ہے۔ لڑکوں کا امتحان لینے والا انپسٹر (انسپکٹر) ہے اور نہ جانے کون کون اپسر (افسر) ہیں، نہر کے الگ، جنگل کے الگ، سراب تاڑی کے الگ، گانوں سدھار کے الگ، کھیتی کے الگ، کہاں تک گناؤں؟ پادری آجاتا ہے تو اسے بھی رسد دینا پڑتا ہے اور جو کہو کہ اتنے محکموں اور اتنے اپسروں سے کسان کا کچھ بھلا ہوتا ہے تو نام کو نہیں۔ ابھی جمیندار (زمیندار) نے گانوں میں ہل پیچھے دو دو روپیہ چندا لگایا۔ کسی بڑے اپسر کی دعوت کی تھی۔ کسانوں نے دینے سے انکار کر دیا۔ بس اس نے گانوں بھر پر جابھا (اضافہ) کر دیا۔ حاکم بھی جمیندار کا پچھ (طرفداری) کرتے ہیں۔ یہ نہیں سوچتے کہ کسان بھی آدمی ہے اس کے بھی بال بچے ہیں، اس کی بھی اجت (عزت) آبرو ہے۔ اور یہ سب ہمارے دبوپن کا نتیجہ ہے۔ میں نے گانوں بھر میں ڈھول بجوا دی کہ کوئی بیسی لگان نہ دو اور نہ کھیت چھوڑو۔ ہم کو کوئی کائل (قائل) کر دے تو ہم بیسی دینے کو تیار ہیں۔ پر جو تم چاہو کہ بے منہ کے کسانوں کو پیس کر پی جائیں تو یہ نہ ہوگا۔ گانوں والوں نے میری بات مان لی اور سب نے بیسی دینے سے انکار کر دیا۔ جمیندار نے دیکھا کہ سارا گانوں ایک ہو گیا ہے تو لاچار ہو گیا۔ کھیت

www.urduchannel.in

بیدکھل (بیدخل) بھی کردے تو جوتے کون ؟ آج کل جب تک کرڑے نہ پڑو کوئی نہیں سنتا۔ روئے بنا تو لڑکا بھی ماں سے دودھ نہیں پاتا۔"

رام سیوک نیسورے پھر چلا گیا مگر دھنیا اور ہوری پر ایک نہ مٹنے والا اثر چھوڑ گیا۔ داتا دین کا جادو چل گیا۔ انھوں نے پوچھا "اب کیا کہتے ہو ہوری ؟"

ہوری نے دھنیا کی طرف اشارہ کرکے کہا "اس سے پوچھو۔"

"تم دونوں سے پوچھتے ہیں۔"

دھنیا بولی "عمر تو ادھک ہی پر تم لوگوں کی رائے ہے تو مجھے بھی منجور (منظور) ہے۔ بھاگ میں جو لکھا ہوگا وہ تو آگے آوے ہی گا پر آدمی اچھا ہے۔"

اور ہوری کو تو رام سیوک پر دیا ہی بھروسہ ہو گیا تھا جیسا کمزور کو طاقت ور پر ہوتا ہے۔ وہ شیخ چلی کے سے منصوبے باندھنے لگا تھا۔ ایسا آدمی اس کا ہاتھ پکڑلے تو بیڑا پار ہے۔

بیاہ کا مہورت ٹھیک ہو گیا۔ گوبر کو بھی بلانا ہو گا۔ لکھنا چاہیئے۔ پھر آنا نہ آنا اس کے من کی بات ہے۔ یہ کہنے کو تو منہ نہ رہے کہ مجھے بلایا کب تھا۔ سونا کو بھی بلانا ہو گا۔

دھنیا نے کہا "گوبر تو ایسا نہیں تھا مگر جب جھنیا آنے دے۔ پردیس جاکر ایسا بھول گیا کہ نہ چٹھی نہ پتری۔ نہ جانے کیسے ہیں۔" یہ کہتے کہتے اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

گوبر کو خط ملا تو چلنے کو تیار ہو گیا۔ جھنیا کو جانا اچھا تو نہ لگتا تھا مگر اس موقع پر کچھ کہہ نہ سکی۔ بہن کے بیاہ میں بھائی کا نہ جانا کیسے ممکن ہے۔ سونا ہی کے بیاہ میں نہ جانے کا کلنک کیا کم ہے۔

گوبر بھرے ہوئے گلے سے بولا "ماں باپ سے کھنچے رہنا کوئی

www.urduchannel.in

اچھا کام نہیں۔ اب ہمارے ہاتھ پاؤں ہیں تو اُن سے کھنچیں چاہے لڑیں، مگر جنم تو ان ہی نے دیا، پال پوس کر جوان تو ان ہی نے کیا، اب وہ ہمیں چار بات بھی کہیں تو گم (غم) کھانا چاہیئے۔ ادھر مجھے بار بار اماں دادا کی یاد آیا کرتی ہے اس سمے مجھے نہ جانے کیوں ان پر گستہ (غصہ) آگیا تھا۔ تیرے کارن ماں باپ کو بھی چھوڑنا پڑا۔"

جھنیا بگڑ اٹھی: "مجھے یہ پاپ نہ لگاؤ، ہاں۔ تم ہی کو لڑنا سوجھا تھا۔ میں تو اماں کے پاس اتنے دن رہی کبھی سانس نہ لیا۔"

"لڑائی تیرے کارن ہوئی۔"

"اچھا میرے ہی کارن سہی، میں نے بھی تو تمھارے لئے اپنا گھر بار چھوڑ دیا۔"

"تیرے گھر میں کون تجھے پیار کرتا تھا؟ بھائی بگڑتے تھے، بھاوجیں ستاتی تھیں اور بھولا تو تجھے پاتے تو کچا ہی کھا جاتے۔"

"تمھارے ہی کارن۔"

"اب کی جب تک رہیں اس طرح رہیں کہ انھیں بھی جندگانی (زندگانی) کا سُکھ ملے۔ ان کی مرجی (مرضی) کے بنا کوئی کام نہ کریں۔ دادا اتنے اچھے ہیں کہ کبھی مجھے ڈانٹا بھی نہیں۔ اماں نے کئی بار مارا ہے مگر وہ جب تک مجھے ہنسا نہ لیں انھیں چین نہ آتا تھا۔"

دونوں نے مالتی سے ذکر کیا۔ مالتی نے چھٹی ہی نہیں دی بلکہ کنیا کی بھینٹ کے لئے ایک چرخہ اور ہاتھوں کا کنگن بھی دیا۔ وہ خود جانا چاہتی تھی مگر کئی ایسے مریض اس کے زیر علاج تھے جنھیں ایک دن کے لئے نہ چھوڑ سکتی تھی، ہاں، شادی کے دن آنے کا وعدہ کیا۔ اور بچے کے لئے

www.urduchannel.in

کھلونوں کا ڈھیر لگا دیا۔ اسے بار بار چومتی اور پیار کرتی تھی۔ گویا سب کچھ پیشگی ہی لے لینا چاہتی ہے، اور بچہ اس کے پیار کی بالکل پروا نہ کر کے گھر جانے کے لئے خوش تھا، اسی گھر کے لئے جس کو اس نے دیکھا تک نہ تھا اس کے طفلانہ تصور میں گھر بہشت سے بڑھ کر کوئی چیز تھا۔

گوبر نے گھر پہنچ کر وہاں کی حالت دیکھی تو ایسی مایوسی ہوئی کہ اسی وقت واپس جائے۔ گھر کا ایک حصہ گرنے کے قریب تھا۔ دروازے پر صرف ایک بیل بندھا ہوا تھا اور وہ بھی آدھ مرا سا۔ دھنیا اور ہوری دونوں خوشی سے پھولے نہ سمائے۔ مگر گوبر کا جی اچاٹ تھا۔ اب اس گھر کے سنبھلنے کی کیا امید ہے؟ وہ غلامی کرتا ہے مگر پیٹ بھر کھاتا تو ہے۔ صرف ایک ہی مالک کا نوکر ہے۔ یہاں تو جسے دیکھو وہی رعب جماتا ہے۔ غلامی ہے مگر خشک! محنت کر کے اناج پیدا کرو اور جو روپئے ملیں وہ دوسرے کو دے دو۔ اور آپ بیٹھے ہوئے "رام رام" جپو۔ دادا ہی کا کلیجہ ہے کہ یہ سب سہتے ہیں۔ اس سے تو ایک دن نہ سہا جائے۔ اور یہ حالت کچھ ہوری ہی کی نہ تھی۔ سارے گاؤں پر یہی مصیبت تھی۔ ایسا ایک آدمی بھی نہیں جس کی حالت زار نہ ہو، گویا جسم میں جان کے بجائے کلفت ہی بیٹھی ہوئی لوگوں کو کٹھ پتلیوں کی طرح نچا رہی تھی۔ چلتے پھرتے تھے، کام کرتے تھے، پستے تھے، صرف اس لئے کہ ایسا ہونا ان کی قسمت میں لکھا تھا۔ زندگی میں نہ کوئی امید ہے اور نہ کوئی امنگ گویا ان کی زندگی کے سوتے سوکھ گئے ہوں اور ساری ہریالی مرجھا گئی ہو، جلیٹھ کے دن ہیں، ابھی تک کھلیانوں میں اناج موجود ہے۔ مگر کسی کے چہرے پر خوشی نہیں ہے، بہت کچھ اناج تو کھلیان ہی میں تل کر مہاجنوں اور کارندوں کی نذر ہو چکا ہے اور جو کچھ بچ رہا ہے وہ بھی دوسرے ہی کا ہے۔ مستقبل تاریکی

www.urduchannel.in

کی طرح ان کے سامنے ہے۔ جس میں انھیں کوئی راستہ نہیں سوجھتا۔ ان کی ساری حسیات مردہ ہو گئی ہیں۔ دروازے پر مٹوں کوڑا کرکٹ جمع ہے، بدبو اڑ رہی ہے۔ مگر ان کی ناک میں نہ بو ہے اور نہ آنکھوں میں نور۔ سرِ شام سے دروازے پر گیدڑ رونے لگتے ہیں، مگر کسی کو غم نہیں۔ سامنے جو کچھ موٹا جھوٹا آجاتا ہے وہ وہ کھا لیتے ہیں، اسی طرح جیسے انجن کوئلہ کھا لیتا ہے۔ ان کے بیل چونی چوکر کے بغیر ناند میں منہ نہیں ڈالتے۔ مگر انھیں صرف پیٹ میں کچھ ڈالنے کو چاہیئے۔ ذائقہ سے کچھ مطلب نہیں۔ ان کی قوت ذائقہ مر چکی ہے۔ اُن کی زندگی میں اس کا نقدان ہو گیا ہے۔ ان سے دھیلے دھیلے کے لئے بے ایمانی کرا لو، مٹھی بھر اناج کے لئے لاٹھیاں چلوا لو۔ پستی کی وہ انتہا ہے جب آدمی عزت وغیرت کو بھی بھول جاتا ہے۔

رنگین سے گوبر نے گانوں کی یہی حالت دیکھی تھی اور اس کا عادی ہو چکا تھا۔ مگر آج چار سال کے بعد اس نے جیسے ایک نئی دنیا دیکھی۔ بھلے آدمیوں کے ساتھ رہنے سے اس کی عقل کچھ جاگ اٹھی ہے۔ اس نے سیاسی جلسوں میں جا کر لیکچر سُنے ہیں جو اس کے عضو عضو میں پیوست ہو گئے ہیں۔ اس نے سنا ہے اور سمجھا ہے کہ اپنا بھاگ خود بنانا ہو گا، اپنی عقل و ہمت سے ان تکلیفوں پر فتح پانا ہو گا۔ کوئی دیوتا، کوئی پوشیدہ طاقت، ان کی مدد کرنے نہ آئے گی۔ اس میں احساس آگیا ہے۔ اب اس میں وہ پہلے کا گنوارپن اور گھمنڈ نہیں ہے۔ وہ منکسر مزاج اور مدبر ہو گیا ہے۔ جس حالت میں پڑے ہوئے ہو اسے خود غرضی اور حرص میں مبتلا ہو کر اور کیوں بگاڑتے ہو؟ غم نے تم کو ایک رشتے میں باندھ دیا ہے۔ اخوت کی اس قدرتی بندش کو کیوں اپنی ہیچ اغراض سے توڑے ڈالتے ہو؟ اس بندش کو اتحاد کی بندش بنا لو۔ اس طرح کے خیالات نے اس کی بشریت کو گویا پر لگا دئیے ہیں۔ دنیوی نشیب و فراز

www.urduchannel.in

دیکھ لینے کے بعد بڑے سادے لوگوں میں جو فراخدلی آجاتی ہے وہ گویا اب آسمان میں اڑنے کے لئے پروں کو تول رہی ہے۔ ہوری کو جب کوئی کام کرتے دیکھتا ہی تو اسے ہٹا کر خود کرنے لگتا ہی گویا اگلی بدسلوکیوں کا کفارہ کرنا چاہتا ہو۔ کہتا ہے کہ دادا اب تم کوئی چنتا مت کرو۔ سارا بار مجھ پر چھوڑ دو۔ میں اب ہر مہینے خرچ بھیجوں گا۔ اتنے دن تو مرتے کھپتے رہے، اب کچھ دن تو آرام کر لو۔ مجھ پر لعنت ہی کہ میرے رہتے تمھیں اتنی تکلیف اٹھانی پڑے۔ اور ہوری کے روئیں روئیں سے بیٹے کے لئے دعا نکلتی ہے۔ اسے اپنے کمزور جسم میں قدرتی طاقت کا احساس ہوتا ہے۔ وہ اس وقت اپنے فرض کی صراحت کر کے اس کی اٹھتی جوانی پر تفکر اور تردد کی بجلی کیوں گرائے؟ وہ آرام سے کھائے پیئے، زندگی کا سکھ اٹھائے۔ مرنے کھپنے کے لئے وہ تیار ہے۔ یہی اس کی زندگی ہی۔ "رام رام" جپ کر وہ جی بھی تو نہیں سکتا۔ اسے تو پھاوڑا اور کدال چاہیئے۔ رام کے نام کی مالا پھیر کر اس کے دل کو سکون نہ ہوگا۔

گوبر نے کہا: "کہو تو میں سب سے کست (قسط) کروا دوں اور ہر مہینہ ادا کرتا جاؤں۔ کل ملا کر کتنا ہوگا؟"

ہوری نے سر ہلا کر کہا: "نہیں بیٹا، تم کاہے کو کشٹ اٹھاؤ گے۔ تم ہی کو کون بہت ملتا ہے۔ میں سب دیکھ لوں گا۔ ایسا ہی سمے تھوڑے رہے گا۔ روپا چلی جاتی ہے۔ اب کرج (قرض) ہی چکانا تو ہے۔ تم کوئی چنتا مت کرنا۔ اچھی طرح کھانا پینا۔ ابھی بدن بنا لوگے تو سدا سکھ سے رہوگے۔ میری کون؟ مجھے تو مرنے کھپنے کی عادت پڑ گئی ہے۔ ابھی تم کو کھیتی میں نہیں جوتنا چاہتا۔ مالک اچھا مل گیا ہے۔ اس کی کچھ دن سیوا کر لوگے تو آدمی بن جاؤگے۔ وہ تو یہاں آچکی ہیں۔ پوری دیوی ہیں۔"

www.urduchannel.in

"بیاہ کے دن پھر آنے کو کہا ہے۔"

"ہمارے سر آنکھوں پر آویں۔ ایسے بھلے مانسوں کے ساتھ رہنے میں چاہے پیسے کم بھی ملیں مگر گیان بڑھتا ہے اور آنکھیں کھلتی ہیں۔"

اسی وقت پنڈت داتا دین نے ہوری کو اشارے سے بلایا اور دور لے جاکر کمر سے سو سو روپے کے دو نوٹ نکالتے ہوئے بولے: "تم نے میری صلاح مان لی، بڑا اچھا کیا۔ دونوں کام بن گئے۔ کنیا سے بھی اُرن سبکدوش، ہو گئے اور باپ دادوں کی نشانی بھی بچ گئی مجھ سے جو کچھ ہو سکا وہ میں نے تمھارے لئے کر دیا، اب تم جانو اور تمھارا کام جانے۔"

ہوری نے روپئے لئے تو اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔ اس کا سر اوپر نہ اٹھ سکا۔ منہ سے ایک لفظ نہ نکلا، گویا ذلت کے اتھاہ سمندر میں گر پڑا ہو اور گرتا چلا جا رہا ہو۔ آج تیس سال تک زندگی سے لڑتے رہنے کے بعد وہ ہار گیا ہے اور ایسا ہار رہا ہے کہ گویا اسے شہر کے پھاٹک پر کھڑا کر دیا گیا ہے اور جو جاتا ہے وہ اس کے منہ پر تھوک دیتا ہے۔ اور وہ چلا چلا کر کہہ رہا ہے کہ بھائیو! میں رحم کا مستحق ہوں، میں نے نہیں جانا کہ جیٹھ کی لُو کیسی ہوتی ہے اور ماگھ کی برکھا کیسی ہوتی ہے۔ اس بدن کو چیر کر دیکھو کہ اس میں کتنی جان رہ گئی ہے اور وہ کتنی چوٹوں سے چور اور ٹھوکروں سے کچلا ہوا ہے۔ اس سے پوچھو، کبھی تو نے آرام کے درشن کئے ہیں، کبھی تو چھاؤں میں بیٹھا ہے؟ اُس پر یہ ذلت! اور وہ اب بھی جیتا ہے، نامرد، لالچی، کمینہ! اس کا سارا اعتقاد جو بہت گہرا ہو کر ٹھوس اور اندھا ہو گیا تھا گویا ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہو۔

www.urduchannel.in

داتادین نے کہا: "تو میں جاتا ہوں۔ نہ ہو، تم ابھی نوکھے رام کے پاس چلے جاؤ۔"

ہوری نے عاجزی سے کہا: "چلا جاؤں گا مہراج، مگر میری آبرو تمھارے ہاتھ ہے۔"

www.urduchannel.in

دو دن تک گانوں میں خوب دھوم دھام رہی۔ باجے بجے، گانا بجانا ہوا اور رو دیا رو دھو کر رخصت ہو گئی۔ مگر ہوری کو کسی نے گھر سے نکلتے نہ دیکھا۔ ایسا چھپا بیٹھا تھا جیسے منہ میں کالکھ لگی ہو۔ مالتی کے آجانے سے چہل پہل اور بڑھ گئی۔ دوسرے گانوں کی عورتیں بھی آگئیں۔

گوبر نے اپنے اُنس و اخلاق سے سارے گانوں کو گرویدہ بنا لیا ہے۔ ایسا کوئی گھر نہ تھا جہاں وہ اپنے اچھے سلوک کی یاد نہ چھوڑ آیا ہو۔ بھولا تو اس کے پیروں پر گر پڑے۔ اس کی عورت نے اسے پان دئے اور ایک روپیہ رخصتانہ دیا اور اس کا لکھنؤ کا پتہ بھی پوچھا۔ کبھی لکھنؤ آئے گی تو اُس سے ضرور ملے گی۔ اپنے روپئے کا اس نے کوئی ذکر نہ کیا۔

تیسرے دن جب گوبر چلنے لگا تو ہوری نے دھنیا کے سامنے آنکھوں میں آنسو بھر کر اس گناہ کا اعتراف کر لیا جو کئی روز سے اس کے دل کو پریشان و پشیمان کر رہا تھا اور رو کر بولا "بیٹا، میں نے اس دھرتی کے موہ سے یہ پاپ کی گٹھری سر پر لادی ہے۔ نہ جانے بھگوان مجھے اس کا کیا ڈنڈ دیں گے۔"

گوبر ذرا بھی ناخوش نہ ہوا، کسی طرح کی خفگی اس کے چہرے پر نہ تھی۔ عقیدت سے بولا "اس میں پاپ کی تو کوئی بات نہیں ہے، دادا، ہاں رام سیوک کے روپئے ادا کر دینا چاہیئے اور تم کیا کرتے؟ میں کسی لائق (لائق) نہیں، تمھاری کھیتی میں اناج نہیں، ادھار کہیں مل نہیں سکتا، مہینے بھر کے لئے بھی گھر میں اناج نہیں، ایسی حالت میں تم اور کر ہی کیا سکتے تھے

www.urduchannel.in

کھیت نہ بچاتے تو رہتے کہاں؟ جب آدمی کا کوئی بس نہیں چلتا تو اپنے کو بھاگ ہی پر چھوڑ دیتا ہے۔ نہ جانے یہ دھاندلی کب تک چلتی رہے گی۔ جسے پیٹ کی روٹی میسّر نہیں اس کے لئے آبرو اور مرجاد سب ڈھونگ ہے۔ اوروں کی طرح تم نے بھی دوسروں کا گلا دبایا ہوتا، ان کا روپیہ مارا ہوتا تو تم بھی بھلے مانس ہوتے۔ تم نے کبھی دھرم کو نہیں چھوڑا۔ یہ اسی کا ڈنڈ ہے۔ تمھاری جگہ میں ہوتا تو یا تو جہل (جیل) میں ہوتا یا پھانسی پا گیا ہوتا۔ مجھ سے یہ کبھی نہ سہا جاتا کہ میں کما کما کر سب کا گھر بھروں اور آپ اپنے بال بچوں کے ساتھ منہ میں جالی لگائے بیٹھا رہوں۔

دھنیا بہو کو اس کے ساتھ بھیجنے پر راضی نہ ہوئی۔ جھنیا بھی چاہتی تھی کہ ابھی کچھ دن یہیں رہے۔ طے ہوا کہ گوبر اکیلا ہی جائے۔

دوسرے روز علی الصبح گوبر سب سے رخصت ہو کر لکھنؤ چلا۔ ہوری اسے گاؤں کے باہر تک بھیجنے گیا۔ گوبر سے اتنی محبت اسے کبھی نہ ہوئی تھی۔ جب گوبر اس کے پیروں پر جھکا تو ہوری رو پڑا جیسے پھر اسے بیٹے کے درشن نہ ہوں گے۔ اس کی آتما میں خوشی تھی، غرور تھا اور عزم تھا۔ بیٹے سے یہ عقیدت اور محبت پاکر اس میں رونق اور بالیدگی آگئی ہے۔ کئی روز پہلے اس پر جو سستی سی چھا گئی تھی، ایک ایسی تاریکی سی جس میں وہ اپنا راستہ بھول رہا تھا وہاں اب مستعدی ہے اور روشنی ہے۔

روپا اپنی سسرال میں خوش تھی۔ جس حالت میں اس کا بچپن بیتا تھا اس پیسہ سب سے قیمتی چیز تھا۔ دل میں کتنی خواہشیں تھیں جو دل ہی میں گھٹ گھٹ کر رہ گئی تھیں وہ اب انھیں پورا کر رہی تھی اور رام سیوک ادھیڑ ہو کر جوان ہو گیا تھا۔ روپا کیلئے وہ شوہر تھا۔ اس کے جوان، ادھیڑ یا بوڑھ

www.urduchannel.in

ہونے سے اس کے نسائی جذبہ میں کوئی فرق نہ آسکتا تھا۔ یہ جذبہ شوہر کے رنگ روپ یا بن پر منحصر نہ تھا، اس کی بنیاد اس سے بہت گہری تھی۔ اجلے نیلی رنگ والی جوں کی تہ میں، جو صرف کسی زلزلے ہی سے ہل سکتی تھی۔ اس کا شباب اپنے ہی میں مست تھا، وہ اپنے ہی لئے اپنا بناؤ سنگار کرتی تھی اور آپ ہی خوش ہوتی تھی۔ رام سیوک کے لئے اس کا دوسرا روپ تھا۔ تب وہ گرستن بن جاتی تھی۔ کسی طرح کی خامی کا خیال اس کے دل میں نہ آتا تھا۔ اناج سے بھری ہوئی کھتیاں اور گاؤں کے سرے تک پھیلی ہوئی کھیتی اور دروازے پر مویشی کی قطاریں، یہ سب اور کسی طرح کے عدم تکمیل والے خیال کو اس کے دل میں نہ آنے دیتی تھی۔ اور اس کی سب سے بڑی خواہش تھی کہ اپنے گھر والوں کو سکھی دیکھنا۔ ان کی غریبی کیسے دور کردے؟ اس گائے کی یاد ابھی تک اس کے دل میں تازہ تھی جو مہمان کی طرح آئی تھی اور سب کو روتا چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ وہ یاد اتنے دنوں کے بعد اب اور بھی شیریں ہوگئی تھی۔ ابھی اس کا نجی پن اس نئے گھر میں نہ قائم ہو پایا تھا۔ وہی پرانا گھر اس کا اپنا گھر تھا۔ وہیں کے لوگ اپنے یگانے تھے۔ ان ہی کا دکھ اپنا دکھ اور ان ہی کا سکھ اپنا سکھ تھا۔ اس دروازے پر مویشیوں کا ایک جھنڈ دیکھ کر اسے وہ خوشی نہ ہو سکتی تھی جو اپنے دروازے پر ایک گائے دیکھ کر ہوتی۔ اس کے دادا کی یہ خواہش کبھی پوری نہ ہوئی۔ جس دن وہ گائے آئی تھی انھیں کتنی خوشی ہوئی تھی، جیسے آسمان سے کوئی دیوی آگئی ہو۔ تب سے پھر انھیں اتنی سمائی نہ ہوئی کہ کوئی دوسری گائے لاتے۔ مگر وہ جانتی تھی کہ آج بھی ہوری کے دل میں وہ خواہش اتنی ہی تازہ ہے۔ اب کی وہ جائے گی تو وہ اپنے ساتھ وہ دھوری گائے ضرور لیتی جائے گی۔ نہیں، اپنے نوکر سے کیوں نہ

www.urduchannel.in

بھجوا دے۔ رام سیوک سے پوچھنے بھر کی دیر تھی۔ منظوری ہوگئی اور دوسرے دن ایک اہیر کی معرفت رد پا نے گائے بھیج دی۔ اہیر نے کہا کہ دادا سے کہہ دینا منگل کے دودھ پینے کے لئے گائے بھیجی ہے۔ ہوری بھی گائے لینے کی فکر میں تھا۔ یوں ابھی اسے گائے لینے کی کوئی عجلت نہ تھی۔ مگر منگل یہیں ہے اور وہ بلا دودھ کے کیسے رہ سکتا ہے؟ روپیہ ملتے ہی وہ سب سے پہلے گائے لے گا۔ منگل اب صرف اس کا پوتا نہیں ہے، صرف گوبر کا بیٹا نہیں ہے، بلکہ مالتی دیوی کا کھلونا بھی ہے۔ اس کی پرورش و پرداخت اسی طرح ہونی چاہیئے۔

مگر روپئے کہاں سے آئیں؟ اتفاقاً اسی روز ایک ٹھیکہ دار نے سڑک کے لئے گاؤں کے ادھر میں کنکر کی کھدائی شروع کی۔ ہوری نے سنا تو فوراً وہاں جا پہنچا اور آٹھ آنے روز پر کھدائی کرنے لگا۔ اگر یہ کام دو مہینہ بھی چل گیا تو اسے گائے بھر کو روپئے مل جائیں گے۔ دن بھر لو اور دھوپ میں کام کرنے کے بعد وہ گھر آتا تو بالکل مرا ہوا سا، لیکن تکان کا نام نہیں اسی حوصلے سے دوسرے روز پھر کام کرنے جاتا۔ رات کو بھی کھا، پی کر کپی کے سامنے بیٹھ جاتا اور سُتلی کاتتا۔ کہیں بارہ ایک بجے سونے کی نوبت آتی دھنیا بھی پاگل ہوگئی تھی۔ اسے اتنی محنت کرنے سے روکنے کے بدلے وہ خود اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی سُتلی کاتتی۔ گائے تو لینی ہی ہے، رام سیوک کے روپئے بھی تو ادا کرنے ہیں۔ گوبر کہہ گیا ہے۔ اسے بڑی فکر ہے۔

رات کے بارہ بج گئے تھے۔ دونوں بیٹھے سُتلی کات رہے تھے۔

دھنیا نے کہا "تمھیں نیند لگی ہو تو جا کر سو رہو، تڑکے سے پھر کام کرنا ہے"

ہوری نے آسمان کی طرف دیکھا "چلا جاؤں گا۔ ابھی تو دس بجے ہوں گے" "تو جا سو رہ!"

www.urduchannel.in

"میں تو دوپہر کو تھوڑی دیر سو لیتی ہوں۔"

"میں بھی چھپنا کر کے پیڑ کے نیچے سو لیتا ہوں۔"

"بڑی لو لگتی ہوگی۔"

"لو کیا لگے گی، اچھی چھانہہ ہے۔"

"میں ڈرتی ہوں کہ کہیں تم بیمار نہ ہو جاؤ۔"

"چل، بیمار وہ پڑتے ہیں جنھیں بیمار پڑنے کی پھرصت (فرصت) ہوتی ہے۔ یہاں تو یہ دھن ہے کہ اب کی گوبر آوے تو رام سیوک کے آدھے روپئے جمع رہیں۔ کچھ وہ بھی لاوے ہی گا۔ بس اس سال اس روپئے سے گلا چھوٹ جائے تو دوسری جندگی (زندگی) ہو۔"

"گوبر کی اب کی بڑی یاد آتی ہے۔ کتنا بھلا بن گیا ہے۔"

"چلتے سمے میرے پاؤں پر گر پڑا۔"

"منگل وہاں سے آیا تو کتنا موٹا تھا۔ یہاں آ کر دبلا ہو گیا ہے۔"

"وہاں دودھ، مکھن، کیا نہیں پاتا تھا۔ یہاں روٹی مل جائے تو بہت ہے۔ ٹھیکہ دار سے روپئے ملے اور گائے لایا۔"

گائے تو کبھی کی آ گئی ہوتی، مگر تم جب کہنا مانو۔ اپنی کھیتی تو سنبھالے نہ سنبھلتی تھی، پنیا کا بوجھ بھی اپنے سر پر لاد لیا۔"

"کیا کرتا؟ اپنا دھرم بھی تو کچھ ہے۔ ہیرا نے نالایکی (نالائقی) کی تو اس کے بال بچوں کی سنبھال کرنے والا بھی تو کوئی چاہیئے تھا۔ کون تھا میرے سوائے؟ بتا! میں نہ مدد کرتا تو آج ان کی کیا گت ہوتی، سوچ! اتنا سب کرنے پر بھی تو منگرو نے اس پر نالس (نالش) کر ہی دی۔"

"روپئے گاڑ کر رکھے گی تو نالس نہ ہوگی؟"

www.urduchannel.in

"کیا بکتی ہے؟ کھیتی سے پیٹ بھر کو ہو تا جائے، یہی بہت ہے۔ گاڑ کر کوئی کیا رکھے گا۔"

"ہیرا تو جیسے سنسار ہی سے چلا گیا۔"

"میرا من بولتا ہے کہ وہ آوے گا کبھی نہ کبھی جرور (ضرور)۔"

"دونوں سو گئے۔ ہوری منہ اندھیرے اٹھا تو دیکھا کہ ہیرا سامنے کھڑا ہے، بال بڑھے ہوئے، کپڑے تار تار، منہ سوکھا ہوا، بدن میں گوشت اور خون کا نام نہیں، جیسے قد بھی چھوٹا ہو گیا ہو۔ دوڑ کر ہوری کے پیروں پر گر پڑا۔

ہوری نے اسے سینے سے لگا کر کہا۔ "تم تو بالکل گھل گئے ہیرا! کب آئے؟ آج تمھاری بار بار یاد آ رہی تھی۔ بیمار ہو گیا؟"

'آج اس کی آنکھوں میں وہ ہیرا نہ تھا جس نے اس کی زندگی تلخ کر دی تھی۔ بلکہ وہ ہیرا تھا جو بے ماں باپ کا چھوٹا سا بچہ تھا۔ درمیانی پچیس تیس برس مٹ گئے تھے۔ ان کا نشان بھی نہ تھا۔

ہیرا نے کچھ جواب نہ دیا۔ کھڑا رو رہا تھا۔

ہوری نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بھرے گلے سے کہا۔ "کیوں روتے ہو بھیا آدمی سے بھول چوک ہوتی ہی ہے۔ کہاں رہے اتنے دن؟"

ہیرا نے بیچارگی سے کہا۔ "کہاں بتاؤں دادا، بس یہی سمجھ لو کہ تمھارا درسن بدا تھا سو بچ گیا۔ ہتیا سر پر سوار تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ گؤ میری سامنے کھڑی ہے۔ ہر دم سوتے جاگتے کبھی آنکھوں کی اوٹ نہ ہوتی تھی۔ میں پاگل ہو گیا اور پانچ سال تک پاگل کھانے (پاگل خانے) میں بند رہا۔ آج وہاں سے نکلے چھ مہینے ہوئے۔ مانگتا کھاتا پھرتا رہا۔ یہاں آنے کی ہمت نہ پڑتی تھی دنیا کو کون منہ دکھاؤں گا؟ آکھر (آخر) جی نہ مانا۔ کلیجہ کڑا کر کے چلا آیا تم نے

www.urduchannel.in

میرے بال بچوں کو ۔۔۔۔۔۔۔"

ہوری نے بات کاٹی "تم ناحک (ناحق) بھاگے۔ ارے، درو گا (داروغہ) کو دس پانچ روپئے دے کر معاملہ دبوا دیا جاتا، اور ہوتا کیا؟"

"تم سے جیتے جی اُرن نہ ہوں گا دادا۔"

"میں کوئی گیر (غیر) تھوڑے ہی ہوں بھیا۔"

ہوری خوش تھا۔ زندگی کی ساری تکلیفیں اور ساری مایوسیاں گویا اس کے قدموں پر لوٹ رہی تھیں۔ کون کہتا ہے کہ زندگی کی جدوجہد میں وہ ہارا ہے؟ یہ خوشی، یہ غرور، یہ حوصلہ، کیا ہار کی علامت ہے؟ ایسی ہی شکستوں میں اس کی فتح ہے۔ اس کے ٹوٹے ہوئے ہتھیار اس کی فتح کے جھنڈے ہیں۔ اس کا سینہ پھول اٹھا ہے اور چہرے پر چمک آگئی ہے۔ ہیرا کی ممنونیت میں اس کی زندگی کی ساری کامیابی مجسّم ہو گئی ہے۔ اس کے بکھاری میں سو دو سو من غلّہ بھرا ہوتا ہے، اس کی ہانڈی میں ہزار پانسو روپئے گڑے ہوتے، لیکن اس سے یہ جنّت کی خوشی کیا مل سکتی تھی؟

ہیرا نے اسے سر سے پیر تک دیکھ کر کہا "تم بھی تو بہت دُبلے ہوگئے دادا!"

ہوری نے ہنس کر کہا "تو کیا یہ میرے موٹے ہونے کے دن ہیں؟ موٹے وہ ہوتے ہیں جنھیں نہ روپئے کا سوچ ہوتا ہے نہ مرجاد کا۔ اس جگ میں موٹا ہونا بے حیائی ہے۔ سو کو دُبلا کر کے تب ایک موٹا ہوتا ہے۔ ایسے موٹاپے میں کیا سکھ؟ سکھ تو تب ہی کہ سب ہی موٹے ہوں۔ سوبھا سے بھینٹ ہوئی؟"

اس سے تو رات ہی کو بھینٹ ہو گئی تھی۔ تم نے تو اپنے کو بھی پالا اور جو تم سے بیر کرتے تھے ان کو بھی پالا اور اپنی آبرو بنائے بیٹھے ہو۔ اس نے تو

www.urduchannel.in

کھیتی باڑی سب بیچ باچ ڈالی اور اب بھگوان ہی جانے اس کا نباہ کیسے ہوگا۔"

آج ہوری کھدائی کرنے چلا تو بدن بھاری تھا۔ رات کی تھکن دور نہ ہوئی تھی۔ مگر اس کے قدم تیز تھے اور چال میں بے پروائی کی اکڑ تھی۔

آج دس ہی بجے سے لُو چلنے لگی اور دوپہر ہوتے ہوتے تو آگ برس رہی تھی۔ ہوری کنکر کے ٹوکرے اٹھا اٹھا کر کان سے سڑک پر لاتا تھا اور گاڑی پر لادتا تھا۔ جب دوپہر کی چھٹی ہوئی تو وہ بے دم ہوگیا تھا ایسی تھکن اسے کبھی نہ ہوئی تھی۔ اس کے پاؤں تک نہ اٹھتے تھے۔ بدن اندر سے جھلسا جا رہا تھا۔ وہ نہایا اور نہ کچھ چبایا۔ اسی تکان میں اپنا انگوچھا بچھا کر ایک پیڑ کے تلے سو رہا۔ مگر پیاس کے مارے گلا سوکھا جاتا ہے خالی پیٹ پانی پینا ٹھیک نہیں۔ اس نے پیاس کو روکنے کی کوشش کی مگر ہر لمحہ اندر کی جلن بڑھتی جاتی تھی۔ اس سے نہ رہا گیا۔ ایک مزدور نے بالٹی بھر کر رکھ لی تھی اور چربن چبا رہا تھا۔ ہوری نے اٹھ کر ایک لوٹا پانی خوب کھینچ کر پیا اور پھر جا کر لیٹ رہا۔ مگر آدھ گھنٹے میں اسے قے ہوگئی اور چہرے پر مُردنی سی چھا گئی۔

"اس مزدور نے کہا۔ کیسا جی ہے ہوری بھیا؟"

ہوری کا سر پھر رہا تھا۔ بولا، "کچھ نہیں، اچھا ہوں۔"

یہ کہتے کہتے اسے پھر قے ہوئی اور ہاتھ پیر ٹھنڈے ہونے لگے۔ وہ گھبرایا نہ معلوم یہ کیوں آ رہا ہے؟ آنکھوں کے سامنے جیسے اندھیرا چھایا جاتا ہے اس کی آنکھیں بند ہوگئیں اور زندگی کی ساری باتوں کی یاد مجسم ہوکر دل میں آنے لگی، مگر بے سلسلہ خواب کی تصویروں کی طرح بے ربط اور بگڑی ہوئی۔ وہ خوشگوار بچپن آیا جب وہ گلیاں کھیلتا تھا اور ماں کی گود میں سوتا تھا۔ پھر دیکھا کہ جیسے گوبر آیا ہے اور اس کے پیروں پر گر رہا ہے۔ پھر منظر بدلا، دھنیا

www.urduchannel.in

دلہن بنی ہوئی سُرخ چونری پہنے اسے کھانا کھلا رہی ہے۔ پھر ایک گائے کی تصویر سامنے آئی۔ اُس نے اس کا دودھ دوہا اور منگل کو پلا رہا تھا کہ گائے ایک دیوی بن گئی اور.........“

اسی مزدور نے پھر پکارا ”دوپہری ڈھل گئی ہوری، چلو جھوا اٹھاؤ۔“

ہوری کچھ نہ بولا۔ اس کی روح تو نہ جانے کس کس دنیا میں اڑ رہی تھی۔ اس کا بدن جل رہا تھا اور ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو رہے تھے۔ لو لگ گئی تھی۔

اس کے گھر آدمی دوڑا گیا۔ گھنٹہ بھر میں دھنیا دوڑی ہوئی آ پہنچی۔ سونا اور ہیرا پیچھے پیچھے کھٹولے کی ڈولی بنا کر لا رہے تھے۔

دھنیا نے ہوری کا بدن چھوا تو اس کا دل دھڑک اٹھا، چہرہ اتر گیا، کانپتی ہوئی آواز میں بولی، ”کیسا جی ہے تمھارا؟“

ہوری نے مضطربانہ اور مجنونانہ نگاہوں سے دیکھ کر کہا ”تم آ گئے گوبر۔ میں نے منگل کے لئے گائے لے لی ہے۔ وہ کھڑی ہے، دیکھو!“

دھنیا نے موت کی صورت دیکھی تھی۔ اُسے پہچانتی تھی۔ اسے بے پاؤں آتے بھی دیکھا تھا اور آندھی کی طرح آتے بھی دیکھا تھا۔ اس کے سامنے ساس مری، سسر مرا۔ اس کے دو بچے مرے۔ گاؤں کے پچاسوں آدمی مرے۔ دل میں ایک دھکا سا لگا۔ وہ بنیاد جس پر زندگی قائم تھی، گویا مٹی جا رہی تھی۔ لیکن نہیں، یہ صبر کرنے کا وقت نہیں۔ اس کا اندیشہ بے بنیاد ہے لو لگ گئی ہے، اسی سے بے ہوش ہے۔ امنڈتے ہوئے آنسوؤں کو روک کر بولی ”میری طرف دیکھو، میں ہوں، کیا مجھے نہیں پہچانتے؟“

ہوری کو کچھ ہوش ہوا۔ موت قریب آ گئی تھی۔ آگ جل اٹھنے والی تھی

www.urduchannel.in

دھواں دور سا ہو گیا۔ دھنیا کو بیکسانہ انداز سے دیکھا۔ دونوں آنکھوں سے آنسو کے دو قطرے نکل پڑے۔ کمزور آواز میں بولا "میرا کہا سنا مابھ (معاف) کرنا دھنیا! اب جاتا ہوں۔ گائے کا ارمان من ہی میں رہ گیا۔ اب تو یہاں کے روپئے کریا کرم میں لگ جائیں گے۔ رو مت دھنیا! اب کب تک جلائے گی۔ سب طرح کی درگت تو ہو گئی۔ اب مرنے دے!"

اور اس کی آنکھیں پھر بند ہو گئیں۔ اسی وقت ہیرا اور سوبھا ڈولی لے کر پہنچ گئے۔ ہوری کو اٹھا کر ڈولی پر لٹایا اور گاؤں کی طرف چلے

گاؤں میں یہ خبر ہوا کی طرح پھیل گئی۔ سارا گاؤں جمع ہو گیا ہوری چارپائی پر پڑا شاید سب کچھ دیکھتا تھا، سب کچھ سمجھتا تھا۔ مگر زبان بند ہو گئی تھی۔ البتہ اس کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو بتلا رہے تھے کہ موہ (رغبت) کا بندھن توڑنا مشکل ہو رہا ہے۔ جو کچھ اپنے سے نہیں بن پڑا اسی کے دکھ کا نام تو موہ ہے۔ ادا کئے ہوئے فرائض اور پورے کئے ہوئے کاموں کا کیا موہ! موہ تو ان بیکسوں کے چھوڑ جانے میں ہے جن کے ساتھ ہم اپنا فرض نہ نبھا سکے، ان ادھورے منصوبوں میں ہے جنھیں ہم پورا نہ کر سکے۔"

مگر سب کچھ سمجھ کر بھی دھنیا امید کے مٹتے ہوئے عکس کو پکڑے ہوئے تھی۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ مگر مشین کی طرح دوڑ دوڑ کر کبھی آم بھون کر پنا (جو شاندہ) بناتی اور کبھی ہوری کے بدن پر گیہوں کے چوکر کی مالش کرتی۔ کیا کرے، پیسے نہیں ہیں ورنہ کسی کو بھیج کر ڈاکٹر بلاتی۔

ہیرا نے روتے ہوئے کہا "بھابھی، دل کڑا کرو، گئو دان کرا دو، دادا چلے۔"

www.urduchannel.in

دھنیا نے اس کی طرف حقارت سے دیکھا۔ اب وہ دل کو اور کتنا کڑا کرے؟ اپنے شوہر کے ساتھ اس کا جو دھرم ہے کیا یہ اس کو بتانا پڑیگا جو زندگی کا ساتھی تھا اس کے نام کو رونا ہی کیا۔ اس کا دھرم ہے؟"

اور کئی آوازیں آئیں "۔ ہاں گئو دان کرا دو، اب یہی سمے ہے۔"

دھنیا مشین کی طرح اٹھی۔ آج جو سُتلی بیچی ہے اس کے بیس آنے پیسے لائی اور ہوری کے ٹھنڈے ہاتھ میں رکھ کر سامنے کھڑے ہوئے۔ داتا دین سے بولی "۔ مہراج! گھر میں نہ گائے ہے، نہ بچھیا، نہ پیسہ۔ یہی پیسے ہیں۔ یہی ان کا گئو دان ہے!"

اور غش کھا کر گر پڑی۔

---

www.urduchannel.in